مفتی اعظم قدس سرہ

اور

اُن کے خلفاء

جلد اوّل

مصنف

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

شائع کردہ

رضا اکیڈمی ممبئی ۳

تقسیم کار: مکتبہ رضا ۲۱۹ گھیر شیخ مٹھو بریلی۔ مکتبہ المصطفیٰ قادری مسجد منیہاران بریلی

سلسلہ اشاعت نمبر ۵۶

نام کتاب : ـــــ مفتیِ اعظم اور ان کے خلفاء

مصنف : ـــــ مولانا محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

مقدمہ : ـــــ مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری مدظلہٗ

تحریک : ـــــ ناشر مسلکِ اعلیٰ حضرت عالی جناب محمد سعید نوری بمبئی

تکمیلِ آرزو : ـــــ مولانا محمد بشارت علی رضوی رشید پور پوسٹ قیصر گنج ضلع بہرائچ

کتابت : ـــــ جناب محمد شرافت اللہ رام پوری۔ جنا [illegible] لد علی خاں رام پوری

ناشر : ـــــ رضا اکیڈمی۔ ۱۳۰ علی عمر اسٹر [illegible]

اشاعت بارِ اوّل : ـــــ گیارہ سو

سنِ طباعت : ـــــ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء بموقع صد سالہ جشنِ ولادت مفتی اعظم

ملنے کے پتے

ادارہ سُنّی دنیا۔ ۸۲ سوداگران۔ بریلی شریف

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ، کراچی، پاکستان

مکتبہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان

المجمع الاسلامی، مبارکپور، اعظم گڑھ

قادری بک ڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی شریف

رضوی کتاب گھر، غیبی نگر، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

قادری اکیڈمی، شترخانہ، رام پور۔ یوپی

مکتبۃ الحبیب، اترسوئیا، جامعہ حبیبیہ، الٰہ آباد

ازہری دارالاشاعت، الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رام پور

مکتبہ مشرق کانکر ٹولہ بریلی، مکتبہ رضویہ مسجد بی بی جی بریلی

تقریظ جلیل

از

جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی مدظلہ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

عزیزی مولوی محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی سلمہٗ کی تصنیف مفتی اعظم اور ان کے خلفاء کو فقیر نے کہیں کہیں سے مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ اچھا لکھا ہے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ پر گزشتہ چند سالوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر خلفاء کے حالات میں اب تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ــــ انھوں نے اس کمی کو پورا کیا ہے۔

مولوی محمد شہاب الدین رضوی سلمہٗ ایک ہونہار طالب علم ہیں، تعلیم سے ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں، دورِ طالب علمی میں یہ ان کی دوسری تصنیف ہے، اور کچھ کتابوں کے مسودے بھی تیار ہیں ــــ مولیٰ تعالیٰ ان کی عمر و علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور بیش از بیش توفیق خیر مرحمت فرمائے، اور اس کتاب کی مقبولیت کو عام سے عام تر فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم إلیٰ یوم الدین۔

محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ

فہرست جلد اوّل

انتساب

میں اپنی اس حقیر کوشش کو امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کی عظیم یادگار اور
وارثِ علم و معرفت
حجۃ الاسلام محمد حامد رضا قادری رضوی کے نبیرہ اور
حضور مفتیٔ اعظم آل رحمٰن ابو البرکات مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے جانشین
مفسرِ اعظم ہند محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی کے فرزندِ ارجمند
رشید الاسلام والمسلمین
کوہِ علم و عمل — مایۂ افتخار علماء — تاج الاسلام
شیخ المحدثین — فخرِ اکابر — حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں
الازہری قادری دامت برکاتہم القدسیہ کے نام نامی سے
معنون و منسوب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں جن کے
دستِ حق پرست پر ۲۵ر صفر ۱۴۰۲ھ میں بیعت و ارادت حاصل کر کے
میں نے اپنی روحانی دنیا آباد کی۔

احقر محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی غفرلہٗ

نذر

- ان کے نام جو میدانِ تحقیق میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں
- ان کے نام جو علم و فضل کے یگانۂ روزگار ہیں
- ان کے نام جو قلم کے بادشاہ اور نگارشات کے شہسوار ہیں
- ان کے نام جو عالمِ اسلام کے عظیم انشاء پرداز ہیں
- ان کے نام جو مفکر، مدبر اور صاحبِ بلند ہمت و اقبال ہیں
- ان کے نام جو محققین اور مورخین کے دلوں میں گھر کر چکے ہیں
- ان کے نام جو علم کا کوہِ بلند اور بحرِ ناپیدا کنار ہیں
- جسے دُنیا ماہرِ رضویات اور دانش مند کے نام سے یاد کرتی ہے
- جسے دُنیا علامۂ لاہوری اور استاذ ماہر کے نام سے یاد کرتی ہے
- یعنی حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری، پی، ایچ، ڈی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر سندھ پاکستان کے نام
- یعنی مولانا الشاہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے نام
- نذر کرتے ہوئے ملتجی ہوں کہ یہ حضرات اِس بندۂ گنہگار کو اپنی مخصوص دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی غفرلہٗ

تصنیف اور مصنّف

زیر نظر کتاب مفتی اعظم اور ان کے خلفاء آپکے ہاتھوں میں ہے۔ ان تذکروں کو مصنف نے بڑی محنت اور کاوش سے قلم بند کیا ہے، میں اس شخص کو جس نے اتنی عظیم شخصیتوں کا تعارف کرایا ہے اس لائق سمجھتا ہوں کہ آپ اس کے حالات بھی پڑھ لیں۔

مولانا محمد شہاب الدین رضوی بن محمد امین بن الحاج محمد نذیر رضوی ۱۲ اپریل ۱۹۷۲ء کو موضع شیدا پور پوسٹ قیصر گنج ضلع بہرائچ یوپی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم درجہ پنجم تک ہندی میں گاؤں ہی میں حاصل کی۔ قرآن پاک ناظرہ قیصر گنج کی جامع مسجد میں پڑھا۔ عم محترم مولانا محمد بشارت علی رضوی کی سرپرستی میں ۱۰ شعبان ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۶ء کو رام پور کی عظیم درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ واقع محلہ گنج قدیم میں داخلہ لیا، اور آمدنامہ، پہلی فارسی سے لے کر ہنوز تعلیمی سلسلہ یہیں جاری ہے۔

مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی سے اصول الشاشی، موطا امام محمد، مشکوٰۃ المصابیح۔ مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی سے مرقات، ہدایۃ النحو، کافیہ وغیرہ پڑھیں۔ مولانا محمد نجف علی القادری، مولانا محمد فاروق رضا رضوی اور مولانا شکیل احمد رضوی (مدرسین الجامعۃ الاسلامیہ) سے صرف، نحو، فقہ اور حدیث میں اکتساب فیض کر رہے ہیں۔

۲۵ صفر ۱۴۰۲ھ میں عرس رضوی بریلی کے موقع پر عم محترم کی معیت میں جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت وارادت حاصل کی نیز سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور القلیوبی کے چند اسباق پڑھ کر شرف تلمذ بھی حاصل کیا۔ الہ آباد بورڈ سے ۱۹۸۸ء میں منشی، ۱۹۸۹ء میں کامل کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۹۹۰ء میں علی گڑھ سے ادیب کیا۔

۱۹۸۸ء میں اولیات نامی کتاب تالیف کی۔ ۱۹۸۸ء ہی سے مضامین لکھنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوا۔ سب سے پہلا مضمون ماہنامہ دامن مصطفیٰ بریلی میں چھپا، بعدہ ماہ نامہ سُنّی دنیا بریلی میں مضامین دینے لگے۔ مولانا کے مضامین کی تعداد تقریباً ایک درجن سے زائد ہے۔

۱۵ر جولائی ۱۹۹۰ء کو کل ہند سیمنار دہلی میں بعنوان مفتیِ اعظم کے ممتاز خلفاء پر ایک جامع مقالہ پیش کیا۔ ۱۹۸۹ء میں مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری نے مولانا کو تحقیقی کام کی توجہ دلائی، ان کی رہنمائیوں نے آپ کو اس کام میں بہت مدد دی۔ ۱۳ر محرم ۱۴۱۰ھ کو عالی جناب محمد سعید نوری نے رضا اکیڈمی کا رکن منتخب فرمایا۔

مولانا محمد شہاب الدین رضوی کو درسِ نظامی میں داخل ہوتے ہی تصنیف و تالیف کا شوق پیدا ہو چکا تھا۔ ابھی جماعتِ خامسہ کے متعلم ہیں۔ جس وقت انھوں نے اس کتاب کا خاکہ تیار کیا اُس وقت وہ جماعتِ ثالثہ پڑھ کر رابعہ میں قدم رکھ رہے تھے۔ سال بھر کی مدت موجودہ خلفاءِ کرام سے خط و کتابت میں صرف ہوگئی اور مرحومین خلفاء کے حالات کے حصول میں ان کے خاندان سے روابط قائم کیے۔ زمانۂ طالب علمی میں اس قدر تحقیق و جستجو، قلم کی دیانت داری، تصنیف کے فن سے واقفیت اور وقت کے تقاضوں سے باخبر ہونا میں سمجھتا ہوں محمد شہاب الدین کا ایک ممتاز وصف ہے۔ اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس ہونہار مصنف کی ہر طرح حوصلہ افزائی کریں تاکہ یہ آئندہ دینِ متین کی خدمت میں کوئی نمایاں کام انجام دے سکیں۔

اس کتاب میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ کوئی بات بے سند نہ ہو، مبالغہ آرائی اور عقیدت کی بنیاد پر کوئی بات بڑھانے اور منسوب کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ مولانا نے سیدھی سادی اور سلیس زبان میں خلفاء کا تعارف کرایا ہے۔ اس کتاب میں اُنھیں خلفاء کا تذکرہ مندرج ہے جن کے بارے میں سندِ خلافت یا دیگر معتبر ذرائع سے شہادت مل گئی ہے۔

آگے بھی جتنے خلفاءِ کرام کے بارے میں اسناد ملتی جائیں گی، ان کے تذکروں کو دوسری جلد کی صورت میں پیش کر دیا جائے گا۔ حضرت مفتیِ اعظم پر کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب کتنی فائدہ مند اور ضروری ہے، اس بات کو آئندہ کا مورخ اور محقق ہی محسوس کرے گا۔ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے خلفاء کی تعداد کوئی معمولی نہیں صرف یہ کتاب نقشِ اوّل کہی جا سکتی ہے، اس میں خلفاء کے مفصل حالاتِ زندگی، اور ان کے فیض یافتہ تلامذہ، خلفاء کی فہرست، طرزِ ترتیب و تحریر اور دوسرے تذکروں سے جداگانہ ہے۔ مولانا کی تحقیقی جستجو اور اسلوبِ نگارش قابلِ مطالعہ ہے۔

مولانا محمد شہاب الدین یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان تذکروں کو کئی زبانوں میں پیش کیا جائے۔

لہذا انگلش، فارسی، عربی اور ہندی وغیرہ زبانوں پر قدرت رکھنے والے حضرات اگر توجہ فرمائیں تو نہایت مناسب ہے کیونکہ ان زبانوں میں کتاب کے ترجمے کے بعد تعارف و تذکرہ کا صحیح حق ادا ہو سکے گا۔ بہرحال اب وقت کا تقاضا بیداری ہے۔ اگر اس دور میں اپنی تاریخ ہم نہ بنا سکے تو آئندہ امید نہیں۔ چونکہ جس شخصیت کا ذکر تاریخ میں نہیں ملے گا، یقیناً ایک زمانے کے بعد قوم اسے فراموش کر دے گی۔ قوم کے سب ہی افراد کو ان افراد کا تعاون کرنا چاہیے جو تصنیف و تالیف بلکہ تاریخ سازی کی دشوار گزار گھاٹیوں میں نئی راہیں تلاش کر رہے ہیں۔

مولانا محمد شہاب الدین پورے اہلِ سلسلہ برادرانِ رضویت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ رضا اکیڈمی کا بھی یہ قابلِ قدر کارنامہ ہے کہ اس نے اپنے کاندھوں پر اس کتاب کی طباعت کا بار اٹھایا۔ مولا تعالیٰ اشاعتِ دین کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

محمد اسحاق رضوی
الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۱۲ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مصنّف

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

علماءِ کرام کا فرمان ہے کہ نکوکاروں کے تذکروں میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ بلاشبہہ یہ ان اخیارِ امت کا تذکرہ ہے جنھوں نے عظمتِ اسلام، ناموسِ رسالت، مقامِ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اسلاف واخلاف کی تعلیمات کے تحفظ کے لیے اپنی بے نیام شمشیر کو گستاخانِ رسول کے نجس عزائم کا سر قلم کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رکھا۔ اور اعلاءِ کلمۃ الحق اور تحفظِ اسلام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ بریلی کے افق پر ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء کو امام احمد رضا فاضل بریلوی ظاہر ہوئے اور انھی سے ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں ایک عظیم شخصیت رونما ہوئی جسے دنیا نے آج مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے نام سے جانا، جس کو عالمِ اسلام کے اس امام نے مفتیِ اعظم کا خطاب عطا کیا۔ انھوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جن کا احاطہ کرنا بڑے سے بڑے مورخ اور محقق کے لیے آسان نہیں۔ حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے اپنے احوال وتعلیم کے فروغ کے واسطے نائبین کی ایک اتنی بڑی جماعت چھوڑی جس کا حصر ناممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور ہے۔ مفتیِ اعظم کے خلفاء و متوسلین نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں بلکہ اقصائے عالم میں علم وعرفان کی دنیا آباد کی مسلم دنیا کی اکثر آبادی میں مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے انوار پھیلے ہوئے ہیں۔

شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء میں استاذِ گرامی مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری نے ارشاد فرمایا کہ "تم مفتیِ اعظم کے خلفاء پر کام کرو"، الامر فوق الادب کے تحت حکم کی تعمیل کی تعطیلِ کلاں قریب تھی اس وجہ سے گھر چلا گیا، ۱۰ ارشوال المکرم ۱۴۰۹ھ کو مدرسہ حاضر ہوا پھر ارشاد فرمایا——

—— پہلے تو اس عظیم کام کی ذمہ داری سے خود کو عاجز پاکر خیال پیدا ہوا کہ معذرت کر لوں مگر اللہ تعالیٰ کی تائید، اولیاء اللہ کی نظرِ کرم پر تکیہ کرتے ہوئے ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ سے کام کا آغاز کر دیا۔ مختلف ذرائع سے علماء، خلفاء اور مصنفین کے پتے حاصل کر کے رابطہ قائم کیا۔ ابھی کام

کا آغاز ہوا ہی تھا کہ عرس نوری (منعقدہ ۱۳؍۱۴؍ محرم ۱۴۱۰ھ) بریلی شریف میں رضا اکیڈمی بمبئی کے بانی ہمدرد سنیت عالی جناب محمد سعید نوری رضوی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، چونکہ آپ صد سالہ جشنِ ولادت مفتی اعظم کی تیاری میں لگے ہوئے تھے، اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ہونے والے جشن ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ میں مفتی اعظم اور ان کے خلفاء پر ایک جامع مبسوط کتاب منظرِعام پر آجاتی تو بہت ہی بہتر ہوتا۔ راقم نے اپنے عزائم موصوف کے سامنے پیش کیے، فوراً محترم عالی جناب محمد سعید نوری نے اس کام کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور پیش قدمی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کتاب رضا اکیڈمی کے زیرِ اہتمام شائع ہوگی۔

راقم نے کچھ ہی دنوں میں مواد جمع کرکے شعبان اور رمضان ۱۴۱۰ھ کی تعطیلِ کلاں میں اس کام کو کرنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے فیض نے ذی قعدہ میں تکمیل کی منزل تک پہنچا دیا۔ کوشش تو یہ تھی کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے خلفاء کے حالاتِ زندگی فراہم کرکے شاملِ کتاب کردوں گا مگر اس میں ناکامی رہی۔ بہت سے خلفاء ایسے ہیں جن کا تذکرہ لکھنا ضروری تھا مگر ان کے احوال کے حصول کے لیے کوئی ذریعہ حاصل نہ ہو سکا، انشاء اللہ خلفاءِ عظام کی طرف سے حوصلہ افزائی اور تعاون کے مظاہرے کے ساتھ اس اہم اور دقیق موضوع کو دوسری جلد میں پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ہر ممکن سعی کی جائے گی۔

زیرِ نظر کتاب مفتی اعظم اور ان کے خلفاء جیسے احقر نے قارئین کی جناب میں دشوار گزار مراحل سے گزار کر پیش کیا ہے، یہ میری حقیر کوشش ہے۔ چونکہ راقم کو اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا پورا احساس ہے اس لیے خلفاءِ عظام اور دانشورانِ ملت کی بارگاہ میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اگر کوئی نقص یا خامی پائیں تو احقر کو ضرور مطلع کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں، تاکہ اشاعتِ ثانیہ میں تلافی ہو سکے، کسی غلطی کو لے کر نشانۂ طعن و تشنیع نہ بنائیں۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے پیشِ نظر استاذِ گرامی مفتی سید شاہد علی رضوی کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کتاب پر نظرِ ثانی فرمائی، نہایت ہی دقیق مقدمہ تحریر کیا اور میری ہمت افزائی فرمائی۔ استاذِ محترم مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی کا تہِ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے احقر کو مفید مشوروں سے نوازا۔ الغرض

تعالیٰ دونوں حضرات کے درجاتِ عالیہ میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ دنیائے سنیت پر تادیر قائم رکھے (آمین)

اس کتاب کی تیاری میں اگر میری مدد عالی جناب محترم محمد سعید نوری نہ فرماتے تو شاید یہ علمی ذخیرہ منظرِ عام پر نہ آتا۔ دراصل اس کتاب کی اشاعت و طباعت اور اس کو منظرِ عام پر لانے کا سارا کام موصوف ہی نے کروایا۔ مولانا محمد امین القادری بریلوی و دیگر ارکانِ رضا اکیڈمی کا تہِ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسماء کی ترتیب میں حروفِ تہجی کا لحاظ کیا گیا ہے" تقدیم و تاخیر میں شخصیات کے مقام و مرتبہ کی کوئی رعایت نہیں کی گئی ہے۔ ایسا کرنے میں دشواریاں اور مشکلات تھیں، راقم معذرت خواہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس کتاب کو مقبولِ خاص و عام بنائے اور آخرت میں ہمارے لیے ذریعۂ نجات بنائے اور تاحینِ حیات خلوص کے ساتھ زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیقِ رفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

رکن رضا اکیڈمی علی عمر اسٹریٹ بمبئی ۳
۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء

احقر محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی غفرلہٗ
الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور (یوپی)

مُقدمہ

حیاتِ مُفتیِ اعظم

از

مُحقّقِ عصر مولانا مفتی سیّد شاہد علی رضوی رامپوری مدظلہ

ناظمِ اعلیٰ و شیخ الحدیث الجامعۃُ الاِسلامیہ
گنج قدیم۔ رامپور

نور و نکہت

زر بکف گل پیرہن رنگیں قبا آتش بجام — ایک قطرہ سو طرح سے سرخرو ہو کر اٹھا

اسلام کا وہ بطلِ جلیل اور استقامت کا جبلِ عظیم کہ جس کے جہاد بالقلم نے دینِ مصطفیٰ کو بھاری تباہی سے بچایا — جس کی نگاہِ کیمیا اثر نے لاکھوں گم گشتگانِ راہ کو جادۂ حق سے ہم کنار کیا — جس کے در کی جبیں سائی وقت کے بڑے بڑے مسند نشینوں نے کی — جس کے ناخنِ ادراک میں لاینحل مسائل کا حل تھا — جو بیک وقت علمِ ظاہر و باطن کا ایسا سنگم تھا جہاں ہر تشنہ لب کو سیرابی و آسودگی کی دولتِ گراں مایہ ملتی تھی — جو رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سچا نائب، تصدیقِ حق میں صدیقِ اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروقِ اعظم کا مظہر، رحم و کرم میں ذوالنورین کی تصویر، باطل شکنی میں حیدری شمشیر، امامِ اعظم ابوحنیفہ کی فکر، امام رازی کی حکمت، امام غزالی کا تصوف اور مولانائے روم کا سوز و گداز تھا جو علم و فضل میں شہرۂ آفاق، معقولات میں بحرِ ذخار، منقولات میں دریائے ناپیدا کنار، فقہ و روایت میں امیر المومنین اور سلطنتِ قرآن و حدیث کا مسلم الثبوت وزیر المجتہدین، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤیدِ ملتِ طاہرہ، اعلم العلماء عند العلماء، افقہ الفقہاء عند الفقہاء، قطبِ عالم علی لسان الاولیاء، فانی فی اللہ، باقی باللہ، عاشقِ کاملِ رسول اللہ مولانا الشاہ الحاج محمد ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفیٰ رضا قادری قدس سرہٗ جسے دنیا تاجدارِ اہلِ سنت حضور مفتیِ اعظم کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرتی ہے — ان کے مدح سراؤں کی صف میں جگہ پا جانا فقیر نوری اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتا ہے۔

نقشِ سراپا

شہیرِ عرب وعجم مرجع العلماء والفقہا قطبِ عالم مفتی اعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا

گورا مکھڑا جلوے جس پر آآکر بِکھر جاتے ہیں
آؤ تم کو بھی ہم صورت ایسی ایک دکھاتے ہیں

لباس نورانی ــــ سیرت نورانی ــــ صورت نورانی ــــ رنگت سُرخی مائل سفید۔

قد ــــ میانہ

بدن ــــ نحیف

سر ــــ بڑا ــــ گول ــــ اس پر عمامہ کی بہار۔

چہرہ ــــ گول ــــ روشن وتابناک ــــ نور برساتا ہوا ــــ جسے دیکھ کر خدا کی یاد آجائے۔

پیشانی ــــ کشادہ ــــ بلند ــــ تقدس کے آثار لیے ہوئے۔

بھویں ــــ گنجان ــــ ہالہ لیے ہوئے۔

پلکیں ــــ گھنی ــــ بالکل سفید ــــ ہالہ نما۔

آنکھیں ــــ بڑی بڑی ــــ کالی چمکدار ــــ گہرائی وگیرائی لیے ہوئے۔

رخسار ــــ بھرے بھرے ــــ گداز ــــ روشن ــــ جلال وجمال کا آئینہ

ناک ــــ متوسط ــــ قدرے اٹھی ہوئی۔

مونچھ ــــ نہ بہت پست ــــ نہ اٹھی ہوئی۔

لب ــــ پتلے ــــ گلاب کی پتّی کی طرح ــــ تبسم کے آثار لیے ہوئے۔

دنداں ــــ چھوٹے چھوٹے ــــ ہموار ــــ موتیوں کی لڑی کی طرح ــــ جب تبسم ریز ہوتے۔

کان ــــ متناسب ــــ قدرے درازی لیے ہوئے۔

گردن ـــ معتدل۔
سینہ ـــ فراخ ـــ کچھ روئیں لیے ہوئے۔
کمر ـــ خمیدہ مائل
ہاتھ ـــ لمبے لمبے ـــ جو سخاوت و فیاضی میں ضرب المثل۔
کلائیاں ـــ چوڑی ـــ روئیں دار۔
ہتھیلیاں ـــ بھری ہوئی ـــ گداز
انگلیاں ـــ لمبی لمبی ـــ موزوں و کشادہ۔
پاؤں ـــ متوسط۔
ایڑیاں ـــ گول ـــ موزوں۔

لباس

ٹوپی ـــ دو پلّی ـــ کڑھی ہوئی۔
عمامہ ـــ بڑے عرض کا زیادہ تر سفید ـــ بادامی۔
پوشاک ـــ کرتہ ـــ کلی دار ـــ اس پر صدری ـــ جبہ۔
پائجامہ ـــ چھوٹی مُہری کا ـــ علی گڑھی۔
جوتا ـــ ناگرہ ـــ جے پوری۔
چھڑی ـــ سینگ ـــ یا لکڑی کی۔

یہ ہے اس مقدس عظیم المرتبت شخصیت کا سراپا: ؎

آں دل کہ رم نمودے از خوبر و جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

وہ دل جسے خوبر وجوان اپنی طرف مائل نہ کرسکے
ایک دیرینہ سال پیر مرد نے اسے ایک نگاہ میں لوٹ لیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت

قرنہا باشد کہ تا یک مرد حق پیدا شود | بوسعید اندر خراساں اور اویس اندر قرن
مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ | مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

دعائے رضا اور نوید نوری

نائب سید المرسلین، شمس العارفین، سید المتکلمین، سند المحققین، شیخ المحدثین، سراج المتفقہین، تاجدارِ اہلِ سنت، آفتابِ رشد و ہدایت، واقفِ اسرارِ شریعت، دانائے رموزِ حقیقت، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ، جامعِ معقول و منقول، حاویِ فروع و اصول، متکلم اجل، محدث اکمل، فقیہِ اجل، مفتیِ اعظم، قطبِ عالم، شہزادۂ مجددِ اعظم، علامہ الحاج، الشاہ آل الرحمٰن محمد ابو البرکات محی الدین جیلانی مصطفیٰ رضا قادری قدس سرہٗ "دعائے رضا اور نویدِ نوری" ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے حضرت مفتیِ اعظم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کی تھی:

"اے مالکِ بے نیاز! یا ربِ کریم! مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔" [۱]

---

[۱] (ا) ہفت روزہ "کلامِ مشرق"، کانپور، مفتیِ اعظم ہند نمبر ص ۱۱، ۲۳ فروری ۱۹۷۸ء
(ب) ماہنامہ "استقامت"، کانپور، مفتیِ اعظم ہند نمبر ص ۳۰۶، رجب ۱۴۰۳ھ/ مئی ۱۹۸۳ء

تاریخِ ولادت

حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۷ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقتِ صبح صادق امام احمد رضا قدس سرہٗ کی اس دعا کا نتیجہ اور مظہر بن کر دنیا میں تشریف لائے ــــ مفتیِ اعظم کی ولادت کا سنِ ہجری اس آیتِ کریمہ سے نکلتا ہے

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

ــــــ ۱۳۱۰ھ ــــــ

جائے ولادت اور وطن

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی ولادت، امام احمد رضا قدس سرہٗ کے برادرِ حقیقی علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی قدس سرہٗ کے دولت کدہ واقع محلہ رضا نگر سوداگران شہر بریلی شریف یوپی، انڈیا میں ہوئی۔ ؎۱

اسمِ گرامی

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کا پیدائشی اور اصلی نام محمد ہے۔ اسی اسمِ پاک پر آپ کا عقیقہ ہوا۔ غیبی نام آلُ الرحمٰن ہے ــــ پیر و مرشد نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی تجویز فرمایا ــــ اور والد ماجد نے عرفی نام مصطفیٰ رضا رکھا ــــ فنِ شاعری میں آپ اپنا تخلص "نوریؔ" فرماتے تھے ــــ عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ خاص و عام میں آپ کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خوابِ رضا و بشارتِ نوری

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی ولادت سے پہلے امام احمد رضا قدس سرہٗ اپنے

؎۱ پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ، جلد ۱، شمارہ ۵، ص ۶، یکم فروری ۱۹۸۲ء

پیر و مرشد، رہبر کامل، زبدۃ العارفین حضرت سیّد شاہ آلِ رسول مارہروی قدس سرہٗ (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) کے مزارِ مقدس کی زیارت اور قدوۃ السالکین، حفید الکاملین، سیّد المشائخ حضرت سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ سے ملاقات کے لیے مارہرہ مطہرہ تشریف لے گئے تھے ــــــ ولادت سے ایک روز پہلے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دیارِ مرشد میں خواب دیکھا:

"فرزندِ ارجمند کی ولادت ہوئی ہے اور خواب ہی میں نام "آل الرحمٰن" تجویز ہوا۔" [۱]

احوالِ ولادت میں ایک روایت یوں بھی ہے:

بعدِ نمازِ عصر حضرت نوری میاں (سیّد شاہ ابوالحسین نوری مارہروی) علیہ الرحمۃ مسجد کے زینے سے اتر رہے تھے اور حضور اعلیٰ حضرت ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کہ اچانک حضرت نوری میاں صاحب نے فرمایا "مولانا صاحب! بریلی میں آپ کے گھر میں ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام "آل الرحمٰن" رکھا جائے اور پھر فرمایا جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا ــــــ وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے۔" [۲]

ان دونوں روایتوں میں تطبیق و تکمیل کرتے ہوئے راقم الحروف سے ایک ملاقات میں فقیہِ ذی شان علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی نے فرمایا:

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے احوالِ ولادت میں یہ دونوں روایتیں ناتمام ہیں ــــــ صحیح اور مکمل روایت جو خود میں نے سیّدی حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے سُنی ہے وہ اس طرح ہے:

---

[۱] "حیاتِ مبارک مفتیِ اعظم" مولانا عرفان الحق سنبھلی مطبوعہ بریلی ص ۱۳، ۱۹۸۰ء

[۲] (ا) "کراماتِ مفتیِ اعظم ہند" راز الٰہ آبادی ص ۲۱ ملخصاً مطبوعہ الٰہ آباد

(ب) "مفتیِ اعظم ہند" عبدالنعیم عزیزی ص ۲۵ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کی شب میں تقریباً نصف رات تک امام احمد رضا قدس سرہٗ اور سید المشائخ حضرت نوری میاں قدس سرہٗ کے درمیان علمی مذاکرات رہے ـــــ پھر دونوں اپنی اپنی قیام گاہوں میں آرام فرما ہوئے ـــــ اسی شب عالمِ خواب میں دونوں بزرگوں کو حضرت مفتیِ اعظم کی ولادت کی نوید دی گئی اور نومولود کا نام "آل الرحمٰن" بتایا گیا ـــــ خواب سے بیداری پر دونوں بزرگوں میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کیا کہ بوقتِ ملاقات مبارک باد پیش کروں گا۔

فجر کی نماز کے لیے جب دونوں بزرگ مسجد پہنچے تو مسجد کے دروازے پر ہی دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوگئی اور وہیں ایک نے دوسرے کو مبارکباد پیش کی ـــــ فجر کی نماز کے بعد سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ نے امام احمد رضا قدس سرہٗ سے ارشاد فرمایا:

"مولانا صاحب! آپ اس بچّے کے ولی ہیں ـــــ اگر اجازت دیں تو میں نومولود کو داخلِ سلسلہ کروں"[۱]

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے عرض کیا:

"حضور وہ غلام زادہ ہے ـــ اسے داخلِ سلسلہ فرمالیا جائے"

سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ نے مصلّے ہی پر بیٹھے بیٹھے امام احمد رضا کے نورِ نظر لختِ جگر "آل الرحمٰن" اور مستقبل کے مجدد مفتیِ اعظم کو غائبانہ داخلِ سلسلہ فرمالیا ـــــ حضرت سید المشائخ نے امام احمد رضا کو اپنا عمامہ اور جبّہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[۱] قبلِ ولادت اور بعدِ ولادت عہدِ طفلی و شیر خوارگی میں کسی کو داخلِ سلسلہ کرنے اور خلیفہ و مجاز بنانے کا مسئلہ میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ (۹۱۵ھ / ۱۰۱۷ھ) سبع سنابل شریف وغیرہ میں منقح فرما چکے ہیں۔ ۱۲ رضوی

"میری یہ امانت آپ کے سپرد ہے ـــــ جب وہ بچہ اس امانت کا متحمل ہوجائے تو اسے دے دیں ـــــ مجھے خواب میں اس کا نام "آل الرحمٰن" بتایا گیا ہے لہٰذا نومولود کا نام آل الرحمٰن رکھیے ـــــ مجھے اس بچے کو دیکھنے کی تمنا ہے۔ وہ بڑا ہی فیروز بخت اور مبارک بچہ ہے ـــــ میں پہلی فرصت میں بریلی حاضر ہوکر آپ کے بیٹے کی روحانی امانتیں اس کے سپرد کردوں گا۔" [۱]

دوسرے روز جب ولادت کی خبر مارہرہ پہنچی تو سید المشائخ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ نے نومولود کا نام "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" منتخب فرمایا۔ [۲]

امام احمد رضا قدس سرہٗ اسی روز مارہرہ مطہرہ سے بریلی پہنچے ـــــ بیٹے کو سینے سے لگایا اور پیشانی چوم کر کہا:

"خوش آمدید ولیِ کامل" [۳]

امام احمد رضا قدس سرہٗ کو فرزندِ ارجمند کی ولادت پر بریلی میں سب سے پہلی مبارکباد استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری قدس سرہٗ نے پیش کی اور ارشاد فرمایا:

"کسی کوشش کے بغیر ایک مادۂ تاریخ زبان پر آگیا ہے جو بلند اقبال شہزادے کے سالِ ولادت کو ان کے تابناک مستقبل کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔" [۴]

طبیبِ دینِ حق ابنِ مجددِ اعظم [۵]

ـــــ ۱۳۱۰ھ ـــــ

---

[۱] روایت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدیر عام الادارۃ الحنفیہ کشن گنج بہار، ۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ ۴ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز پنجشنبہ بوقت ۱۱ بجے دن بمقام خانقاہ قادریہ رضویہ نوریہ لال مسجد رام پور

[۲] "محدثِ اعظم پاکستان" مولانا جلال الدین قادری، جلد ۱ ص ۶۶ مطبوعہ لاہور

[۳] ماہ نامہ "استقامت" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) ص ۱۹۷ بحریہ مئی ۱۹۸۳ء

[۴] ایضاً ص ۱۹۷

[۵] "حیاتِ مفتیِ اعظم کی ایک جھلک" مرزا عبدالوحید بیگ ص ۵ مطبوعہ بریلی

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ساتویں روز "محمد" کے نام پر بیٹے کا عقیقہ کیا ــــ اسمِ محمد کی برکتوں اور سعادتوں کا کوئی شمار ہی نہیں کر سکتا ــــ اس نام پاک کی برکتوں اور سعادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا میں جو مومن اس نام کے ساتھ موسوم ہیں وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ــــ سیرت حلبی جلد اول صفحہ ۹۹ میں ہے:

"فی حدیث معضلٍ اذا کان یوم القیامۃ نادی منادٍ یا محمد! فادخل الجنۃ بغیر حساب فیقوم کل من اسمہ محمد یتوھم ان النداء لہ فلکرامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا یمنعون"

اور حدیث معضل[1] میں ہے جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی ندا کرے گا اے محمد کھڑے ہو کر جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ ــــ تو ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام محمد ہے ــــ یہ خیال کر کے کہ یہ بلاوا میرے لیے تھا ــــ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کے پیش نظر ان کو روکا نہ جائے گا۔

مگر ان برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی نگاہِ بصیرت نے اسم "محمد" پر عقیقہ کرتے ہوئے کچھ اور بھی دیکھ لیا تھا ــــ اور لوحِ محفوظ کا یہ راز اُس وقت آشکارا ہوا جب حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے ۹۲ سال کی عمر شریف میں وصالِ حق فرمایا اور عمر کو اسمِ "محمد" کا عدد پایا گیا۔

سید المشائخ حضرت شاہ سید ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ حسب وعدہ چھ ماہ بعد مارہرہ مطہرہ سے بریلی تشریف لائے اور محمد آل الرحمٰن کو اپنی آغوش مبارک میں لے کر دیر تک یکسوئی سے دیکھتے رہے ــــ پھر پیشانی چوم کر ارشاد فرمایا:

"مولانا! یہ تو مادر زاد ولی ہے! برکتوں کے اعتبار سے ابو البرکات اور مرتبۂ فنائیت میں محی الدین جیلانی ہے۔"[2]

---

[1] یاد رہے کہ نام پاک "محمد" کے ساتھ تسمیہ فضائل اعمال سے ہے ــــ جن میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع معتبر ہے چہ جائیکہ حدیث معضل۔ ۱۲ رضوی

[2] ماہنامہ "استقامت" کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱۹۷ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

بیعت و خلافت

اس انکشاف کے بعد ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ ———— چھ ماہ تین یوم کی عمر شریف میں سیّد المشائخ حضرت شاہ سیّد ابوالحسین نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی انگشت شہادت آل الرحمٰن محمد ابوالبرکات محی الدین جیلانی کے دہن مبارک میں ڈالی ——— مفتیِ اعظم شیرِ مادر کی طرح چوسنے لگے ——— سیّد المشائخ نے داخلِ سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ لہ

مرشدِ کامل کی دوسری بشارت

سیّد المشائخ حضرت شاہ سیّد ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مفتیِ اعظم کو بیعت کرتے وقت ارشاد فرمایا:

"یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہنچے گا ——— یہ بچہ ولی ہے ——— اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے ——— یہ فیض کا دریا بہائے گا"۔ ۲ہ

سیّد المشائخ حضرت نوری میاں قدس سرہٗ نے حلقۂ بیعت میں لینے کے بعد قادری نسبت کا دریائے فیض بنا کر ابوالبرکات کو امام احمد رضا فاضل بریلوی کی گود میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مبارک ہو آپ کو یہ ——— قرآنی آیت "وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ" کی تفسیر مقبول ہو کر آپ کی گود میں آگئی ہے۔ آل الرحمٰن۔ محمد۔ ابوالبرکات محی الدین

لہ (الف) "حیاتِ مفتیِ اعظم کی ایک جھلک"، مرزا عبدالوحید بیگ

(ب) پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ۔ ص ۱۳۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء

۲ہ پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ ص ۱۳۔ ۱۵ر دسمبر ۱۹۶۱ء

جیلانی مصطفیٰ رضا"۔ ؎

اس مبارک نام پر اگر غور کیا جائے تو سب سے پہلے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب کسی شخص میں محاسن کی کثرت ہوتی ہے تو اس کا ہر کام "تشنۂ توصیف" محسوس ہوتا ہے اور ذوقِ ستائش کسی جامع الصفات شخصیت کو مختلف ناموں سے پکارنے پر مجبور ہوتا ہے —— اس نام میں پہلی نسبت رحمٰن سے ہے —— دوسری نسبت سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔ تیسری نسبت سیّدنا حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ہے تیسری نسبت کے بعد عزیمت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے نسبت ملحوظ رکھی گئی ہے —— یہ اہتمام تو اکابرین کی بالغ نظری نے کیا تھا —— مگر لاکھوں افراد نے جب اس منبعِ خیر و فلاح اور سرچشمۂ ہدایت سے قریب ہو کر فیوض و برکات حاصل کیے تو وہ بھی اپنے جذبۂ ستائش پر قابو نہ پا سکے —— آج حضرت مفتیِ اعظم مختلف ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں —— اللہ تعالیٰ اپنے اسماءِ صفات کا پرتو انھیں پر ڈالتا ہے جو اس کی بارگاہ میں مقبول و محبوب ہو جاتے ہیں۔

اجازت و خلافتِ رضا

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے نورِ نظر لختِ جگر خلفِ اصغر مفتیِ اعظم کو جمیع اوراد و اشغال، اوفاق و اعمال اور جمیع سلاسلِ طریقت میں ماذون و مجاز بنایا —— مرشدِ کامل اور والدِ ماجد دونوں کی دعاؤں اور بشارتوں کا ایک ایک حرف پورا ہوا۔ ؎

تعلیم و تربیت

آغازِ تعلیم

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ جب سخن آموزی کی منزل عبور کر چکے تو امام احمد رضا قدس

؎ "محدث اعظم پاکستان" مولانا محمد جلال الدین قادری جلد ۱ ص ۶۷ مطبوعہ لاہور

سرہٗ نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد حامد رضا قدس سرہٗ سے فرمایا:

"میری مصروفیات سے تم باخبر ہو۔ تم اپنے بھائی کو پڑھاؤ"۔ [۱]

ختم قرآن

حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی شاہ محمد حامد رضا قدس سرہٗ حضرت مفتی اعظم سے عمر میں ۱۸ سال بڑے تھے۔ چند روز ہی میں حجۃ الاسلام کو اندازہ ہو گیا کہ چھوٹا بھائی مصطفیٰ رضا سراپا ذہانت ہے۔ وہ بڑی محنت اور لگن کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کو پڑھانے لگے۔ مفتی اعظم نے صرف تین سال میں ناظرہ قرآنِ کریم ختم کر لیا۔ [۲]

ناظرہ قرآن کریم کی تکمیل کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری قدس سرہٗ کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"مصطفیٰ رضا کو آج سے آپ اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی پڑھائیں گے۔ اور آپ کی محنتیں انشاء اللہ سرخرو ہوں گی"۔ [۳]

علامہ شاہ رحم الٰہی قدس سرہٗ نے عرض کیا:

"میں اپنے لیے یہ بڑا اعزاز سمجھتا ہوں کہ آپ نے مستقبل کے مجدد کی تعلیم کے لیے مجھے منتخب فرمایا ہے، لیکن مجھے یہ بھی یقین ہے کہ حقیقی تعلیم و تربیت آپ ہی فرمائیں گے کیوں کہ صاحبزادے صاحب میں جو آثارِ بزرگی میں ابھی سے دیکھ رہا ہوں وہ حیرت انگیز ہیں"۔ [۴]

قوتِ حافظہ

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی تعلیم کا جب باقاعدہ آغاز ہوا تو آپ کی ذہانت و فطانت

---

[۱] ماہنامہ "استقامت"، کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱۹۸ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[۲] ایضاً ص ۱۰۵ [۳] ایضاً ص ۱۹۸ [۴] ایضاً ص ۱۹۸

اور زیرکی و دانائی کا سب کو اعتراف کرنا پڑا۔ ہر سبق صرف ایک بار پڑھ کے یاد کر لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے آپ سے پوچھا:

آپ کی یادداشت اتنی اچھی کیوں ہے کہ کبھی کچھ بھولتے ہی نہیں۔ آپ حافظہ کو تقویت پہنچانے کے لیے کیا کھاتے ہیں؟

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

حافظہ غذا سے نہیں عطا سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر حافظہ غذا سے تقویت پاتا تو کوئی صاحب ثروت غبی نہ ہوتا۔ بارگاہِ علیم سے وابستگی پیدا کرو۔ وہیں سے سب کچھ ملتا ہے۔ [۱]

بند کتاب کا مطالعہ

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ ایک روز بند کتاب سامنے رکھے ہوئے بغور اسے دیکھ رہے تھے کہ اچانک حضرت مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی قدس سرہٗ وہاں پہنچ گئے اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے اس اندازِ مطالعہ کو دیکھ کر دریافت کیا:

بند کتاب کو دیکھنے سے کیا فائدہ حاصل کر رہے ہو؟

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا:

میں اس امکان کا جائزہ لے رہا تھا کہ بند کتاب بھی پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی قدس سرہٗ نے دوسرا سوال کیا "پھر آپ کس نتیجے پر پہنچے؟" حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے بڑی سادگی سے جواب دیا:

بند کتاب بھی کھلی کتاب کی طرح پڑھی جا سکتی ہے۔

مولانا سید بشیر احمد علی گڑھی قدس سرہٗ نے اس جواب سے لطف اٹھاتے ہوئے فرمایا:

آپ میں یہ صلاحیت ہونا ہی چاہیے، آپ پر غوث اعظم کا سایۂ رحمت ہے۔ [۲]

---

[۱] ماہنامہ "استقامت"، کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱۹۸، مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[۲] ایضاً ص ۱۹۸، ۱۹۹

دورانِ درس کشف اور کرامت

حضرت مولانا سیّد بشیر احمد علی گڑھی قدس سرہٗ نے جب اس واقعہ کا تذکرہ حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری قدس سرہٗ سے کیا تو انھوں نے فرمایا:

ابھی نہ جانے کیا کیا انکشافات اور ہوں گے۔ صاحبزادے صاحب کے احوال کو راز میں رکھنے کی کوشش کیجیے۔ میں بھی اب تک بعض حیرت انگیز خصوصیات دیکھ چکا ہوں مگر میں نے آپ کو نہیں بتائیں۔ اب جب کہ آپ صاحبزادے کی روحانی قوت سے آگاہ ہو چکے ہیں، اس لیے میں آپ کو صرف ایک واقعہ بتاتا ہوں، جس نے مجھے پہلی بار چونکا دیا تھا۔

ایک دن میں درس دے رہا تھا، مگر ذہن بار بار گھر کی طرف چلا جاتا تھا کیونکہ جب میں مدرسہ کے لیے گھر سے چلا تھا، اس وقت میرے چھوٹے بیٹے کو شدید بخار تھا اور ہوش میں نہیں تھا۔ درس کا تقاضا تھا کہ میں درس ہی کی طرف متوجہ رہوں۔ بچے کے لیے دل تڑپ رہا تھا۔ اس ذہنی کشمکش کے نتیجے میں اپنی شگفتگی کو برقرار نہ رکھ سکا جو دورانِ درس میرا معمول تھا۔ میں نے بچے کی حالت کا ذکر طلبہ سے نہیں کیا تھا، مگر صاحبزادے نے نہ صرف یہ کہ اس تبدیلی کو محسوس کر لیا بلکہ ذہنی انتشار کا سبب بھی دریافت کر لیا اور مجھ سے کہا:

”اگر اجازت ہو تو میں آپ کے گھر جا کر بیمار کی خیریت معلوم کر آؤں؟“

میں نے اضطراری طور پر انھیں جانے کی اجازت دے دی اور اس وقت یہ بھی نہ سوچ سکا کہ میرے بیٹے کی علالت کا حال صاحبزادے صاحب کو کیسے معلوم ہو گیا؟ بہرکیف آپ جب واپس آئے تو بتایا:

”الحمد للہ بخار اتر چکا تھا۔ آپ کے فرزند خود دودھ طلب کر کے پی چکے ہیں۔“

جب میں گھر پہنچا تو اہلیہ نے بتایا کہ:

”جب صاحبزادے صاحب آئے تھے، آپ کے بیٹے کی حالت

پہلے سے زیادہ خراب ہو چکی تھی ــــ میں نے انھیں دیکھتے ہی کہا تھا کہ وہ آپ کو فوراً بلا لائیں، مگر انھوں نے میری بات نظر انداز کر کے کچھ پڑھنا شروع کیا اور جیسے ہی بیمار پر دم کیا، اس کے مسامات سے پسینہ پھوٹ پڑا اور چند لمحوں میں بخار اتر گیا۔ بیٹے نے آنکھیں کھول کر میری کی طرف دیکھا اور کہا مجھے بھوک لگ رہی ہے ــــ مجھے کھانے کو دو"۔ [1]

فراغت

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں بعمر اٹھارہ سال خداداد ذہانت، ذوقِ مطالعہ، لگن و محنت، اساتذۂ کرام کی شفقت و رافت، اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت قدس سرہٗ کی توجہ کامل اور شیخ مکرم سید المشائخ قدس سرہٗ کی عنایات کے نتیجے میں جملہ علوم و فنون منقولات و معقولات پر عبور حاصل کر کے مرکزِ اہلِ سنت دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف سے تکمیل و فراغت پائی۔ [2]

اساتذۂ کرام

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے اصل تربیت اور تعلیم تو اپنے والدِ ماجد امام احمد رضا قدس سرہٗ سے پائی ــــ علومِ دینیہ کی تکمیل بھی اپنے والدِ ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے کی [3] تاہم اعلیٰ حضرت کے حکم سے جن دیگر نامور، مشہورِ زمانہ اور قابل اساتذۂ کرام سے خصوصی درس لیا ان میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسماءِ گرامی قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ حجۃ الاسلام علامہ مفتی شاہ محمد حامد رضا بریلوی م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تلمیذ و فرزندِ اکبر امام احمد رضا

---

[1] ماہنامہ "استقامت" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[2] "حیاتِ مفتیِ اعظم کی ایک جھلک" مرزا عبد الوحید بیگ ص ۶ مطبوعہ بریلی۔

[3] (الف) "فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں" پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی ص ۸۰ مطبوعہ لاہور

(ب) پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ ص ۱۳، ۱۵ مجریہ ۱۵ ر دسمبر ۱۹۸۱ء

فاضل بریلوی قدس سرہٗ

۲۔ استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری م ۱۳۶۱ھ (تلمیذ مولانا سید عبدالعزیز انبیٹھوی م ۱۳۴۴ھ تلمیذ علامہ عبدالحق خیر آبادی م ۱۳۱۶ھ

۳۔ شیخ العلماء علامہ شاہ سید بشیر احمد علی گڑھی[1] تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی م ۱۳۳۴ھ

۴۔ شمس العلماء علامہ ظہور الحسین فاروقی رام پوری[2] م ۱۳۴۲ھ تلمیذ مولانا محمد تفضل رحمٰن گنج مراد آبادی ——— تلمیذ خاتم المحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و تلمیذ رشید علامہ عبدالحق خیر آبادی م ۱۳۱۶ھ

علوم وفنون

برصغیر میں معقول ومنقول علوم وفنون کی جتنی مشہور اسناد ہیں ان میں سے سلسلۂ تلمذ بریلوی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ہر فن اور ہر علم کی سندِ عالی ہے ——— اور پھر اسی ایک سلسلے سے تمام معقول ومنقول علوم وفنون کی سند حاصل ہو جاتی ہے ——— گویا سلسلۂ تلمذ بریلوی جمیع علوم وفنون کا جامع ہے ——— ذیل میں اُن علوم وفنون کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے بریلوی سلسلۂ تلمذ کے واسطے سے نہ صرف حاصل کیے بلکہ ان میں درجۂ

احتمال ص لا سطر ۱ ؟

۱۔ علمِ تفسیر	۲۔ علمِ حدیث	۳۔ اصولِ حدیث	۴۔ فقہ (جملہ مذاہب)	۵۔ اصولِ فقہ
۶۔ علم الفرائض	۷۔ جدل	۸۔ تفسیر	۹۔ عقائد	۱۰۔ کلام
۱۱۔ نحو	۱۲۔ صرف	۱۳۔ معانی	۱۴۔ بیان	۱۵۔ بدیع
۱۶۔ منطق	۱۷۔ مناظرہ	۱۸۔ فلسفہ	۱۹۔ تکسیر	۲۰۔ ہیئت

---

[1] (الف) "محدثِ اعظم پاکستان" مولانا محمد جلال الدین قادری جلد ۱ ص ۶۶ مطبوعہ لاہور

(ب) پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ جلد ۱ شمارہ ۵ ص ۷، یکم فروری ۱۹۸۲ء

(ج) ماہنامہ "استقامت" کانپور "مفتیِ اعظم ہند نمبر" ص ۱۹۸ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[2] "حیاتِ مفتیِ اعظم کی ایک جھلک" مرزا عبدالوحید بیگ ص ۵ مطبوعہ بریلی

۲۱۔حساب	۲۲۔ ہندسہ	۲۳۔قرأت	۲۴۔ تجوید	۲۵۔تصوف
۲۶۔سلوک	۲۷۔اخلاق	۲۸۔اسماء الرجال	۲۹۔ سیر	۳۰۔ تاریخ
۳۱۔ لغت	۳۲۔ادب	۳۳۔عروض وقوافی	۳۴۔توقیت	۳۵۔اوفاق
۳۶۔فنِ تاریخ واعداد	۳۷۔ جفر	۳۸۔ ریاضی وغیرہ [۱]		

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے بریلوی سلسلۂ تلمذ کے علاوہ خیر آبادی سلسلۂ تلمذ اور دہلوی سلسلۂ تلمذ سے بھی معقول ومنقول علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی —— مگر بریلوی سلسلۂ تلمذ نے علم وعرفان اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ لازوال دولت عطا کی جو بریلوی سلسلۂ تلمذ کا خاص امتیاز ہے —— اس طرح حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ خیر آبادی، دہلوی اور بریلوی سلاسلِ تلمذ کی بدولت علوم وعرفان کے وارث اور امین بنے۔

مزید برآں عالمِ اسلام کی عبقری شخصیت، نابغۂ روزگار، وحیدِ عصر، مجدد مأۃ رابعہ عشر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان پچیس ۲۵ سلاسلِ اولیاء وسلاسلِ قرآن وسلاسلِ حدیث کی اجازت عطا فرمائی جو النور والبہاء میں درج ہیں —— نیز ان تمام "سلاسلِ رضویہ" کی اجازت عطا فرمائی جو الاجازات المتینہ اور فتاویٰ رضویہ میں درج ہیں [۲]

---

[۱] (الف) پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ ص ۱۵ مجریہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء (ب) مفتیِ اعظم ہند، عبدالنعیم عزیزی ص ۱۱۱ مطبوعہ بریلی (ضمیمہ) (ج) محدثِ اعظم پاکستان ۔ مولانا جلال الدین قادری جلد ۱ ص ۷۰

[۲] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں:

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ وخلفاء مثلاً:

۱۔ محدثِ اعظم پاکستان علامہ مفتی سردار احمد رضوی لائل پوری قدس سرہٗ

۲۔ فقیہ العصر علامہ مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی قدس سرہٗ

۳۔ شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

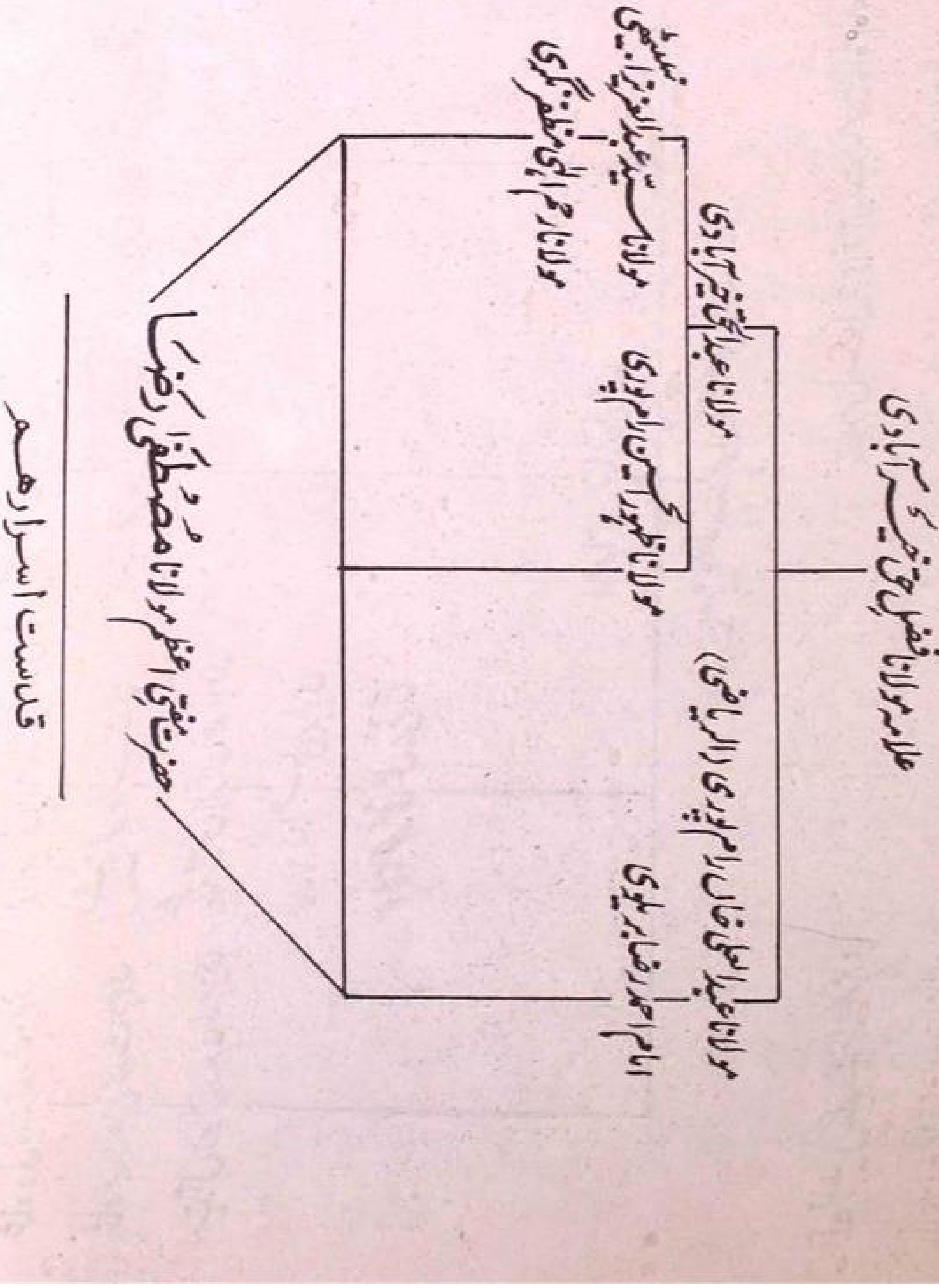
۴۔ شیخ العلماء علامہ مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی اعظمی دامت برکاتہم العالیہ وغیرہم کی وہ اسنادِ علوم وفنون اور اجازتیں جو حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے بطورِ خاص عطا کیں۔ فقیر نوری غفرلہٗ

مطیع عبد الاول

ذیل میں چند مشہور سلاسلِ علوم و فنون کا ذکر کیا جا رہا ہے، ملاحظہ ہوں:

سلاسلِ علوم

(الف) خیر آبادی سلسلۂ تلمذ



سندِ احادیث مبارکہ و علوم متفرقہ

(ب) سلسلہ تلمذ دہلوی و بریلوی[1]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سید آلِ رسول احمدی مارہروی

ابوالعیاش محمد عبدالعلی لکھنوی
الشیخ محمد السندی
شیخ خلیل الرحمٰن محمد آبادی
مولانا رضا علی بریلوی
مولانا محمد نقی علی بریلوی

شیخ عثمان دمیاطی
سید احمد بن زین دحلان مکّی

جمال بن عبداللہ مفتی مکّہ[2]
عبدالرحمٰن بن عبداللہ السراج مکّی

عابد السندی المدنی
حسین بن صالح جمل اللیل

شاہ علی حسین مراد آبادی
سید ابوالحسین احمد نوری

امام احمد رضا بریلوی

حضرت مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الاجازات المتینۃ لعلماء مکۃ والمدینۃ

[2] اس سند کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں امام احمد رضا بریلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے امام بخاری تک فقط گیارہ واسطے ہیں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت)

سندِ حدیثِ مُسلسل بالاوّلیّت

حضور نبی اکرم نورِ مجسّم شفیعِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

حضرت ابو قابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص

حضرت سفیان بن عمرو بن دینار

حضرت سفیان عیینہ

حضرت عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم

حضرت ابو حامد احمد بن محمد بن یحییٰ بن بلال البزار

حضرت ابو طاہر محمد بن محمد محمش الزیادی

حضرت ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن

حضرت ابو سعید اسمٰعیل بن ابو الصالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری

حضرت حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی

حضرت ابوالفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی

حضرت ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم الکبریٰ المیدومی

شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد التدمیری

شیخ الفضل عبدالرحیم بن حُسین العراقی

شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی (ابن حجر)

شیخ شمس الدین سخاوی القاہری

شیخ وجیہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی

شیخ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی

شیخ ابوالفتح محمد بن ابوبکر بن الحسین المراغی

شیخ سید ابراہیم التازی

شیخ احمد حجی الوہرانی

شیخ سعید بن محمد المقری

جاری ہے

شیخ محمد افضل الیمنی
شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروجی
(یکے از فقرائے سیّد عبدالوہاب المتقی)
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
شیخ ابو الرضا بن اسمٰعیل دہلوی (نواسہ شیخ عبدالحق)
سیّد مبارک فخر الدین بلگرامی
سیّد طفیل محمد اترولوی
سیّد شاہ حمزہ بن سیّد آل محمد بلگرامی حسنی الواسطی
سیّد آلِ احمد اچھے میاں مارہروی
سیّد آلِ رسول احمدی مارہروی
امام احمد رضا بریلوی

شیخ سعید بن ابراہیم الخزائری المعروف قدورہ
شیخ یحییٰ بن محمد شادی
شیخ عبداللہ بن سالم البصری
شیخ سیّد عمر
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سیّد آلِ رسول احمدی مارہروی
امام احمد رضا بریلوی

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سندِ حدیثِ مُسلسل بالاوّلیت

(جو بہت عالی ہے)

حضور اکرم نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر شیخ الشہاب ابوالفضل احمد بن حجر العسقلانی تک وہی سند ہے جو گزری ـــــ اس کے بعد سند یوں ہے:

شیخ الاسلام اشرف زکریا بن محمد الانصاری

شیخ ابوالخیر بن عموس الرشیدی

شیخ محمد بن عبدالعزیز

شیخ احمد بن محمد الدمیاطی المعروف ابن عبدالغنی

شیخ مولانا احمد حسن الصوفی مرادآبادی

سیّد شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی

امام احمد رضا قادری بریلوی

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سندِ فقہ حنفی

اس سند کی خوبی یہ ہے کہ اس سند کے ... تمام اساتذہ و مشائخ حنفی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد اول۔ ص ۵

النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

حضرت عبداللہ بن مسعود

حضرت علقمہ — حضرت الاسود

حضرت ابراہیم

حضرت حماد

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

حضرت ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی

شیخ احمد بن حفص (الشہیر ابوحفص الکبیر)

شیخ عبداللہ بن ابی حفص البخاری

امام ابوعبداللہ السبندمونی

شیخ ابوبکر محمد بن الفضل البخاری

شیخ القاضی ابوعلی النسفی

امام شمس الائمۃ الحلوانی

امام فخر الاسلام البزدوی

امام برہان الدین (صاحب الہدایہ)

امام عبدالستار بن محمد الکردری

شیخ جلال الدین الکبیر

(جاری ہے)

شیخ عبدالعزیز البخاری

شیخ سید جلال الدین الخبازی

شیخ علاء الدین السیرانی

شیخ السراج قاری الہدایہ

شیخ الکمال بن الہمام (صاحب فتح القدیر)

شیخ سری الدین عبدالبر بن الشحنۃ

شیخ احمد بن یونس الشلبی

شیخ محمد بن عبدالرحمن المسیری — شیخ عبداللہ النحریری — شیخ محمد بن احمد الحموی — شیخ احمد المجتبیٰ

شیخ حسن الشرنبلالی (صاحب نورالایضاح وغیرہ)

شیخ علی المقدسی — شیخ الشمس الحانوتی — شیخ عمر بن نجیم

شیخ احمد شوبری

شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب شرح الدرر والغرر)

شیخ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی (صاحب الحدیقۃ الندیۃ وغیرہ)

شیخ اسمٰعیل بن عبداللہ الشہیر علی زادہ البخاری

شیخ عبدالقادر بن خلیل

شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین المزجاجی

شیخ محمد عابد الانصاری المدنی

شیخ جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی مکہ

شیخ عبدالرحمن السراج بن شیخ عبداللہ السراج مفتی مکہ

امام احمد رضا قادری بریلوی

حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

تدریس

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے درسِ نظامی کے جملہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ میں جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں مسندِ تدریس کو زینت بخشی اور باضابطہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ درسِ نظامی کے ایک ماہر و فکر ساز مدرس، بالغ نظر محدث اور عظیم فقیہ و متکلم تھے ——— برصغیر پاک و ہند کی اکثر درس گاہیں آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ سے آباد ہیں ——— صاحبِ فکر فعال و متحرک اساتذہ آپ ہی کے حلقۂ تدریس کے خوشہ چیں ہیں ——— جو برِصغیر میں دینِ متین کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے کتنی مدت مسندِ تدریس کو زینت بخشی ——— اس کی کوئی صراحت حضرت مفتیِ اعظم کے تذکروں اور سوانحی مضامین میں نہیں ملتی۔

اس امر پر تو سب تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے درسِ نظامی کی تکمیل و فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں مسندِ تدریس کو زینت بخشی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا[۱] مگر باضابطہ درس و تدریس کا سلسلہ کب ختم کیا، اس کی صراحت سے تمام تذکرے خاموش ہیں۔

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ ——— ان کے تلامذہ اور خلفاء کے تذکروں کے مطالعہ اور منظرِ اسلام و مظہرِ اسلام کے ریکارڈ سے اتنا ثبوت ضرور ملتا ہے کہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(الف) ماہنامہ "استقامت" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) ص ۱۱۱ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

(ب) ماہنامہ "قاری" دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۵۱۵ مجریہ اپریل ۱۹۸۹ء

(ج) "حیاتِ مفتیِ اعظم کی ایک جھلک" مرزا عبدالوحید بیگ ص ۶

سے ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء تک جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں مسندِ تدریس کو زینت بخشی ـــــ پھر جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے قیام کے بعد مظہرِ اسلام میں بھی مسندِ تدریس پر جلوہ فرما ہوئے ـــــ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ رضوی دار الافتاء کے اہتمام اور کارِ فتویٰ کی زیادتی کے سبب صرف مخصوص طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو شیر بیشۂ اہلِ سنت، مناظرِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شاہ محمد حشمت علی خاں پیلی بھیتی قدس سرہٗ نے حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے بخاری شریف پڑھی۔ لے

۱۳۴۴ھ/ ۱۹۶۶ء میں حجۃ الاسلام مفتیِ انام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ انجمن حزب الاحناف لاہور کے پہلے اجلاس میں شریک ہوئے ـــــ دو روز لاہور میں قیام کے بعد بریلی واپس آئے ـــــ واپسی پر حصولِ تعلیم کی غرض سے محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل سردار احمد رضوی لائل پوری قدس سرہٗ، حضرت حجۃ الاسلام کے ساتھ بریلی آئے ـــــ حضرت حجۃ الاسلام نے اپنی سرپرستی میں خصوصی عنایات کے ساتھ تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا اور اپنے دولت خانے پر قیام و طعام کا انتظام کیا ـــــ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی میں کم و بیش تین سال تک تعلیم حاصل کی ـــــ اس عرصے میں محدثِ اعظم پاکستان نے حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا، مفتیِ اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا اور مولانا شاہ محمد حسین ـــــ قدس سرہم سے درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں ـــــ صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد حسین مدرس منظرِ اسلام سے پڑھیں ـــــ منیہ، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی تک کی کتابیں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ ٢ے

لے (الف) روایت مفتی محمد یعقوب رضوی حشمتی دھالے پوری

(ب) قلمی یادداشت مولانا محمد انذر علی رضوی بہرائچی مدرس منظرِ اسلام بریلی

(ج) مکتوب محقق عصر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بہاری بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹ر ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

٢ے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (الف) ماہنامہ "نوری کرن" بریلی ص ۳۵ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

(ب) پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ ص ۲۲ مجریہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء (جاری ہے)

بدر الشریعۃ والطریقۃ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ خود ارشاد فرماتے ہیں:
جب میں ان (مولانا سردار احمد) کو دیکھتا ــــ پڑھتے دیکھتا ــــ مدرسہ میں ــــ قیام گاہ پر ــــ حتیٰ کہ مسجد میں آتے، تو بھی کتاب ہاتھ میں ہوتی ــــ اگر جماعت میں تاخیر ہوتی تو بجائے دیگر اذکار و اوراد کے مطالعہ میں مصروف ہو جاتے ــــ ان کے اس والہانہ تحصیلِ علم سے میں بہت متاثر ہوا ــــ میرے پاس دوسرے پنجابی طالب علم مولوی نذیر احمد سلمہٗ پڑھتے تھے ــــ ان سے دریافت کرنے پر انھوں نے آپ کی ساری سرگزشت سُنائی ــــ پھر ان کے ذریعہ وہ (مولانا محمد سردار احمد) میرے پاس آنے جانے لگے ــــ ان کی بہ اصرار درخواست اور مولوی نذیر احمد کی سفارش پر میں نے منیہ، قدوری، کنز الدقائق اور شرح جامی تک پڑھایا۔ لہ

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے ہی ایک دوسری روایت ہے کہ:
میں نے مولانا محمد سردار احمد سلمہٗ کو قطبی، رضی شرحِ کافیہ اور مطول بھی سبقاً سبقاً پڑھائی ــــ وہ بڑی محنت سے پڑھتے تھے۔ ٢ہ

فقیہِ عصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی قدس سرہٗ متولد ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء متوفی ۱۳۹۳ھ / ۳، ۱۹۷۳ء نے حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے شرحِ جامی پڑھی اور ۱۳۵۲ھ / ۱۹۲۹ء میں حضرت مفتیِ اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ

(ج) "محدثِ اعظم پاکستان"، مولانا محمد جلال الدین قادری جلد ۲ ص ۴۲

لہ (الف) ماہنامہ "نوری کرن"، بریلی ص ۳۵-۳۶ مجریہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

(ب) "محدث اعظم پاکستان"، مولانا محمد جلال الدین قادری جلد ۲ ص ۴۲

٢ہ بروایت محققِ عصر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بہاری مدیر عام "الادارۃ الحنفیہ"، کشن گنج بہار ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ / ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۹ء

سے سندِ حدیث حاصل کی۔ ؎۱

فقیہِ ذی شان مولانا معین الدین شافعی قادری متولد ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء ناظمِ اعلیٰ جامعہ قادریہ رضویہ لائل پور نے حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے میزان، نحو میر ــــــ تک کی کتابیں مستقل سبقاً سبقاً پڑھیں ــــــ اور ۱۹۵۰ء میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام لائل پور سے سندِ فراغت حاصل کی ؎۲ بعد میں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے اجمیر مقدس میں آستانۂ عالیہ پر حضرت مولانا معین الدین شافعی کو دستارِ خلافت کے ساتھ "تاج العلم والفضل" کی سند بھی عطا کی۔ ؎۳

مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات بخوبی معلوم اور واضح ہوگئی کہ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء تک درس و تدریس کا سلسلہ کسی نہ کسی طور پر جاری رکھا ــــــ بعد میں رضوی دار الافتاء کے اہتمام، فتاویٰ کی کثرت، جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کی ادارت و سرپرستی اور تبلیغی سفروں کے سبب تدریس کا سلسلہ موقوف کر دینا پڑا ــــــ مگر موقوف کر دینے کے باوجود مدارسِ اسلامیہ کے ماہرینِ علوم و فنون، اساتذۂ کرام خصوصاً جامعہ رضویہ منظرِ اسلام اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام کے اساتذہ اور فارغ ہونے والے طلبہ حضرت مفتیِ اعظم سے صحاحِ ستہ اور درسِ نظامی کی منتہی کتابوں کا درس لیتے اور شرفِ تلمذ حاصل کرتے تھے۔

محدثِ کبیر، شہزادۂ صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری شیخ

؎۱ (الف) تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت۔ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری ص ۶۳ مطبوعہ لاہور

(ب) تذکرہ علماءِ اہلِ سنت و جماعت لاہور۔ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے ص ۳۶۸

؎۲ حاشیہ تذکرہ علماءِ اہلِ سنت و جماعت لاہور پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے ص ۴۱۳ مطبوعہ لاہور

؎۳ حاشیہ تذکرہ اہلِ سنت و جماعت لاہور پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے ص ۴۱۳ مطبوعہ لاہور۔

المحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور فرماتے ہیں:

علوم اسلامیہ کی عربی درس گاہوں میں عموماً رمضان المبارک میں تعطیلِ کلاں ہوتی ہے — ان تعطیلات میں بریلی حاضر ہو کر فقیر ضیاء المصطفیٰ حضرت مفتیٔ اعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا سے علمی استفادہ کرتا — ایک سال تعطیلِ کلاں میں حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ سے صحاح ستہ میں ابوداؤد شریف و ابن ماجہ شریف پڑھی — حضرت مفتیٔ اعظم نے ان دونوں کتابوں کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ ؎

فقیہِ ملت قاضی عبد الرحیم رضوی بستوی مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی فرماتے ہیں:

حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ ایک سال دار العلوم فیض الرسول براؤں کے سالانہ جلسۂ دستارِ فضیلت کے موقع پر براؤں تشریف لے گئے — ساتھ میں میں اور مفتی شریف الحق صاحب امجدی مدظلہٗ بھی تھے — دار العلوم فیض الرسول کے اساتذہ و منتظمین نے حضرت کا شاندار استقبال کیا — حضرت فیض الرسول پہنچے، کئی روز قیام رہا — اسی موقع پر فیض الرسول کے اساتذہ نے حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ سے درسِ حدیث لے کر اجازتِ حدیث لینے کا فیصلہ کیا — حضرت مفتیٔ اعظم کی اجازت سے درسِ حدیث کی ایک نورانی مجلس بڑے تزک واحتشام سے منعقد ہوئی — درسِ حدیث کی اس مجلس میں شرکاء پر لازم قرار دیا گیا کہ وہ عمامہ باندھ کر ہی شریک ہوں۔ چنانچہ سارے اساتذۂ فیض الرسول درسِ حدیث کی اس مجلس میں عمامہ باندھ کر شریک ہوئے۔ حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے بخاری شریف کی ایک حدیث کا درس دیا — درسِ بخاری سے فراغت کے بعد جمیع شرکاءِ درس کو حدیثِ مسلسل

؎ مدرسہ سراج العلوم نگلیا عاقل ضلع رام پور میں سالانہ اجلاس کے موقع پر محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم نے خود یہ روایت فقیر نوری غفرلہٗ سے علماء کرام کی موجودگی میں بیان فرمائی۔

بالاؤلیہ ـــــ حدیثِ مصافحہ ـــــ اور حدیثِ تمر کی عملاً اجازت عطا فرمائی۔
نیز النور والبہاد میں درج شدہ جملہ اجازتیں عطا فرمائیں ـــــ بخاری شریف کے
اس درس میں ـــــ میں، مفتی شریف الحق صاحب، مولانا غلام جیلانی صاحب،
مولانا بدرالدین صاحب، مولانا جلال الدین صاحب، مولانا محمد یونس صاحب،
مولانا محمد حنیف صاحب اور مولانا قدرت اللہ وغیرہ شریک تھے۔ لہ

فقیہ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی فرماتے ہیں:

جب میں منظرِ اسلام میں صدر مدرس و شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوا ـــــ
تو میرا یہ معمول تھا کہ میں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کو درس کے افتتاح کے موقع
پر منظرِ اسلام لاتا تھا ـــــ حضرت مفتیِ اعظم عموماً بخاری شریف اور تفسیر
بیضاوی طلبہ کو شروع کراتے تھے ـــــ پھر تعلیمی سال کے اختتام پر ختمِ بخاری
شریف کے لیے میں حضرت مفتیِ اعظم کو منظرِ اسلام لاتا تھا ـــــ حضرت مفتیِ اعظم
طلبہ کو بخاری شریف ختم کراتے تھے ـــــ ان مواقع پر مجھے بھی شرفِ تلمذ
حاصل ہوا ـــــ یہ سلسلہ آٹھ سال تک جاری رہا۔ ٢ہ

عمدۃ المدرسین مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظرِ اسلام
بریلی فرماتے ہیں:

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ صحت کے زمانے میں عموماً بعدِ عشاء رضوی دار
الافتاء میں تشریف رکھتے تھے ـــــ اس وقت میں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام

لہ ، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ مرکزی دارالافتاء بریلی میں تاج الشریعہ فقیہ اسلام جانشین
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کی موجودگی میں فقیہِ ملت
قاضی عبدالرحیم رضوی بستوی دامت برکاتہم نے فقیر نوری غفرلہٗ سے یہ روایت بیان فرمائی۔

٢ہ ، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ شریف بعدِ نمازِ عصر نوری مسجد بریلی میں فقیہِ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی
دامت برکاتہم نے فقیر نوری غفرلہٗ سے یہ روایت بیان فرمائی۔

حضرت سے استفادہ کرتے تھے ـــــ چنانچہ اس وقت میں میں نے بھی حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے ہدایہ اور مسلم الثبوت کے چند اسباق پڑھے اور مشکل مقامات کو حل کیا۔ نیز حضرت سے حفظِ قرآن کریم شروع کیا اور صرف ایک ماہ میں حضرت سے تین پارے حفظ کیے مگر افسوس کہ تکمیل کا موقع نہ مل سکا۔ [۱]

شیخ العلماء مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی فرماتے ہیں:

ایک بار جب کہ میں رضوی دار الافتاء میں بیٹھا مشکوٰۃ شریف کا مطالعہ کر رہا تھا کیونکہ مجھے یہ کتاب پڑھانے کے لیے دی گئی تھی ـــــ حدیثِ جبریل میں جہاں قیامت کے علم کو پانچ اُن علوم میں بتایا گیا ہے جنھیں بے بتائے کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے ـــــ میں اس حدیث کو کئی بار پڑھا چکا تھا ـــــ علوم خمسہ طلبہ کو سمجھا چکا تھا، بمالہ وما علیہ ـــــ لیکن مجھے خود سمجھانے کے باوجود حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ سے اس حدیث کو سمجھنے کا شوق ہوا۔ میں نے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور! اس حدیث میں پانچ علوم کے مخلوق کو علمِ ذاتی نہ ہونے کی تخصیص ہے ـــــ تو پانچ ہی کی تخصیص کیوں کی گئی ہے حالانکہ کسی چیز کا علمِ ذاتی مخلوق کو نہیں ـــــ حضرت مفتی اعظم نے ارشاد فرمایا: آپ نے کہا ہے کہ علومِ خمسہ کی تخصیص کی گئی ـــــ یہاں تخصیص کہاں ہے؟ میں متنبہ ہوا اور سمجھ گیا کہ حضرت نے مجھے اس بات پر تنبیہ کی کہ آپ کو تخصیص نہیں کہنا چاہیے تھا کہ تخصیص علم معانی و بیان میں خاص صورت میں ہوتی ہے، خاص کلمات کے ذریعہ مثلاً نفی اور استثناء کے ذریعہ اور کلمہ انّما کے ذریعہ اور تقدیم وغیرہ کے ذریعہ ـــــ اور یہاں ایسی کوئی صورت نہیں ـــــ مجھے یہاں تخصیص نہیں بولنا چاہیے

---

[۱] ۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز یکشنبہ اپنی درس گاہ میں منظرِ اسلام کے اساتذۂ کرام کی موجودگی میں عمدۃ المدرسین علامہ محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی دام عنایۃ نے یہ روایت فقیر نوری غفرلہٗ سے بیان فرمائی۔

تھا ــــــ اس کے بعد فوراً حضرت مفتیِ اعظم نے فرمایا "یہ کہیے علومِ خمسہ کی تخصیص بالذکر کی گئی ــــــ اس تنبیہ سے میں نے حضرت مفتیِ اعظم کے مبلغ علم کی بلندی اور تعمق نظر و فکر کو خوب سمجھ لیا اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ حضور مفتیِ اعظم کا درس نظامی پر گہرا مطالعہ ہے ــــــ اگرچہ مفتیِ اعظم کہلاتے ہیں مگر مدرسِ اعظم بھی ہیں۔ پھر حضرت نے وہ بتایا جو میں جاننا چاہتا تھا ــــــ حضرت مفتیِ اعظم نے فرمایا:

بے شک عالم کے کسی ذرے کا بھی علم مخلوق کو بے عطائے الٰہی حاصل نہیں کہ علمِ ذاتی خاص ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ــــــ حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پانچ چیزوں کا علم ذاتی مخلوق کو نہیں اور ان پانچ کے سوا کا معاذ اللہ علم ذاتی مخلوق کو ہے ــــــ اصل میں پانچ کی تخصیص ذکر کے ساتھ اس لیے کی گئی کہ اس زمانے میں کاہن، قائف اور ساحر وغیرہ ان پانچ چیزوں کے علم کا دعویٰ کیا کرتے تھے اور وہ گمراہ تھے ــــــ اس قابل نہیں تھے کہ اللہ عزوجل انھیں ان چیزوں کا علم عطا فرمائے ــــــ جب انھیں اللہ تعالیٰ نے بتایا نہیں اور وہ ان علوم کے جاننے کے مدعی تھے ــــــ تو ان کے دعوی سے نکلتا تھا کہ انھیں ان چیزوں کا علم ذاتی ہے ــــــ تو قرآن و حدیث میں انکار کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بے بتائے جو یہ دعوی کر رہے ہیں وہ غلط اور باطل ہے ــــــ ان علوم کو بھی وہی جانتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ بتائے ــــــ اور یہ کاہن وغیرہ نہیں جانتے ــــــ یہ ہے وجہ تخصیص بالذکر کی۔

یہ ایک حدیث خاص حضرت نے مجھے سمجھائی اور پتہ نہیں کتنی بار فتاوی سنتے اور دکھاتے وقت تفسیر و حدیث اور فقہ وغیرہ کی کتابوں کے مطالب سمجھائے اور بتلائے

۵؎، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ بعد عصر نو محلہ مسجد بریلی میں فقیہ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی دامت برکاتہم نے فقیر نوری غفرلہ سے یہ روایت بیان فرمائی۔

محقق عصر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدیر عام "الادارة الحنفیہ" کشن گنج بہار فرماتے ہیں:

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے فتویٰ نویسی سیکھنے کے زمانے میں فتاویٰ دکھاتے اور سناتے وقت تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول کی سیکڑوں کتابوں کے مطالب سمجھے ـــــ اور جو کچھ آج فقیر کے پاس ہے وہ حضرت ہی کا عطیہ ہے ـــــ مگر درسیات میں کوئی کتاب حضرت سے نہیں پڑھی تھی ـــــ ایک روز حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے خوش ہوکر رضوی دارالافتاء میں بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث کمال شفقت و محبت اور پوری شرح و بسط کے ساتھ پڑھائی ـ اور الاجازات المتینہ کی اجازت عطا کی۔ [1]

فاضل جلیل مولانا عبدالخالق رضوی مدرس . . . . جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی فرماتے ہیں:

۱۹۷۳ء میں ایک روز بعد نماز عشاء میں، مولانا بلال احمد رضوی اور مولانا محمد ہاشم یوسفی رضوی "دارالافتاء" میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی خدمت میں تبرکاً بخاری شریف پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے ـــــ حضرت مفتی اعظم نے بخاری شریف کی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کمال شفقت کے ساتھ پڑھائی ـــــ عبارت پڑھتے وقت حضرت کا رعب علمی کچھ اس طرح غالب آیا کہ زبان سے اِنَّمَا کے بجائے اَنَّمَا نکل گیا ـــــ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

اَنَّمَا نہیں اِنَّمَا ہے ـــــ اِنَّ متعدد مقامات پر آتا ہے:

۱. القول مصدر سے جتنے افعال مشتق ہوں جیسے قَالَ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ

۲. اسم موصول کے بعد جیسے جَاءَ رَجُلٌ الَّذِیْ اِنَّہٗ قَائِمٌ

۳. ابتداء کلام میں جیسے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

۴. جس کی خبر میں لام تاکید آئے جیسے اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

---

[1] ۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ بعد نماز فجر جامعہ رضویہ منظر اسلام میں محقق عصر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی زاد اللہ تعالیٰ کرمٰنا و شرفاً نے یہ روایت فقیر نوری غفرلہٗ سے بیان فرمائی۔

۵۔ جوابات قسم میں جیسے وَالعَصرِ اِنَّ الاِنسَانَ لَفِی خُسرٍ [1]

عمدۃ المدرسین مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی صدر المدرسین جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی فرماتے ہیں:

مولوی عبد الحمید رضوی افریقی اور مولوی احمد مقدم رضوی افریقی سلمہما نے حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے میزان، نحو میر اور شرح مأۃ عامل پڑھی ہے

رہا معاصر علماء و فقہاء، مفسرین و محدثین اور متکلمین و مناظرین کا حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے علمی استفادہ ــــ مسائلِ شرعیہ میں رجوع ــــ اصلاحِ فتاویٰ ــــ اور پیچیدہ و لاینحل مسائل کا حل ــــ تو یہ سلسلہ تاحیاتِ ظاہری جاری رہا ــــ ہزارہا کتبِ دینیہ کی عبارات کے مطالب سمجھنا پیچیدہ و لاینحل مسئلۂ شرعیہ کے حل کے لیے کلیات و جزئیات اور حوالوں کی تلاش میں مدتوں سرگرداں رہ کر رجوع کرنا ــــ اور اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ حضرت مفتیِ اعظم کو دکھایا سنا کر اصلاح لینا ــــ معاصر علماء و فقہا کا روزانہ کا معمول تھا۔

فقیہ العصر مفتی محمد شریف الحق امجدی شارحِ بخاری صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور رقم طراز ہیں:

تفصیلِ بالا سے میرے اساتذۂ کرام کے اسماءِ گرامی معلوم ہو چکے ــــ لیکن میرے دو اہم استاذ جو سارے اساتذہ سے اہم و اعظم ہیں ــــ ان کے اسماءِ گرامی نہیں آئے ــــ وہ حضرت صدر الشریعہ اور حضرت مفتیِ اعظم ہند ہیں ــــ چونکہ آج کے رواج کے مطابق استاذ اس کو مانا جاتا ہے جس سے درسِ نظامی کی کتابیں

---

[1] ۵ ار محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی میں فاضلِ جلیل مولانا محمد عبد الخالق نوری نے فقیر نوری سے یہ روایت بیان فرمائی اور شیخ العلماء مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی دام عنایاتہٗ نے اس روایت کی تصدیق فرمائی۔

[2] ۶ ار محرم الحرام بروز یکشنبہ اپنی درس گاہ میں منظرِ اسلام کے اساتذہ کی موجودگی میں عمدۃ المدرسین علامہ محمد نعیم اللہ خاں دام عنایاتہٗ نے یہ روایت بیان فرمائی۔

پڑھی گئی ہوں، حالانکہ ایسا نہیں ـــــ جس سے بھی کوئی علمی استفادہ کیا جائے وہ استاذ ہے ـــــ اور میں نے ان دونوں بزرگوں سے بے پناہ استفادے کیے ہیں اور ہزاروں اپنے علمی اشکال دور کیے ہیں ـــــ اور ہزاروں کتب دینیہ کی عبارتوں کے مطالب سمجھے ہیں ـــــ اس لیے مجھے ان دونوں بزرگوں سے بلاشبہ شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

فقیہ العصر مفتی محمد شریف الحق امجدی شارحِ بخاری چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

میں بریلی شریف مدرسہ منظرِ اسلام مسجد بی بی جی حضرت مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بلانے پر ۲۴؍شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۴؍جون ۱۹۵۶ء بروز دوشنبہ حاضر ہوا ـــــ سال بھر کے بعد غایت کرم سے حضرت نے مجھے اپنے دولت خانے پر رکھ لیا ـــــ تدریس کے ساتھ افتاء کی بھی خدمت سونپ دی ـــــ مدرسہ منظرِ اسلام ہر موسم میں بارہ بجے دوپہر تک رہتا ـــــ میں بعدِ ظہر فتاویٰ لکھتا اور روزانہ رات میں جب حضرت مفتیِ اعظم ہند نمازِ عشاء وغیرہ سے فارغ ہو جاتے ـــــ تو حضرت کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کرتا ـــــ یہ سلسلہ کبھی کبھی دو بجے رات تک رہتا ـــــ اصلاح کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ میرے لکھے ہوئے کو کاٹ دیا اور اپنا جملہ لکھ دیا ـــــ بلکہ فرماتے کہ آپ نے جو لکھا ہے اس میں یہ خرابی ہے ـــــ اس لیے اس کو یوں ہونا چاہیے ـــــ کبھی کبھی دیر تک سوال و جواب کا بھی سلسلہ رہتا۔

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ فتویٰ نویسی کے میرے استاذ حضرت صدر الشریعہ اور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہیں ـــــ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں فتویٰ نویسی سیکھنے کے لیے ۱۴ مہینے زانوئے تلمذ طے کیا ہے ـــــ اور حضرت مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں گیارہ سال ۲ ماہ تین دن فیضیاب ہوتا رہا۔ [۱]

---

[۱] مکتوب فقیہ العصر مفتی محمد شریف الحق امجدی دامت برکاتہم العالیہ بنام مولوی محمد شہاب الدین ازہری ملخصاً

فقیہِ اسلام تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری جانشینِ مفتیِ اعظم بریلی اپنی فتویٰ نویسی کی ابتدا بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دل چسپی کی بنا پر فتوے کا کام شروع کیا ــــ شروع شروع میں مفتی افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور اور دوسرے مفتیانِ کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا ــــ اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا ــــ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دل چسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا ــــ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔ [1]

عمدۃ المدرسین مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی صدر المدرسین منظرِ اسلام بریلی فرماتے ہیں:

میرے اشرفیہ کے زمانۂ تعلیم میں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے تھے ــــ اسی موقع پر بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی نے تفسیرِ مدارک سورۂ کہف میں ایک مشکل مقام حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے حل کیا ــــ اور تفسیرِ مدارک کا وہ حصہ باقاعدہ حضرت سے سمجھا۔ [2]

طریقۂ تعلیم

فقیہِ ذی شان مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدیر عام "الادارۃ الحنفیہ" کشنِ گنج بہار حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے طریقۂ تعلیم اور درس افتا میں امتیازی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

---

[1] ماہنامہ "استقامت" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) ملخصاً ص ۱۹۱ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[2] ۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز یک شنبہ عمدۃ المرسلین علامہ نعیم اللہ خاں رضوی دام عنایاتہٗ نے منظرِ اسلام کے اساتذۂ کرام کی موجودگی میں اپنی درس گاہ میں یہ روایت بیان کی۔

حضور مفتی اعظم ہند درسِ افتاء میں اس کا التزام فرماتے تھے کہ محض نفسِ حکم سے واقفیت نہ ہو بلکہ اس کے ما علیہ و مالہ کے تمام نشیب و فراز ذہن نشین ہو جائیں ـــــ پہلے آیات و احادیث سے استدلال کرتے، پھر اصولِ فقہ و حدیث سے اس کی تائید دکھاتے اور قواعدِ کلیہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر کتب فقہ سے جزئیات پیش فرماتے، پھر مزید اطمینان کے لیے فتاویٰ رضویہ یا امام احمد رضا کا ارشاد نقل فرماتے ـــــ اگر مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو قولِ راجح کی تعیین دلائل سے کرتے اور اصولِ افتاء کی روشنی میں ما علیہ الفتویٰ کی نشاندہی کرتے پھر فتاویٰ رضویہ یا امام احمد رضا کے ارشاد سے اس کی تائید پیش فرماتے ـــــ مگر عموماً یہ سب زبانی ہوتا ـــــ عام طور سے جواب بہت مختصر اور سادہ لکھنے کی تاکید فرماتے۔ ہاں کسی عالم کا بھیجا ہوا استفتاء ہوتا اور وہ ان تفصیلات کا خواستگار ہوتا تو پھر جواب میں وہی رنگ اختیار کرنے کی بات ارشاد فرماتے۔ [1]

فقیہ العصر شارحِ بخاری مولانا محمد شریف الحق امجدی صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور حضرت امام الفقہاء مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے درسِ افتاء اور اصلاحِ فتاویٰ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

میں گیارہ سال تین ماہ خدمت میں حاضر رہا۔ اس مدت میں چوبیس ہزار مسائل لکھے ہیں، جن میں کم از کم دس ہزار وہ ہیں جن پر حضرت مفتیِ اعظم کی تصحیح و تصدیق ہے ـــــ عالم یہ ہوتا کہ دن بھر بلکہ بعدِ مغرب بھی دو گھنٹے تک حاجت مندوں کی بھیڑ رہتی۔ یہ حاجت مند خوش خبری لے کر نہیں آتے، سب اپنا اپنا دکھڑا سناتے غم آگیں واقعات سننے کے بعد دل و دماغ کا کیا حال ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے ـــــ اتنے طویل عرصے تک اس غم آذیں ماحول سے فارغ ہونے کے بعد عشاء بعد پھر تشریف رکھتے اور میں اپنے لکھے ہوئے مسائل سناتا میں گھسا پٹا

---

[1] مکتوب بنام فقیر نوری سید شاہد علی رضوی غفرلہٗ محررہ ۱۹؍ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ / ۱۳؍ جولائی ۱۹۹۰ء بروز جمعہ

نہیں، بہت سوچ سمجھ کر، جانچ تول کر مسئلہ لکھتا، مگر واہ رے مفتیِ اعظم ــــ اگر کہیں ذرا بھی غلطی ہے ــــ یا لوچ ہے ــــ یا بے ربطی ہے ــــ یا تعبیر غیر مناسب ہے ــــ یا سوال کے ماحول کے مطابق جواب میں کمی بیشی ہے ــــ یا کہیں سے کوئی غلط فہمی کا ذرا بھی اندیشہ ہے فوراً ــــ ــــ اس پر تنبیہ فرما دیتے ــــ اور مناسب اصلاح ــــ تنقید آسان ہے مگر اصلاح دشوار ــــ جو لکھا گیا ہے وہ نہیں ہونا چاہیے، اس کو کوئی بھی ذہین نقاد کہہ سکتا ہے، مگر اس کو بدل کر کیا لکھا جائے، یہ جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے ــــ مگر ستّر سالہ مفتیِ اعظم کا دماغ اور علم ایسا جوان تھا کہ تنقید کے بعد فوراً اصلاح فرما دیتے اور ایسی اصلاح کہ پھر قلم ٹوٹ کر رہ جاتا۔

کبھی ایسے جاں فزا تبسم کے ساتھ کہ قربان ہونے کا جذبہ حدِ اضطرار کو پہنچ جائے ــــ کبھی ایسے جلال کے ساتھ کہ اعصاب جواب دے جائیں ــــ مگر اس جلال کو کون سا نام دیں، جس کے بعد مخاطب کی جرأتِ رندانہ اور بڑھ جاتی ــــ کیا کیجیے گا اگر جلال سے مرعوب ہو کر چپ رہتے تو اور جلال بڑھتا، بڑھتا رہتا، یہاں تک کہ مخاطب کو عرض و معروض کرنا ہی پڑتا ــــ یہ جلال وہ جلال تھا جو اس کا مورد بنا کندن ہو گیا۔

یہ مجلس آدھی رات سے پہلے کبھی ختم نہ ہوتی ــــ بارہا رات کے دو۲ بج جاتے اور رمضان شریف میں تو سحری کا وقت تو روز ہو جاتا۔

بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کوئی عبارت نہ ملتی تو میں اپنی صوابدید سے حکم لکھ دیتا ــــ کبھی دور دراز کی عبارت سے تائید لاتا ــــ مگر مفتیِ اعظم ان کتابوں کی عبارتیں جو دارالافتاء میں نہ تھیں زبانی لکھوا دیتے ــــ میں حیران رہ جاتا ــــ یا اللہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں، یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد ہیں ــــ پیچیدہ سے پیچیدہ دقیق سے دقیق مسائل پر

ہدایۃً ایسی تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا اس پر بڑی محنت سے تیاری کی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ کلام بہت کم فرماتے مگر جب ضرورت ہوتی تو ایسی بحث فرماتے کہ اجلہ علماء انگشت بدنداں رہ جاتے ــــــ کسی مسئلہ میں فقہاء کے متعدد اقوال ہیں تو سب دماغ میں ہر وقت حاضر رہتے ــــــ سب کے دلائل، وجوہ ترجیح اور قولِ مختار و مفتی بہ پر تیقن اور ان سب اقوال پر اس کی وجہ ترجیح سب ازبر ــــــ بابِ نکاح میں ایک مسئلہ ایسا ہے جس کی بہتر[۷۲] صورتیں ہیں اور کثیر الوقوع بھی ہیں ــــــ پہلی بار جب میں نے اس کو لکھا سوال مبہم تھا۔ میں نے بیس[۲۰] پچیس[۲۵] شق قائم کر کے چار ورق فل اسکیپ کاغذ پر لکھا جب سنانے بیٹھا تو فرمایا:

"یہ طول طویل شق در شق ــــــ اور شق در شق جواب کون سمجھ پائے گا پھر اگر لوگ ناخدا ترس ہوئے تو جو شق اپنے مطلب کی ہوگی اس کے مطابق واقعہ بنالیں گے ــــــ آج ہندوستان میں یہ صورت رائج ہے اسی کے مطابق حکم لکھ کر بھیج دیں، یہ قید لگا کر کہ آپ کے یہاں یہی صورت تھی تو حکم یہ ہے"۔

یہ جواب فل اسکیپ کے آدھے ورق سے بھی کم پر مع تائیدات آگیا۔

اس واقعہ نے بتایا کہ کتب بینی سے علم حاصل کر لینا اور بات ہے اور فتویٰ لکھنا اور بات۔ [۱]

مفتیِ اعظم کی طلبہ سے شفقت و محبت

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ طلبہ پر نہایت مہربان تھے، انھیں شفقت و محبت سے نوازتے اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے حتیٰ کہ غریب و نادار طلبہ کو خفیہ طور پر خرچ کے لیے رقوم بھی عنایت فرماتے ــــــ یوں ہی درس و تدریس کے ذریعہ ان کی خدمت کرتے تھے ــــــ اکثر طلبہ تفسیر،

---

[۱] پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ جلد ۱ شمارہ ۵ ص ۹ مجریہ یکم فروری ۱۹۸۲ء

حدیث یا فقہ کی کتاب کے آغاز کے وقت تبرکاً پڑھنے کے لیے حضرت مفتیِ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوتے، حضرت نہایت شفقت و محبت سے ان طلبہ کو پڑھاتے تھے ـــــ کوئی طالب علم مسئلہ دریافت کرتا، حضرت نہایت شفقت سے جواب دے کر مطمئن فرماتے ـــــ جلسۂ دستار فضیلت کے موقع پر علماء و طلبہ کے لیے خصوصی دعوت کا اہتمام فرماتے ـــــ خوشی کے مواقع عمدہ عمدہ لذیذ کھانے پکوا کر طلبہ کو کھلاتے تھے۔ بہت سے طلبہ ایسے تھے جو دونوں وقت حضرت کے یہاں کھانا کھاتے تھے ـــــ بعض طلبہ کو ان کے ذوقِ علمی کی بنا پر حضرت خود اپنے دولت خانے پر ان کو ٹھہراتے اور نہایت لطف و کرم سے قیام و طعام کا بندوبست فرماتے نیز ان کو اپنے علمی و رُوحانی فیضان سے مالا مال فرماتے۔ چنانچہ علامہ سید مظہر ربانی دار العلوم ربانیہ باندہ رقم طراز ہیں:

> علماء کی توقیر، طلبہ سے شفقت و محبت، جو آج کل بڑی بڑی ہستیوں میں مفقود ہوتی جارہی ہے ـــــ حضرت (مفتیِ اعظم) کا طرۂ امتیاز تھا۔ [۱]

ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پی، ایچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر پاکستان رقم طراز ہیں:

> آپ طلبہ پر بہت مہربان تھے ـــــ فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت کرتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے ـــــ امام احمد رضا بھی طلبہ پر بہت مہربان تھے خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلبہ کو لذیذ کھانے پکوا کر کھلایا کرتے تھے ـــــ ہمارے علمی اداروں میں یہ شفقت و محبت عنقا ہوگئی اور انگریزی اداروں کی تو بات ہی نہ پوچھیے ـــــ یہاں طلبہ استاد کے لیے مالِ تجارت بن کر رہ گئے ہیں ـــــ پھر طلبہ میں جذبۂ اطاعت و محبت پیدا ہو تو کیوں کر ہو ـــــ شفقت و محبت ختم ہوگئی ـــــ شفقت عنقا ہو جائے تو محبت بھی عنقا ہو جاتی ہے ہم طلبہ سے محبت مانگتے ہیں ـــــ مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹتی ہے ـــــ مانگنے سے نہیں ملتی۔ [۲]

---

[۱] ماہنامہ "استقامت" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) ص ۲۵۲ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[۲] ایضاً ص ۱۵۲

ادیبِ شہیر عبدالنعیم عزیزی مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف لکھتے ہیں:

حضرت طلبہ سے بہت محبت کرتے تھے ـــــ انھیں علم نافع حاصل ہونے کی دعائیں دیتے تھے ـــــ ان کے کھانے و دیگر ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے ـــــ آج بھی مدارس کے کئی طلبہ حضرت کے یہاں کھاتے پیتے ہیں اگر کوئی طالب علم حضرت سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو بڑی خوشی سے بتاتے تھے ـــــ اکثر طلبہ حدیث یا کوئی (دوسری) کتاب شروع کرتے وقت حضرت کے پاس پڑھنے کے لیے آتے تھے ـــــ تو حضرت اسے بڑی محبت سے بتاتے تھے ـــــ گھر میں کوئی تقریب ہو تو طلبہ کی دعوت ضرور کرتے تھے۔ [1]

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی جلالتِ علمی و رفعتِ روحانی ہر کہ ومہ پر واضح ہے۔ عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی توجہ کا مرکز تھے۔ بایں جلالت و رفعت اپنے شاگردِ رشید حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی لائل پوری قدس سرہٗ کو کن الفاظ سے یاد کرتے ہیں حضرت کے ایک مکتوب کا اقتباس پڑھیے اور اپنے شاگردوں سے والہانہ شفقت و محبت کا اندازہ کیجیے!

آپ کے مدرسہ اور خدماتِ دینی کا حال ہر آنے والے سے معلوم ہوتا رہتا۔ ماشاء اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ـــــ مولا تعالیٰ آپ کے فیض کو اور زیادہ سے زیادہ کرے اور دارین کی نعمتوں، برکتوں سے آپ کو مالا مال کرے اور بہت بہت ترقیاں ہر قسم کی دینی و دُنیوی نصیب فرمائے آپ کی خدماتِ دینی کو شرفِ قبول بخشے اور بیش از بیش توفیقِ خیر دے اور آپ کو اس فقیر حقیر گناہ گار عصیاں کار کے لیے سرمایۂ نجات بنائے۔ آپ کی دینی خدمات سُن سُن کر دل باغ باغ ہے .... [2]

---

[1] مفتیِ اعظم ہند مرتبہ عبدالنعیم عزیزی ص ۹۸ - ۹۹ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

[2] مکتوب حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ بنام حضرت محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہٗ محررہ ۱۶ شوال ۱۳۷۴ھ

تلامذہ و مستفیدین

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے تلامذہ و مستفیدین کی ایک بڑی جماعت ہے جو ہند و پاک کے ہر حصے میں حق کی آواز بلند کر رہی ہے ـــــ مفتیِ اعظم کے تلامذہ و مستفیدین عالم، عامل، مدرس، مقرر، مفسر و محدث، مناظر و متکلم، منطقی و فلسفی، محقق و مصنف، فقیہ و قاضی اور مفتی ہونے کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے بہی خواہ، ہمدرد اور بے لوث خادم ہیں۔

استاذ کی سیرت و کردار، علم و عمل کی پختگی اور قول و فعل کی یکسانیت اور ہم آہنگی کا اثر تلامذہ پر ضرور پڑتا ہے ـــــ خصوصاً جب کہ استاذ کی علمی و روحانی قوت اپنے معاصر علماء و مشائخ سے بھی خراجِ عقیدت وصول کر چکی ہو ـــــ یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے تلامذہ و مستفیدین رسوخ فی العلم، استقامت فی الدین، مسلک سے والہانہ محبت، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر مقاصدِ علم میں ایسے ممتاز و منفرد ہیں کہ اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ خیر آبادی اور دہلوی سلسلۂ تدریس کے ساتھ ساتھ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہر بریلی سلسلۂ تدریس کے امین و وارث تھے ـــــ اس لیے آپ کے تلامذہ میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حسین تڑپ پیدا ہو گئی ـــــ جس نے ان کی فکری و اعتقادی زندگی میں اجتماعیت، روحانیت، عزمِ مصمم، یقینِ محکم اور عمل پیہم کی بے بہا اور بے کراں دولت جمع کر دی ـــــ آپ کے مکتب اور فیضانِ نظر نے انھیں باطل خطرات سے بالکل بے نیاز کر دیا ـــــ آپ کے فیض یافتہ علماء، فقہاء، مفسرین، محدثین، متکلمین و مناظرین، محققین و متقنین، مصنفین و مؤلفین، مقررین و مدرسین، مناطقہ و فلاسفہ، ادباء و شعراء، قاضیانِ عدالت اور مفتیانِ شریعت ـــــ زمانے کے ہر چیلنج کا جواب دینے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں ـــــ اور اپنے اندر ایسی توانائی اور قوت پاتے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں

ایک جہان آباد کرتے ہیں ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مدارسِ اسلامیہ عربیہ میں عموماً طلبہ کے داخلہ و خارجہ اور دیگر کوائف کو مرتب و منضبط رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا ـــــ اور نہ ہی علومِ عصریہ کے سرکاری و غیر سرکاری مدارس کی طرح اساتذہ کے مفوضہ اسباق کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا ہے ـــــ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے جن مدارس میں علوم و فنون کا درس دیا اور فیضانِ نظر عام کیا یعنی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی ـــــ ان میں بھی مندرجہ بالا کوائف کو مرتب و منضبط رکھنے کا کوئی خاطر خواہ انتظام و اہتمام نہ تھا ـــــ دراں حالیکہ ان مدارس میں ہر سال سیکڑوں طلبہ موجود رہتے تھے ـــــ رضوی دار الافتاء میں جن حضرات نے اکتسابِ علم کیا ـــــ ان کا بھی باضابطہ کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں ـــــ اس پس منظر میں ـــــ اور وہ بھی حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے وصال کے آٹھ سال بعد ـــــ آپ کے تلامذہ و مستفیدین کا شمار ممکن نہیں رہا ـــــ ہاں یہ حقیقت تو واضح ہے کہ آپ کے ان گنت تلامذہ و مستفیدین آسمانِ علم و فضل کے مہر و ماہ بن کر چمکے ـــــ اور آج تک آپ کا علمی فیض ہند و پاک اور اس کی سرحدوں کے پار بھی ـــــ فضاؤں کو منوّر کر رہا ہے ؎

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو
یہ بھی اُسی جَرَس کی ہے آواز دوستو

درسی تلامذہ

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے بے شمار تلامذہ میں چند ایک کے اسماء ملاحظہ ہوں:

۱۔ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی گورداس پوری قدس سرہٗ بانیِ جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام، فیصل آباد پاکستان ؎ (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ فقیہ عصر مولانا اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی قدس سرہٗ شیخ الحدیث دالفقہ جامعہ نعیمیہ لاہور پاکستان لے

۳۔ مناظرِ اعظم ہند مولانا حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی قدس سرہٗ بانی دار العلوم حشمت الرضا پیلی بھیت ؎۲

۴۔ استاذ العلماء مولانا الحاج مبین الدین رضوی امروہوی قدس سرہٗ شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ مراد آباد ؎۳

۵۔ شیخ المحدثین مولانا محمد تحسین رضا خاں رضوی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی ؎۴

۶۔ فقیہ الہند مولانا محمد شریف الحق امجدی صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ؎۵

۷۔ ریحانِ ملت مولانا محمد ریحان رضا خاں رضوی بریلوی قدس سرہٗ متولی و مہتمم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی۔ ؎۶

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) (الف) ماہنامہ "نوری کرن" بریلی ص ۳۵ - ۳۶ - مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

(ب) "محدث اعظم پاکستان" مولانا محمد جلال الدین قادری جلد دوم ص ۴۲ مطبوعہ لاہور

لے (الف) تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان - علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری ص ۶۳ مطبوعہ لاہور

(ب) تذکرہ علماء اہل سنت وجماعت لاہور - پیرزادہ علامہ اقبال احمد ایم اے ص ۳۶۸ مطبوعہ لاہور پاکستان۔

؎۲ روایت مفتی محمد یعقوب حشمتی دھانے پوری - قلمی یادداشت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی - مکتوب محب محترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹ ر ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

؎۳ فقیر نوری غفرلہٗ سے حضرت علامہ حاجی مبین الدین رضوی قدس سرہٗ کا جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ایک علمی مجلس میں بیان

؎۴ فقیر نوری غفرلہٗ سے حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی دامت برکاتہم کا اپنے دولت خانے پر ایک علمی مجلس میں اعتراف وصراحت ۸ محرم ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ

؎۵ مکتوب فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق امجدی دامت برکاتہم بنام مولوی محمد شہاب الدین ازہری بہرائچی

؎۶ ماہنامہ "قاری" دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۵۲۱ مجریہ اپریل ۱۹۸۹ء

۸۔ فقیہِ اسلام مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری رضوی بریلوی صدر مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی [۱]

۹۔ ناصرِ ملت مولانا محمد خالد علی خاں رضوی بریلوی مہتمم جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی [۲]

۱۰۔ محدثِ کبیر مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی امجدی شیخ الحدیث و صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور [۳]

۱۱۔ شیخ العلماء مولانا محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث و صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی [۴]

۱۲۔ استاذ العلماء مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی [۵]

---

[۱] (الف) مفتیِ اعظم ہند، عبد النعیم عزیزی، ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی (ب) ماہ نامہ "استقامت" کانپور (مفتیِ اعظم ہند نمبر) ص ۱۸۹ اجریہ مئی ۱۹۸۳ء

[۲] مکتوب مولانا خالد علی خاں بریلوی دامت برکاتہم بنام مولوی محمد شہاب الدین ازہری بہرائچی

[۳] محدثِ کبیر مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی دامت برکاتہم نے مدرسہ سراج العلوم گنگیا عاقل ضلع رام پور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر علماءِ کرام کی موجودگی میں ارشاد فرمایا کہ ۱۹۶۲ء میں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے میں نے صحاحِ ستہ میں ابو داؤد شریف اور ابنِ ماجہ شریف پڑھی اور حضرت نے دونوں کتابوں کی مجھے اجازت بھی عطا کی۔

[۴] ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروزِ دوشنبہ بعدِ نمازِ عصر نوری مسجد بریلی میں شیخ العلماء مفتی محمد اعظم رضوی دامت برکاتہم نے فقیر نوری غفرلہٗ سے فرمایا کہ شوال المکرم میں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کو میں منظرِ اسلام میں تفسیرِ بیضاوی اور بخاری شریف کے درس کے افتتاح کے لیے لاتا تھا۔ حضرت بخاری اور تفسیرِ بیضاوی پڑھاتے تھے۔ میں بھی حضرت کے درس میں شریک ہوتا تھا۔ یہ سلسلہ تقریباً آٹھ سال جاری رہا ـــــ ختمِ بخاری شریف بھی حضرت مفتیِ اعظم ہی کراتے تھے۔ میں اس میں بھی شریک رہ کر استفادہ کرتا تھا ـــــ نیز رضوی دار الافتاء میں ایک مرتبہ حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے مشکوٰۃ المصابیح میں حدیثِ جبریل کو باقاعدہ سبق کے طور پر پڑھا اور سمجھا۔

[۵] ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروزِ سہ شنبہ استاذ العلماء مولانا سید محمد عارف رضوی دامت برکاتہم نے فقیر نوری غفرلہٗ سے منظرِ اسلام میں ایک ملاقات کے دوران فرمایا کہ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں تدریس کے زمانے میں حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ دار العلوم شاہ عالم تشریف لائے تھے اسی موقع پر حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے مجھے حدیث کی اجازتِ مطلقہ عطا فرمائی ـــــ نیز منظرِ اسلام کی تدریسی زندگی میں بارہا علمی مشکلات حضرت سے حل کیں۔

۱۳- عمدۃ المدرسین مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی لے

۱۴- مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی بانی سنی رضوی سوسائٹی ماریشس افریقہ ۲ے

۱۵- فاضل جلیل مولانا محمد منظور احمد فیضی رضوی بانی مدرسہ "مدینۃ العلوم" بہاول پور پاکستان ۳ے

۱۶- فقیہ جلیل مولانا معین الدین شافعی قادری ناظم اعلیٰ "جامعہ قادریہ رضویہ" فیصل آباد پاکستان ۴ے

۱۷- شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی گھوسوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی ۵ے

۱۸- فقیہ ملت مولانا قاضی عبدالرحیم بستوی مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی ۶ے

۱۹- فقیہ جلیل مولانا جلال الدین امجدی مفتی دار العلوم فیض الرسول براؤں ضلع بستی ۷ے

۲۰- بدر العلماء مولانا بدر الدین رضوی گورکھپوری صدر مدرس مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی ۸ے

۲۱- شیخ الحدیث مولانا محمد یونس نعیمی صدر المدرسین دار العلوم فیض الرسول براؤں ضلع بستی ۹ے

۲۲- فاضل جلیل مولانا محمد حنیف قادری مدرس دار العلوم فیض الرسول براؤں ضلع بستی ۱۰ے

۲۳- فاضل شہیر مولانا قدرت اللہ رضوی مفتی دار العلوم فیض الرسول براؤں ضلع بستی ۱۱ے

لے ۶ر محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو عمدۃ المدرسین مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی دامت برکاتہم نے منظر اسلام کے اساتذۂ کرام کی موجودگی میں فرمایا کہ میں نے حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے ہدایہ اور مسلم الثبوت کے چند اسباق پڑھے ہیں۔ نیز حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے قرآن کریم کا حفظ شروع کیا اور ایک ماہ میں تین پارے بھی حفظ کیے۔

۲ے مکتوب مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی بنام مولوی محمد شہاب الدین ازہری بہرائچی

۳ے تعارف علماء اہل سنت پاکستان، مولانا محمد صدیق ہزاروی ص ۴۱۵ مطبوعہ لاہور

۴ے حاشیہ تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، پیرزادہ علامہ اقبال احمد ایم اے ص ۴۱۳ مطبوعہ لاہور

۵ے تا ۱۱ے ۷ر محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ فقیہ ملت قاضی عبدالرحیم رضوی بستوی دامت برکاتہم نے تاج الشریعہ فقیہ اسلام مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم القدسیہ و متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی موجودگی میں مرکزی دار الافتاء میں فرمایا کہ ایک سال حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ دار العلوم فیض الرسول براؤں تشریف لے گئے، ساتھ میں ــــ میں اور مفتی شریف الحق صاحب امجدی مدظلہٗ (باقی اگلے صفحے پر)

۲۴۔ فقیہ شہیر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدیر عام "الادارۃ الحنفیہ" کشن گنج بہار ؎۱

۲۵۔ مولانا لطف اللہ قریشی رضوی علی گڑھی خطیب شاہی جامع مسجد و مفتی شہر متھرا ؎۲

۲۶۔ مولانا نذیر احمد رضوی پنجابی ؎۳

۲۷۔ مولانا محمد اسمٰعیل رضوی پورنوی ؎۴

۲۸۔ مولانا بلال احمد رضوی بہاری مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی ؎۵

۲۹۔ مولانا محمد عبد الخالق نوری بہاری مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی ؎۶

۳۰۔ مولانا محمد ہاشم یوسفی بہاری مفتی دار الافتاء منظر اسلام بریلی ؎۷

(بقیہ حاشیہ) بھی تھے ـــــ فیض الرسول کے اساتذہ کی خواہش و اصرار پر حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے بخاری شریف کا درس دیا ـــــ اور شرکاءِ درسِ بخاری شریف کو حدیثِ مسلسل بالاولیہ ـــــ حدیثِ مصافحہ ـــــ اور حدیثِ تمر کی عملاً اجازت عطا فرمائی ـــــ بخاری شریف کے اس درس میں ـــــ میں، مفتی شریف الحق صاحب، مولانا غلام جیلانی صاحب، مولانا بدر الدین صاحب، مولانا جلال الدین صاحب، مولانا محمد یونس صاحب، مولانا محمد حنیف صاحب اور مولوی قدرت اللہ صاحب وغیرہ شریک تھے۔

؎۱ مکتوب رفیقِ محترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بہاری بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹؍ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

؎۲ روایت شیخ العلماء مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث و صدر المدرسین جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام بریلی

؎۳ ماہ نامہ "نوری کرن" بریلی ص ۳۶ مجریہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء

؎۴ مفتیِ اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی

؎۵ تا ؎۷ ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز سہ شنبہ بریلی میں فقیر نوری غفرلہٗ سے مولانا محمد عبد الخالق نوری نے فرمایا کہ ۱۹۷۳ء میں ایک روز میں، مولانا بلال احمد صاحب اور مولانا محمد ہاشم صاحب، حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے بخاری شریف تبرکاً پڑھنے کے لیے رضوی دار الافتاء میں حاضر ہوئے ـــــ چنانچہ ہم لوگوں نے بخاری شریف کی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ پڑھی ـــــ (باقی اگلے صفحے پر)

۳۱۔ مولانا عبدالحمید رضوی افریقی [1]

۳۲۔ مولانا احمد مقدم رضوی افریقی [2]

۳۳۔ مولوی محمد میاں رضوی بریلوی [3]

۳۴۔ حسان الہند قاری محمد امانت رسول رضوی پیلی بھیتی [4]

(بقیہ حاشیہ) عبارت پڑھتے وقت حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کا رعبِ علمی کچھ اس طرح غالب آیا کہ زبان سے اِنَّمَا کے بجائے اَنَّمَا نکل گیا ——— حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا: اَنَّمَا نہیں اِنَّمَا ہے ——— اِنَّ متعدد مقام پر آتا ہے:

۱۔ القول مصدر سے جتنے افعال مشتق ہوں جیسے قَالَ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

۲۔ اسمِ موصول کے بعد جیسے جَاءَ رَجُلٌ الَّذِیْ اِنَّهٗ قَائِمٌ

۳۔ ابتداءِ کلام میں جیسے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

۴۔ جس کی خبر میں لام تاکید آئے جیسے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

۵۔ جواباتِ قسم میں جیسے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

[1] تا [2] ۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروزِ یک شنبہ منظرِ اسلام بریلی میں ایک علمی مجلس میں عمدۃ المدرسین مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی دام عنایاتہٗ، نے فرمایا کہ مولوی عبدالحمید افریقی اور مولوی احمد مقدم سلمہما نے حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے میزان، نحو میر اور شرح مأۃ عامل پڑھی۔

[3] ۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروزِ یک شنبہ منظرِ اسلام میں محبِ محترم مفتی محمد فاروق رضوی بریلوی مفتی دارالافتاء منظرِ اسلام بریلی نے ایک ملاقات میں فرمایا کہ مولوی محمد میاں سلمہٗ، نے حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے نحو میر، میزان اور پنج گنج کے کچھ اسباق پڑھے مگر افسوس کہ وہ حضرتِ مفتی اعظم قدس سرہٗ سے تکمیل نہ کر سکے۔

[4] محبِ محترم حسان الہند قاری محمد امانت رسول رضوی زید مجدہٗ کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے شاعری میں خصوصی تلمذ حاصل ہے۔ ۱۲ فقیر نوری غفرلہٗ

۳۵۔ فقیر نوری سید شاہد علی رضوی رام پوری شیخ الحدیث و ناظم الجامعۃ الاسلامیہ رام پور [1]

افتاء کے تلامذہ

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے تلامذہ میں آپ کے منصب افتاء کے جانشین حضرات کی تعداد زیادہ ہے بلکہ اگر برصغیر کے موجودہ مفتیانِ کرام کے اسماء جمع کیے جائیں تو ان کی اکثریت حضرت مفتی اعظم کے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلامذہ ہیں ____ حضرت مفتی اعظم کے درسِ افتاء کے بے شمار تلامذہ میں چند ایک کے اسماء ملاحظہ ہوں:

۱۔ محدثِ اعظم پاکستان مفتی سردار احمد رضوی گورداسپوری قدس سرہٗ بانی مظہرِ اسلام فیصل آباد (پاکستان) [2]

۲۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد رضوی شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور [3]

۳۔ افقہ الفقہاء مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری قدس سرہٗ شیخ الحدیث و مفتی جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد پاکستان [4]

۴۔ اعلم العلماء مفتی الحاج مبین الدین رضوی امروہوی شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ مراد آباد [5]

---

[1] فقیر نوری غفرلہٗ اور عمدۃ المدرسین علامہ محمد نعیم اللہ خاں رضوی دام عنایاتہٗ کو دوشنبہ کے روز ایک ہی مجلس میں اپنے دولت خانے پر حدیثِ مسلسل بالاولیہ کی اجازت عطا فرمائی۔ ۱۲

[2] (الف) ماہنامہ "نوری کرن" بریلی ص ۱۷ مجریہ مارچ و اپریل ۱۹۶۲ء

(ب) "محدثِ اعظم پاکستان" مولانا محمد جلال الدین قادری ص ۳۲۵ مطبوعہ لاہور

[3] مکتوب محب محترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

[4] (الف) مفتی اعظم ہند عبدالنعیم عزیزی ص ۱۱۵ مطبوعہ بریلی

(ب) مکتوب مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہٗ

[5] مکتوب مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

٭

۵۔ فقیہ عصر مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی اعظمی شیخ الحدیث و مفتی منظر اسلام بریلی [۱]
۶۔ شیخ المحدثین مولانا محمد تحسین رضا خاں رضوی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی [۲]
۷۔ فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری و صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور [۳]
۸۔ فقیہ اسلام مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی جانشین حضرت مفتی اعظم و صدر مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی [۴]
۹۔ محدث کبیر مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ رضوی اعظمی شیخ الحدیث و صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور [۵]
۱۰۔ فقیہ ملت مولانا قاضی عبد الرحیم رضوی بستوی مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی [۶]
۱۱۔ فقیہ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث و صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی [۷]
۱۲۔ بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی شیخ الحدیث و مفتی شمس العلوم گھوسی ضلع اعظم گڑھ [۸]
۱۳۔ بلبل ہند مفتی محمد رجب علی رضوی نانپاروی بانی و مہتمم "مدرسہ عزیز العلوم" نانپارہ ضلع بہرائچ [۹]

---

[۱] (الف) مفتی اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶

(ب) مکتوب فقیہ عصر مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی دامت برکاتہم بنام فقیر نوری غفرلہ

[۲] ۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ اپنے دولت خانے پر شیخ المحدثین دامت برکاتہم کا بیان۔

[۳] (الف) مکتوب فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق امجدی دامت برکاتہم بنام مولوی محمد شہاب الدین ازہری بہرائچی

(ب) مفتی اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی

[۴] (الف) ماہ نامہ "استقامت" کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱۹۱ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

(ب) مفتی اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

[۵] (الف) مکتوب محب محترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہ ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

(ب) مفتی اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

[۶] تا [۸] (الف) مفتی اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

(ب) فقیر نوری غفرلہ سے بیان ...... ۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

[۸] روایت محب محترم مولانا محمد حنیف خاں رضوی بھوجپوری صدر المدرسین الجامعۃ القادریہ رچھا ضلع بریلی

[۹] روایت مخلص محترم مولانا سعید اختر نعیمی فاضل جامعہ نعیمیہ مراد آباد

۱۴۔ یادگارِ سلف مولانا محمد حبیب رضا خاں رضوی بریلوی ناظم ادارہ سنی دنیا بریلی ؎۱

۱۵۔ فاضل جلیل مفتی ابرار حسین صدیقی تلہری، مفتی جماعت رضائے مصطفیٰ و مدیر اعلیٰ ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی ؎۲

۱۶۔ شیخ العلماء مفتی غلام جیلانی گھوسوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظرِ اسلام۔ بریلی ؎۳

۱۷۔ استاذ العلماء مفتی خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی شیخ المعقولات دار العلوم فیض الرسول براؤں ؎۴

۱۸۔ شیخ الحدیث مولانا غلام یزدانی گھوسوی صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی ؎۵

۱۹۔ مولانا غلام محمد یٰسین رشیدی پورنوی قدس سرہٗ ؎۶

۲۰۔ مولانا معین الدین خاں اعظمی مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی ؎۷

۲۱۔ مفتی محمد طاہر حسین اشرفی مفتی رضوی دار الافتاء بریلی ؎۸

۲۲۔ مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بہاری مدیر عام "الادارۃ الحنفیہ" کشن گنج بہار ؎۹

۲۳۔ مولانا حسن منظر قدیری۔ فاضل جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی ؎۱۰

۲۴۔ مولانا عبد الحمید رضوی دیناجپوری ؎۱۱

۲۵۔ مفتی محمد صالح رضوی مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام۔ بریلی ؎۱۲

۲۶۔ مولانا مجیب الاسلام نسیم اعظمی مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام۔ بریلی ؎۱۳

۲۷۔ مولانا مظفر حسین غازی پوری کراچی پاکستان ؎۱۴

۲۸۔ مفتی ریاض احمد سیوانی۔ نائب مفتی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی ؎۱۵

؎۱ ۷، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ فقیر نوری غفرلہٗ سے یادگارِ سلف مولانا محمد حبیب رضا خاں رضوی بریلوی مدظلہٗ کا بیان۔

؎۲ مفتیِ اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی۔ ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

؎۳ تا ؎۱۱ مکتوب مخلصی الاعز مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بہاری بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

؎۱۲ ۷، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ منظرِ اسلام بریلی کی ایک علمی مجلس میں فقیر نوری غفرلہٗ سے بیان۔

؎۱۳ تا ؎۱۵ (الف) مفتی اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۱۱۶ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

(ب) روایت فقیہِ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی مفتی رضوی دار الافتاء بریلی۔

۲۹۔ مفتی جلال الدین قادری۔ ٹانڈہ ضلع فیض آباد [۱]
۳۰۔ مفتی عبدالغفور بہاری مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی [۲]
۳۱۔ مولانا محمد انور رضوی ٹانڈوی مفتی رضوی دار الافتاء بریلی [۳]
۳۲۔ مولانا رئیس الدین رضوی پورنوی مدرس منظرِ اسلام بریلی [۴]

مستفیدین

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے مستفیدین کا حلقہ بہت وسیع ہے ــــ عرس رضوی ــــ عرس حجۃ الاسلام ــــ جلسۂ دستارِ فضیلت ــــ حج بیت اللہ ــــ اور دینی و تبلیغی سفروں میں ہزار ہا علماء و فقہاء اور مفتیانِ کرام نے حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے علمی استفادہ کیا ــــ آپ کی ذات اکابر علماء و فقہاء معاصرین کا مرجع و ماویٰ تھی ــــ علماءِ کرام اپنی علمی مشکلات آپ سے حل کرواتے ــــ مشکل مسائل میں آپ سے رجوع فرماتے ــــ اور جلیل القدر مفتیانِ کرام اپنے فتاویٰ کی تصدیق و تصویب آپ سے کرواتے۔

ادیبِ شہیر عبدالنعیم عزیزی ایم اے بی ایس سی مدیر سنی دنیا بریلی حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی ایک مجلسِ استفادہ کا حال تحریر فرماتے ہیں:

> اس زمانے میں جبکہ امریکہ والوں کے چاند پر جانے کا چرچا تھا ــــ ایک روز (غالباً شعبان کا مہینہ تھا) شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب مدظلہٗ اور صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ ــــ دوسرے علماء ــــ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی بارگاہ

---

[۱] روایت محب محترم مولانا حضور احمد منظری ٹانڈوی خطیب و امام جامع مسجد شاہجہانپور
[۲] تا [۳] (الف) مفتی اعظم ہند۔ عبدالنعیم عزیزی۔ ص ۱۱٦ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)
(ب) روایت فقیہِ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی مفتی رضوی دار الافتاء بریلی
[۴] روایت فقیہِ جلیل مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی مفتی رضوی دار الافتاء بریلی

میں حاضر تھے ـــــ چاند، سورج وغیرہ کی بات چل رہی تھی ـــــ حضرت نے فرمایا:

"زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں ـــــ اور سورج و چاند چلتے ہیں۔"

اس پر علامہ میرٹھی صاحب نے فرمایا کہ:

قرآن مجید میں ہے "وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا" یعنی سورج چل رہا ہے اپنے مستقر میں ـــــ تَجْرِیْ سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتا ہے اور مُسْتَقَرٍّ لَّهَا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے ـــــ اور ایک قرارگاہ میں ٹھہرا رہنا ـــــ یہ دونوں باتیں کیسے صحیح ہوں گی۔

اس پر حضرت نے فوراً جواب دیا کہ:

"حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا" وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ"، تو کیا وہ زمین کے ایک حصے پر ٹھہرے رہتے تھے چلتے نہیں تھے ـــــ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار سے ـــــ اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا ـــــ چلتا ہے مگر اپنے دائرۂ حرکت میں"!

اس پر میرٹھی صاحب قبلہ خاموش ہو گئے [1]

فقیہ الہند مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی ایک اور مجلسِ استفادہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

شرح مأۃ عامل میں عربی کا ایک مقولہ ہے "اَلنَّارُ فِي الشِّتَاءِ خَيْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" [2] جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہے کہ جاڑے میں آگ اللہ اور رسول سے بہتر ہے ـــــ اور ظاہر ہے یہ معنیٰ کفری ہے۔

---

[1] مفتیِ اعظم ہند۔ عبدالنعیم عزیزی۔ ص ۴۲۔ ۴۳۔ مطبوعہ بریلی

[2] شرح مأۃ عامل عبدالرسول ص ۱۷۔ مطبوعہ دہلی

شرح مأۃ عامل میں یہ جواب دیا کہ منؔ یہاں پر قسمیہ ہے ـــــ تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ اور رسول کی قسم آگ جاڑے میں بہتر ہے ـــــ مگر اس توجیہ پر بھی یہ اشکال ہے کہ اللہ کی قسم کھانا تو جائز ہے ـــــ مگر رسول کی قسم کھانا جائز نہیں ـــــ علماء کے درمیان اس مسئلہ میں مذاکرہ ہوا ـــــ سب نے اپنے اپنے طور پر جوابات دیئے ـــــ پھر آخر میں حضرت مفتیِ اعظم رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا ـــــ حضرت نے ایسا جواب دیا جس سے اس جملہ کی صحیح توجیہ بھی ہوگئی ـــــ اور اشکال بھی اٹھ گیا ـــــ حضرت نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے ـــــ آپ لوگ روز مرہ کے محاورے میں بولتے ہیں ـــــ یہ بات من جانب اللہ ہے ـــــ اسی طور پر اس جملہ کو سمجھیے ـــــ حضرت کے ارشاد سے صاف ہوگیا کہ من یہاں قسمیہ نہیں ہے کہ وہ اشکال ہو ـــــ جو گزرا ـــــ نہ تفصیل بتانے کے لیے ـــــ جیسا کہ اس جملے سے ذہن کو دھوکا ہوتا ہے ـــــ بلکہ من یہاں ابتداء غایت کے لیے ہے اور مطلب یہ ہے :

"اللہ و رسول کی جانب سے آگ جاڑے میں بہتر ہے۔" [1]

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی شہرت و مقبولیت صرف برصغیر ہی تک محدود نہ تھی بلکہ عالمِ اسلام کے علماء و مشائخ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ـــــ غائبانہ طور پر آپ کی دینی و ملّی خدمات اور رفعت و عظمت کے معترف تھے اور آپ کے وجودِ مسعود کو عالمِ اسلام کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تصوّر فرماتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۹۱ھ میں جب حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ تیسری مرتبہ حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو اس موقع پر مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کے سیکڑوں افراد حضرت کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے ـــــ بڑے بڑے جید علماءِ اعلام، فضلاءِ کرام اور مفتیانِ عظام نے آپ کے سامنے زانوئے ادب تہہ فرما کر شرفِ تلمذ حاصل کیا ـــــ آپ سے اجازتِ حدیث لی ـــــ اور خلافتیں حاصل کیں ـــــ جن میں سے چند ایک کے اسماء ملاحظہ ہوں :

---

[1] ضمیمہ مفتیِ اعظم ہند۔ عبد النعیم عزیزی ص ۷۷ مطبوعہ بریلی (چھٹا ایڈیشن)

(۱) مفتیٔ حرم حضرت علامہ مولانا سیّد محمد مغربی مالکی مکّی (۲) شیخ العلماء حضرت علامہ مولانا سیّد امین قطبی مکی (۳) حضرت علامہ مولانا مفتی سیّد محمد نور (۴) استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا جعفر بن کثیر۔ (۵) حضرت علامہ مولانا عمر ہمدان مکی (۶) حضرت علامہ مولانا سیّد عباس مالکی مکی (۷) حضرت علامہ مولانا عبد المالک (۸) حضرت علامہ مولانا موز عرقی (۹) حضرت علامہ مولانا ابراہیم مدنی (۱۰) حضرت علامہ مولانا محمد فضل الرحمٰن مدنی (۱۱) حضرت علامہ مولانا سیّد علوی مالکی وغیرہ [۱]

مولانا مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی فاضل الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے تیسرے سفرِ حج وزیارت کے احوال میں رقم طراز ہیں:

> مدینہ منورہ میں آپ کی قیام گاہ پر ہر وقت اہلِ مدینہ اور دوسرے ممالک کے حجاجِ کرام کا ہجوم رہا کرتا تھا ـــــ ایک روز حلب کے علماءِ کرام آپ کی زیارت کو آئے ـــــ آپ نے انھیں چائے پیش کی ـــــ تو انھوں نے اس شرط پر چائے پی کہ ـــــ آپ جھوٹا کرکے تبرک کردیں ـــــ بعد میں اُن حضرات میں سے بعض آپ کے مرید ہوئے اور بعض نے اجازت وخلافت حاصل کی۔ [۲]

مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدیر عام "الادارۃ الحنفیہ" کشن گنج بہار حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے مستفیدین کے متعلق رقم طراز ہیں:

> پاکستان اور عرب مقدس کے بہت سے حضرات کے علاوہ ہزارہا وہ علماء بھی

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔ ماہ نامہ "سنی دنیا"، بریلی ص ۳۲ مجریہ جون ۱۹۸۷ء مضمون محب محترم قاری محمد امانت رسول رضوی پیلی بھیتی۔

۲۔ ماہ نامہ "استقامت"، کانپور (مفتیٔ اعظم ہند نمبر) ص ۱۱۵۔ ۵۲۶۔ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

۳۔ پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ (مفتیٔ اعظم ہند نمبر) ص ۱۵۔ مجریہ ۱۵ ر دسمبر ۱۹۸۱ء مضمون محب محترم مفتی اشرف رضا قادری مصباحی۔

[۲] پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ (مفتیٔ اعظم ہند نمبر) ص ۵ مجریہ ۱۵ ر دسمبر ۱۹۸۱ء

(مستفیدین) میں شامل ہیں، جو بریلی شریف یا اسفار وغیرہ میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ ۱؎

حضرت مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے تلامذہ اور خلفاء کی طرح مستفیدین کا بھی کوئی ایسا ریکارڈ محفوظ نہیں کہ جس سے مستفیدین کی صحیح تعداد معلوم ہو سکے ـــــ تاہم حضرت مفتیِ اعظم کے بے شمار مستفیدین میں چند ایک کے اسماء ملاحظہ ہوں:

۱۔ برہانِ ملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق رضوی جبلپوری
۲۔ صدر العلماء حضرت علامہ مفتی سید غلام جیلانی قادری میرٹھی
۳۔ شمس العلماء حضرت مفتی قاضی شمس الدین رضوی جونپوری
۴۔ مجاہدِ ملت حضرت علامہ مفتی محمد حبیب الرحمٰن رضوی اڑلیسوی
۵۔ حافظِ ملت حضرت علامہ مفتی عبد العزیز رضوی محدث مراد آبادی
۶۔ امیرِ شریعت حضرت مفتی رفاقت حسین قادری بہاری
۷۔ حبیبِ ملت حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ قادری بہاری
۸۔ سید العلماء حضرت علامہ مفتی سید آلِ رسول برکاتی مارہروی
۹۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی عبد الرؤف قادری بلیاوی
۱۰۔ شیخ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد یونس قادری سنبھلی
۱۱۔ مناظرِ اہلِ سنت حضرت علامہ مفتی محمد حسین قادری سنبھلی ۲؎ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

۱؎ مکتوب محب محترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹؍ ذو الحجہ ۱۴۱۰ھ

۲؎ مکتوب محب محترم مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بنام فقیر نوری غفرلہٗ ۱۹؍ ذو الحجہ ۱۴۱۰ھ

افتاء

افتاء کے معنی ہیں فتویٰ دینا ——— فتویٰ شرعی مسائل میں ماہر شریعت کے فیصلے کو کہتے ہیں۔
علم فتویٰ وہ علم ہے کہ جسمیں جزئی واقعات کے بابت ماہر شریعت فقہاء سے صادر شدہ احکام مروی ہوں تاکہ آنے والے پست ہمت لوگوں کے لیے عمل آسان ہو۔

قال فی مدینۃ العلوم "ھو علم مروی فیہ الاحکام الصادرۃ عن الفقہاء فی الواقعات الجزئیۃ لیسھل العمل علی القاصرین من بعدھم"

افتاء ایک نہایت عالی اور کامل فن ہے جو آغاز اسلام میں وجود میں آیا۔ جسکی مثال اسلام کے علاوہ اور کہیں نہیں ملتی۔ افتاء چونکہ نہایت اہم اور ذمہ داری کا کام ہے اس لئے اسلام میں ابتدا ہی سے اسکا ایک مخصوص محکمہ قائم تھا جس کا نام "محکمۂ افتاء" تھا اس محکمۂ افتاء میں کام کرنے والے لائق وفائق ماہرین قانون فقہاء کرام ہر جگہ موجود رہتے تھے،
تشنگان علوم دینیہ میں سے جو شخص کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتا، ان سے دریافت کرسکتا تھا ان پر فرض تھا کہ نہایت تحقیق کے ساتھ ان مسائل کو بتائیں، اس صورت میں گویا ہر شخص جب چاہے قانون کے مسائل سے واقف ہوسکتا تھا۔

مفتیان شرع متین

امت مسلمہ میں علماء دین کے دو طبقوں نے خاص طور پر دین اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار ادا کر کے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔
ایک محدثین کرام کا طبقہ جس نے احادیث نبوی کی روایات اور انکے بیان وضبط کا اہتمام فرمایا

اور اسناد و الفاظ پر گہری نظر رکھی۔
دوسرا فقہاء کرام کا طبقہ، جس نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے مسائل و احکام کا استنباط و استخراج کیا۔ اور الفاظِ حدیث سے زیادہ معانی حدیث اور اس سلسلہ کے اصول و قواعد پر انکی نظر مرکوز رہی، مفتیان شرع متین کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے۔

اُمت مسلمہ کے سب سے پہلے مفتی

اُمت مسلمہ کے سب سے پہلے مفتی سیدعالم، نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور یہ نعمت عظمیٰ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنے فضل عمیم سے عطا کی، قرآن کریم میں افتاء کا لفظ خود اللہ رب العزت کے لیے بھی وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم
فیھن وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب

(ترجمہ) اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے۔

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ

(ترجمہ) اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے ان ایات میں افتاء کی نسبت اللہ رب العزت جل جلالہ کی طرف کی گئی ہے، جس سے اس منصب کی جلالتِ شان نمایاں ہوتی ہے۔

منصبِ افتاء پر صحابۂ کرام

سیدعالم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان منصب پر آپ کے جلیل القدر

صاحب بصیرت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فائز تھے جن کی تعداد علماء کے ......قول کے مطابق کچھ اوپر ایک سو تیس ۱۳۰ ہے۔ ان میں سے سات حضرات اس خدمت کو خاص طور پر بکثرت انجام دیتے تھے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے فتاویٰ یکجا کئے جائیں تو انہیں سے ہر ایک فتاویٰ کی تعداد اتنی ہو کہ اسکی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں ــــ ان سات حضرات کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب
(۲) امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب
(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود
(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
(۵) حضرت زید بن ثابت
(۶) حضرت عبداللہ بن عباس (۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان حضرات کے علاوہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف حضرت ابی بن کعب، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو درداء وغیرہ بھی صحابۂ کرام میں جلیل القدر مفتی تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

صحابۂ کرام کے بعد فتاویٰ

صحابۂ کرام کے ذریعہ دینی علوم وفنون نے نشوونما پائی اور اسطرح چراغ سے جلتا گیا۔ چنانچہ صحابۂ کرام کے بعد تابعین عظام، تابعین کے بعد تبع تابعین پھر بعد کے علماء و فقہا نے ہر صدی میں اس سلسلہ کو قائم رکھا۔ جیساکہ امام اعظم ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد، زفر، مفتیان ماتریدیہ، اشعریہ وغیرہم۔

خاندان رضا میں افتاء کی بنیاد

تیرھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے جد امجد امام العلماء مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہٗم ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء نے ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں بریلی کی سرزمین پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی اور ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء تک فتویٰ نویسی کا کارگرانقدر بحسن وخوبی

انجام دیا۔[۱] ___ امام العلماء نے نہ صرف خود مسند افتاء کو زینت بخشی بلکہ اپنے فرزند سعید امام المتکلمین مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ م ۱۲۹۷ھ کو خصوصی تعلیم و تربیت دیکر مسند افتاء پر فائز کیا ___ مفتی نقی علی خاں وقت نظر اور اصابت فکر میں یگانۂ روزگار تھے، بے پناہ فہم و فراست اور زیرکی و دانائی کے مالک تھے، بلندی اقبال، علو ہمت، کرم و مروت، سخاوت و شجاعت، حکام سے عزلت رزق موروثی پر قناعت، دبدبہ و جلال، عزت و سرفرازی، علم و عقل نیز دیگر فضائل و خصائل کے جامع تھے

آپ نے مسند افتاء پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علماء و فقہاء سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاویٰ ہو گئے۔

امام المتکلمین نے یوں تو اپنے جمیع فرزندگان کو زیور علم سے آراستہ کیا مگر فتویٰ نویسی کے لیے خاص طور پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کو منتخب فرمایا۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نہایت قلیل مدت میں درسی علوم و فنون کے دریاؤں کو عبور کر کے علوم و فنون کے سمندروں میں ایک ماہر شناور کی طرح تیرنے لگے ___ والد ماجد کی امیدوں کا صحیح مرکز بن گئے یہاں تک کہ ۱۴ر شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو تیرہ سال دس ماہ اور پانچ دن کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

___ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی روز افزوں ترقی دیکھ کر والد ماجد کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی ___ تکمیل کے بعد ہی والد ماجد امام المتکلمین نے فتویٰ نویسی کا کام امام احمد رضا قدس سرہٗ کے سپرد فرما دیا ___ آپ نے بڑی ذمہ داری سے اسے نبھایا ہی نہیں بلکہ اس میدان میں اپنی انفرادیت اور نمایاں حیثیت بھی اہل علم و فضل سے منوالی۔

۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء کو والد ماجد امام المتکلمین نے فتویٰ نویسی کی مطلقاً اجازت عطا فرما دی ___ پھر والد گرامی امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں بریلوی قدس سرہٗ کے وصال کے

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

۱۔ ماہنامہ "حجاز جدید" دہلی (امام اہل سنت نمبر) ص ۲۴ مجریہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء

۲۔ ماہنامہ "فیض الرسول" براؤں شریف ضلع بستی ص ۲۸ مجریہ دسمبر ۱۹۸۹ء

۳۔ حیات مولانا احمد رضا بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۸۴، ۸۶، ۲۱۲،

بعد ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں امام احمد رضا قدس سرہٗ مستقل طور پر مسند افتار پر فائز ہو گئے [۱]

امام احمد رضا قدس سرہٗ ملک العلمار مولانا ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔ اگر، دن اور زندگی بالخیر ہے تو اسی شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو نگے ــــ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کر سکتا ہے [۲]

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فقہ میں شیخ عبد الرحمن حنفی مکی قدس سرہٗ سے سند حاصل کی، جن کا سلسلہ صحابی رسول سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تک پہنچتا ہے ــــ حدیث و فقہ پر امام احمد رضا کو کمال و عبور حاصل تھا، اس کی نظیر ان کے عہد میں کہیں نہیں ملتی۔ ان کی فاضلانہ اور محققانہ تصنیف لطیف العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کی بارہ جلدیں اور کثیر کتب و رسائل اس حقیقت پر گواہ ہیں ــــ ان کی فقہی مہارت و بصیرت کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا تھا۔

ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ پیدا نہیں ہوا [۳]

اور فتاویٰ رضویہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے ہندوستان کے مشہور قانون داں اور بمبئی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی ایف ملانے کہا تھا۔

ہندوستان کا بھی بڑا کارنامہ ہے، فقہ حنفی میں بہت کچھ لکھا گیا بالخصوص دو کتابیں تو بہت اعلیٰ لکھی گئیں ــ ایک فتاوی عالمگیری اور دوسری فتاوی رضویہ [۴]

پروفیسر مجید اللہ قادری کراچی یونیورسٹی فتاوی رضویہ پر اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ــــ

---

[۱] ماہنامہ "حجاز جدید" دہلی (امام اہل سنت نمبر) ص ۲۴ مجریہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء

[۲] حیات اعلیٰحضرت، مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ بریلی مکتوب بنام مؤلف، ر شعبان ۱۳۳۶ھ

[۳] دائرۂ معارف امام احمد رضا، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۶ مطبوعہ کراچی

[۴] ایضاً ص ۱۶۔

فتاویٰ رضویہ تیرھویں صدی ہجری کے عشرہ آخر اور چودھویں صدی ہجری کے ربیع الاول میں لکھے جانے والے ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو امام اہل سنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا بریلوی قادری نوری نور اللہ مرقدہٗ کی ذہانت وذکاوت، تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا ایک عظیم ترین شاہکار ہے اور ۸۰ سال گزر جانے کے باوجود ایسا جامع مبسوط، مدلل اور مبرہن کوئی دوسرا مجموعۂ فتاویٰ تو احناف کے ہاں ہی مرتب ہو سکا اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب اہل سنت وجماعت میں مرتب ہوا۔ ؎۱

مکہ معظمہ کے ایک مشہور فاضل سید اسمٰعیل خلیل حافظ کتب الحرم نے امام احمد رضا کے فتاویٰ کو دیکھ کر لکھا تھا۔

واللّٰہ اقول والحق اقول انہ لو راٰھا (فتاویہ) ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ ویجعل مؤلفھا من جملۃ الاصحاب ؎۲

اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں ان فتووں کو اگر ابو حنیفہ نعمان (رضی اللہ عنہ) دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے (اجلۂ) تلامذہ میں شامل فرماتے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی فقہی اور علمی تحقیقات نے علماء عرب وعجم کو حیرت میں ڈال دیا تھا انہوں نے دل کھول کر امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کیا اور چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا۔

امام احمد رضا بریلوی کے دار الافتاء میں براعظم ایشیاء، براعظم یورپ، براعظم امریکہ اور براعظم افریقہ سے استفتاء آتے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جایا کرتے تھے ——— یہ امتیاز یہ مقبولیت، یہ مرجعیت صرف اور صرف امام احمد رضا ہی کو حاصل تھی ——— علماء دین، مفتیان شرع

؎۱ ماہنامہ "حجاز جدید" دہلی (امام اہل سنت نمبر) ص ۲۴ مجریہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء

؎۲ الاجازات المتینہ، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی ص ۹

اور قاضیان عدالت سب ان سے مستفید ہوتے تھے۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کی سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مسودات کو نقل کرنے والے بیک وقت چار چار افراد نقل کرتے جاتے تھے ـــــ یہ ابھی فارغ بھی نہ ہوتے کہ پانچواں صفحہ تیار ہوجاتا، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنا کچھ لکھا ہوگا۔[1]

دارالافتاء کا نظم جدید

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے دارالافتاء کی روزافزوں ترقی، عالمی شہرت ومقبولیت اور کثرت کار کو دیکھتے ہوئے ایسا لاجواب نظام قائم فرمایا تھا کہ جس کی نظیر سوائے بریلی کے کہیں نہیں ملتی۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نظم جدید کی رو سے دارالافتاء کا نام "رضوی دارالافتاء" تجویز کیا اور اس کا مہتمم اپنے فرزند صغیر بدرالشریعہ والطریقہ، مرجع العلماء والفقہاء تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کو مقرر فرمایا۔[2]

امام احمد رضا قدس سرہٗ فتویٰ نویسی کا کام عموماً دو مقام پر کرتے تھے ایک باہر دارالافتاء میں ـــــ دوسرے زنانہ مکان میں ـــــ باہر دارالافتاء میں کام کرنے والے حضرات کو نظم جدید کی رو سے دو منصب عطا کئے تھے ایک پیشکار ـــ دوسرے امین الفتویٰ

پیشکار

اس نظم جدید کی رو سے ملک العلماء، مولانا ظفرالدین بہاری م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

۱۔ سیرت اعلیٰحضرت، مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ص ۱۱۵ مطبوعہ بریلی

۲۔ ماہنامہ "حجاز جدید"، دہلی (امام اہل سنت نمبر) ص ۲۴ مجریہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۸۹ء

[2] (الف) ۱۴/محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز دوشنبہ فقیہ ملت قاضی عبدالرحیم بستوی مفتی مرکزی دارالافتاء، بریلی نے تاج الشریعہ فقیہ اسلام حضرت جانشین مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ کی موجودگی میں ارشاد فرمایا کہ یہ روایت خود حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مجھ سے رضوی دارالافتاء میں بیان فرمائی۔

(ب) ۱۵/محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز سہ شنبہ فقیہ شہیر مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی دام عنایاتہ نے فقیر نوری سے فرمایا کہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے خود مجھ سے بھی یہ روایت بیان فرمائی۔

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے پیشکار ہوئے ——— ان کا کام نماز عصر کے بعد باہر کی آئی ڈاک پیش کرنا تھا ——— جن کا جواب امام احمد رضا قدس سرہٗ بولتے جاتے تھے اور ملک العلماء لکھتے جاتے تھے ——— استناد کے موقع پر کتب فتاویٰ کی عبارتیں بھی امام احمد رضا برجستہ ہی پڑھ دیتے حالانکہ اس وقت کوئی کتاب بھی پاس نہ ہوتی تھی۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری خطیب جامع مسجد ہو کر شملہ چلے گئے تو ان کی جگہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہٗ پیشکاری کے منصب پر فائز ہوئے ——— حضرت صدر الشریعہ بیک وقت پیشکار بھی تھے، منظر اسلام کے مدرس بھی تھے، مطبع اہل سنت کے مہتمم بھی تھے ——— یہ سب فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے تھے، اسی حالت میں تصنیف بہار شریعت کا کام بھی جاری تھا اور بوقت ضرورت مناظرہ کے لیے بھی یہی بھیجے جاتے تھے، حضرت صدر الشریعہ کی پیشکاری تا حیات امام احمد رضا قدس سرہٗ جاری رہی اور دیگر کارہائے متعلقہ جو پہلے سے کر رہے تھے بدستور کرتے رہے۔

امین الفتویٰ

امین الفتویٰ کا کام چھوٹے چھوٹے فتووں کا جواب لکھنا اور جو فتوے اندر زنانہ مکان سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے لکھے ہوئے آئیں ان کا فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں نقل کرنا تھا ——— امین الفتویٰ کا نقل کا کام بہت بڑا تھا ——— امام احمد رضا قدس سرہٗ بعض معمولی مسائل پر اندر سے رسائل لکھ کر بھیج دیتے تھے ——— پھر ان کی روزانہ کی تصنیف کوئی ایک شخص نقل نہیں کر سکتا تھا۔

نظم جدید کی رو سے امین الفتویٰ کے منصب پر مولانا سید غلام محمد اور مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی علیہما الرحمۃ والرضوان فائز ہوئے ——— کچھ دنوں کے بعد مولانا عبد الرحمٰن بہاری اور مولانا نواب مرزا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان امین الفتویٰ ہوئے ——— مولانا نواب مرزا کے ہٹنے پر مولوی شفیع احمد خاں بیسلپوری قدس سرہٗ امین الفتویٰ ہوئے۔

ان کے بعد امین الفتویٰ کے منصب پر یکے بعد دیگرے دو نوجوان فاضل آئے۔ پہلے برہان ملت مولانا برہان الحق جبلپوری قدس سرہٗ ——— ان کی واپسی وطن کے کچھ دن بعد محدث اعظم ہند مولانا سید ابو المحامد محمد کچھوچھوی قدس سرہٗ نے مسند امین الفتویٰ کو رونق بخشی۔

※ ※ ※

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

(امام احمد رضا قدس سرہٗ کی) عادت کریمہ یہ تھی کہ استفتار ایک ایک مفتی کو تقسیم فرما دیتے ـــــ اور پھر ہم لوگ دن بھر محنت کر کے جوابات مرتب کرتے ـــــ پھر عصر و مغرب کے درمیان مختصر ساعت میں ہر ایک سے پہلے استفتا پھر فتویٰ سماعت فرماتے اور بیک وقت سب کی سنتے ـــــ اسی وقت مصنفین اپنی تصنیف دکھاتے، زبانی سوال کرنے والوں کو بھی اجازت تھی جو کہنا ہو کہیں اور جو سنانا ہو سنائیں، اتنی آوازیں، اسقدر جداگانہ باتیں اور صرف ایک ذات کو سب کی طرف توجہ فرمانا ـــــ جوابات کی تصحیح و تصدیق و اصلاح مصنفین کی تائید و تصحیح اغلاط ـــــ زبانی سوالات کا تشفی بخش جواب عطا ہو رہا ہے ـــــ اور فلسفیوں کے اس خبط کی کہ لا یصدر عن واحد الا الواحد کی دھجیاں اڑ رہی ہیں ـــــ جس ہنگامہ سوالات و جوابات میں بڑے بڑے اکابر علم و فن سر تھام کر چپ ہو جاتے ہیں کہ کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں وہاں سب کی سنوائی ہوتی تھی ـــــ اور سب کی اصلاح فرما دی جاتی تھی ـــــ یہاں تک کہ ادبی خطا پر بھی نظر پڑ جاتی اور اس کو درست فرما دیا کرتے تھے [1]

مسائل ترکہ کا انتظام

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے دار الافتار میں مسائل ترکہ کا انتظام ابتدا ہی سے بہت معقول رہا ـــــ ابتداً یہ کام امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ابتدائی شاگرد مولوی نواب سلطان احمد خاں قدس سرہٗ کرتے تھے ـــــ جب کام بڑھنے لگا تو امام احمد رضا قدس سرہٗ کے برادر خورد مولانا محمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کرنے لگے ـــــ مولانا نواب سلطان احمد خاں بریلوی محلہ بہاری پور میں رہتے تھے اور مولانا محمد رضا خاں بریلوی محلہ سوداگران میں رہتے تھے ـــــ اس لئے ان کی طرف رجوع بڑھ گیا اور وہ مسائل ترکہ کا مرکز بن گئے ـــــ پہلے تو بریلی ہی کے مسائل ترکہ آتے تھے، باہر کے لوگوں کو جب معلوم ہوا تو بیرون جات

---

[1] ماہنامہ "قاری"، دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۲۴۴ مجریہ اپریل ۱۹۸۹ء

کے مناسخے آنے لگے اب کام کی کثرت اور بڑھ گئی تو دارالعلوم منظر اسلام کے طلبہ کو بھی تیار کر لیا گیا۔ اسطرح کام بھی ہمتا رہا اور طلبہ بھی اس کام کو سیکھ گئے ___ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ مسائل ترکہ لکھنے سے اس لئے گریز فرماتے تھے کہ ترکہ کا مقدمہ لڑنے کی صورت میں مناسخہ لکھنے والے کو تصدیق کے لئے کچہری جانا پڑتا تھا، امام احمد رضا قدس سرہٗ کو انگریز اور اس کی کچہری سے ہمیشہ نفرت رہی ___ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ کچہری نہ جاؤنگا وہ عمر کے کسی حصہ میں کچہری کے کمرے میں نہ گئے ___ اللہ تعالیٰ نے ان کا عہد قائم رکھا۔

شہزادگان کو فتویٰ نویسی کی تربیت

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے والد مفتی نقی علی خاں قدس سرہٗ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے دونوں شہزادوں حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کو زیور علم سے آراستہ کر کے باقاعدہ فتویٰ نویسی کی خصوصی تعلیم و تربیت دی ___ چنانچہ امام احمد رضا جب اندر مکان میں فتاویٰ اور تصنیف و تالیف کا کام کرتے تو کتب خانہ سے کتابیں نکال کر حوالہ کی نشاندہی کی خدمت شہزادۂ کبیر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے سپرد تھی ___

۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی کا اہتمام جب شہزادۂ کبیر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے سپرد ہوا ___ تو حجۃ الاسلام کی جگہ شہزادۂ صغیر مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی قدس سرہٗ کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کے جوابات کی تیاری میں جب امام احمد رضا کے حوالہ کے لئے کسی عبارت کی ضرورت ہو تو وہ کتاب نکال کر حوالہ کی نشاندہی کریں اور امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کر دیں ___ حضرت مفتی اعظم نے کمال حسن و خوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ ___ یہی وہ خدمت تھی جس نے آپ کو مفتی اعظم بنایا ___ ہاں اسی خدمت نے آپ کو امام احمد رضا کا دست راست بنایا ___ اور اسی خدمت نے آپکو امام احمد رضا قدس سرہٗ کا معتمد و جانشین بنایا۔

مفتی اعظم کی فتویٰ نویسی کا آغاز

۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں جب حضرت مفتی اعظم کی عمر مبارک ۱۸ سال تھی، آپ کسی کام سے

رضوی دارالافتاء میں پہونچے تو وہاں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور مولانا سید عبدالرشید عظیم آبادی فتویٰ لکھنے کے لیے رضاعت کے کسی مسئلہ پر تبادلہ خیال کر رہے تھے ـــــ بات کچھ الجھی تو ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری قدس سرہٗ اُٹھے تاکہ الماری سے فتاویٰ رضویہ نکال کر اس سے روشنی حاصل کریں ـــ حضرت مفتی اعظم نے فرمایا !

> نوعمری کا زمانہ تھا ـــ میں نے کہا ! کیا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو ؟ مولانا نے فرمایا ! اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں ـ میں نے فوراً لکھ دیا ـــــ وہ رضاعت کا مسئلہ تھا[1]

جب فتویٰ اصلاح کی غرض سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا ـــــ امام احمد رضا نے خط پہچان لیا ـــــ دریافت فرمایا کس نے دیا ہے، لیجانے والے نے بتایا کہ "چھوٹے میاں" نے (گھر میں لوگ پیار میں حضرت مفتی اعظم کو چھوٹے میاں کہتے تھے) امام احمد رضا نے طلب فرمایا ـــــ مفتی اعظم خدمت میں حاضر ہوئے ـ دیکھا کہ اعلحضرت باغ باغ ہیں، پیشانی اقدس پر بشاشت سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں، فرمایا ! اس پر دستخط کرو، دستخط کروانے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے صح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب لکھ کر اپنے دستخط فرمائے ـــــ اسطرح اگر ایک طرف حضرت مفتی اعظم دارالافتاء کے مفتیان کرام پر سبقت لے گئے ـــ تو دوسری طرف امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی طرف سے فتویٰ نویسی کی باقاعدہ اجازت مل گئی ـ

فتویٰ نویسی کے اس حسن آغاز پر امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے شہزادۂ صغیر مفتی اعظم کو پانچ روپے بطور انعام عطا فرما کر ارشاد فرمایا ـ

> تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں ـــــ اب فتویٰ لکھا کرو ـــ اپنا ایک رجسٹر بنا لو ـــــ اس میں نقل بھی کیا کرو[2]

---

[1] تذکرہ علماء اہل سنت، مولانا محمود احمد قادری، ص ۲۲۳ مطبوعہ بہار

[2] پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ ص ۸ مجریہ یکم فروری ۱۹۸۲ء (مضمون فقیہہ عصر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی دامت برکاتہم ـ)

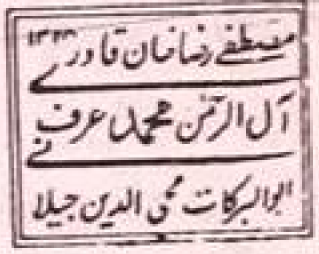
امام احمد رضا نے اپنے دست مبارک سے مہر کا خاکہ تیار فرمایا، مندرجہ ذیل عبارت لکھی،

ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن عرف محمد مصطفےٰ رضا

مولانا حافظ یقین الدین بریلوی علیہ الرحمہ کے بھائی کے حوالہ کیا، جب مہر بن کر آگئی ـــ تو شہزادہ صغیر مفتی اعظم کو بلا کر عطا فرمائی ـــ یہ مہر دینی شعور کی سند تھی اور اصابت فکر کا اعلان تھا[1]

ذلک کذلک

عکس مہر



فقیہ عصر مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری شریف حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کے اس پہلے فتویٰ کے متعلق رقم طراز ہیں ـ

> یہ عجیب اتفاق ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے بھی پہلا فتویٰ رضاعت ہی کا لکھا تھا ـــ اور ان کے آئینہ جمال و کمال مفتی اعظم نے بھی پہلا مسئلہ "رضاعت" ہی کا لکھا ـ
>
> خاص بات یہ ہے کہ اس سے پہلے فتویٰ پر اعلیٰحضرت نے نہ ایک لفظ گھٹایا نہ ایک لفظ بڑھایا ـــ کوئی اصلاح نہ کی ـــ پہلا فتویٰ ہی حضرت مفتی اعظم نے ایسا صحیح اور مکمل لکھا کہ کہیں اس میں کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی ؎
>
> آغاز کا جب یہ عالم ہے، انجام کا عالم کیا ہوگا[2]

امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اپنے فرزند اصغر مفتی اعظم کی فقاہت و ثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (ا) سیرت اعلیٰحضرت، مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ص ۱۱۹ مطبوعہ بریلی

(ب) تذکرہ علماء اہلسنت، مولانا محمود احمد قادری ص ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ بہار

(ج) پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ ص ۸ مجریہ یکم فروری ۱۹۸۲ء

(د) ماہنامہ "استقامت" کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۵۰۔ ۱۵۲ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

(س) ماہنامہ "اعلیٰحضرت" بریلی ص ۱۰ مجریہ جولائی ۱۹۶۵ء

[2] پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ ص ۸ مجریہ یکم فروری ۱۹۸۲ء

تھا کہ اپنے بعض فتاوی پر ان کے تائیدی دستخط کرواتے تھے ۔[۱]

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی حیات طیبہ میں سیکڑوں مسائل اپنے خلف اصغر مفتی اعظم سے لکھوائے اور ان کی تصدیق و تصویب فرما کر اپنے دستخط کئے ۔[۲]

رجب ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے متحدہ ہندوستان کے لیے دار القضاۃ شرعی قائم فرمایا اور بعض علماء کرام کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کو منصب افتاء و قضاء پر مامور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا !

> اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے اس کی بناء پر ان دونوں (صدر الشریعہ، مفتی اعظم) کو نہ صرف مفتی، بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے ۔[۳]

پھر اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لیے قلم اور دوات وغیرہ سپرد فرمایا اور مقدمات کے فیصلے کروائے ۔[۴]

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (ا) الحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ ص ۴، ۵ مطبوعہ بریلی (بار اوّل)

(ب) اخبار "دبدبہ سکندری" رامپور شمارہ ۱۲ جلد ۵۹ ص ۴ مجریہ ۳۱ مارچ ۱۹۱۳ء

(ج) " " شمارہ ۴۴ جلد ۵۰ ص ۳ مجریہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۴ء

(د) " " شمارہ ۲۱ جلد ۵۶ ص ۱۰ مجریہ ۱۶ فروری ۱۹۲۰ء

(س) روزنامہ پیسہ اخبار لاہور ص ۴ مجریہ ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء

[۲] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو (ا) الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی ص ۲۵ مطبوعہ امرتسر

(ب) فتاوی رضویہ کتاب النکاح (دوسرا حصہ) باب المحرمات ص ۱۱۲ مطبوعہ حسنی پریس بریلی

(ج) پندرہ روزہ "رفاقت" پٹنہ ص ۸ مجریہ یکم فروری ۱۹۸۲ء

[۳] سوانح حیات خود نوشت بحوالہ مقدمہ فتاوی امجدیہ جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء

[۴] (ا) محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری جلد ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ لاہور

(ب) ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم نمبر) ص ۲۴ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

مولانا مصطفےٰ رضا کو مفتیٔ اعظم کا خطاب

یہ امر تو مسلم و محقق ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات طیبہ ہی میں ان کے خلف اصغر بدر الشریعہ والطریقہ مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری کو "مفتی اعظم" کہا جانے لگا تھا اور حضرت مولانا مصطفےٰ رضا نوری "مفتی اعظم" کے لقب سے اچھی طرح مشہور و متعارف ہو گئے تھے ــــ چنانچہ حضرت مفتی اعظم کے تلمیذ رشید، خلیفۂ سعید مولانا الحاج مبین الدین رضوی محدث امروہوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

> ایک موقع پر صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ والرضوان کی مجلس میں معاصرین کا تذکرہ ہو رہا تھا ــــ اس میں اعلحضرت قدس سرہٗ کے شہزادہ اصغر بدر الشریعہ والطریقہ حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری کو "مفتی اعظم" کہا گیا ــــ مجلس میں ایک صاحب نے اعتراضا کہا وہ مفتی اعظم کب سے اور کیسے ہو گئے ــــ ؟

صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا!

> یہ تو اپنے پیر و مرشد اعلحضرت قدس سرہٗ سے پوچھو کہ جب ان کی حیات طیبہ میں ان کے فرزند جلیل حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری دام مجدہ کو "مفتی اعظم" کہا گیا ــــ تو اعلحضرت قدس سرہٗ نے کیوں اور کیسے برقرار رکھا ــــ صدر الافاضل کے اس جواب پر وہ معترض خاموش ہو گئے [۱]

رہا یہ امر کہ بدر الشریعہ حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری کو امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات طیبہ میں لوگ یونہی عقیدۃً "مفتی اعظم" کہنے لگے تھے ــــ یا اس کی بھی کوئی تقریب ہوئی جس میں مفتی اعظم کا لقب عطا کیا گیا ــــ اس سلسلہ میں مولانا سید اعجاز حسین بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی کا

---

[۱] ۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ بروز یکشنبہ بوقت ۱۰ بجے دن مرکزی دار الافتاء بریلی میں تاج الشریعہ، فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ نے فقیر نوری غفرلہٗ سے یہ روایت بیان فرمائی۔

فیصلہ کُن بیان ملاحظہ ہو،

> حضرت مفتی اعظم! مجدد دین وملت اعلحضرت امام اہلسنت الحاج مولانا مولوی محمد احمد رضا خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلف اصغر اور زیب سجادۂ آستانۂ عالیہ رضویہ ہیں ـــــ حضرت موصوف کی دینی و دنیوی برکات اظہر من الشمس ہیں ـــ آپ صغر سنی ہی سے اعلحضرت امام اہل سُنّت کی خدمات میں مصروف رہے ہیں ـــ یہاں تک کے بعد فراغ تعلیم امام اہلسنت کے پیش کار ـــــ اور دست راست رہے ـــ اعلحضرت کی کتابوں کی تصنیف میں اور مسائل کے جوابات میں مصروف رہتے ـــ اور کتابوں کے حوالے کے لیے آپ ہی کتب خانہ رضویہ سے مطلوبہ کتابیں نکال کر پیش کرتے ـــ یہاں تک کے خود اعلحضرت نے ایک بار اپنی اور دوسرے علماء اہل سُنّت کی موجودگی میں آپ سے جواب فتویٰ لکھوایا ـــ اور خود اپنی تصدیق سے مزین فرما کر آپ کو "مفتی اعظم" کا خطاب بخشا [۱]

رہا حضرت کے لقب میں "مفتی اعظم" کے ساتھ ہند کا اضافہ ـــ تو یہ اب تک ثابت نہ ہوسکا کہ کس نے کیا ـــــ کیوں کیا ـــ اور کب کیا؟ ـــ جب کہ خود اعلیٰ حضرت امام اہل سُنّت قدس سرہٗ نے اپنے نورِ نظر کو جو لقب عطا کیا وہ بھی "مفتی اعظم" ہے نہ کہ مفتی اعظم ہند ـــــ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۷ھ اگست ۱۹۲۸ء کو خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی کے عظیم الشان اجتماع میں جس میں ہزاروں کی تعداد میں اہل اسلام شریک تھے مقامی علماء کرام، اولیائے عظام، مشاہیر قوم کے علاوہ لنکا، بنگال، پنجاب، بمبئی، گجرات، کاٹھیاواڑ ـ گونڈل، مدراس، یوپی، راجپوتانہ سرحد کے جلیل القدر فضلا و عمائدین قوم بھی حاضر جلسہ تھے ـــ اس تاریخی اجلاس میں بدر الشریعہ و الطریقہ حضرت مولانا محمد مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہٗ کو مفتی اعظم اور صدر العلماء نہ صرف کہا گیا بلکہ شہزادہ اکبر حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے حکم سے اس اجلاس میں جو تجاویز پاس ہوئیں ـــ ان

---

[۱] ماہنامہ اعلحضرت بریلی ص ۱۰ مجریہ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ / جولائی ۱۹۶۵ء

میں تجویز نمبر ۳ میں آپ کو صدر العلماء اور مفتی اعظم لکھا گیا۔[۱]

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ نے ۱۹۴۶ء میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی قدس سرہٗ کو سنی کانفرنس بنارس میں شرکت کا جو دعوت نامہ ارسال کیا تھا ــــــ اس میں بھی حضرت کو "مفتی اعظم" ہی لکھا نہ کہ مفتی اعظم ہند۔[۲]

۱۹۴۶ء میں برصغیر کے ہزاروں علماء و مشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس کے موقع پر برصغیر کیلئے جس دار القضاۃ کے چند مفتیان کرام کے اسماء پر اتفاق کیا ان میں حضرت مفتی اعظم کا نام نامی سرفہرست ہے۔[۳]

آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کا ایک تاریخ ساز اجلاس ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ/ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا ــ اس اجلاس میں پانچسو مشائخ عظام، سات ہزار علماء کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام اہل سنت شریک ہوئے ــ اس اجلاس میں حضرت مفتی اعظم نے مرکزی کردار ادا کیا اور کانفرنس کی طرف سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو مختلف کمیٹیاں مقرر ہوئیں، ان میں سے بعض کی سربراہی حضرت مفتی اعظم نے قبول فرمائی ــــ جن مجالس میں آپ کا انتخاب ہوا وہ یہ ہیں:

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو،

اخبار دبدبہ "سکندری" رام پور شمارہ ۹ جلد ۶۶ ص ۶ مجریہ ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء

[۲] محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری، جلد دوم ص ۵۰۷ مطبوعہ لاہور

[۳] (ا) اخبار دبدبہ سکندری، رام پور مجریہ ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء

(ب) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مولانا محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ گجرات ۱۹۷۸ء

تعلیم، پاکستان، دار القضاۃ، عائلی قوانین، جمعیت آئین ساز۔ ؎۱

امام احمد رضا قدس سرہٗ کے وصال کے بعد رضوی دارالافتاء میں آنے والے ہزارہا مسائل کے لکھنے والے صرف دو تھے — ایک حضرت مفتی اعظم دوسرے حضرت صدر الشریعہ — حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اگرچہ حضرت مفتی اعظم کے استاذ تھے — خود زبردست مفتی تھے مگر مسائل ان دونوں حضرات کے یہاں ارسال فرما دیتے۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوتا کہ خود کوئی فتویٰ تحریر فرماتے — اور جب حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف چلے گئے تو تنہا مفتی اعظم رضوی دارالافتاء میں آنے والے تمام مسائل کو لکھا کرتے — اس زمانہ میں لوگ دیندار آج کے بہ نسبت زیادہ تھے، ہر معاملہ میں حکم شرعی دریافت کرتے تھے اور دینی مدارس وہ بھی اہل سُنّت کے بہت ہی کم تھے — آج بحمدہٖ تعالیٰ مدارس بکثرت ہیں اور تقریباً ہر مدرسے میں دارالافتاء ہے — اب اندازہ لگائیں کہ حضرت مفتی اعظم کتنے مسائل لکھتے رہے ہوں گے — پھر فتویٰ کی شان وہ تھی کہ سب میں اعلیٰحضرت کا طرز موجود ہے — وہی اسلوب بیان — وہی زور استدلال — وہی جزئیات فقہ کے شواہد کا ذخیرہ — معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم کا قلم ہے اور مضمون اعلیٰحضرت کا اس وقت ملک کے طول و عرض میں بہت سے علماء، فقہاء تھے — کسی کے یہاں وہ جامعیت جو مفتی اعظم کے فتووں میں تھی — نہیں ملتی — اور نہ ملے گی ؎۲

آفتاب شریعت ماہتاب طریقت حضرت مفتی اعظم کی تابانی صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ رہی بلکہ تمام عالم اسلام آپ کی علمیت و فقاہت اور طریقت کے نور سے مستفیض ہوا۔

> حضرت مفتی اعظم جب حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے تو علماء حجاز، مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کے علماء عالم نے آپ سے مسائل دریافت کئے — علاوہ ازیں آپ کے پاس عرب، افریقہ، مارشیس، انگلینڈ، امریکہ، سری لنکا، ملیشیا، بنگلہ دیش اور پاکستان سے استفتاء آئے اور آپ نے ان کے جوابات تحریر فرمائے

؎۱ (ا) اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور مجریہ ۲۰ رمئی، ۲۷ رمئی، ۳ رجولائی، ۱۰ رجولائی، ۲۲ رجولائی، یکم اگست ۱۹۴۶ء
(ب) محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری، جلد اوّل ص ۹، مطبوعہ لاہور

؎۲ پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ ص ۸، ۹ مجریہ یکم فروری ۱۹۸۲ء

رویت ہلال از آل پاکستان استفتاء کا جواب

جنرل محمد ایوب خاں سابق صدر پاکستان کے دور میں پاکستان میں حکومت کی طرف سے ایک رویت ہلال کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کے ذمہ عید و بقر عید کے موقعوں پر ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنا تھا اور پھر رویت ہلال کمیٹی کی تصدیق پر حکومت کی طرف سے چاند کی رویت کا اعلان کیا جاتا تھا، —— ایک دفعہ عید کے موقع پر ۲۹؍ رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے کچھ افراد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے گئے مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) سے مغربی پاکستان جاتے ہوئے ان افراد کو چاند نظر آگیا اور انہوں نے اس کی اطلاع حکومت وقت کو دیدی جس کے نتیجہ میں حکومت نے رویت ہلال کا اعلان کردیا۔ مگر پاکستان کے سنّی علماء نے اس پر کوئی کان نہیں دھرا —— دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں مفتیان کرام سے اس سلسلہ میں فتویٰ مانگا گیا اور ایک استفتاء مفتی اعظم کی خدمت میں بھی روانہ کیا۔ دنیا کے تقریباً تمام مفتیان کرام نے رویت ہلال کمیٹی کی تائید کی مگر مفتی اعظم نے اسے نہیں مانا اور اپنا فتویٰ صادر فرمایا کہ ——

> چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا —— چاند کو سطح زمین پر یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو وہاں سے دیکھنا چاہیئے —— رہا جہاز سے چاند دیکھنا —— تو یہ غلط ہے، کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا —— اس لیے کہیں چاند ۲۹؍ کو اور کہیں ۳۰؍ کو نظر آتا ہے —— اور اگر جہاز میں چاند دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جا کر چاند ۲۷؍ ۲۸؍ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے —— تو کیا ۲۷؍ ۲۸؍ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم صادر کیا جاسکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید جائز ہے اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹؍ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا —— فقیر مصطفےٰ رضا قادری
>
> حضرت مفتی اعظم کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۷؍ ۲۸؍ تاریخوں میں حکومت کیجانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آگیا —— تب حکومت

> نے مفتی اعظم کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا۔[۱]

۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریز حکام کی پشت پناہی میں مسجد شہید گنج لاہور کو مسمار کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ عمارت اور جگہ گوردوارہ کی ہے ــــ مسلمانوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے ـــــ مسجد کے انہدام پر برصغیر کے مسلمان تڑپ اُٹھے ــــ مسجد کی واگزاری کے لیے جلسے، جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ـــــ بدقسمتی سے مجلس احرار نے مسلمانوں کی اجتماعی مساعی میں نہ صرف عدم شرکت کی، بلکہ اس خالص اسلامی تحریک کی مخالفت کی اور یہ پروپیگنڈا کیا کہ اس تحریک میں حصہ لینا جائز نہیں ـــــ جو مسلمان اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں ان کی موت حرام کی موت ہے، وہ وہ شہید نہیں ـــــ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ/ ۲۹ جولائی ۱۹۳۵ء کو مسجد شہید گنج کی بازیابی کے ضمن میں ہلاک ہونے اور تحریک میں حصہ لینے والوں کی شرعی حیثیت سے ایک استفتاء حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں آیا، آپ نے نہایت تفصیل سے دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ اس تحریک میں حصہ لیکر مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد کو سکھوں سے آزاد کرائیں اور جو لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں وہ شہید ہیں'۔[۲]

---

[۱] ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱۱۶، ۱۱۸ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء بحوالہ مفتی اعظم ہند از مولانا سید ریاست علی قادری۔

[۲] محدث اعظم پاکستان، مولانا محمد جلال الدین قادری جلد اول ص ۷۶ مطبوعہ لاہور
نوٹ: مسجد شہید گنج سے متعلق مفصل فتویٰ فتاویٰ مصطفویہ، مفتی اعظم جلد دوم ص ۹۵ تا ۱۰۱ مطبوعہ الہ آباد میں ملاحظہ کریں۔

۱۳۹۶ھ/۷۷-۱۹۷۶ء کا دور اسلامیان ہند کے لیے ایک بھیانک طوفان کا دور تھا — حکومت نے نس بندی کے جواز کے لیے مفتیان کو ترغیب و ترہیب سے مائل کرنے کی مہم شروع کی، کانگریسی مفتیان نے اس کے جواز کا فتویٰ جاری کر دیا —— ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ ان فتاویٰ کی خوب تشہیر کی —— ہندوستان کا مسلمان اب ایسے نازک موڑ پر آچکا تھا، جہاں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی — پوری قوم ایسے میر کارواں کی تلاش میں تھی جو اسے سہارا دے، ایمان و اعتقاد کی اجڑتی ہوئی کھیتی کو لالہ و زار بنا دے —— اس حال میں پاسبان ناموس رسالت، ملت اسلامیہ کے عظیم مجاہد، اہل سنت کے تاجدار حضرت مفتی اعظم اپنے علمی و روحانی وقار سے جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنے کھڑے ہوئے — آپ نے بے باکی اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا :

> "نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔"

چونکہ ذرائع ابلاغ پر حکومت کے آہنی پنجوں کا مضبوط قبضہ تھا — ان کو اشاعت کا ذریعہ بنانا ممکن نہ تھا۔ آپ نے حکومت کے خلاف فتویٰ عدم جواز نسبندی کو سائیکلو اسٹائل کرا کے ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ اندیشۂ سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر حضرت مفتی اعظم کا جرأت مندانہ اقدام دین مصطفےٰ کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا اور ظالم و جابر حاکم ایمرجنسی کے دور میں آپ کے فتویٰ کے مقابل بے بس ہو کر رہ گیا۔ نس بندی کے خلاف فتویٰ جاری کرنے اور اسے شائع کرنے کی بنا پر ضلع کلکٹر نے مسلح فورس کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کی محبوسی کے لیے سخت ہدایات جاری کر دیں، لیکن ایک صوبائی وزیر اور سابق اسپیکر یوپی نے مرکزی حکومت سے رابطہ قائم کر کے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر حضرت مفتی اعظم کو گرفتار کیا گیا تو پورے ملک میں بے چینی اور تشدد کے واقعات رونما ہوں گے —— دیگر ذرائع نے بھی مرکزی حکومت کو یہی خبر دی کہ حضرت مفتی اعظم کی گرفتاری سے حالات مزید ابتر ہو جائیں گے، اس لیے کہ وہ کسی حال میں بھی اپنا فتویٰ واپس نہیں لیں گے —— اس پر مرکزی حکومت نے مداخلت کی اور بریلی کی انتظامیہ کو ہدایت کی کہ گرفتاری کے احکام ختم کر دیے جائیں —— کچھ دنوں کے بعد وہ حکومت،

خود بخود ختم ہو گئی [1]

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اپنے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہٗ کی حیات ظاہری میں ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء سے ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک فتاویٰ لکھے ـــــ والد ماجد کے وصال کے بعد ۱۳۹۵ھ تک مسلسل فتویٰ نویسی فرمائی ـــــ اس کے بعد ضعف و علالت کی وجہ سے فتویٰ نویسی کا کام نہ ہو سکا ـــــ تاہم آخری لمحات تک مفتیان دین کی علمی مشکلات کو زبانی حل فرماتے رہے ـــــ اس طرح ۷۰ سال کے طویل عرصہ تک بلا معاوضہ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔

حضرت مفتی اعظم کے فتاویٰ لاکھوں کی تعداد میں ہیں [2]

مولانا ڈاکٹر فیضان علی رضوی نے صرف ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک دس گیارہ سال کے فتاویٰ کی نقل اصل رجسٹر سے کر کے اس کی تبویب کی ـــــ جس کی دو جلدیں فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

پہلی جلد میں کتاب الایمان اور دوسری جلد میں کتاب الطہارہ، کتاب الصلوٰۃ احکام مسجد درج ہیں ـــــ باقی تمام فتاویٰ غیر مطبوعہ ہیں، ان کی تبویب وغیرہ کا کام ہو رہا ہے۔

---

[1]

(ا) ماہنامہ استقامت، کانپور ص ۱۰۶، ۱۲۷، ۲۹۰، مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

(ب) پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ ص ۱۶، مجریہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۸۱ء

(ج) روشن ستارے۔ مفتی محمد اعظم نوری مطبوعہ بریلی (۱۹۷۷ء)

(د) مفتی اعظم ہند، عبدالنعیم عزیزی مطبوعہ بریلی (بار ششم)

(ہ) محدث اعظم پاکستان، مولانا جلال الدین قادری جلد اول ص ۷۷۔ ۸۸ مطبوعہ لاہور

[2] پیش لفظ فتاویٰ مصطفویہ، مفتی محمد اعظم نوری، جلد دوم ص ۲ مطبوعہ پیلی بھیت

تصنیفات اور حواشی

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے تمام قلمی جواہر پارے آپ کی علمیت وصلاحیت اور فقہی بصیرت وژرف نگاہی کے منھ بولتے شاہکار ہیں۔ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات و مشاغل کے باوجود مختلف موضوعات پر تصنیفات و تالیفات کا ایک گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے قلم میں خالقِ کائنات نے بے پناہ کشش اور قوت ودیعت کر دی تھی۔ زبان پر اثر اور طاقت ور استعمال فرماتے۔ الفاظ کا برمحل استعمال کرتے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات کے سلسلہ میں مولانا افتخار احمد مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور رقم طراز ہیں۔

وہ (حضرت مفتی اعظم) ایک عظیم محقق ومصنف بھی ہیں، ان کی تحریریں ان کے والد جلیل امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوب کی جھلک اور ژرف نگاہی نظر آتی ہے۔ تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی ــــ فتاوی کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا انداز بھی ــ تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام سیوطی کی تلاش وجستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے [1]

اللہ رب العزت نے حضرت مفتی اعظم کے ہاتھ میں ایسی روانی دی تھی کہ مضامین کے سیلاب کو جو ان کے دماغ میں امنڈتا تھا، اسے ضبطِ تحریر میں لے آتے تھے۔ کتاب وسنت کے خلاف اگر کسی طرف سے آواز اٹھتی تو بے تابانہ تعاقب فرماتے اور بلا خوف خائف اور لومتہ لائم احقاق حق اور ابطال باطل فرماتے۔ حضرت مفتی اعظم کی تصنیفات و تالیفات اور قلمی خدمات جو اب تک تحقیق میں آئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اشد الباس علی عابد الخناس ۱۳۲۸ھ

---

[1] پندرہ روزہ رفاقت، پٹنہ (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۳۱ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء

۲۔ الکاوی فی العادی والغادی ۱۳۳۰ھ
۳۔ القثم القاصم للداسم القاسم ۱۳۳۰ھ
۴۔ نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان ۱۳۳۰ھ
۵۔ وقعات السنان فی حلقتہ مسماۃ بسط البنان ۱۳۳۰ھ [1]
۶۔ الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی ۱۳۳۱ھ [2]
۷۔ وقایہ اہل سنتہ عن مکر دیوبند والفتنہ ۱۳۳۲ھ [3]

---

[1] وقعات السنان۔ صولت پبلک لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۳۹۸ ہے۔ وقعات السنان کے مقدمہ میں خود حضرت مفتی اعظم نے مذکورہ چار کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

تا اینہمہ آپ کے اوتاب چاہتے ہیں کہ آپ کے مستعار حیات جس میں تائے تانیث کے سو باقی حصہ بالکل معدوم ہوگیا ہے بے جلے نہ گذرے، کتاب مستطاب الکادی فی العادی والغاوی وکتاب لاجواب القثم القاصم للداسم القاسم وکتاب سراپا انتخاب اشد الباس علی عابد الخناس یعنی رد تحذیر الناس وکتاب کامل الانصاب نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان وغیرہا سے چند سوال التقاط کرکے حاضر کر رہا ہوں۔

ص۔ ۳، مطبوعہ بریلی

[2] الرمح الدیانی رام پور رضا لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ جس کا مناظرۂ فرق اردو میں اندراج نمبر ۹۸ ہے۔ یہ رسالہ حسام الحرمین کا گویا خلاصہ ونچوڑ ہے۔ اس میں تفسیر نعمانی کے مؤلف پر حکم کفر وارتداد ہے۔ کلاں سائز میں ۱۴ صفحات پر مشتمل ہے مطبع روز بازار امرتسر سے طبع ہو ہے۔ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہما وغیرہ کی کتاب میں تصدیقات ہیں۔ ۱۲

[3] وقایتہ اھل السنۃ صولت پبلک لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ جس کا مناظرۂ فرق اردو میں اندراج نمبر ۹۰ ہے۔ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ کو بریلی سے یہ رسالہ شائع ہوا۔

۸۔ الہی ضرب بہ اہل الحرب ۱۳۳۲ھ [1]

۹۔ ادخال السنان الی الحنک الحلقی لبسط البنان ۱۳۳۲ھ [2]

۱۰۔ نہایۃ السنان ۱۳۳۲ھ [3]

۱۱۔ صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان ۱۳۳۲ھ

۱۲۔ سیف القہار علی العبد الکفار ۱۳۳۲ھ

۱۳۔ نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار ۱۳۳۲ھ

۱۴۔ النکتۃ علی مراۃ کلکتہ ۱۳۳۲ھ

۱۵۔ مقتل کذب وکید ۱۳۳۲ھ

۱۶۔ مقتل اکذب واجہل ۱۳۳۲ھ [4]

۱۷۔ الموت الاحمر علی کل انجس اکفر ۱۳۳۷ھ [5]

---

[1] یہ رسالہ وقایہ اہل سنہ کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ ص ۱۷۶ سے شروع ہے۔

[2] یہ ادخال السنان صولت پبلک لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۱۵۶ ہے۔ ۱۳۳۲ھ میں بریلی سے یہ رسالہ شائع ہوا۔

[3] ادخال السنان کے آخر میں ٹائیٹل پر اس رسالہ کا اعلان ہے

[4] مذکورہ کتب میں مقتل کذب وکید رام پور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۲۵۳ ہے۔ مقتل کذب وکید میں حضرت مفتئ اعظم قدس سرہ نے مذکورہ بالا پانچ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقتل کذب وکید کا ص ۲، ۵، ۷ اور ۶، ۷ مطبوعہ بریلی۔

(بار اوّل ۱۳۳۲ھ)

[5] یہ رسالہ پاک وہند سے متعدد بار چھپ چکا ہے، فقیر نوری کے پاس مکتبہ رضویہ ڈسکہ کالج روڈ ضلع سیالکوٹ صوبہ لاہور کا شائع کیا ہوا نسخہ ہے صفحات ۴۸۔ تاریخ اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء ۱۲-

۱۹۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت (چار حصص) ۱۳۳۸ھ ؎۲

۲۰۔ الطاری الداری لہفوات عبد الباری (تین حصص) ۱۳۳۹ھ ؎۳

۲۱۔ القول العجیب فی جواز التثویب ۱۳۳۹ھ ؎۴

۲۲۔ طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد ۱۳۴۱ھ ؎۵

؎۲ پاک و ہند سے متعدد بار شائع ہو چکے ہیں، فقیر نوری غفرلہٗ کے پاس مکتبہ نبویہ لاہور کا شائع کیا ہوا نسخہ ہے۔ ۱۲

؎۳ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء میں امام احمد رضا اور مولانا عبد الباری کے درمیان جو مراسلت ہوئی۔ مولانا عبد الباری نے ۱۶ خطوط لکھے اور امام احمد رضا نے ۱۲، اس جملہ مراسلت کو حضرت مفتیٔ اعظم نے حسنی پریس بریلی سے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء میں بعنوان الطاری الداری لہفوات عبد الباری تین حصوں میں شائع کیا، خود امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ایک رباعی میں اس تالیف کا ذکر کیا ہے ؎

زہ علم و فن جناب عبد الباری — خوش سکہ زن جناب عبد الباری

یک کودک من طاری داری بنوشت — دنداں شکن جناب عبد الباری

(الطاری الداری لہفوات عبد الباری حصہ سوم ص ۸۱ مطبوعہ بریلی)

؎۴ اذان کے بعد صلوٰۃ پکارنے کے جواز میں مدلل رسالہ ہے۔ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ بار اوّل اور دوم کے چھپے ہوئے دو نسخے فقیر نوری غفرلہٗ کے پاس محفوظ ہیں۔ ۱۲

؎۵ یہ رسالہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ رامپور رضا لائبریری میں موجود ہے۔ جس کا مناظرہ فرق اردو میں اندراج نمبر ۳۸۵ ہے۔ حسنی پریس بریلی کا چھپا ہوا ہے۔ اس رسالہ کے آخر میں حضرت صدر الافاضل، حضرت مناظر اعظم ہند، حضرت مفتی عبد السلام، حضرت مفتی برہان الحق، حضرت مفتی سید محمد میاں اولاد رسول مارہروی، حضرت مولانا حسنین رضا، مولانا عبد الحق، مولانا محمد طاہر رضوی، مولانا محمد اسمٰعیل تلہری وغیرہم علیہم الرحمہ والرضوان کی تصدیقات ہیں۔ ۱۲

۲۳۔ حجتہ واہرہ بوجوب الحجتہ الحاضرہ — ۱۳۴۲ھ [1]

۲۴۔ القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ — ۱۳۴۳ھ [2]

۲۵۔ سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری — ۱۳۵۴ [3]

۲۶۔ فتاوی مصطفویہ (دو حصص) — از ۱۳۴۹ھ تا ۱۳۵۹ھ [4]

---

[1] ۱۳۴۲ھ میں بعض لیڈروں نے حج بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ اس رسالہ میں ان لیڈروں کا بالغ رد ہے اور فرضیت حج کے بعد فی الفور حج کی ادائگی واجب ہے، اس کا روشن ثبوت۔ فقیر نوری غفرلہٗ کے پاس نظامی کتابستان نخاس کہنہ الہ آباد کا شائع کیا ہوا نسخہ ہے۔

[2] یہ رسالہ ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایک پاکستانی شاعر کے تین کفری شعروں کا بالغ رد ہے۔ فقیر نوری غفرلہٗ کے پاس انجمن حزب الاحناف لاہور کا شائع کیا ہوا نسخہ ہے۔ اس رسالہ پر ۲۰ اکابر علماء اکابر علماء اہل سنّت کی تصدیقات ہیں۔ جن میں حضرت صدر الشریعہ، حضرت صدر الافاضل حضرت مناظر اعظم ہند، حضرت مفتی تقدس علی صاحب، حضرت محدث اعظم پاکستان علیہم الرحمہ و الرضوان کے اسماء خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس رسالہ کا لقبی نام "ظَفَرٌ عَلٰی رِمَّتِہٖ مَنْ کَفَرَ" ہے اور عرفی نام "سیف الجبار علی کفر زمیندار" ہے۔ ۱۲

[3] یہ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کا نعتیہ دیوان ہے۔ جس میں حمد باری تعالیٰ، مناقب، غزل اور رباعیات وغیرہ بھی ہیں۔ اس کا دوسرا نام گلستان نعت نوری ہے ——— یہ دیوان ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۴ھ کے درمیان مکمّل ہوا۔ اس لئے دونوں سنوں کے حساب سے حضرت مفتی اعظم نے دو نام رکھے اور پورا نام اس طرح رکھا سامان بخشش عرف گلستانِ نعتِ نوری۔ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

[4] یہ ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک کے حضرت مفتی اعظم کے فتاوی کا مجموعہ ہے جو دو جلدوں میں مولانا ڈاکٹر فیضان علی رضوی بیسلپوری نے مکتبۃ الرضا بیسلپور ضلع پیلی بھیت سے شائع کیا۔ فقیر نوری کے پاس دونوں جلدیں محفوظ ہیں۔ ۱۲

۲۷۔ شفاء العی فی جواب سوال بمبئی ۱؎

۲۸۔ تنویر الحجہ بالتوار الحجہ ۲؎

۲۹۔ وہابیہ کی تقیہ بازی ۳؎

۳۰۔ مسائل سماع ۴؎

۳۱۔ الحجۃ الباہرہ ۵؎

۳۲۔ نور العرفان ۶؎

۳۳۔ داڑھی کا مسئلہ ۷؎

۳۴۔ ہشتاد بید و بند بر مکال دیوبند ۸؎

۱؎ فتاوی مصطفویہ۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری۔ جلد اول از ص ۵۰ تا ص ۷۴ مطبوعہ بیلی بھیت۔

۲؎ تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ کے ہاں مرکزی دار الافتار بریلی میں فقیر نوری نے اس رسالہ کی زیارت کی ہے۔ مطبوعہ ہے۔

۳؎ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ فقیر نوری کے پاس بھی موجود ہے۔

۴؎ مکتبہ ایشق استنبول ترکی سے یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے۔ فقیر نوری کے پاس موجود ہے۔

۵؎ (ا) ماہنامہ استقامت، کانپور ص ۳۱۵ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء مضمون مولانا یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ حجاز جدید دہلی۔

(ب) حیات مفتی اعظم کی ایک جھلک۔ مرزا عبدالوحید بیگ ص ۹ مطبوعہ بریلی

۶؎ پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ (مفتیٔ اعظم ہند نمبر) ص ۶ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء (مضمون مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی پٹنہ (ب) ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتیٔ اعظم ہند نمبر) ص ۳۱۵ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء (مضمون ادیب شہیر مولانا یٰسین اختر مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ حجاز جدید دہلی

۷؎ پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱۵ مجریہ ۱۵ دسمبر ۱۹۸۱ء (مضمون مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی دار العلوم امام احمد رضا بمبئی)

۸؎ (ا) ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتیٔ اعظم نمبر) ص ۳۱۵ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء (مضمون مولانا یٰسین اختر مصباحی)

(ب) مفتیٔ اعظم ہند۔ مولفہ عبدالنعیم عزیزی بلرامپوری ص ۶۵ مطبوعہ بریلی (بار ششم)۔

۳۵۔ طرد الشیطان لـہ

۳۶۔ سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک ٢ـہ

لـہ (ا) ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتی اعظم نمبر) ص ۳۱۵ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

(ب) مفتیٔ اعظم ہند۔ عبدالنعیم عزیزی ص ۶۵ مطبوعہ بریلی بار ششم

نوٹ:۔ ادیب شہیر عبدالنعیم عزیزی حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے رسالہ "طرد الشیطان" کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

"نجدی حکومت نے جو ٹیکس لگایا تھا اس کے رد میں (حضرت مفتی اعظم نے یہ رسالہ لکھا' (مفتی اعظم ہند ص ۶۴) غالباً یہ وہی کتاب ہے جس کے بارے میں جناب امید رضوی ایڈیٹر ماہنامہ نوری کرن، بریلی رقم طراز ہیں:

"آپ (حضرت مفتی اعظم) کی فضیلت و جلالت علمی کا یہ عالم ہے کہ جب پہلی بار حاضری حرمین ہوئی۔ تو وہاں کے اجلہ علمار کرام نے آپ کے سامنے نہ صرف زانوے عقیدت طے کئے۔ بلکہ علم حدیث کے اجازت نامے بھی باصرار لکھوائے۔ اور جس کا سلسلہ بعد واپسی مدت تک جاری رہا۔ اسی قیام حرمین کے زمانہ میں آپ سے علمار حرمین نے دریافت کیا کہ

"موجودہ حکومت عربیہ حجاج سے جو ٹیکس لیتی ہے۔ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں آپ (حضرت مفتیٔ اعظم) نے چند گھنٹوں کی قلیل مدت میں سیر حاصل رسالہ تحریر فرمادیا۔ جس میں بزور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ ٹیکس لینا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔"

(افسوس ہے کہ سفر حج کی واپسی پر یہ رسالہ ضائع ہوگیا) ماہنامہ نوری کرن، بریلی (خاص نمبر) ص ۹ مجریہ شوال و ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ / اپریل و مئی ۱۹۶۰ء)

ص٢ـہ صولت پبلک لائبریری رامپور کی فہرست مطبوعات اردو (مناظرہ فرق) کے صفحہ ۴۲ استرا میں اس کتاب کو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی تصنیف تحریر کیا ہے۔ اندراج نمبر ۳۹۷ ہے۔ کیفیت کے خانہ میں یہ تحریر ہے کہ "سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک" اخبار نظام الملک کے ساتھ شامل ہے۔ مگر کتاب طلب کرنے پر نہ مل سکی۔ ۱۲

۳۷۔ سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی ؎۱
۳۸۔ کانگریسیوں کا رد ؎۲
۳۹۔ کشف ضلال دیوبند (حواشی وتکمیلات الاستمداد) ۱۳۳۷ھ ؎۳
۴۰۔ حاشیہ فتاوی رضویہ جلد اوّل ؎۴

؎۱ اس کتاب کا ذکر خود حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے فتاوی مصطفویہ جلد اوّل ص ۹ مطبوعہ بیسلپور ضلع بیلی بھیت (۱۳۹۷ھ) میں کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:
"بیشک ہم نے اس (علم غیب) کے مسئلہ پر کلام مبسوط کیا ہے، اپنے رسالہ سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی میں ـــــ تو اس کی مراجعت کرو۔ اسے دیکھو کہ اس میں فوائد نفیسہ ہیں۔"

؎۲ ۷، محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو حضرت مفتی محمد اعظم رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی نے فقیر نوری کو ملاقات کے وقت بتایا کہ
"حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی ایک مطبوعہ تصنیف میرے پاس ہے جو کانگریسیوں کے رد میں ہے۔ دو سو۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے سرورق اس کتاب کا غائب ہونے کی وجہ سے نام معلوم نہیں ـــــ میں اس کتاب کی فوٹو کاپی آپ کو دیدوں گا۔ ۱۲"

؎۳ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی یہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ الاستمداد تصنیف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حواشی و تکمیلات کا تاریخی کام ہے۔ چنانچہ پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے رقم طراز ہیں:
"زیر نظر کتاب الاستمداد کے حواشی و تکمیلات ملقب بلقب تاریخی کشف ضلال دیوبند آپ ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں" (الاستمداد ص ۹۸ مطبوعہ بریلی، ۱۴۰۸ھ

؎۴ روایت حضرت مفتی محمد اعظم رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی، ۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

۴۱۔ ترتیب فتاوی رضویہ جلد دوم [1]

۴۲۔ حاشیہ فتاوی رضویہ جلد سوم [2]

۴۳۔ حاشیہ فتاوی رضویہ جلد چہارم [3]

۴۴۔ حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)

۴۵۔ حاشیہ فتاوی عزیزیہ (قلمی) [4]

---

[1] مفتیٔ اعظم ہند۔ مؤلفہ عبدالنعیم عزیزی ص ۶۵ مطبوعہ بریلی (بار ششم)

[2] ایضاً ص ۶۵

[3] ترتیب سابق کے اعتبار سے جلد چہارم اور موجودہ ترتیب کے اعتبار سے فتاوی رضویہ جلد پنجم پر حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے فوائد و حواشی ہیں۔ جو مولانا حسنین رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے اپنے اہتمام سے حسنی بریلی سے چار حصّوں میں چھاپ کر شائع کئے۔ ان چاروں حصّوں کے ٹائٹل پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے۔
بتصحیح و اضافہ فوائد از فقیر مصطفی رضا قادری برکاتی رضوی غفرلہ "
الحمدللہ فقیر نوری کے پاس چاروں حصّے موجود ہیں۔ ۱۲

[4] ۷ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو حضرت مفتی محمد اعظم رضوی مفتی "رضوی دار الافتا" بریلی نے فقیر نوری کو ایک ملاقات میں بتایا کہ ،
"حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بہت سی کتابوں پر قلمی حواشی و فوائد رضوی دار الافتاء میں تھے۔ مگر جب سے رضوی دار الافتاء کی کتابیں خورد برد ہوئیں وہ سب ادھر ادھر ہو گئے۔ اس وقت رضوی دار الافتاء میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے صرف دو حاشیے (۱) حاشیہ تفسیر احمدی (۲) حاشیہ فتاوی عزیزیہ قلمی موجود ہیں۔ آپ کسی وقت فرصت سے آئیں تو میں ان کی فوٹو کاپی دے سکتا ہوں۔ ۱۲

تاریخ وصال، جنازہ اور عمر شریف

لفظ طہٰ میں ہے مضمر ان کی تاریخ وصال
چودھویں کی رات کو وہ بے گماں جاتا رہا

محبوب ذوالجلال کا عاشق صادق، اسلام وسنّت کا مہکتا گلشن، شریعت وطریقت کا نیر تاباں، علم وفضل کا کوہ گراں، امام ابوحنیفہ کی فکر، امام رازی کی حکمت امام غزالی کا تصوف، مولانا روم کا سوز وگداز، خواجہ ہند کی شان سطوت واقتدار کا وارث، صدر بزم اولیاء، سرتاج کملا، نوری میاں کا راج دلارا، امام احمد رضا کی آنکھ کا تارا اور ہم سنّیوں کا سہارا، بانوے سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء رات ایک بج کر چالیس منٹ پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت مفتی اعظم کے وصال پر ملال کی خبر دنیا کے مشہور ریڈیو اسٹیشنوں نے نشر کی۔ اگلے روز نماز جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں تین بج کر پندرہ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی اور تقریباً چھ بجے امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں پچیس لاکھ افراد کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جو حضرت مفتی اعظم کی مقبولیت وشہرت اور جلالتِ شان کا کھلا ثبوت تھا۔

بقیۃ السلف حضرت سید شاہ محمد قائم رضوی چشتی قتیل داناپوری کا مادہ تاریخ وصال ملاحظہ ہو سے

ہجر بیست سال در سوئے بہشت بزرگ وقصرِ ۱۱ پرواز کرد مفتی اعظم بہ عیسویت
۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء

کچھ اس کتاب کے بارے میں

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سنت کی نصرت، بدعت کی مخالفت اور اس کے استیصال میں تاحیات ہمہ وقت سرگرداں رہے۔ احقاق حق و ابطال باطل میں حکومت کے جبر و استبداد۔ زوروں اور سزاؤں کے اعلان کے باوجود بلا طمع و لالچ اور بلا خوف و خائف و لومۃ لائم۔ صرف اور صرف رضائے خدا اور اطاعت رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سینہ سپر رہے۔ جب کبھی ــــ جہاں کہیں کسی فتنے نے سر اٹھایا حضرت مفتی اعظم نے بے تابانہ تعاقب کر کے اس کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت مفتی اعظم کا قلم فیض رقم برق و صاعقہ بن کر خرمن باطل پر پڑا اور خرمن کو خاکستر کر ڈالا۔ حق کا بول بالا کیا۔ ملت اسلامیہ کے بقاء و تحفظ کے لئے دامے، درمے، قدمے سخنے اپنی زندگی وقف کی۔ تحریک ہجرت، تحریک خلافت ــ تحریک شدھی ــ فتنہ نجدیت ــ فتنہ صلح کلیت ــ روسی فتنۂ اشتراکیت۔ فتنہ نسبندی ــ ہندی فتنہ ارتداد ــــ ان سب کا حضرت مفتی اعظم نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سرکوبی کی ــ ان تمام فتنوں کے انسداد میں پیش پیش رہے ــ فتنۂ ارتداد کا انسداد کرنے والے علماء میں حضرت مفتیٔ اعظم کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ فتنۂ ارتداد کے زمانہ میں حضرت مفتیٔ اعظم نے پانچ لاکھ ہندوؤں کو کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کیا[۱] مرتدین اور ہندوؤں کے سروں سے اپنے دست مبارک میں قینچی لے کر چوٹیاں کاٹیں،

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (ا) ماہنامہ انوار الصوفیہ، لاہور ص ۲۵ مجریہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ جولائی ۱۹۲۳ء

(ب) ماہنامہ اشرفی، کچھوچھہ مجریہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ / جولائی ۱۹۲۳ء

(ج) محدث اعظم پاکستان۔ مولانا جلال الدین قادری ص ۴۷ مطبوعہ لاہور

(د) روزنامہ خلافت، بمبئی ص ۴ مجریہ ۳۰ جون ۱۹۲۷ء

(ر) سیرت امیر ملت۔ مولانا سید اختر حسین علی پوری ص ۳۰۴ مطبوعہ پاکستان

کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا اور ان کے اسلامی نام تجویز کئے[1]

انجمن اظہار الاسلام، جماعت انصار الاسلام۔ جماعت رضائے مصطفیٰ — آل انڈیا سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان کو موثر و کامیاب اور متحرک و فعال بنانے میں نہ صرف سرگرداں رہے بلکہ عظیم قربانیاں پیش کیں — مسجد شہید گنج لاہور کو سکھوں سے آزاد کرانا مسلمانوں پر فرض قرار دیا۔ مسجد شہید گنج کی بازیابی کی تحریک کو — تحریک اسلام۔ اور اس تحریک میں ہلاک ہونے والوں کو دلائل شرعیہ سے شہید ثابت کیا۔ آپ کے شرعی فتوے نے مسلمانوں کے اضطراب کو ختم کیا اور وہ جوش وجذبۂ اسلامی سے سرشار مسجد شہید گنج کی بازیابی کے لئے سرگرم عمل رہے۔ غریبوں، بے کسوں اور بے نواؤں کے حامی و ناصر اور دنیاداروں سے بے نیاز رہے۔ بارہا ارباب اقتدار نے ملاقات کی کوشش کی، مگر فقر غیوری کے باعث باریابی سے مشرف نہ فرمایا۔ ہاں غربا کے لئے اپنا دروازہ ہر وقت کھلا رکھا — امام احمد رضا قدس سرہ کے علمی مقاصد کو پورا کرنے میں بے پناہ محنت کی۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو شائع کرانے کا اہتمام کیا۔ امام احمد رضا کے مدرسہ اور دارالافتا کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ بام عروج پر پہنچایا۔ امام احمد رضا کے علمی اور روحانی حلقہ کو باقی رکھا۔ آپ کی نگاہ فیض سے لاکھوں گمراہ انسان دین وسنّت پر گامزن ہوئے — حضرت مفتی اعظم کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔ پوری دنیا میں آپ کے مریدین ہیں — یہاں تک کہ حرمین شریفین میں بھی آپ کے مریدین ہیں — سرزمین عرب پر تقریباً سات سو خوش نصیب حضرات — مفتی اعظم کے دامن سے وابستہ ہیں — جن میں مقتدر علمار کرام بھی ہیں اور صلحا بھی[2] درگاہ اجمیر مقدس کے جامع مسجد کے امام وخطیب بھی آپ سے وابستہ ہیں — سلطان الہند حضور خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر جو مسجد اکبری ہے اس کے امام قاری محمد شبیر صاحب ہیں وہ حضرت مفتی اعظم کے دامن سے

---

[1] اخبار دبدبۂ سکندری، رام پور ص مجریہ

[2] ماہنامہ استقامت، کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) ص ۱ مجریہ مئی ۱۹۸۳ء

وابستہ ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد مجتبیٰ امام شاہجہانی مسجد بھی شرف بیعت سے مشرف ہیں۔ اور حضرت مفتی اعظم کے خلیفہ بھی ہیں۔ اور درگاہ شریف کے بہت سے شاہزادے حضرت مفتی اعظم کے مرید ہیں کچھ حضرات کو آپ سے خلافت بھی ہے۔

خود حضرت مفتی اعظم کے شیخ طریقت سید المشائخ حضرت سید ابوالحسین احمد نوری میاں مارہروی قدس سرہ کے خانوادے کے کچھ شہزادگان اور شہزادیاں بھی حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔ ہر چند حضرت مفتی اعظم منع فرماتے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے، آپ ہی کے در سے ملا ہے مگر وہ حضرات باصرار آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کے مریدین میں بڑی تعداد میں اجنہ بھی ہیں۔ اکثر وہ حضرت سے ملنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد سوا کروڑ ہے۔ ان میں بڑے بڑے علماء، صلحاء، مشائخ، فقہا، ادباء، شعراء، مدرسین، مدبرین، مفکرین، قائدین، دانشور اور پروفیسر بھی شامل ہیں ــــ اور وہ حضرت کی غلامی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم کے خلفاء کی تعداد اتنی ہے، جتنی بڑے بڑے پیروں کے مریدوں کی ــــ یہ تعداد ہزاروں میں ہے ــــ حضرت مفتی اعظم کے جلیل القدر خلفاء جو آج بھی مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ترکی، امریکہ، افریقہ، ہالینڈ، سری لنکا، بنگلہ دیش، پاکستان اور ہندوستان میں اشاعت اسلام وسنیت کی پرخلوص خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں علماء، فقہا، مفسرین ومحدثین، مناظرین ومتکلمین، مدرسین ومبلغین واعظین اور مفتیان کرام کی تعداد زیادہ ہے۔ سلسلہ کو پھیلانے والے خلفاء ہی ہوتے ہیں۔ اور شیخ کی تعلیمات وارشادات اور ہدایات کو عام کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں، اس لئے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے کماحقہ تعارف کے لئے ضروری تھا کہ آپ نے اپنی تربیت یافتہ رہبران ملت کا جو قافلہ چھوڑا ہے۔ ان سے مسلمانوں کو واقف اور روشناس کرایا جائے۔ تاکہ حضرت مفتی اعظم کے بعد مسلمانان عالم اپنے دینی وملی مسائل میں رجوع کے لئے صحیح قائدین اور رہنمایان ملت سے روشناس ہو سکیں۔ ویسے بھی اولیاء کرام، بزرگان دین علماء ومشائخ کے تذکرے، تعلیمات ــــ ہمارا وہ علمی دینی ورثہ ہیں ــــ جس کی حفاظت وصیانت اور ان کا فروغ و

اشاعت ہمارا قومی و مذہبی فرض ہے ـــــ مگر آج کے دور میں علماء و صلحاء کے حالات و کوائف کو مرتب کرنے میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان سے اہلِ نظر خوب واقف ہیں۔ چیونٹیوں کے منھ سے دانہ دانہ جمع جمع کرکے خرمن تیار کرنا پڑتا ہے۔ فقیر نوری غفرلہٗ نے آج سے دو سال بیشتر اپنے شیخ طریقت تاجدار اہلِ سنّت حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ ان کے اساتذہ کرام ـــ تلامذہ ـــ مستفدین۔ اور خلفاء کے مستند احوال و کوائف کی جمع و ترتیب کا کام شروع کیا تھا ـــ الحمد للہ ہنوز جاری ہے۔ مشاغل کی کثرت ـــ غیر معمولی مصروفیت ـــ اور تلامذہ کی تصنیفی و تالیفی تربیت کے پیشِ نظر فقیر نے اس کام کو تقسیم کر دیا تھا ـــ اپنے تلامذہ میں مولوی محمد امین القادری بریلوی اور مولوی محمد شہاب الدین ازہری بہرائچی کو بالترتیب حضرت مفتی اعظم کے اساتذہ و خلفاء کے احوال و معارف جمع کرنے پر مامور کیا تھا ـــ اس دو سال کے عرصہ میں مولوی محمد امین القادری رضوی سلمہ نے مطالعہ کے دوران رضا لائبریری اور صولت پبلک لائبریری سے دیگر موضوعات پر کافی مواد فراہم کیا مگر اصل موضوع پر جو ان کو دیا تھا کچھ بھی نہ کر سکے۔ البتہ مولوی شہاب الدین ازہری بہرائچی سلمہ نے پوری جانفشانی، لگن اور جہد مسلسل سے حضرت مفتیٔ اعظم کے خلفاء پر امید سے زیادہ مطبوعہ اور مخطوطہ مواد نہ صرف فراہم کیا بلکہ مرتب بھی کر لیا۔ اس جمع و ترتیب میں انھیں کن تکالیف و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا اندازہ کچھ وہی شخص کر سکتا ہے جو تحقیق و تصنیف کا کام کر چکا ہو۔ جمع و ترتیب کے بعد عزیزم مولوی شہاب الدین سلمہٗ کی پہلی خواہش یہ ہوئی اور اصرار ہوا کہ میں مسودے کو دیکھوں اور اصلاح و تزئین کا کام کروں۔ ہر استاذ کا اپنے طالب علم کی حوصلہ افزائی کرنا فرض اولین ہے۔ لہٰذا فقیر نوری نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود مسودہ کا بیشتر حصہ دیکھا ـــ کہیں کہیں فہم قاصر سے حذف و اضافہ بھی کیا اور اصلاح و تزئین بھی۔ موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے ہر بات کسی ماخذ اور حوالہ کے ساتھ درج کی ہے۔ غیر مستند روایات لینے سے اجتناب کیا ہے۔ پھر بھی اگر کچھ ایسی چیزیں اس کتاب میں شامل ہو گئی ہوں ـــ جنھیں مستند ـــ یا فن اور ادبی طور پر معیاری نہ کہا جائے۔ تو اس میں فقیر نوری کا مذکورہ جذبہ ہی کار فرما ہے۔ ناظرین کے

کے اخلاص کا تقاضہ ہے کہ اگر وہ کوئی ایسی بات پائیں تو بجائے تنقید اور تبصرے کے فوراً مطلع کریں' تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔

دوسری خواہش یہ تھی کہ جو کچھ میں حضرت مفتی اعظم کی حیات و خدمات پر لکھ رہا ہوں اسے جلد از جلد مکمل کر لوں۔ یہ کام میرے لئے فوراً بہت ہی مشکل تھا اس لئے کہ فقیر نوری کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے حضرت مفتی اعظم پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس کو مہیا کر کے بغور مطالعہ کروں۔ پھر علماء کرام خصوصاً حضرت مفتی اعظم کے تلامذہ، خلفاء اور فیض و صحبت یافتہ حضرات سے مل کر ان کی یادداشتوں کو جمع کروں۔ اس کے بعد سارے مواد کو مرتب کروں۔ مگر عزیزم مولوی محمد شہاب الدین ازہری سلمہٗ کے پیہم اصرار اور مطالبہ پر فقیر نوری نے "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" پر عمل کرتے ہوئے جمع شدہ مواد سے کچھ حصہ مرتب کر کے ان کے سپرد کر دیا ہنوز بہت کچھ باقی ہے۔ فقیر نوری نے حتی المقدور مستند روایات لینے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر بات کسی ماخذ اور حوالہ ہی سے لکھی ہے۔ نیز مضمون کا بیشتر حصہ حضرت تاج الشریعہ، جانشین مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ کو فقیر نوری نے سنا دیا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی صاحب اس کے خلاف پر مطلع ہوں۔ یا حضرت مفتی اعظم کے سلسلہ میں کسی طرح کی مزید کچھ اہم معلومات رکھتے ہوں۔ اساتذۂ کرام۔ تلامذہ ــــ خلفاء اور مستفیدین کے سلسلہ میں مزید جانکاری رکھتے ہوں ـــ شرف تلمذ حاصل ہو۔ یا کوئی علمی استفادہ کیا ہو تو برائے کرم ٹھوس ثبوت کے ساتھ تحریر کریں تاکہ حضرت مفتی اعظم کی مفصل سوانح حیات "انوار مفتی اعظم" کی ترتیب کے وقت فقیر نوری پیشِ نظر رکھے۔

جمع و ترتیب اور تصحیح و تزئین کے بعد اہم معاملہ کتابت و طباعت اور اس کی اشاعت کا تھا۔ قابل صد مبارکباد ہیں اخی فی اللہ ذی الطبع السلیم والفکر القویم ناصر سنیت فخر قوم جناب محمد سعید نوری روح رواں رضا اکیڈمی بمبئی ـــ جنہوں نے کتاب کو منظر عام پر لانے کی ذمہ داری قبول کی ـــ موصوف ہی کے تعاون سے "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" (جلد اوّل) منظر عام پر آئی ہے اور دوسری جلد بھی عنقریب منصۂ شہود

پر آئے گی انشا المولیٰ تعالیٰ ــــ رب کریم بوسیلۂ رؤف ورحیم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبطفیل غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی وتاجدار اہل سنت قطب عالم مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس تذکرے کو قبول عام عطا فرمائے اور جو کام ابھی باقی ہے اسے جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین

رَبَّنا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ انت السَّمِیْعُ العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد وآلہ وصحبہ وحزبہ وشہداء محبتہٖ وعلماء ملتہٖ اجمعین

اسیر مصطفیٰ فقیر نوری سید شاھد علی رضوی جمالی غفرلہٗ

خادم الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور

۲؍ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
۲۴؍ اگست ۱۹۹۰ء
بروز جمعہ

الف

مفسرِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی بریلوی قدس سرہٗ

سابق مہتمم دار العلوم منظرِ اسلام بریلی

ولادت

شہر علم و فن مرکزِ عقیدت رضا نگر محلہ سوداگران بریلی شریف میں ۱۰؍ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کو مفسرِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی قدس سرہٗ کی ولادت ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے گھر میں یہ پہلی ولادت ہوئی۔ اس لیے اس خاندان کے ہر فرد کو بے حد خوشی ہوئی۔ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق دونوں کانوں میں اذان و اقامت کہی گئی، مفسرِ اعظم ہند کے جدِ کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے چھوہارے کی ایک قاش چبا کر حویلی میں بھجوا دی جس کو مفسرِ اعظم ہند کے تالو اور زبان میں مَل دیا گیا۔ اس ولادت کی خبر پاکر استادِ زمن شہنشاہِ متغزلین حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی اچھل پڑے اور زبانِ فیض سے یہ مصرع بے ساختہ نکلا ؎

علم و عمر اقبال و طالع دے خدا
۱۴۰، ۳۱۶، ۱۳۴، ۱۱۹، ۶۱۹ = ۱۳۲۵ھ

اور یہی مصرع پیدائش کا مادۂ تاریخ ہوگیا۔[۱]

عقیقہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی نے مفسرِ اعظم ہند کے عقیقہ کا

---

[۱] عبدالواجد قادری، مولانا: حیاتِ مفسرِ اعظم ص ۱۰

شایانِ شان اہتمام فرمایا، عزیز واقربا کے علاوہ دار العلوم منظرِ اسلام کے تمام طلبہ کو عام دعوت دی اور ناظمِ مطبخ کو اس بات کی خاص ہدایت فرمادی کہ

> ''جن ممالک یا صوبہ جات کے طلبہ دار العلوم منظرِ اسلام میں ہیں ان سب کی خواہش کے مطابق انھیں وطنی کھانا ملنا چاہیے''

اس لیے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی طلبہ کو یتیم کی طرح نہیں پالتے تھے بلکہ اپنے بیٹے کی طرح پرورش فرماتے تھے[1] اسی طرح اہتمام امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے نبیرۂ سعید کی ولادت پر بہ نفسِ نفیس خود فرمایا۔[2]

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے عقیقہ کا نام محمد رکھا۔ والدِ ماجد حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے ابراہیم رضا نام رکھا، اور جدۂ محترمہ نے پکارنے کا نام جیلانی میاں تجویز کیا، مفسرِ اعظم ہند فرمانِ امام احمد رضا فاضل بریلوی اَنَا مِنْ حَامِد کی عملی و علمی تفسیر ہوئے جو پیدائش سے قبل جدِ اعلیٰ نے پیشین گوئی کی تھی۔

تعلیم و تربیت

خاندان کے دستور کے مطابق جب مفسرِ اعظم ہند کی عمر شریف چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو ۱۴/ شعبان المعظم بروزِ چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے خاندان وشہر کے معزز بزرگوں کی موجودگی میں بسم اللہ خوانی کرائی اور تمام حاضرین میں شیرینی تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد اپنی والدہ مکرمہ و جدہ معظمہ سے گھر ہی میں قرآنِ عظیم ناظرہ اور اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں۔

جب مفسرِ اعظم ہند کی عمر سات سال کی ہوئی تو دار العلوم منظرِ اسلام کے اساتذہ کے

---

[1] محمد مسعود احمد مظہری، ڈاکٹر، پروفیسر: اجلال ص

[2] عبدالواجد قادری، مولانا: حیات مفسرِ اعظم ص ۱۱

حوالے کر دیئے گئے۔ کافیہ، قدوری اور فصولِ اکبری حضرت مولانا احسان علی علیہ الرحمۃ محدث منظرِ اسلام سے پڑھیں، عربی ادب اور مشکوٰۃ شریف خود والد ماجد قدس سرہٗ نے پڑھائیں کتب متداولہ حدیث وفقہ کی تکمیل محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری رضوی محدث لائل پوری علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ صحاحِ ستّہ کی بعض کتابیں اور علم کلام دار العلوم کے دیگر اساتذہ سے پڑھیں، یہاں تک کہ مسلسل بارہ سال تک دار العلوم کے نامور اساتذۂ کرام سے علوم و فنون حاصل فرماتے رہے۔ جب عمر انیس سال چار ماہ کی ہوگئی تو ۱۳۴۴ھ کے جلسۂ دستارِ فضیلت میں حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے اساطینِ اسلام کی موجودگی میں مفسرِ اعظم ہند کے سر پر فضیلت کی دستار رکھی اور اپنی نیابت و خلافت سے بہرہ ور فرمایا، یہاں تک کہ علم و فضل، زہد و تقویٰ، خشیت و معرفت نے پروان چڑھایا مفسرِ اعظم کے متعلق امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی نے ارشاد فرمایا تھا:

> ایک وقت آئے گا کہ میرا یہ بیٹا وہابیوں، دیوبندیوں کی مخالفت میں وہ کرے گا کہ سب سے بڑھ جائے گا[۱]

عقد شریف

ایامِ طفلی میں ایک روز امام احمد رضا فاضل بریلوی کی آغوش میں مفسرِ اعظم ہند اور حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی بڑی صاحبزادی دونوں کھیل رہے تھے، اور امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ باغ باغ ہو رہے تھے۔ اسی ساعتِ سعید میں اپنے دونوں نامور صاحبزادوں کو طلب فرمایا اور دونوں کم سن پوتا پوتی کے درمیان نکاح کر دیا، پھر فراغتِ علمی کے بعد سنّتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق رخصتی ہوئی[۲]۔ مفسرِ اعظم ہند کی رخصتی پر یادگارِ رضا کے ایڈیٹر مولانا ابرار حسین رضوی حامدی تلہری مفتی جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کا تاثر ملاحظہ ہو:

---

[۱] عبد المجتبیٰ رضوی، مولانا: تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۲۹

[۲] عبد الواجد قادری، مولانا: مفسرِ اعظم ہند ص ۱۵

وہ وقت اور تاریخ جس کا ہر لمحہ اور ہر دن دلوں کو کیف و سرور کی دعوت دے، قلوب کی پژمردگیوں کو تازگی اور شگفتگی سے بدل دے، سرعت کے ساتھ گزر جاتا ہے، مگر اپنی یاد ہمیشہ کے لیے چھوڑ جاتا ہے، ۴ر ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کے پنجشنبہ کا دن کہ جس کی شب میں شہزادہ ارجمند، جواں بخت و فرخندہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں کی شادی کتخدائی کا جشن منعقد ہوا، یہ شب افسردہ دلوں میں کچھ ایسی تازہ مسرت کی روح پھونک رہی تھی کہ دلوں کی کلیاں کھل کر کنول کا پھول بن گئی تھیں، اور مسرت کا حال تو کوئی حجۃ الاسلام قدس سرہٗ سے پوچھے کہ جن کے لختِ جگر نورِ نظر کو اس رات عروسی ملبوس پہنا کر دولھا بنایا گیا، رات کے دس بجے تھے کہ مبارک ساعت اور اعزاز و احباب کے جلسے میں دولھا کے سر پر وہ سہرا باندھا گیا جو آرزوؤں کے پھول اور تمناؤں کی دوشیزہ کلیوں سے گوندھا گیا تھا۔ سہرے کا ہر پھول نکہت پاشی میں مشکِ چمن تھا، اور اس کی ہر لڑی ضیاء ریزیوں میں سورج کی نور پاش کرن۔ رسمِ سہرے کے بعد رضوی سرکار کے خدام بارگاہِ رضویہ اور متعلقین کو آستانۂ عالیہ کی خلعتوں سے سرفراز کیا گیا۔ رات کے بارہ بجے بارات عروس کے مکان پر پہنچی بمقتضائے موسم صبح تک چائے نوشی رہی۔ ۳ر ربیع الثانی کو عروس کے والد ماجد حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی جانب سے باراتیوں کو نہایت اعلیٰ پیمانے پر دعوت دی گئی، دوسرے وقت پانچ بجے شام کو غیر معمولی جہیز کے ساتھ کہ جس کی کثرت نے ناظرین کو متحیر بنا دیا تھا، عروس کو رخصت کیا گیا۔ ۷ر ربیع الثانی کو حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی جانب سے دعوتِ ولیمہ ہوئی جس میں بیرونجات اور شہر کے مہمان بکثرت شریک تھے۔ [1]

سیر و سیاحت اور شکار کا شوق

جوانی کے عالم ہی میں مفسرِ اعظم ہند کو گھوڑوں کی سواری، تیر اندازی اور بندوق چلانے

---

[1] ایڈیٹر فضل حسن صابری، شاہ: ہفتہ وار دبدبۂ سکندری رام پور ص ۴ ۳ر دسمبر ۱۹۲۸ء بحوالہ ماہنامہ یادگارِ رضا ایڈیٹر مولانا ابرار حسین تلہری، مقام اشاعت آستانۂ رضویہ بریلی جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

کا شوق بہت تھا۔ جہاں مفسرِ اعظم ہند کی شخصیت پہچانی جاتی اُن دیہات کی طرف چلے جاتے وہاں کے باشندے تعظیم و تکریم کرتے۔ تقریبًا ہفتہ عشرہ جنگلوں دیہاتوں میں قیام کرتے۔ مفسرِ اعظم ہند کو گھوڑے کی سواری بہت محبوب تھی، ہندوستان کے جتنے عمدہ عمدہ گھوڑے ہوتے سب پر سواری کرتے، عربی النسل گھوڑے کو سواری کے لیے ترجیح دیتے۔

شکار کی کچھ ایسی عادت پڑ گئی تھی کہ دن دن بھر جنگلوں میں گھومتے رہتے، رات کا کچھ حصّہ گزر جانے کے بعد گاؤں میں داخل ہوتے، نوکر وغیرہ انتظار کرتے رہتے تھے۔ ایک دن خادموں کو حکم دیا کہ آپ لوگ عشاء کے بعد سو جایا کریں، میرے کھانے کا سامان بستر کے قریب رکھ دیا کرو۔ پھر ہر روز ایسا ہی کرتے تھے۔

منظرِ اسلام کا اہتمام

مفسرِ اعظم ہند کی سیر و سیاحت سے کسی کا دل خوش نہیں تھا۔ منظرِ اسلام کا نظام بالکل خراب ہو چکا تھا۔ صرف پانچ سال کی مدت میں دار العلوم کے جید اساتذہ دار العلوم کو چھوڑ چکے تھے، دار العلوم منظرِ اسلام (مسجد بی بی جی بریلی) محدثِ اعظم پاکستان قدس سرہٗ جیسے لائق و فائق استاذ کی وجہ سے بامِ عروج کو پہنچ رہا تھا، ذہین و طباع طلبہ منظرِ اسلام سے رخصت ہو چکے تھے۔ منظرِ اسلام کا یہ حال دیکھ کر ۱۳۶۷ھ میں بریلی میں مستقلاً قیام کی غرض سے مفسرِ اعظم ہند تشریف لائے اور منظرِ اسلام کے اہتمام کی باگ ڈور سنبھالی اور وصیت کے علاوہ گورنمنٹ کی طرف سے بھی منظرِ اسلام کے مہتمم نامزد کیے گئے۔ پھر آپ نے دل جمعی کے ساتھ منظرِ اسلام کا نظم و نسق برقرار رکھا اور دار العلوم کو بامِ عروج تک پہنچایا، طلبہ کے کھانے کا بھی انتظام کیا۔ طلبہ کے کھانے کے لیے باورچی کے سامنے بیٹھ کر اپنی نگرانی میں کھانا پکواتے اور خود اپنے دستِ فیض سے تقسیم فرماتے۔

طلبہ کو باصلاحیت بنانے کے لیے خود مفسرِ اعظم ہند منظرِ اسلام میں رات و دن رہتے، طلبہ کو درس دیتے، مفسرِ اعظم ہند کے تذکرہ نگار یوں رقم طراز ہیں کہ:

> شاید و باید کوئی باپ اپنے بیٹوں پر اس طرح مشفق و مہربان ہوگا جیسا کہ مفسرِ اعظم ہند طلبہ پر مہربان [1]

---

[1] عبد الواجد قادری، مولانا: حیاتِ مفسرِ اعظم ص

آپ کی وہ ذات ہے جس نے سب سے پہلے دورۂ حدیث کے طلبہ کے لیے وظیفہ مقرر فرمایا تاکہ یکسوئی و دل جمعی کے ساتھ مطالعہ میں لڑکوں کا انہماک رہے۔ یہ سلسلہ مفسرِ اعظم ہند نے تادمِ زیست جاری رکھا۔ آپ نے مدرسین کی تنخواہیں اپنی اہلیہ محترمہ کے زیورات کو فروخت کرکے ادا کیں اور کسی مدرس کی تنخواہ کو نہیں روکے رکھا۔ منظرِ اسلام کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے انتھک کوششیں فرمائیں۔ گاؤں گاؤں جاکر منظرِ اسلام کے پیغام کو پہنچایا۔ منظرِ اسلام کا مورخ مفسرِ اعظم ہند کے اس کارنامے کو سنہرے حرفوں سے تاریخ کے صفحات پر لکھے گا۔

حج و زیارت

۱۳۷۲ھ میں مفسرِ اعظم ہند زیارتِ حرمین شریفین سے شرف یاب ہو چکے تھے، اور حرمین طیبین کے درجنوں علماء و مشائخ نے احادیثِ کریمہ اور اوراد و وظائف خصوصًا دلائل الخیرات، حزب البحر شریف کی اجازتیں لیں۔ علماءِ مدینہ نے نبیرۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی ہونے کی وجہ سے خوب شاندار استقبال و احترام کیا۔ [۱]

اجازت و خلافت

حضرت مفسرِ اعظم ہند کو خلافت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی سے حاصل ہے [۲] امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بسم اللہ خوانی کے وقت بیعت بھی فرمالیا تھا۔ [۳] امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جب مرید کیا تو شجرہ پر تحریر فرمایا "خلیفہ انشاء اللہ بشرطِ علم و عمل" یہی رجسٹر مریدین میں تحریر فرمایا۔ [۳] اور والدِ ماجد حضرت حجۃ الاسلام نے جلسہ دستارِ فضیلت کے ساتھ ساتھ اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ [۴]

---

[۱] عبد المجتبیٰ رضوی، مولانا: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۴۷

[۲] ماہنامہ اعلیٰ حضرت ص ۶۰ بابت جنوری ۱۹۸۹ء

[۳] عبد المجید رضوی، مدیر: ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۲، جنوری ۱۹۶۲ء/شعبان ۱۳۸۱ھ

[۴] عبد الواجد قادری، مولانا: حیات مفسر اعظم ص ۱۴، ۱۵

۲ ۱۳۷ھ میں حج و زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مفسرِ اعظم ہند صبح و شام بارگاہِ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں دیر تک حاضر رہتے، ایک دن فجر کی نماز کے بعد سے نو بجے دن تک روضۂ مطہرہ کے سامنے مؤدب کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کر رہے تھے کہ دل میں یہ مبارک خیال پیدا ہوا:

> کاش قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی سے ملاقات ہوتی تو کسبِ فیض کا موقع ملتا۔

یہ خیال دل میں آنا تھا کہ آدھ گھنٹے کے بعد قطبِ مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی رضوی قدس سرہٗ نے آپ کے شانوں پر ہاتھ رکھا، جس سے چونک پڑے، سلام و معانقہ ہوا، پھر بارگاہِ اقدس میں دونوں نے ہدیۂ سلام پیش کیا پھر مسجد نبوی شریف سے باہر تشریف لائے مفسرِ اعظم ہند نے قطبِ مدینہ قدس سرہٗ سے دریافت فرمایا:

> خلافِ معمول دس بجے دن آپ کی حاضری یہاں کیوں کر ہوئی جبکہ یہ وقت آپ کے آرام کا ہے۔

قطبِ مدینہ نے فرمایا:

> ہاں میں آرام کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ یک بیک حاضری کے لیے دل بے قرار ہو گیا، چنانچہ حاضری دربار کا لباس تبدیل کیا اور حاضر ہو گیا، تو سب سے پہلے میری نگاہ آپ پر پڑی، میں نے سوچا کہ آپ کی معیت میں سلام پیش کروں۔

جواب سن کر مفسرِ اعظم ہند نے اپنے ارادۂ قلبی کا اظہار فرمایا:

> حضرت بفضلہٖ تعالیٰ آپ اس وقت قطبِ مدینہ ہیں آپ سے الطافِ کریمانہ کا سائل ہوں۔

قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا:

> حضور یہ سب کچھ آپ ہی کی بارگاہ کا عطیہ ہے۔ آپ کے جدِ امجد مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

جو کچھ مجھے عنایت فرمایا ہے وہ سب آپ کو سونپتا ہوں کہ
آپ اس کے صحیح اہل ہیں۔

اس کے بعد دونوں حضرات کاشانۂ ضیاء (باب مجیدی) میں تشریف لائے۔ [1]

حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ ایک دن اپنے سہ درے میں فرمانے لگے کہ جب مولانا حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کا انتقال ہوا تو جیلانی میاں یہاں نہیں تھے، جب واپس آئے لوگوں کو ان کی خلافت پر اعتراض ہوا تو میں نے کہا کہ اگر مولانا کی دی ہوئی خلافت پر اعتراض ہے تو میں نے ان کو اپنی خلافت دی۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کے وصال کے وقت مفسرِ اعظم ہند کر کولی میں رونق افروز تھے، تجہیز و تدفین کے بعد بریلی پہنچے، اس وجہ سے لوگوں نے خلافت و اجازت پر اعتراض کیا۔

حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے مفسرِ اعظم ہند کی خلافت کے تین سال بعد ریحانِ ملت علیہ الرحمۃ اور جانشین مفتیِ اعظم دامت برکاتہم القدسیہ کو میلاد شریف کے موقع پر ۱۵؍ جنوری ۱۹۶۲ء کو خلافت و اجازت سے نوازا۔ اس موقع پر شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جعفری رضوی جونپوری علیہ الرحمۃ نے حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے عرض کیا حضور جیلانی میاں کو بھی خلافت عطا فرمائیں تو حضور مفتیِ اعظم نے فرمایا:

غالباً تین سال کا عرصہ ہوا کہ میں انھیں پہلے ہی خلیفہ
بنا چکا ہوں۔ [2]

مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری رضوی اڑیسوی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی فاضل بہاری علیہم الرحمۃ نے مفسرِ اعظم ہند کو سندِ حدیث شریف کی اجازت عطا فرمائی۔ [3]

---

[1] عبد الواجد قادری، مولانا: حیات مفسر اعظم ص ۲۶

[2] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۱، ۲۸ بابت جنوری ۱۹۶۲ء/ شعبان ۱۳۸۱ھ

[3] ایضاً ص ۲۲، بابت جنوری ۱۹۶۲ء/ ۱۳۸۱ھ

٭

مفسرِ اعظم بحیثیت مدرس

۱۳۷۲ھ میں حج وزیارت سے مشرف ہونے کے بعد طلبہ کے ساتھ بہت ہی ہمدردی ہوگئی تھی۔ ابتدائً کافیہ، قدوری اور شرح جامی پڑھاتے رہے، علم ادب ونحو بہت ہی ٹھوس تھا۔ طلبہ مفسرِ اعظم ہند سے مانوس تھے۔ کچھ دنوں کے بعد مسلم شریف، ترمذی شریف، شفا شریف، مشکوٰۃ شریف بہت ہی انشراحِ صدر اور مناظرانہ ڈھنگ سے پڑھاتے، مسلم وشفا پڑھاتے وقت عمومًا وجدانی کیفیت طاری رہتی اور کبھی کبھی وارفتہ ہوجاتے۔ شافیہ، کافیہ، لابن الحاجب رحمۃ اللہ علیہ تو ایسا پڑھاتے کہ نحو کی متداولہ کتب سے طلبہ کو یکسر بے نیاز کر دیتے۔ عربی ادب پڑھاتے وقت عربی زبان میں گفتگو فرماتے۔

تبلیغی دورے

مفسرِ اعظم ہند کے آخری ایام میں زبان بند ہوگئی تھی مگر تحریر کے ذریعہ خدمت خلق کرتے۔ اتنی علالت کہ دو آدمی بغلوں میں ہاتھ لگا کر اٹھاتے تھے اس کے باوجود مفسرِ اعظم ہند نے مندرجہ ذیل دورے کیے۔ لکھیم پور، اسسٹنٹ سرجن، کچھوچھہ، دارانگر، فیض آباد، الٰہ آباد، کانپور، بستی، براؤں فیض الرسول، شمس پور ضلع دیناج پور مغربی بنگال، ھاذی بین الرجلین کے باوجود پروگرام ہو رہے ہیں اور گاڑیوں میں کافی رش جس سے مفسرِ اعظم کو بہت تکلیف ہوتی۔

کچھوچھہ کے پروگرام میں شمس پور کے احباب نے ۱۶، ۱۷، ۱۸؍ اپریل ۱۹۶۲ء تاریخ آپ سے لی اور علالت کی یہ حالت تھی، چنانچہ دورانِ سفر ضلع بستی یہ نذر مانی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ عافیت دے تو محض آرام کی خاطر دعوت جلسہ کو روانہ ہوں گا حتی الوسع، بحمدہٖ تعالیٰ جیسے جیسے شمس پور کے جلسہ کی تاریخ قریب آتی گئی عافیت وصحت زیادہ ہوتی گئی، یا تو کچھوچھہ شریف میں یہ حال رہا تھا کہ ذِی بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ، اور یا یہ اچانک تبدیلی کہ رجلین سے پوری بے نیازی اور مَشْیِ عَلَی الرِّجْلَیْنِ (اپنے قدموں پر چلنا بغیر سہارے کسی کے)[1] اس دورے میں وہابیوں،

[1] ایڈیٹر عبد المجید رضوی، جناب: ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی جون ۱۹۶۲ء/ ۱۳۸۱ھ

دیوبندیوں کا رد خوب زور شور سے کیا۔

فالج کا حملہ

مفسرِ اعظم ہند پر ۵؍جون ۱۹۶۲ء کو جامع مسجد بارہ دری میں فالج کا حملہ ہوا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ تقاریر کا مسلسل پروگرام، دھوپ اور لو کا زمانہ، ایک بجے دوپہر کا وقت لُو کا اثر کئی مرتبہ ہوا، مگر دین کی خدمت میں، تبلیغِ دین میں، ردِّ فرقۂ باطلہ میں یہ ذوق تھا کہ اس کی کچھ پروا نہ کی یہاں تک کہ لُو کے اثر سے فالج کا اثر ہو گیا۔ فالج ہاتھ، پیر کُل اعضاء یہ تین دن کے بعد ہی فالج کے اثر سے بری ہو گئے، زبان کافی ایام تک معلق رہی زبان جب تک بالکل کام نہ دیتی تھی تو نماز کا اہتمام اقتداءِ امام سے تھا، لیکن درود شریف، آیاتِ قرآنیہ، وظیفہ وغیرہ بخوبی پڑھ لیتے تھے۔ اگر دنیاوی گفتگو کرنا ہوتی تو رکاوٹ ہوتی تحریر سے کام لیتے، مضمون لکھتے طلبہ کو گاؤں میں بھیجتے کہ جاؤ سنا آؤ۔ [۱]

جدِّ امجد کی پیشین گوئی

حضرت مولانا مفتی رفیق احمد عباسی امروہوی ثم دہلوی ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہ موقع منظرِ اسلام کی دستار بندی کے جلسے کا تھا، اور میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دسترخوان پر حاضر تھا۔ یہ میری قسمت تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ہمراہ کھانا کھلایا۔ اور بہت سے علماء موجود تھے۔ مفسرِ اعظم ہند مکان سے باہر تشریف لائے۔ یہ اُن کے بچپن کا زمانہ تھا۔ وہیں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے دسترخوان پر سامنے بیٹھا ہوا تھا جس وقت جیلانی میاں آپ کے قریب آئے تو اپنا دستِ مبارک ان کے سر پر رکھ کر فرمایا کہ یہ ثانی احمد رضا ہے، خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی خوبیاں آج نمایاں ہیں آثارِ دعائیہ یاد کیجیے۔

---

[۱] ایڈیٹر عبدالمجید رضوی، جناب: ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۹ ستمبر ۱۹۶۲ء / ۱۳۸۱ھ

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا! تیرا اور میرا آقا احمد رضا
تیری نسلِ پاک سے پیدا کرے کوئی تجھ سا دوسرا احمد رضا [1]

حلیہ شریف

خوبصورت، خوش قامت، پیشانی کشادگی میں نصف سر تک پھیلی ہوئی۔ بال کانوں کی لو تک، سفید دو پلی کا مدار ٹوپی، سفید یا بادامی عمامہ، گول چہرہ، سفید گھنی داڑھی، بھویں بالوں سے پُر، آنکھیں سیاہ، پلکیں موٹی، ناک بڑی، ہونٹ متوسط، ہونٹوں پر ہر دم جنبش، سینہ انتہائی کشادہ۔

اولادِ امجاد

حضرت مفسرِ اعظم ہند نے پانچ صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں کو یادگار چھوڑا:

۱۔ ریحانِ ملت قائدِ اعظم مولانا محمد ریحان رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ۔

۲۔ جانشینِ مفتیِ اعظم فقیہِ اسلام علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری دامت برکاتہم القدسیہ۔

۳۔ حضرت مولانا ڈاکٹر قمر رضا خاں قادری محلہ خواجہ قطب بریلی۔

۴۔ حضرت مولانا محمد منان رضا خاں منانی مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ بریلی۔

۵۔ مخدوم تنویر رضا خاں۔ یہ جانشینِ مفتیِ اعظم دامت برکاتہم سے بڑے تھے، مفسرِ اعظم ہند اُن سے پیار فرماتے تھے لیکن بچپن ہی سے جذبی کیفیت میں غرق رہتے تھے، بالآخر مفقود الخبر ہو گئے۔

صاحبزادیوں میں سے ایک بیٹی بھتیجے میں جناب شوکت علی خاں سے بیاہی گئیں، دوسری بدایوں میں جناب عبد الحبیب کے نکاح میں آئیں، اور تیسری کا عقد خاندان ہی میں جناب یونس رضا خاں سے ہوا۔ جو لاولد ہیں۔

---

[1] ایڈیٹر ریحان رضا خاں، مولانا: ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۱۲ دسمبر ۱۹۶۲ء/۱۳۸۲ھ

☆

تصانیف

مفسرِ اعظم ہند نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں اور دوروں کے باوجود مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور چھوٹے چھوٹے درجنوں رسالے لکھے اور ایک گراں قدر سرمایہ قوم کو عطا کیا۔ منظرِ اسلام کے اہتمام کی وجہ سے کوئی زیادہ تصانیف نہیں چھوڑیں مگر وقتاً فوقتاً اپنے جریدہ ماہ نامہ اعلیٰ حضرت میں ضرور علمی مضامین شائع کرتے رہے۔

۱۔ ترجمہ تحفۂ حنفیہ مصنفہ مولانا اشرف علی گلشن آبادی علیہ الرحمۃ
۲۔ ترجمہ الدرر السنیہ مصنفہ علامہ احمد زینی دحلان مکہ مکرمہ علیہ الرحمہ
۳۔ ذکر اللہ
۴۔ نعمت اللہ مطبوعہ دار العلوم منظرِ اسلام
۵۔ حجۃ اللہ " " "
۶۔ فضائل درود شریف مطبوعہ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی
۷۔ تفسیر سورۂ بلد
۸۔ تشریح قصیدۂ نعمانیہ
۹۔ معارف القرآن مرتبہ راقم محمد شہاب الدین رضوی غفرلہٗ غیر مطبوعہ
۱۰۔ معارف الحدیث مرتبہ راقم محمد شہاب الدین رضوی غفرلہٗ "
۱۱۔ انتخاب مثنوی مرتبہ راقم محمد شہاب الدین رضوی غفرلہٗ "
۱۲۔ مقالات مفسرِ اعظم ہند مرتبہ محمد شہاب الدین رضوی غفرلہٗ [لہ] "

مشاہیر تلامذہ

۱۔ حضرت علامہ سید محمد عارف رضوی نانپاروی ۲۔ حضرت مولانا مظہر حسن قادری رضوی

[لہ] موخر الذکر چار کتابیں تشنۂ طباعت ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

بدایونی (۳) مولانا عبدالرحمٰن موضع بگڈانٹر پورنیہ بہار (۴) مولانا شمس الدین ساکھواہاٹ مغربی دیناج پور بنگال (۵) مولانا مفتی عبدالواجد قادری (۶) مولانا محمد داؤد دباڑہ مظفر پور (۷) مولانا حافظ راحت علی نانپاروی (۸) مولانا جرار حسین ملک کندرکی مرادآباد (۹) مولانا برکت اللہ رضوی نانپارہ ضلع بہرائچ (۱۰) مولانا معین الدین اندر چک دمکا۔

چند خلفاء

۱۔ ریحانِ ملت قائدِ اعظم مولانا ریحان رضا خاں رحمانی بریلوی سابق مہتمم منظرِ اسلام بریلی

۲۔ جانشینِ مفتیِ اعظم تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ

۳۔ حضرت مولانا مفتی عبدالواجد قادری جیلانی مقیم حال ہالینڈ

۴۔ مولانا شمس اللہ حشمتی رضوی بستوی مقیم حال محلہ بھورے خاں پیلی بھیت [1]

۵۔ مولانا عبدالحلیم رضوی جیلانی انگس مہا فرح پور ضلع مظفر پور بہار [2]

۶۔ مولانا سید آفاض احمد رضوی جیلانی موضع کھاری پارماتی کندہ اسلام پور بنگال [3]

وصالِ پُر ملال

مفسرِ اعظمِ ہند تین سال کی طویل علالت کے بعد (جس کے دوران خدمتِ دین مسلسل جاری رہی) بعمر ۶۰ سال صبح ۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ/۱۲ جون ۱۹۶۵ء یوم شنبہ کو شدید کمزوری کے باوجود حسبِ معمول خود اپنے قدموں چل کر استنجاء، وضو وغیرہ سے فراغت کے بعد نمازِ فجر ادا کی بعدہٗ بسترِ علالت پر لیٹے لیٹے اوراد و وظائف میں مصروف تھے، کہ اسی حالت میں صبح ۷ بجے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ وصال کی خبر شہر میں بجلی کی طرح دوڑ گئی، لوگوں کا ایک عظیم ہجوم اکٹھا ہو گیا۔

---

[1] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۱۱، بابت دسمبر ۱۹۶۳ء / رجب ۱۳۸۳ھ

[2] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۱۷، فروری ۱۹۶۲ء / رمضان ۱۳۸۱ھ

[3] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۱۱، اکتوبر و نومبر ۱۹۶۲ء

بعد مغرب غسل شریف ہوا، حضرت مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری، مولانا محمد احسان علی محدث بریلی، مولانا مفتی جہانگیر خاں اعظمی، مولانا محمد عارف رضوی نانپاروی، ریحان ملت علیہ الرحمۃ، سید حمایت رسول بریلوی وغیرہ نے غسل شریف سے دس بجے فراغت پائی، ادھر شب بھر نعت خوانی ہوئی، اُدھر تیاری قبر۔

اب دوسرے دن ۱۲ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ / ۱۳ جون ۱۹۶۵ء یوم یکشنبہ کو صبح ۶ ½ بجے حسب مجوزہ پروگرام میت کو نماز جنازہ کے لیے مسجد نو محلہ لے جایا گیا۔ دفتر کچہری میں چھٹی ہو گئی۔ مسجد نو محلہ نماز جنازہ کے لیے ناکافی ہوئی، اس لیے اسلامیہ کالج کے میدان میں نماز جنازہ صبح آٹھ بجے ہوئی۔ بحر العلوم سید افضل حسین رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر جنازہ کو خانقاہ رضویہ لایا گیا، صبح ۹ ½ بجے قبر اطہر (دائیں جانب امام احمد رضا قادری) میں جسد مبارک کو مفتی جہانگیر خاں رضوی اعظمی، سید اعجاز حسین بریلوی، محمد غوث خاں نے قبر کے اندر اتارا اور آرام سے لٹا دیا۔ [1]

تاریخ وصال

مفسر اعظم کے وصال پر حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت قادری نوشاہی ساہن پال شریف گجرات پاکستان نے قطعۂ تاریخ کہا ؎

چوں ز دنیا رفت جیلانی میاں — داخلِ جنت شدہ با ادلیا
خلف والا حجۃ الاسلام بود — زینتِ سجادۂ احمد رضا
صاحب تدریس و ترویجِ علام — جامع علم و عمل فخر الوریٰ
ماہرِ تفسیر ہم شیخ الحدیث — آفتاب دینِ حق شمعِ ہدیٰ
اہلِ سنت والجماعت را — مذہب حنفیہ را بودہ ضیا
فیض پایان علوش صد ہزار — زاہد و عابد ولی و پارسا

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۲، اگست ۱۹۶۵ء / ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ مضمون از مولانا سید حمایت رسول رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

چوں شرافت جست سالِ رحلتش

گفت ہاتف نور مولا فنا در رضا [1]

۱۳ ھ ۸ ۵

غازیِ ملت ضیغمِ سنیت حضرت مولانا مجبوب علی خاں رضوی لکھنوی نے مندرجہ ذیل تاریخی مادے کہے:

سیدنا ابراہیم رضا

۱۳ ھ ۸ ۵

رفعت جنت نبیرۂ مرشدی

۱۹ ۶ ۶۴

---

[1] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۴، اگست ۱۹۸۵ء / ۱۳۸۵ھ

مبلغِ اسلام علامہ محمد ابراہیم خوشتر رضوی صدیقی

بانی سنی رضوی سوسائٹی، ماریشس، افریقہ

ولادت

سیاح عالم حضرت علامہ مولینا الحاج الشاہ محمد ابراہیم خوشتر رضوی بن محمد صدیق مرحوم اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے وصال پر ملال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کے ۸ سال، ۷ ماہ چھ دن بعد ۶ شوال المکرم بروز ہفتہ ۱۳۴۸ھ مغربی بنگال چوبیس پرگنہ کے ریلوے جنکشن بنڈیل میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

علامہ مولینا محمد ابراہیم خوشتر رضوی کی تعلیم کا آغاز مشہور ریلوے ورکشاپ شہر جمالپور ضلع مونگیر بہار سے ہوا۔ ابتدائی تعلیم اردو، فارسی، حساب وکتاب کے علاوہ حفظ قرآن مجید کی تکمیل یہیں حافظ نصیر الدین سے کی۔ علامہ خوشتر کے زندگی کی صرف دس بہاریں گذری تھیں کہ حفظ قرأت و تجوید کی سعادت لازوال سے مالامال ہو گئے۔

علامہ محمد ابراہیم خوشتر مولینا احسان علی رضوی مظفرپوری کی معیت اور ان کی سرپرستی میں بریلی شریف آئے اور یہاں پر دارالعلوم منظر اسلام، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں تعلیمی وابستگی اختیار کی، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف وغیرہ علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔

مولینا غلام یزدانی رضوی اعظمی کے ایماء پر آپ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد پہنچے اور وہاں محدث اعظم

پاکستان مولینا سردار احمد رضوی کی خدمت میں حاضر ہوکر خصوصیت کے ساتھ کتب حدیث کا دورہ کیا۔ اور منظر اسلام فیصل آباد سے سند فراغت حاصل فرمائی۔

اساتذۂ کرام

علامہ خوشتر رضوی کے اساتذہ میں وہ آفتاب و ماہتاب زمانہ ہیں جن کا چرچہ آج عالم میں ہو رہا ہے، جو علم و فضل، زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت اور میدان افتاء میں کامل و اکمل ہیں۔

۱۔ شہزادۂ اکبر اعلیحضرت حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا قادری بریلوی

۲۔ تاجدار اہلسنت مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

۳۔ ادیب عصر ابوالمعانی مولانا ابرار حسن رضوی تلہری مدیر ماہنامہ یادگار رضا بریلی

۴۔ بحر العلوم حضرت مولینا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری

۵۔ محدث اعظم بریلی علامہ مولینا ابوالفیضان محمد احسان علی رضوی منظفرپوری

۶۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی

۷۔ محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رضوی بانی جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد

۸۔ استاذ العلماء مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ

۹۔ حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی رضوی اعظمی سابق مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی

۱۰۔ ادیب شہیر مترجم کتب متعدد، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی مقیم کراچی

درس و تدریس

علامہ ابراہیم خوشتر ۱۹۵۲ء کو بریلی شریف سے فیصل آباد پہنچے اور تدریسی زندگی کا آغاز گوجر خاں ضلع راولپنڈی سے کیا۔ پھر ساہیوال میں ۱۹۶۲ء تک قیام پذیر رہے۔ ان شہروں میں خطابت و امامت کے ساتھ دار العلوم رحمانیہ گوجرخاں، جامعہ شرقیہ رضویہ ساہیوال کے اہتمام اور درس و تدریس کی خدمت بھی متعلق رہی۔

علامہ خوشتر ۱۹۶۳ء میں خطیب کی حیثیت سے کولمبو (سیلون) تشریف لے گئے۔ یہاں پر صرف چند ہی ماہ میں خانقاہی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ یہاں پر بھی تدریسی سلسلہ شروع کیا آپ نے حلقہ ذکر و فکر کا غلغلہ بلند کیا۔ اور بہت سے افراد کو سلسلۂ رضویہ میں داخل فرمایا۔

بیعت و خلافت

علامہ محمد ابراہیم خوشتر بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ آپ نے محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی کی بیعت میں پہلا حج کیا۔ کراچی کے زمانۂ قیام میں حکیم الاسلام مولینا حسنین رضا رضوی بریلوی کی صحبت و خدمت حاصل رہی۔ مدینہ طیبہ میں قطب مدینہ مولینا ضیاء الدین احمد مدنی رضوی کی خدمت میں ۴۵ دن حاضر رہ کر فیض باطن اور اجازت بیعت سے مالامال ہوئے۔ کولمبو (سیلون) سے واپسی پر بریلی شریف کی حاضری سے شرف یاب ہوئے۔ اور حضور مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے اپنی اجازت و خلافت سراپا کرامت عطا فرمائی۔ اور سند خلافت پر ولله الاعز لکھ کر نشان منزل بھی دے دیا اور اپنا دیوان سامان بخشش بھی علامہ خوشتر کو عطا فرمایا۔

علامہ خوشتر کو حجۃ الاسلام مولینا مفتی محمد حامد رضا بریلوی نے بھی اجازت عطا فرمائی اور قیام کراچی کے دوران مفسر اعظم ہند مولینا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی نے بھی آپ کو سلسلۂ قادریہ رضویہ حامدیہ میں اجازت سے سرفراز فرمایا۔

عالمی سیر و سیاحت

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر رضوی ۱۹۶۳ء میں کولمبو اور ۱۹۶۵ء کو مارشیس میں سربراہ امور مذہبیہ کی حیثیت سے مقیم رہے۔ جامع پورٹ لوئس مسجد (افریقہ) میں امامت و خطابت کے ذریعہ رشد و ہدایت، تبلیغ و اشاعت کا شاندار آغاز کیا ——————— امام احمد رضا بریلوی کے نام کا تعارف اور کام کی ہمہ گیر اشاعت آپ کی زندگی کا مقصد زریں ہے۔

۱۹۶۹ء میں مارشیس سے مع اہل و عیال حج و زیارت کی سعادت حاصل کی، اور آپ کو مشرق وسطیٰ کی سیاحت کا موقع میسر آیا۔ ۱۹۷۲ء میں کراچی پھر ۱۹۷۳ء میں کولمبو سیلون پہنچے۔

اور اس سال تیسری بار حج و زیارت کا موقع ملا۔ شام و عراق کے مزارات کی زیارت کرتے ہوئے شہنشاہ بغداد غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور حاضر ہوئے۔ بعدہ، مارشیس کی طرف کوچ کیا قضا و قدر کے فیصلے کے مطابق پھر پاکستان تشریف لائے۔ اور یہاں سے ۱۹۷۵ء میں برطانیہ کا تبلیغی سفر اختیار کیا۔ اور اس طرح مسلک امام احمد رضا بریلوی کا فیضان یورپ تک پہنچا، علامہ خوشتر کی بدولت یورپ کے ہر علاقہ میں عرس قادری رضوی، یوم امام احمد رضا کی دھوم مچ گئی

علامہ ابراہیم خوشتر نے ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ میں پیرس کا تبلیغی سفر فرمایا اور یہاں پر ہونے والے گیارہویں اور محرم کے پروگراموں میں شرکت کی اور امام احمد رضا بریلوی کا پیغام سنایا۔ علامہ خوشتر اس وقت مانچسٹر برطانیہ میں قیام گزیں ہیں۔ اور مسلک اہلسنت کی اشاعت کا کام پوری دنیا میں کر رہے ہیں۔

سنی رضوی سوسائٹی اور اسکی خدمات

علامہ محمد ابراہیم خوشتر کی جدوجہد سے ۱۹۶۵ء کو مارشیس (افریقہ) میں سنی رضوی سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا، آپ کی مسلسل اور انتھک کوششوں کے نتیجہ میں سنی رضوی سوسائٹی صرف دو سال میں شجر سدا بہار ہوگئی۔ اس کا عمل پیہم اور جہد مسلسل جلد رنگ لایا، اور ۱۹۶۷ء میں سنی رضوی اکاڈمی کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ اس یادگار جلسہ میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کا پیغام سنایا گیا۔ سنی رضوی سوسائٹی کے ان تمام مراحل میں مفتی اعظم، مولانا تحسین رضا بریلوی، مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری مجاہد ملت مولینا حبیب الرحمن رضوی، مفتی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری و دیگر اکابر اہلسنت کے فیضان کا ساتھ رہا۔

علامہ خوشتر کو اللہ تعالیٰ نے وہ کامیابی عطا فرمائی کہ مارشیس کے صرف سات سالہ قیام میں سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ہوگئی اور افریقی ممالک میں اسکی برانچ قائم ہوئی۔ ہر جگہ امام احمد رضا بریلوی کی تجدیدی فیضان کا آوازہ بلند ہوا۔ اور دم زد شیخ احمد رضا خاں قطب عالم منیر تم کا نعرہ سنائی دینے لگا۔ سنی رضوی سوسائٹی کی شاخوں کا مختصر سا جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ مارشیس سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کی شاخیں تقریباً اٹھارہ ممالک میں قائم ہیں۔

۲۔ سنی رضوی اکاڈمی پورٹ لوئس میں تبلیغی، تعلیمی، اشاعتی اور مسلکی کام زور و شور سے ہو رہا ہے (افریقہ) میں ۲۶ واں عرس قادری رضوی ہو چکا ہے۔ یہ مبارک سلسلے اکیڈمی کے علاوہ سنی رضوی عیدگاہ، خانقاہ قادریہ رضویہ اور مارشیس کے دوسرے علاقوں میں جاری ہے

۳۔ خانقاہ قادریہ رضویہ دربن سے ۱۷ کتابیں رسائل وغیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مبارک سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

۴۔ مارشیس پورٹ لوئس کی خوبصورت پہاڑی پر سمندر کے سامنے دنیا کی سب سے پہلی سنی رضوی عیدگاہ کا قیام ۱۹۸۵ء میں عمل میں آیا۔ ایک تاریخی اجتماع میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہاں پر عیدین کا اجتماع ہر سال قابل دید ہوتا ہے۔ اسی پہاڑی کے دربن میں دنیا کی سب سے پہلی قادری رضوی مرکزی مسجد بن چکی ہے

۵۔ مارشیس کے علاوہ جنوبی افریقہ کے شہروں، دربن، پی۔ ایم۔ برگ، لونگاٹ، کیپ ٹاؤن، لوڈیم پریٹوریا، لینیزیا، جوہانسبرگ میں سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کی برانچ قائم ہے۔ ہر جگہ اعراس، مسلکی اشاعتی کام زور و شور سے ہو رہے ہیں۔

۶۔ دربن چیٹسورتھ کی پہاڑی پر سنی رضوی سوسائٹی سینٹر میں دار العلوم منظر اسلام کی عمارت (R.A.N.D) کے سرمایہ سے مکمل ہو چکی ہے اور سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو رہا ہے۔ اس سینٹر میں بارہواں عرس قادری رضوی، تیسری بار عرس غوث اعظم اور دوسرا عرس امام اعظم ابوحنیفہ، اسی سال (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) ہو رہا ہے۔

شعر و شاعری

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر شعر و شاعری کے میدان میں بھی ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے شعر گوئی تاجدار علم و فن مفتی اعظم قدس سرہ، سے سیکھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں وہ چاشنی پائی جاتی ہے جو دوسرے شعراء کے کلام کے مقابلے میں درجہ اتم کا درجہ رکھتی ہے۔ تخلص خوشتر اختیار کیا۔ مفتی اعظم کے وصال پُر ملال پر ۱۴۰۲ھ میں "فراق مفتی اعظم ہند" (۱۹۸۱ء) کے عنوان سے

ایک تاریخی منقبت کہی جو ۳۵ اشعار پر مشتمل ہے، نمونہ کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا جاتا رہا
مقتدا کرتے تھے جسکی اقتدا جاتا رہا

خوبصورت خوبصیرت خوش لقا جاتا رہا
خوبیِ خوباں کا جو معیار تھا جاتا رہا

احمد نوری نے دی جسکی ولادت کی خبر
اس بشارت کی خبر کا مبتدا جاتا رہا

جسنے دی تھی یہ دعا خوشتر کو خوشتر کر خدا
آہ وہ خوشتر کا خوشتر خوش ادا جاتا رہا [1]

---

[1] مکتوب بنام راقم محررہ ۶؍ جولائی ۱۹۹۰ء/ ۱۴۱۰، ۱۲، رضوی عفرلہ

غزالیٔ دوراں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رضوی

شیخ الحدیث دار العلوم انوار العلوم ملتان (پاکستان)

غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں علامہ ابو النجم سید احمد سعید کاظمی رضوی ولد سیّد محمد مختار کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بمقام امروہہ مضافات مراد آباد ۱۳۲۲ھ/۱۹۱۳ء میں سادات کے ایک عظیم روحانی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

علامہ کاظمی کا سلسلۂ نسب سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اسی نسبت سے آپ کاظمی کہلاتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت علامہ کاظمی ابھی اپنی عمر کی ابتدائی منازل طے کر رہے تھے کہ والدِ ماجد وصال فرما گئے، چنانچہ تربیت علامہ کاظمی کے برادرِ معظم حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔

حضرت علامہ سیّد محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (محدث امروہی) اس وقت شاہجہاں پور کے مدرسہ بحر العلوم میں تدریسی فرائض سر انجام دے رہے تھے، چنانچہ علامہ سید احمد سعید کاظمی نے مولانا سیّد محمد خلیل کاظمی سے ہی علومِ دینیہ کا درس لینا شروع کر دیا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تکمیل کے بعد سندِ فراغت حاصل کی۔

دستار بندی کے موقع پر ایک پُر انوار اجتماع تھا حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رضوی مراد آبادی اور مولانا نثار احمد کانپوری رحمہم اللہ علیہ کے علاوہ دیگر کئی علماء و مشائخ اہل سنت موجود تھے۔

حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کاظمی کے سر پر دستار باندھی۔

تدریس کا آغاز

فراغت کے بعد علامہ کاظمی لاہور تشریف لائے۔ حضرت علامہ سید دیدار علی رضوی الوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳ رجب ۱۳۵۴ھ / ۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء) علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۳ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ) علامہ سید احمد سعید رضوی اور دیگر علماء اہل سنت سے ملاقات کی۔ دریں اثناء ایک دن علامہ کاظمی جامعہ نعمانیہ تشریف لے گئے۔ اس وقت حافظ محمد جمال، مسلم الثبوت پڑھا رہے تھے۔ علامہ کاظمی بھی سماع کی خاطر بیٹھ گئے۔ جب ماہیتِ مجردہ کی بحث شروع ہوئی تو علامہ کاظمی نے بھی اس میں حصّہ لیا۔ چنانچہ علامہ کاظمی کی جودتِ طبع اور استحضارِ مسائل کے ملکہ سے متاثر ہو کر مولانا حافظ محمد جمال رحمۃ اللہ علیہ نے دبیرِ انجمن خلیفہ تاج الدین کو مشورہ دیا کہ علامہ کاظمی کو جامعہ میں مدرس مقرر کر لیا جائے۔

حضرتِ علامہ کاظمی کا جامعہ میں مسندِ تدریس پر متمکن ہونا تھا کہ علوم اسلامیہ کے شیدائی جوق در جوق آنا شروع ہو گئے، یہاں تک کہ اٹھائیس اسباق کی تدریس آپ سے متعلق ہو گئی۔ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں آپ اپنے وطنِ مالوف امروہہ تشریف لے گئے، اور چار سال تک مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں پڑھاتے رہے ــــــ اس کے بعد علامہ کاظمی حکیم جانِ عالم کی دعوت پر اوکاڑہ تشریف لائے اور ایک سال مسلسل، تبلیغِ دین فرما کر بدعقیدگی اور تنقیصِ رسالت کی وجہ سے مکدر ہونے والی فضا کو صاف فرمایا۔

ملتان میں آمد

حضرت نصیر عالم رحمۃ اللہ علیہ (ایک درویش صفت بزرگ) ہر سال ملتان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس پاک منعقد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علامہ کاظمی کو دعوتِ تقریر دی۔ وہ آپ کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے علامہ کاظمی کو مستقل طور پر لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ آخر ان کے مسلسل اصرار نے علامہ کاظمی کو مستقل

طور پر ملتان آنے کے لیے مجبور کر دیا۔

ملتان میں علامہ کاظمی نے درس و تدریس کا آغاز اپنے رہائشی مکان سے کیا۔ آپ کی شہرت سن کر دُور دُور سے علمی ذوق رکھنے والے لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔ اسی دوران علامہ کاظمی نے مسجد حافظ شیر بیرون لوہاری دروازہ (ملتان) میں قرآنِ مجید کا درس دینا شروع کیا۔ اور مختلف دشمن عناصر کی سازشوں کے باوجود اٹھارہ سال میں درسِ قرآن مکمل کیا۔ اس کے علاوہ مسجد چپ شاہ میں درسِ حدیث شروع کیا اور مشکوٰۃ شریف و صحیح بخاری شریف کا درس مکمل کیا۔

مناظرہ

گوجرانوالہ کے ایک غیر مقلد مولوی عبد العزیز نے جب اپنے ایک مُرید کو حضرت علامہ کاظمی کے درس میں شریک ہوتے دیکھا، تو وہ جل بھن گیا اور آپ سے مناظرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مناظرہ میں علامہ کاظمی کے ذریعے اہلِ سنت و جماعت کو کامیابی نصیب فرمائی اور اور غیر مقلد نے آپ سے بری طرح شکست کھائی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی اور لوگ غلط عقائد سے تائب ہو کر جوق در جوق مسلکِ اہلِ سنت سے وابستہ اور حضرت علامہ کاظمی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے۔

قاتلانہ حملہ

عملی سطح پر وہابیوں کے لیے حضرت علامہ کاظمی سے مقابلہ کرنا بڑا مشکل تھا اور اس سے قبل بھی وہ اس شکست کا سامنا کر چکے تھے، جبکہ علامہ کاظمی نے ان کے مشہور و معروف مناظر مولوی مرتضیٰ حسین دربھنگی کو ہندوستان میں قیام کے دوران پے در پے شکست سے دوچار کیا۔

چنانچہ وہابیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے علامہ کاظمی کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آپ کو ایک گاؤں (بلھا جھلن، جو اسٹیشن سے کافی دور تھا) میں تقریر کی دعوت دی اور پھر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مخالفین نے آپ پر کلہاڑیوں سے حملہ کر دیا۔ علامہ کاظمی زخمی ہو گئے اور

تین دن تک ایک ہندو عورت نے علامہ کاظمی کو اس خیال کے پیش نظر اپنے گھر میں رکھا کہ علامہ کا تعلق سادات سے ہے۔ پھر آپ کو ملتان لایا گیا اور چھ ماہ تک آپ ہسپتال میں زیر علاج رہے۔

انوار العلوم کا قیام

بیماری کے دوران حضرت علامہ کاظمی نے دینی ادارہ قائم نہ کر سکنے پر افسوس کا اظہار کیا تو منشی اللہ بخش نے دس ہزار روپے اور ان کی اہلیہ محترمہ نے سونے کے کڑے اور خود حضرت علامہ کاظمی کی زوجہ محترمہ نے اپنا پورا زیور اتار کر دار العلوم کے قیام کے لیے دے دیا۔ چنانچہ شہر (ملتان) میں ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر انوار العلوم کے نام سے ایک عظیم الشان دار العلوم کی بنیاد رکھی گئی جو اہل سنت وجماعت کی مرکزی درس گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ علامہ کاظمی مدت تک اسی دار العلوم میں درس حدیث دیتے رہے اور جامعہ اسلامیہ بہاول پور سے انقطاع کے بعد تادم زیست انوار العلوم میں مسند درس حدیث سے مزین کرتے رہے۔ [۱]

تحریکوں میں سرگرمیاں اور اس میں علامہ کا کردار

۲۸ نومبر ۱۹۷۸ء کو تنظیم المدارس اہل سنت وجماعت پاکستان کے اجلاس میں علامہ کاظمی کو جماعت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں کل پاکستان سنی کانفرنس ۱۶، ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس تاریخی کانفرنس میں لاکھوں کی تعداد میں ملک کے اطراف واکناف سے سواد اعظم اہل سنت شریک ہوئے۔

سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (مرحوم) کے دور حکومت میں جب محکمہ اوقاف نے جامعہ اسلامیہ بہاول پور کا انتظام سنبھالا، تو درس حدیث کے لیے کسی ماہر شیخ الحدیث کی ضرورت پڑی، چنانچہ حضرت علامہ کاظمی کی علمی تحقیق کے پیش نظر علامہ کاظمی کو اس عظیم منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس طرح علامہ کاظمی ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۴ء تک جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاول پور

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماء اہل سنت ص ۲۶ تا ۲۹

میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ یونیورسٹی سے واپسی پر آپ کو تمغۂ خدمت پیش کیا گیا۔

تحریکِ پاکستان میں علماءِ اہلِ سنت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، چنانچہ دیگر اکابر اہلِ سنت کی رفاقت میں علامہ کاظمی پاکستان کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہوئے مسلم لیگ کے اسٹیج سے پاکستان کے حق میں جلسے کرتے رہے اور ۱۹۴۶ء میں قراردادِ پاکستان کی توثیق کے لیے بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کانگریسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ [۱]

قیامِ پاکستان کے بعد آپ کی تحریک پر مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ملک بھر کے علماء و مشائخ کا اجتماع ہوا اور جمعیۃ علماءِ پاکستان کی تشکیل کے بعد حضرت علامہ ابوالحسنات کو صدر اور حضرت علامہ کاظمی کو ناظمِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ [۲]

بیعت وخلافت

حضرت علامہ کاظمی نے اپنے برادرِ معظم واستادِ محترم حضرت علامہ سید محمد خلیل کاظمی قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف پایا اور خلافت حاصل کی [۳] اور علامہ کاظمی کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم الشاہ علامہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ [۴]

مفتیٔ اعظم کے متعلق علامہ کا فرمان

حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ اپنے مرشدِ برحق حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے

۱۔ محمد صادق قصوری، مولانا: اکابر تحریکِ پاکستان ص ۵۱

۲۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان ص ۴۲۳

۳۔ محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماءِ اہلِ سنت ص ۳۰

۴۔ مکتوبِ گرامی حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رضوی علیہ الرحمۃ بنام علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہوری

کے متعلق فرماتے ہیں

"حضور مفتیٔ اعظم ہند تو مفتیٔ اعظم عالم ہیں۔ اس زمانے میں ان جیسا فقیہ و متقی میں نے دوسرا نہیں دیکھا، قرآن پاک میں خدائے قدیر جل مجدہٗ خود ارشاد فرماتا ہے "ان اولیاء الا المتقون" انھیں دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے، یہ خود ان کی ولایت کی دلیل ہے، بفضلہٖ تعالیٰ فقیر کاظمی کو سرکار مفتیٔ اعظم ہند قبلہ سے خلافت و اجازت کا شرف حاصل ہے۔" [۱]

تصانیف

۱۔ تسبیح الرحمٰن عن الکذب والنقصان (یہ رسالہ آپ نے دوران تعلیم تحریر فرمایا) علامہ مولانا مفتی محمد غلام سرور قادری نے اس کی بہترین شرح "تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار" کے نام سے لکھی ہے۔

۲۔ مزیلۃ النزاع عن مسئلۃ السماع

۳۔ تسکین الخواطر

۴۔ معراج النبی

۵۔ حیات النبی

۶۔ تقریر منیر

۷۔ حجیت حدیث

۸۔ مکالمہ کاظمی و مودودی

۹۔ تحقیق قربانی

۱۰۔ نفی الظل والفئی

۱۱۔ کتاب التراویح

۱۲۔ الحق المبین

---

[۱] محمد امانت رسول نوری، قاری: پندرھویں صدی کے مجدد ص ۱۸، ۱۹

۱۳۔ التحریر اور اس کی شرح التقریر

۱۴۔ اسلام اور سوشلزم

۱۵۔ اسلامی معاشرے میں طلباء کا کردار

۱۶۔ التبشیر برد التحذیر

۱۷۔ میلاد النبی

۱۸۔ اسلام اور عیسائیت

۱۹۔ فتویٰ الحنفی

۲۰۔ آئینۂ مودودیت

چند مشہور تلامذہ

حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے تلامذہ نہ صرف یہ کہ کثیر التعداد ہیں، بلکہ علم و فضل میں نادرِ روزگار ہیں۔ چند شاگرد علماء کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا حسن الدین ہاشمی، شیخ الفقہ اسلامی یونیورسٹی بہاول پور

۲۔ مولانا مفتی شجاعت علی قادری ایم اے شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ و لیکچرر لیاقت کالج کراچی

۳۔ مولانا محمد حسن حقانی، سابق ایم پی اے (سندھ) کراچی

۴۔ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (سابق ایم این اے) کراچی

۵۔ مولانا خورشید احمد ظاہر پیر

۶۔ مولانا عبد القادر، زونل خطیب اوقاف ملتان زون

۷۔ مولانا مشتاق احمد چشتی، نائب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

۸۔ مفتی غلام سرور قادری شیخ الادب العربی و استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نوٹ:۔ مقالاتِ کاظمی۔ حضرت علامہ کاظمی کی مندرجہ بالا تصانیف اور دیگر مقالات جو مختلف رسائل و جرائد میں نکلے تھے سبھی کو اس میں شامل کر دیا ہے۔ مقالاتِ کاظمی تین جلدوں پر مشتمل ہے، پاکستان و ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے۔
۱۲ رضوی غفرلہٗ

۹۔ مولانا پیر محمد چشتی ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور

۱۰۔ مولانا محمد فرید ہزاروی، مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ گوجرانوالہ

۱۱۔ مولانا محمد شریف ہزاروی، مدرس دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

۱۲۔ مولانا غلام رسول سعیدی، مدرس دارالعلوم نعیمیہ کراچی [۱]

وصال

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/ ۴ جون ۱۹۸۶ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور زندگی بھر کے لیے آخری نیند سو گئے، تلامذہ کی کثیر جماعت استاذ کامل سے محروم ہو گئی۔ [۲]

---

[۱] (الف) محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماءِ اہلِ سنت ص ۳۱، ۳۲

(ب) ماہنامہ ضیاءِ حرم لاہور ص ۴۹ بابت جون ۱۹۷۵ء

[۲] مکتوبِ گرامی علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہوری بنام راقم ۱۲

نوٹ:۔ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے تفصیلی حالات دیکھنے کے لیے رجوع کریں مقالات کاظمی ج اوّل مطبوعہ ساہیوال۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

عطاءِ خواجہ مولانا سیّد احمد علی رضوی اجمیری

گدی نشین آستانۂ غریب نواز رضوی منزل
اجمیر شریف

ولادت

پیر طریقت مولانا سیّد احمد علی رضوی چشتی کی ولادت ۱۵ اپریل ۱۹۳۲ء کو بمقام اجمیر مقدس ہوئی۔ بچپن ہی کے زمانے میں والدہ ماجدہ داغِ مفارقت دے کر رخصت ہو گئیں مولانا سیّد احمد علی کی پرورش ان کی ہمشیرہ اور ان کے والدِ گرامی الحاج مولانا سید حسین علی رضوی نے کی۔ سیّد صاحب کی پیدائش کے وقت ان کے والد عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ سیّد صاحب کی والدہ مولانا سید حسین علی رضوی اجمیری کی تیسری شریک حیات تھیں۔

خاندانی حالات

مولانا سیّد احمد علی اجمیری گردیزی سیّد ہیں۔ ان کا شجرۂ نسب مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد مولانا سیّد حسین علی کے والد کا سایۂ شفقت بچپن ہی قریب چودہ سال کی عمر میں اٹھ گیا تھا۔ حضرت مولانا سید حسین علی رضوی موضع ببر ضلع اجمیر مقدس کے جاگیردار تھے۔ یہ جاگیر مولانا سیّد حسین علی کے نانا سے وراثت میں ملی تھی۔ چونکہ مولانا سیّد حسین علی اپنے نانا کے اکلوتے نواسے تھے، نواب جاؤرہ ریاست مولانا سیّد حسین علی کو اپنا وکیل، دعاگو آستانۂ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ مانتے تھے، یہ حق بھی ان کو اپنی ننھال سے ملا تھا۔ نواب جاؤرہ مولانا سیّد حسین علی کی اچھی قدر و منزلت کرتے تھے، تحائف و نذر پیش کرتے اور سال میں ایک بار اپنی ریاست میں مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے دعوت دیتے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ نواب جاؤرہ نے ایک ہاتھی نذر کیا۔ اسی بنا پر لوگ وکیل جاورہ

کہنے لگے۔

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ نیز امام احمد رضا بریلوی نے سلسلۂ چشتیہ میں آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا تھا۔

تسمیہ خوانی

جب مولانا سید احمد علی کی عمر چار سال کی ہوئی تو والد ماجد نے بسم اللہ خوانی کی تقریب منعقد کرائی، اور حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا بریلوی کو دعوت دی۔ مولانا محمد حامد رضا بریلوی نے شرکت بھی فرمائی، اور سید صاحب کی رسم بسم اللہ بھی ادا کی۔ اور دعاؤں سے نوازا۔

تعلیم و تربیت

مولانا سید احمد علی نے ابتدائی تعلیم سے لے کر فراغت تک ایک ہی مدرسہ دار العلوم عثمانیہ معینیہ درگاہ معلّٰی اجمیر مقدس میں حاصل کی۔ ۲ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ / ۲۲ مئی کو دار العلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر میں سند فراغت سے سرفراز کیے گئے۔

اساتذۂ کرام

۱۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی

۲۔ حضرت مولانا غلام معین الدین

۳۔ حضرت مولانا محمد شریف

۴۔ حضرت مولانا مولوی نصیر احمد

۵۔ حضرت مولانا عبد الباری معینی

۶۔ حضرت مولانا خیرات الحسن

امتحانات

حضرت مولانا سید احمد علی نے الٰہ آباد بورڈ، علی گڑھ سے امتحانات پاس کیے۔

۱۹۴۷ء میں مولوی، ۱۹۴۸ء میں ادیب کامل، ۱۹۵۰ء میں منشی اور خوش نویسی کے امتحانات دیئے۔

خدمات

مولانا سید احمد علی نے جب یہ محسوس کیا کہ اجمیر جیسی مقدس جگہ میں کوئی لائبریری نہیں ہے، اور علم کی روشنی سے محروم ہو کر لوگ اندھیرے کی جانب راغب ہو رہے ہیں تو اندرونِ درگاہ ایک حجرہ جس کا نمبر ۹۳ ہے اس کو لے کر بنام قادری چشتی رضوی دار المطالعہ ۱۹۷۹ء میں قائم فرمایا جس سے آج لاکھوں زائرین و مقامی لوگ مطالعہ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اس دار المطالعہ میں تقریباً دو ہزار کتابیں موجود ہیں۔ دار المطالعہ کو قائم کرنے میں سید صاحب کو بہت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ناظم آستانۂ خواجہ نے تعصب کی بنا پر حجرہ خالی کرنے کا مقدمہ بھی دائر کر دیا اور طرح طرح کی دشواریاں سامنے آتی گئیں۔ حضرت سید صاحب نے جم کے مقابلہ کیا۔ وہ مقدمہ آج بھی چل رہا ہے۔ جلسے وغیرہ اور علماءِ اہلِ سنت کی تقاریر بھی اسی میں ہوتی ہیں۔

اصلاحی کمیٹی

چونکہ اجمیر مقدس میں خاص کر آستانہ شریف پر اکثر وہابی و دیو بندی اور شیعہ وغیرہ رہتے ہیں اور یہ لوگ زائرین کو اپنا مسلک بتاتے ہیں، ان میں سے کچھ زائرین ایسے بھی ہوتے ہیں جو اُن کے اثر کو قبول کر کے واپس جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے نئے نئے حربے استعمال کرتے ہیں گمراہیت پھیلا رہے ہیں۔ ان سب وجوہات کی بنا پر مولانا سید احمد علی نے ایک کمیٹی بنام "اصلاحی کمیٹی" تشکیل دی تاکہ جو مفاد پرست غیر قومیں اپنا جال پھیلا رہی ہیں ان کا علمی اور اصلاحی ہر طریقے سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکے، ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا جا سکے، مذہب اہلِ سنت و جماعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی خوب سے خوب تر اشاعت کی جا سکے۔

اب مولانا سید احمد علی ایک مدرسہ کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہیں جس کے لیے اپنے دولت خانے کی سہ منزلہ عمارت جو اعلیٰ حضرت منزل کے نام سے موسوم ہے اس کو

بھی وقف کر دیا ہے۔ چونکہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ تنزلی کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس کا سارا اسٹاف بدعقیدہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے، ناظمِ مدرسہ بھی بد مذہب ہے اور مدرسین بھی اس کے ہم خیال ہیں، اس مدرسہ میں کوئی سہولت قیام و طعام کے لیے نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ سید صاحب کا ہاتھ کسی عالم نے نہیں بٹایا جس کی وجہ سے مدرسہ کے قیام کو ابھی تک عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔ اجمیر مقدس میں مدرسہ کی بہت شدید ضرورت ہے۔ علماء اس بات پر توجہ فرمائیں۔

یتیم خانے میں آپ کا کردار

اجمیر شریف میں ایک قدیمی یتیم خانہ تھا جو بدنیت اور بدعقیدہ لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا تھا۔ یہاں کے ہمدرد مسلمانوں نے جب یتیم خانے کو بالکل تباہ اور برباد دیکھا اور یتیم خانے کے بچوں کو بھکاریوں کی طرح بھیک مانگتے دیکھا اور یتیم خانے کے بجٹ کو بالکل خالی دیکھا تو ملت کا درد رکھنے والے افراد نے مولانا سید احمد علی رضوی کو اس ادارے کا صدر بننے پر اصرار کیا اور جبراً سید صاحب کو صدر منتخب کر دیا گیا۔

جس وقت سید صاحب صدر منتخب ہوئے اس وقت یتیم خانے کی بہت بری حالت تھی اور یتیم خانہ کئی ہزار روپے کا مقروض ہو چکا تھا۔ سید احمد علی نے اپنے جانی و مالی تعاون سے اس یتیم خانے کو روز افزوں ترقی بخشی اور اپنے حلقۂ احباب و اقارب کو اس طرف راغب کر کے اس ادارے کا تعاون کیا، کئی لاکھ روپے کا بجٹ یتیم خانے کے نام بینک میں جمع کرایا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ کچھ شرپسندوں اور حریفوں نے پیچھا کر لیا جب سید صاحب کی طبیعت علیل ہوئی، موقع غنیمت جان کر اس ادارے میں گھس گئے اور ادارے کو برباد کرنے میں کوشاں رہے۔ اسی بنا پر مولانا سید احمد علی نے استعفیٰ دے دیا اور اس سے بری ہو گئے۔ آٹھ سال تک یتیم خانے کے عروج کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کر ڈالا مگر ان لالچیوں نے اس کا فائدہ اٹھایا۔ جب تک مولانا سید احمد علی ادارہ کے صدر رہے اس وقت تک یتیم خانہ عروج کی منازل طے کرتا گیا اور جب اس سے

مستعفی ہوئے، تنزّلی کی صورت اختیار کر گیا۔

بیعت وخلافت

مولانا سید احمد علی، ۸ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ میں حضور مفتیٔ اعظم بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور پھر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد مرشدِ برحق نے ۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ میں اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضور مفتیٔ اعظم نوری علیہ الرحمۃ کے بعد دیگر مشائخ کبار اور علماء کرام نے خلافت عطا فرمائی اور وکالت نامہ تحریر فرمایا۔ ۱۔ محدثِ اعظم پاکستان علامہ سردار احمد علیہ الرحمۃ ۲۔ مجاہدِ ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رئیسِ اعظم اڑیسہ ۳۔ مولانا مفتی رجب علی رضوی نانپاردی مدظلہٗ۔

زیارت وحج

جب جذبۂ عشق کی تپش بڑھ گئی تو دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کیا۔ یکم اگست ۱۹۸۲ء کو حج کے فرائض انجام دیئے۔

رضا منزل اور علماء کا قیام

جب بھی حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اجمیر شریف تشریف لے جاتے تو رضا منزل میں ضرور قیام فرماتے۔ سرکار مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ کے دور سے آج تک سنّی علماء جب حاضرِ آستانہ ہوتے ہیں تو رضا منزل میں قیام کرتے ہیں۔

عقدِ مسنون

مولانا سید احمد علی کا عقدِ مسنون ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ/ ۲۲ اپریل ۱۹۵۵ء کو شہر اجمیر شریف کے سید گھرانے میں ہوا۔ حضرت سید صاحب کے اس وقت سات بچے ہیں جن میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔

۱۔ پیرزادہ سیّد اسد علی رضوی چشتی
۲۔ پیرزادہ سیّد محمد فرقان علی رضوی چشتی
۳۔ پیرزادہ سیّد محمد عرفان علی رضوی چشتی
۴۔ قاضی سیّد محمد آصف علی رضوی چشتی
۵۔ سیّدہ شافیہ بی بی رضویہ
۶۔ سیّدہ میمونہ فاطمہ رضویہ
۷۔ سیّدہ زینب بی بی رضویہ [1]

---

[1] مکتوب گرامی الحاج سیّد احمد علی رضوی چشتی اجمیری بنام راقم محررہ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ / ۱۹۸۹ء ۱۲ رضوی غفرلہٗ۔

تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی

جانشین مفتیٔ اعظم

آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ، سوداگران بریلی شریف

ولادت

جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بن مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بن حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا ابن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ۲۵ فروری ۱۹۴۲ء کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

تسمیہ خوانی

جانشین مفتی اعظم کی عمر شریف جب چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو والد ماجد مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی نے تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کی اور اس میں دار العلوم منظر اسلام کے جملہ طلبہ کو دعوت دی۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ، نے رسم بسم اللہ ادا کرائی۔ اور محمد نام پر عقیقہ ہوا۔ پکارنے کا نام محمد اسمٰعیل رضا اور عرف محمد اختر رضا تجویز ہوا۔ حضور مفتی اعظم کی صاحبزادی یعنی جانشین مفتی اعظم کی والدہ ماجدہ نے تعلیم کا خاص خیال رکھا۔ چونکہ نانا جان کا صحیح جانشین اسی نواسے کو مستقبل میں بننا تھا اور ساری توقعات انہی سے وابستہ تھیں۔ اسی لیے نانا جان حضور مفتی اعظم کی سحر آموز دعائیں بھی آپ ہی کے حق میں نکلتی رہیں۔

القاب

جانشین مفتی اعظم نے ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ میں سوراشٹر کا دورہ فرمایا۔

ویراول، پور بندر، جام جودھپور، ایلیٹہ، دھوراجی، اور جیت پور ہوتے ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۸۴ء/ ۱۴۰۴ھ کو امریلی تشریف لے گئے۔ وہاں ہزاروں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ رات ۱۲ بجے سے دو بجے تک جانشین مفتی اعظم کی تقریر ہوئی۔ اور ۱۸ اگست کو جونا گڑھ میں بزم رضا کی جانب سے ایک جلسہ رضا مسجد میں رکھا گیا۔ جس میں امیر شریعت حاجی نور محمد رضوی مارفانی نے تاج الاسلام کا لقب دیا۔ جسکی تائید مفتی گجرات مولانا مفتی احمد میاں نے کی۔ ؎

جانشین مفتی اعظم کو صدر المفتین، سند المفتین، اور فقیہ اسلام کا لقب ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ میں رام پور کے مشہور عالم دین مفتی حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی شیخ المحدیث الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور نے دیا۔

فخر اہل سنت، فقیہہ اعظم اور شیخ المحدثین کا لقب ۱۴ شوال المکرم ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء کو مولانا حکیم مظفر احمد رضوی داتا گنج بدایوں نے دیا۔ اس کے علاوہ مثلاً تاج الشریعہ، مرجع العلماء والفضلاء وغیرہ، اور بہت سے القاب علماء و مشائخ نے دیئے۔ جسکی ایک طویل فہرست ہے۔

حصول علوم اسلامیہ

جانشین مفتی اعظم نے گھر پر والدہ ماجدہ سے قرآن کریم ناظرہ ختم کیا۔ اسی دوران والد ماجد سے اردو کی کتابیں پڑھیں۔ گھر پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد بزرگوار نے دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کرا دیا۔ نحو میر، میزان منشعب وغیرہ سے ہدایہ آخرین تک کی کتابیں دارالعلوم منظر اسلام کے کہنہ مشق اساتذہ کرام سے پڑھیں۔

تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا۔ مسلسل تین سال تک جامعہ ازہر مصر کے فن تفسیر و حدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

تاج الشریعہ بچپن ہی سے ذہانت و فطانت اور قوت حافظہ کے مالک تھے۔ اور عربی

؎ روزنامہ اردو ٹائمز بمبئی، مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ

ادب کے دلدادہ تھے۔ جامعہ ازہر مصر میں داخلہ کے بعد جب آپ کی جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ سے گفتگو ہوئی تو وہ آپ کی بے تکلف فصیح وبلیغ عربی گفتگو سن کر محوحیرت ہوجاتے تھے اور کہتے تھے کہ

ایک عجمی النسل ہندوستانی عربی النسل اہلِ علم حضرات سے گفتگو کرنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کرتا۔

جامعہ ازہر مصر کے شعبۂ کلیہ اصول الدین کا سالانہ امتحان اگرچہ تحریری ہوتا تھا، مگر معلومات عامہ (جنرل نالج) کا امتحان تقریری ہوتا تھا۔ چنانچہ جامعہ کے سالانہ امتحان کے موقع پر جب جانشین مفتیٔ اعظم کا امتحان ہوا تو ممتحن نے آپ کی جماعت سے علم کلام کے چند سوالات کیے، پوری جماعت میں سے کوئی ایک بھی ممتحن کے سوالات کے صحیح جواب نہ دے سکا۔ ممتحن نے روئے سخن آپ کی طرف کرتے ہوئے سوالات کو دہرایا۔ جانشین مفتیٔ اعظم نے ان سوالات کا ایسا شافی وکافی جواب دیا کہ ممتحن تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا کہ

آپ تو حدیث واصولِ حدیث پڑھتے ہیں تب علم کلام میں کیسے جواب دیا۔

جانشین مفتیٔ اعظم نے جواب میں کہا کہ میں نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں علم کلام پڑھا تھا۔

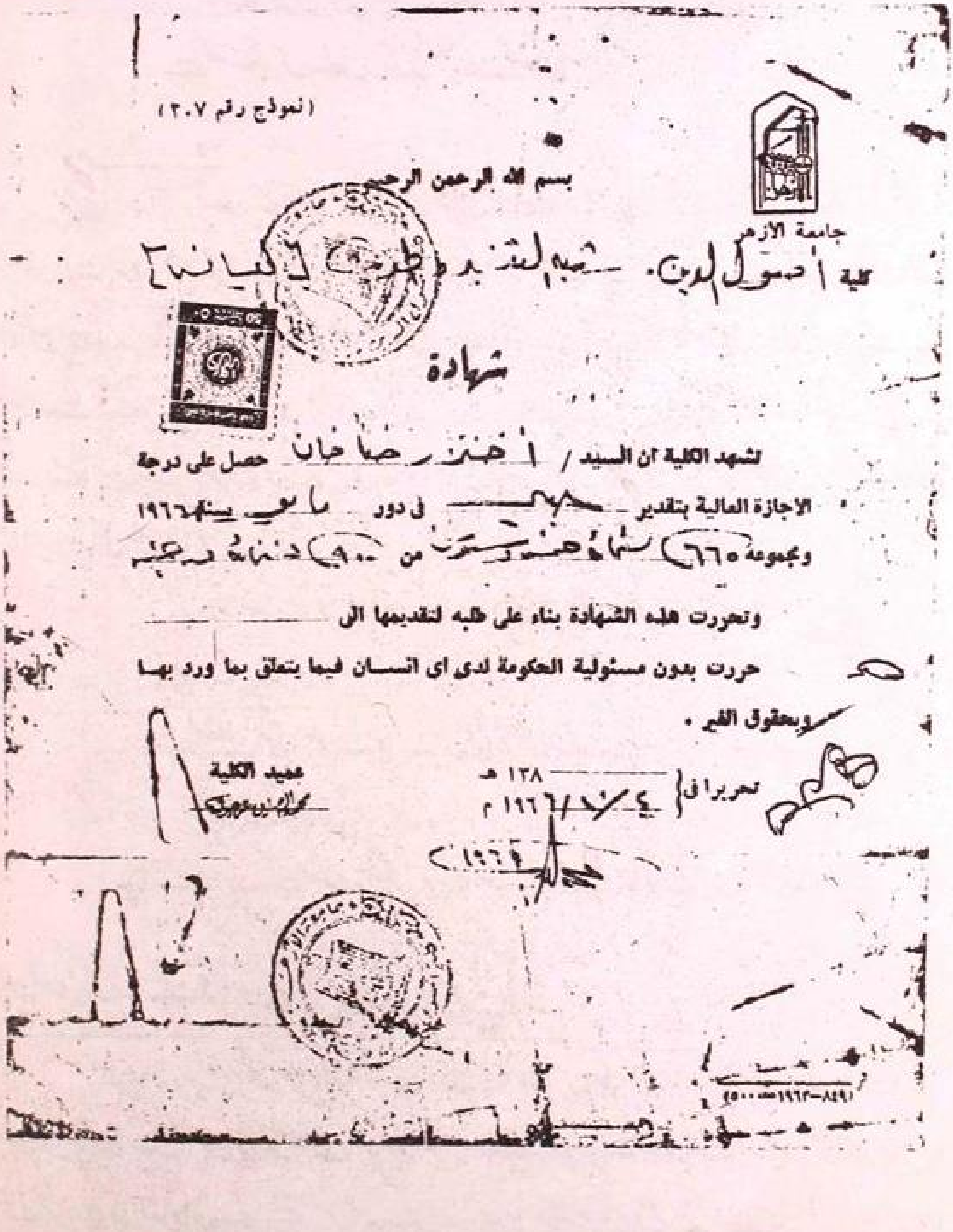
آپ کے جواب سے مسرور ہوکر ممتحن جامعہ نے آپ کو جماعت میں پہلا مقام دیا۔

جامعہ ازہر سے فراغت، ایوارڈ اور بریلی آمد

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا ازہری مدظلہ، ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے، اور وہاں پر تین سال مسلسل رہ کر حصول علم میں مشغول رہے۔ دوسرے سال کے سالانہ امتحان میں آپ نے شرکت کی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے پورے جامعہ ازہر قاہرہ میں امتحان میں اعلیٰ کامیابی عطا فرمائی۔ اس کامیابی پر ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کوائف آستانہ رضویہ کے عنوان سے رقمطراز ہیں: بر

عکس سند فراغت جامعہ ازہر مصر

حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی



(نموذج رقم ۲۰۷)

بسم الله الرحمن الرحيم

جامعة الأزهر

كلية أصول الدين. شعبة التفسير والحديث (كليات نظام حديث)

شهادة

تشهد الكلية ان السيد / اختر رضا خان حصل على درجة

الاجازة العالية بتقدير جيد في دور مايو سنة ١٩٦٦

ومجموعة ٦٦٠ ستمائة وستون من ٩٠٠ تسعمائة درجة

وتحررت هذه الشهادة بناء على طلبه لتقديمها الى

حررت بدون مسئولية الحكومة لدى اى انسان فيما يتعلق بما ورد بها وبحقوق الغير .

تحريرا في ١٣٨ هـ ٤/٦/١٩٦٦ م

عميد الكلية

(٨٤٩١-١٩٦٣-٥٠٠٠)

> نبیرۂ اعلیحضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ اور حضرت مفسر اعظم کے فرزند دلبند مولینا اختر رضا خاں صاحب نے عربی میں بی۔اے کی سند فراغت نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی، مولینا اختر رضا خاں صاحب نہ صرف جامعہ ازہر میں بلکہ پورے مصر میں اوّل نمبروں سے پاس ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے۔ اور انہیں خدمات کا اہل بنائے اور وہ صحیح معنی میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے جانشین کہے جائیں۔ اللّٰھم زد فزد ؎

تاج الشریعہ ۱۹۶۶ء جامعہ ازہر قاہرہ سے فارغ ہوئے تو کرنل جمال عبدالناصر نے آپ کو بطور انعام جامعہ ازہر ایوارڈ پیش کیا اور ساتھ ہی ساتھ سند سے بھی نوازے گئے۔

جب آپ جامعہ ازہر سے بریلی شریف تشریف لائے تو اس کی کیفیت جناب امید رضوی یوں تحریر فرماتے ہیں، بعنوان آمدنت باعث ......

> گلستانِ رضویت کے مہکتے پھول، چمنستانِ اعلیحضرت کے گل خوش رنگ جناب مولانا محمد اختر رضا خاں صاحب ابن حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصۂ دراز کے بعد جامعہ ازہر مصر سے فارغ التحصیل ہوکر ۱۷ نومبر ۱۹۶۶ء/۱۳۸۶ھ کی صبح کو بہار افزائے گلشن بریلی ہوئے، بریلی کے جنکشن اسٹیشن پر متعلقین و متوسلین و اہلِ خاندان، علمائے کرام و طلبا دارالعلوم (منظر اسلام) کے علاوہ بیشمار معتقدین حضرات نے (جن میں بیرونجات خصوصاً کانپور کے احباب بھی موجود تھے) حضرت مفتی اعظم مدظلہ کی سرپرستی میں پرتپاک اور شاندار استقبال

؎ ماہنامہ اعلیحضرت بریلی ص ۳۱، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ/ستمبر ۱۹۶۵ء

کیا اور صاحبزادہ موصوف کو خوش رنگ پھولوں کے گجروں اور ہاروں کی پیشکش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص اور عقیدت کا اظہار کیا۔

ادارہ مولانا اختر رضا خاں ازہری اور متوسلین کو اس کامیاب واپسی پر ہدیۂ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے، اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کے آبائے کرام خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سچا صحیح وارث وجانشین بنائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ ۱؎

اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ میں قابلِ ذکر اساتذہ کرام یہ ہیں۔

۱۔ حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ

۲۔ بحر العلوم حضرت مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری

۳۔ مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی رضوی بریلوی

۴۔ فضیلت الشیخ مولینا علامہ محمد سماحی شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ ازہر قاہرہ

۵۔ حضرت علامہ مولانا محمود عبدالغفار استاذ الحدیث جامعہ ازہر قاہرہ

۶۔ ریحان ملت قائد اعظم مولانا محمد ریحان رضا رحمانی رضوی بریلوی

۷۔ استاذ الاساتذہ مولانا مفتی محمد احمد عرف جہانگیر خاں رضوی اعظمی

درس وتدریس تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری کو ۱۹۶۷ء میں دار العلوم

۱؎ محمد ریحان رضا، مولانا: ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی ص ۱، بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۶ء/ ۱۳۸۶ھ

منظر اسلام بریلی میں درس دینے کے لیے پیش کش کی گئی۔ آپ نے اس دعوت کو قبولیت سے سرفراز کیا ۱۹۶۷ء سے تدریس کے مسند پر فائز ہو گئے۔ تاج الشریعہ کے برادر اکبر مولانا ریحان رضا رحمانی بریلوی نے ۱۹۷۰ء میں صدر المدرسین کے اعلیٰ عہدہ پر تقرر کیا۔ اور اس عہدے کے ساتھ رضوی دارالافتاء کے صدر مفتی بھی رہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ مسلسل بارہ سال تک چلتا رہا۔

ہندوستان گیر تبلیغی دورے کی وجہ سے یہ سلسلہ کچھ ایام کے لیے منقطع ہو گیا۔ مگر کچھ ہی دنوں بعد اپنے دولت کدے پر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں منظر اسلام، مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ رضویہ کے طلبہ کثرت سے شرکت کرتے۔ ۱۴۰۷ھ اور ۱۴۰۸ھ کو مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ گنجقدیم رام پور میں ختم بخاری شریف کرایا۔ ۱۴۰۸ھ کو جامعہ فاروقیہ بھوجپور ضلع مراد آباد میں بخاری شریف کا افتتاح کیا۔ ۱۴۰۹ھ کو دارالعلوم امجدیہ کراچی (پاکستان) میں بخاری شریف کا افتتاح فرمایا، اور ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ کو الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی ضلع بریلی شریف میں شرح وقایہ کا طویل سبق پڑھایا۔

خاندان رضا کی فتویٰ نویسی

خاندانِ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کی مدت فتویٰ نویسی کا مندرجہ ذیل جائزہ ایمان اور یقین کو روشن کرتا ہے۔ حضرت مولانا رضا علی خاں کی فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء انجام ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء، امام احمد رضا کی فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء انجام ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں کی فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء، انجام ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری کی فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء انجام ۱۹۸۱ء/۱۴۰۲ھ۔ [1]

بحمدہ تعالیٰ یہ سلسلہ زریں جس کی مدت ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء تک ۱۶۲ سال ہوتی ہے، اب بھی خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ سوداگران بریلی سے تاج الشریعہ ۱۹۶۷ء سے انجام دے رہے

---

[1] ماہنامہ فیض الرسول براؤں ص ۲۸، بابت جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ/دسمبر ۱۹۸۹ء شمارہ ۵ جلد ۱۷ مضمون از علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی افریقی۔

ہیں۔ آپ حضور مفتی اعظم قدس سرہ، اور مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری کی زیر نگرانی فتاویٰ لکھتے رہے۔ مفتی اعظم قدس سرہ کے پاس فتاویٰ کی کثرت کی وجہ سے کئی مفتی کام کرتے۔ مفتی اعظم نے فرمایا:

"اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں۔ یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ اب تم اس کام کو انجام دو۔ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔"

لوگوں سے مخاطب ہوکر مفتی اعظم نے فرمایا:

آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔

اسی دن سے لوگوں کا رجحان تاج الشریعہ کی طرف ہوگیا۔ آپ خود اپنے فتوی نویسی کی ابتداء یوں تحریر فرماتے ہیں۔

میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہوگیا ہوں، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے مفتیانِ کرام کی نگرانی میں میں یہ کام کرتا رہا۔ اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فتویٰ دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا۔[۱]"

---

[۱] ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم نمبر) ص ۱۵۱، بابت رجب ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

تقریباً چوبیس سال سے مسلسل مفتی اعظم قدس سرہٗ کے اس منصب کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں تاج الشریعہ کے فتاوی اقصائے عالم میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق تا دم تحریر فتاوی کے رجسٹروں کی تعداد اکتیس ۳۱ سے متجاوز ہو گئی ہے [۱]

ازدواجی زندگی

جانشین مفتی اعظم کا عقد مسنون حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر صالح سیرت کے ساتھ ۳ / نومبر ۱۹۶۸ء / شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ بروز اتوار کو محلہ کانکر ٹولہ شہر کہنہ بریلی سے ہوا۔ جن سے فی الحال ایک صاحبزادہ مخدوم گرامی مولانا عسجد رضا قادری بریلوی اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی اولاد امجاد کو سلف صالحین اور خاندان رضا کا نمونہ بنائے اور صاحبزادہ گرامی کو والد بزرگوار تاج الشریعہ کا صحیح معنوں میں جانشین اور قائم مقام بنائے آمین [۲]

حج وزیارت

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا ازہری نے پہلا حج ---- ۱۴۰۳ھ / ۴ / ستمبر ۱۹۸۳ء دوسرا حج ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء تیسرا حج ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں ادا فرمائے۔ اور متعدد بار عمرہ سے بھی فیضیاب ہوئے۔

حق گوئی وبے باکی

اللہ رب العزت نے جانشین مفتی اعظم کو جن گوناگوں صفات

---

[۱] بروایت مکرمی مولانا عبد الوحید رضوی بریلوی ناقل فتوی مرکزی دار الافتاء سوداگران بریلی

[۲] صاحبزادہ مولینا عسجد رضا کی ولادت ۱۴ / شعبان ۱۳۹۰ھ میں ہوئی۔ موصوف جامعہ نوریہ بریلی میں درس نظامیہ کی تعلیم میں منہمک ہیں۔ ۱۲، رضوی غفرلہ

سے متصف کیا ہے۔ ان صفات میں ایک حق گوئی اور بے باکی ہے۔ آپ نے کبھی بھی صداقت و حقانیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ چاہے کتنے ہی مصلحت کے تقاضے کیوں نہ ہوں۔ چاہے کتنے ہی قید و بند، مصائب و آلام اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہننا پڑیں کبھی کسی کو خوش کرنے کے لیے اسکی منشاء کے مطابق فتویٰ نہیں تحریر فرمایا۔ جب کبھی کوئی فتویٰ تحریر فرمایا تو اپنے اسلاف، اپنے آباؤ اجداد کے قدم بقدم ہو کر تحریر فرمایا۔ جس طرح جد امجد امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری نے بے خوف و خطر فتاوے تحریر فرمائے۔ اسی طرح اپنے اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ جانشین مفتی اعظم نظر آتے ہیں۔ اس حق گوئی کے شواہد آج آپ کے ہزاروں فتاویٰ ہیں جو ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

سعودی مظالم کی کیفیت جانشین مفتی اعظم کی زبانی

بمبئی ۱۳ر ستمبر ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ میں ابراہیم مرچنٹ روڈ مینارہ مسجد کے قریب رضا اکیڈمی بمبئی کے زیر اہتمام جانشین مفتی اعظم کے مکہ مکرمہ میں بیجا گرفتاری پر سعودی حکومت کے خلاف ایک شاندار اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفےٰ رضوی امجدی نے فرمائی بمبئی کے علماء، ائمہ مساجد کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے اکابر علماء نے شرکت فرمائی۔ مجمع جو تقریباً پچاس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ جوش احتجاج میں سعودی حکومت کے خلاف نعرے بلند کرتا رہا۔ اخیر میں جانشین مفتی اعظم نے سعودی حکومت میں اپنی گرفتاری اور زیارت مدینہ منورہ کے بغیر واپس کیے جانے سے متعلق اپنا یہ مختصر سا بیان دیا، وھو ھٰذا۔

۳۱ر اگست ۱۹۸۶ء شب میں تین بجے اچانک سعودی حکومت کے سی۔ آئی۔ ڈی اور پولیس کے لوگ میری قیام گاہ پر آئے اور مجھے بیدار کر کے پاسپورٹ طلب کیا اور پھر میرے سامان کی تلاشی کا مطالبہ کیا۔ میرے ساتھ میری پردہ نشین بیوی تھیں۔ میں نے انھیں باتھ روم میں بھیجا۔ پھر سی۔ آئی۔ ڈی نے باتھ روم کو باہر سے مقفل کر دیا۔ اور وہ لوگ سپاہیوں کے ساتھ میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ مجھے ریوالور کے نشانے پر حرکت نہ کرنے کی وارننگ دی۔ میرے سامان کی تلاشی لی۔ میرے پاس حضرت مولانا سید علوی مالکی رضوی مدظلہ کی دی ہوئی چند کتابیں اور کچھ کتابیں

اعلیٰ حضرت کی اور دلائل الخیرات تھی، ان تمام کتابوں کو اپنے قبضہ میں لیا۔ مجھ سے ٹیلیفون کی ڈائری مانگی۔ جو میرے پاس نہ تھی۔ میرا، میری بیوی کا اور میرے ساتھیوں کے پاسپورٹ ٹکٹ اور وہ کتابیں ہمراہ لے کر مجھے سی۔ آئی۔ ڈی آفس لائے۔ اور یکے بعد دیگرے میرے رفقاء محبوب اور یعقوب کو بھی اٹھالائے۔ مجھ سے رات میں رسمی گفتگو کے بعد پہلا سوال یہ کیا کہ آپ نے جمعہ کہاں پڑھا میں نے کہا کہ میں مسافر ہوں میرے اوپر جمعہ فرض نہیں۔ لہٰذا میں نے اپنے گھر میں ظہر پڑھی۔ مجھ سے پوچھا کہ تم حرم میں نماز نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا۔ میں حرم سے دور رہتا ہوں، حرم میں طواف کے لیے جاتا ہوں اس لیے میں حرم میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مجھ سے کہا کہ آپ کیوں اپنے محلہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے میں نے کہا کہ بہت سے لوگ ہیں جنھیں میں دیکھتا ہوں کہ وہ محلہ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے اور بہت سے لوگوں کے متعلق مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تو مجھ سے ہی کیوں باز پرس کرتے ہیں۔ مجھ سے پھر بھی اصرار کیا گیا تو میں نے کہا کہ میرے مذہب میں اور آپ لوگوں کے مذہب میں اختلاف ہے، آپ حنبلی کہلاتے ہیں اور میں حنفی ہوں اور حنفی مقتدی کی رعایت غیر حنفی امام اگر نہ کرے تو حنفی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس وجہ سے میں نماز علیحدہ پڑھتا ہوں۔ مجھ سے حضرت علامہ سید علوی مالکی مدظلہ کی کتابوں کے متعلق پوچھا کہ یہ تمہیں کیسے ملیں؟ میں نے کہا کہ یہ کتابیں مجھے انھوں نے چند روز پہلے دی ہیں۔ جب میں ان سے ملنے گیا تھا۔ مجھ سے سوال کیا کہ یہ پہلی ملاقات تھی۔ میں نے کہا ہاں، یہ پہلی ملاقات تھی۔

اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی چند کتابیں دیکھ کر جو نعت اور رسائل حج کے متعلق تھیں پوچھا ان سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میرے دادا تھے۔ اس مختصر سی انکوائری کے بعد مجھے رات گزر جانے کے بعد فجر کے وقت جیل بھیجدیا گیا۔ دس بجے پھر سی آئی ڈی سے گفتگو ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ ہندوستان میں کتنے فرقے ہیں۔ میں نے شیعہ، قادیانی وغیرہ چند فرقے گنائے اور میں نے واضح کیا کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے قادیانیوں کا رد کیا ہے اور اس کے رد میں بہت رسالے جزاء اللہ عدوہ، قہر الدیان، السوء العقاب وغیرہ لکھے ہیں۔ ہم پر کچھ لوگ یہ تہمت لگاتے ہیں اور آپ کو یہ بتایا ہے کہ ہم اور قادیانی ایک ہیں، یہ غلط ہے اور وہی لوگ ہمیں بریلوی کہتے ہیں۔ جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ بریلوی کسی نئے مذہب کا نام ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہم اہلسنت

وجماعت ہیں۔

سی۔ آئی۔ ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ ان کا مذہب وہی تھا جو سرکار محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اور ہر زمانے کے صالحین کا مذہب ہے اور یہ کہ ہم اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہلوانا ہی پسند کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس مقصد سے بریلوی کہنا کہ ہم کسی نئے مذہب کے پیرو ہیں ہم پر بہتان ہے سی۔ آئی۔ ڈی کے پوچھنے پر میں نے وہابی اور سنی کا فرق مختصر طور پر واضح کیا۔ میں نے کہا کہ وہابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب اور ان کی شفاعت اور ان سے توسل اور استمداد اور انہیں پکارنے کے منکر ہیں۔ اور ان امور کو شرک بتاتے ہیں۔ جبکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل جائز ہے اور انہیں پکارنا بھی اور یہ کہ وہ سنتے بھی ہیں اور اللہ کے بتائے سے غیب کو بھی جانتے ہیں۔ اور اللہ نے ان کو شفاعت کا منصب عطا فرمایا، اور علم غیب پر سی آئی ڈی کے پوچھنے پر آیاتِ قرآن سے میں نے دلیلیں قائم کیں اور یہ ثابت کیا کہ نبوت اطلاع علی الغیب ہی کا نام ہے اور نبی وہی ہے جو اللہ کے بتانے سے علم غیب کی خبر دے۔ اور یہ کہ نبی کے واسطے سے ہر مومن غیب جانتا ہے جیساکہ قرآن مقدس میں منصوص ہے۔ سی۔ آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وصال بھی غیب کی خبر ہے۔ اس لیے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باقی ہے اور نبوت غیب جاننے ہی کو کہتے ہیں۔ پھر یہ کہ آیتوں میں ایسی قید نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ بعد وصال سرکار صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب نہیں جانتے ہیں۔ ایک اور نشست میں سی۔ آئی۔ ڈی کے مطالبے پر میں نے توسل کی دلیل میں وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ آیت پڑھی اور یہ بتایا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل منجملہ اعمال صالحہ ہے اور یہ کہ کسی عمل کا صالح ہونا اور وسیلہ ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ وہ مقبول ہو اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ مقبول بارگاہ الوہیت ہیں بلکہ سید المقبولین ہیں تو ان سے توسل بدرجۂ اولیٰ جائز ہے اور توسل شرک نہیں۔

سی۔ آئی۔ ڈی کے کہنے پر میں نے مزید کہا کہ کسی سے اس طور مدد مانگنا کہ اللہ کے سوا اس کو مستقل اور فاعل سمجھے شرک ہے اور ہم اس طور پر کسی سے مدد مانگنے کے قائل نہیں ہیں۔ ہاں اللہ کی مدد کا وسیلہ جان کر کسی مقبول بارگاہ سے مدد مانگنا ہرگز شرک نہیں ہے۔ سی۔ آئی۔ ڈی کے

ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہم میں اور وہابیوں میں یہ فرق ہے کہ وہ ہمیں توسل وغیرہ امور کی بنا پر کافر ومشرک بتاتے ہیں۔ لیکن ہم ان کو محض اس بنا پر کافر ومشرک نہیں کہتے (یعنی اس کے وجوہات اور ہیں) دوسرے دن میرے ان بیانات کی روشنی میں سی۔آئی۔ڈی نے میرے لیے ایک اقرار نامہ اس نے خود لکھ کر مجھے سنایا جو یوں تھا "میں فلاں بن فلاں بریلوی مذہب کا مطیع ہوں"۔ میں نے اعتراض کیا کہ میں بارہا یہ کہہ چکا ہوں کہ بریلوی کوئی مذہب نہیں ہے۔ اور اگر کوئی نیا مذہب بنام بریلوی ہے تو میں اس سے بری ہوں۔ آگے اقرار نامے میں اس نے یوں لکھا کہ میں امام احمد رضا کا پیرو ہوں اور بریلویوں میں سے ایک ہوں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ سرکار سے توسل، استغاثہ اور ان کو پکارنا جائز ہے۔ اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ اور وہابی ان امور کو شرک بتاتے ہیں اور یہ کہ میں ان کے پیچھے اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتا ہوں کہ ہم سنیوں کو مشرک بتاتے ہیں۔ اقرار نامے کے آخر میں میرے مطالبے پر اس نے یہ اضافہ کیا کہ بریلویت کوئی نیا مذہب نہیں ہے اور ہم لوگ اپنے آپ کو اہلسنت وجماعت کہلوانا ہی پسند کرتے ہیں۔ پھر مختلف نشستوں میں بار بار وہی سوالات دہرائے بعد میں مجھ سے میرے سفر لندن کے بارے میں پوچھا اور یہ کہا کہ کیا وہاں —— آپ نے کسی کانفرنس میں شرکت کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کانفرنس حکومت کے پیمانے پر اور سیاسی سطح پر ہوتی ہے ہم لوگ نہ سیاسی ہیں نہ کسی حکومت سے ہمارا رابطہ ہے۔

سی۔آئی۔ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ لندن کے اس اجلاس میں جس میں شریک تھا۔ بنام بریلویت مسائل پر مباحثہ نہ ہوا۔ بلکہ اتحاد اسلامی اور تنظیم المسلمین پر تقاریر ہوئیں اور اس جلسہ کا خرچ وہاں کے سنی مسلمانوں نے اٹھایا اور اس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پیرو اہلسنت وجماعت کو رابطہ عالم اسلامی میں نمائندگی دی جائے۔ جس طرح ندویوں وغیرہ کو رابطہ میں نمائندگی حاصل ہے۔

سی۔آئی۔ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ یہ تجویز بالاتفاق رائے پاس ہوگئی تھی۔ تیسری نشست میں جب دو نشستوں کی تفتیش ختم ہو چکی اور میرا اقرار نامہ خود تیار کر چکے تو مجھ سے ایک بڑے سی آئی ڈی آفیسر نے کہا کہ میں آپ کا آپ کے علم، عمر اور شخصیت کی وجہ سے احترام کرتا ہوں اور آپ سے مخصوص اوقات میں دعاؤں کا طالب ہوں۔ گرفتاری کا سبب میرے پوچھنے پر اس نے

بتایا کہ آپ کا کیس معمولی ہے۔ ورنہ اس وقت جب سپاہی ہتھکڑی ڈال کر آپ کو لایا تھا میں آپ کی ہتھکڑی نہ کھلواتا۔

مختصر یہ کہ مسلسل سوالات کے باوجود میرا جرم میرے بار بار پوچھنے کے بعد بھی مجھے نہ بتایا بلکہ یہی کہتے رہے کہ میرا معاملہ اہمیت نہیں رکھتا لیکن اس کے باوجود میری رہائی میں تاخیر کی اور بغیر اظہار جرم مجھے مدینہ منورہ کی حاضری سے موقوف رکھا۔ اور گیارہ دنوں کے بعد جب مجھے جدّہ روانہ کیا گیا تو میرے ہاتھوں میں جدّہ ایئرپورٹ تک ہتھکڑی پہنائے رکھی، اور راستے میں نماز ظہر کے لیے موقع بھی نہ دیا گیا اس وجہ سے میری نماز ظہر قضا ہو گئی۔ [۱]

حکومت سعودی عرب نے خصوصی ویزا دیا

ستمبر ۱۹۸۶ء/۱۴۰۷ھ میں دوران حج جانشین مفتی اعظم کو حکومت سعودی عرب نے مکہ مکرمہ میں بلا جرم صرف غلبۂ نجدیت کی خاطر گرفتار کر کے گیارہ دن تک قید و بند میں رکھا۔ اور مزید ستم یہ کہ انہیں دیار حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری سے بھی محروم کر دیا۔ لیکن جانشین مفتی اعظم اپنے موقف اور مسلک پر قائم رہے اور ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

آپ کی گرفتاری سے عالم اسلام میں غم و غصّہ کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ اور نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند بیشتر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں سواد اعظم اہلسنت کے احتجاجات کا لمبا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اخبارات و رسائل نے بھی جانشین مفتی اعظم کی اس بیجا گرفتاری کی مذمت کی۔

بالآخر قربانی رنگ لائی اہلسنت کے احتجاجات نے حکومت سعودیہ کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا اور لندن میں سعودی فرماں رواں شاہ فہد کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ "حرمین شریفین میں ہر مسلک کے لوگوں کو ان کے طریقے پر عبادت کرنے کی آزادی ہوگی۔" ارکان ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ نے لندن میں شاہ فہد اور ان کے بھائی ترکی ابن عبد العزیز سے ملاقات کر کے اختلافی مسائل پر مذاکرہ

---

[۱] سعودی حکومت کی کہانی اختر رضا کی زبانی ص ۳ تا ۸، مطبوعہ بریلی ۱۴۰۷ھ

کے سلسلہ میں گفتگو کی، علامہ ارشد القادری رضوی نے سعودی سفیر کو بزبان عربی ایک میمورنڈم بھی دیا۔

۱۲ رمئی ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ کو سعودی سفارت خانہ دہلی سے جانشین مفتی اعظم کے دولتکدہ پر ایک فون آیا اور خود سفیر سعودیہ نے آپ کو یہ خبر دی کہ

حکومت سعودی عرب نے آپ کو زیارت مدینہ منورہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کا خصوصی ویزا دیا ہے۔

جانشین مفتی اعظم ۲۴ رمئی ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ کو سعودی فلائٹ سے وایا جدّہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سعودی سفارت خانہ نے آپ کی آمد کی اطلاع بذریعہ ٹیلیکس جدہ اور مدینہ ہوائی اڈوں پر دیدی تھی۔ سعودی سفیر مسٹر فواد صادق مفتی نے اس معاملہ میں کافی دلچسپی لی۔ جانشین مفتی اعظم عمرہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوکر سعودی میں سولہ روز قیام کے بعد وطن واپس گئے۔ دہلی ہوائی اڈہ اور بریلی جنکشن پر ہزاروں مسلمانوں نے پرجوش استقبال کیا۔[۱]

تقویٰ شعاری

آج کل پیر فقیر اور عالموں اور عاملوں کے اردگرد عورتوں کا ہجوم لگا رہنا عام سی بات ہے جہاں دیکھیے منہ کھولے چلتی پھرتی نظر آئیں گی۔ حیا نام کی کوئی چیز ہی باقی نہیں رہ گئی ہے مگر جانشین مفتی اعظم کی تقویٰ شعاری ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ زنان خانے میں عورتیں زیارت اور بیعت کے لیے حاضر ہیں۔ جب آپ زنان خانے میں تشریف لے گئے تو چند عورتوں کے نقاب کُلٹے اور منھ کھُلے ہوئے تھے۔ آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند کرلیں اور فرمایا "نقاب ڈالو، نقاب ڈالو، لاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلیم۔" سب عورتوں نے نقابیں ڈال لیں پھر بیعت فرمایا شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو۔

---

[۱] ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۴۸، جولائی ۱۹۸۷ء ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ شمارہ ۵۶، جلد ۵

تصوف کی طرف رجحانات

جانشین مفتی اعظم کو بچپن ہی میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ، نے بیعت فرمالیا تھا اور بیس سال کے بعد خود ہی حضور مفتی اعظم نے میلاد شریف کی محفل میں خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ جب حضور مفتی اعظم نے ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء / ۱۳۸۱ھ کو خلافت عطا فرمائی اس وقت شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری علیہ الرحمہ، برہان الملت والدین، مفتی برہان الحق رضوی جبلپوری علیہ الرحمہ بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا برہان الحق رضوی جبلپوری نے فرمایا کہ حضور مفتی اعظم سے میری گفتگو اس بارے میں ہوئی ہے کہ حضور مفتی اعظم نے فرمایا تھا کہ جانشین اپنے وقت پر وہی ہوگا جسے ہونا ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ نے عرس چہلم حجۃ الاسلام کے موقع پر فرمایا تھا کہ میں نے اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، سے دریافت کیا تھا کہ حضور آپ کا جانشین کون ہوگا؟ تو اعلیحضرت نے حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے متعلق فرمایا۔ بڑے مولینا میں نے عرض کیا۔ ان کے بعد فرمایا مصطفےٰ (حضور مفتی اعظم) عرض کیا ان کے بعد فرمایا جیلانی' بشرط علم وعمل کی قید، سنیت اعلیحضرت ہے۔ جب اعلیحضرت نے نبیرۂ اعلیحضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کو مرید کیا تو شجرہ پر تحریر فرمایا، خلیفہ انشاء اللہ بشرط علم وعمل" یہی رجسٹر مریدین میں تحریر فرمایا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ، نے اپنے جانشین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ "اس (علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری) لڑکے سے بہت اُمید ہے۔" [۱]

حضور مفتی اعظم قدس سرہ، نے آخری زمانے میں ایک تحریر جانشین مفتی اعظم کو عنایت فرمائی اور اس میں اپنا جانشین اور قائم مقام بنایا تحریر کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

۱۴ر ۱۵ر نومبر ۱۹۸۴ء کو مارہرہ مطہرہ میں عرس قاسمی کی تقریب میں احسن العلماء مولانا مفتی سید حسن میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مدظلہ نے جانشین مفتی اعظم کا استقبال قائم مقام مفتی اعظم علامہ ازہری زندہ باد کے نعرہ سے کیا اور مجمع کثیر میں علماء ومشائخ اور فضلاء ودانشوروں

---

[۱] عبد المجید رضوی، جناب، مدیر: ماہنامہ اعلیحضرت بریلی ص ۲۱، ۲۲ر جنوری ۱۹۶۲ء / شعبان ۱۳۸۱ھ

حضور مفتی اعظم کی قلمی تحریر جسمیں تاج الشریعہ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے

۷۸۶

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین

وعلی آلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین اجمعین وبارک وسلم۔ میں ہر جگہ پہ اپنا قائم مقام اختر رضا

یعنی اختر میاں سلمہ کو قائم مقام کرتا ہوں جن کا ذکر میں نے کیا ہے

عطا فرمائے آمین

مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

۱۳۹۶ھ

کی موجودگی میں جانشین مفتی اعظم کو یہ کہہ کر

"فقیر آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کے سجادہ کی حیثیت سے قائم مقام مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب کو سلسلۂ قادریہ برکاتیہ نوریہ کی تمام خلافت و اجازت سے ماذون و مجاز کرتا ہوں پورا مجمع سن لے تمام برکاتی بھائی سن لیں اور یہ علمائے کرام (جو عرس میں موجود ہیں) اس بات کے گواہ رہیں۔"

بعدہ، احسن العلماء مولینا سید حسن میاں برکاتی مدظلہٗ نے جانشین مفتی اعظم کی دستار بندی کی اور نذر بھی پیش کی۔ [1]

سید العلماء مولانا الشاہ سید آل مصطفے برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ نے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اور خلیفہ امام احمد رضا برہان الملت حضرت مفتی برہان الحق رضوی جبلپوری علیہ الرحمہ نے بھی تمام سلسلوں کی خلافت سے نوازا۔ [2]

والد ماجد مفسر اعظم ہند نے اپنے فرزند ارجمند کو قبل فراغت علم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا جانشین بنایا اور ایک تحریر بھی عنایت فرمائی۔ [3]

ریحان ملت مولینا محمد ریحان رضا بریلوی سابق مہتمم منظر اسلام نے اپنی ارادت میں شائع ہونے والے ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں بعنوان "کوائف دار العلوم" تحریر فرماتے ہیں۔ یہ تحریر اس زمانے کی ہے جب مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا بریلوی قدس سرہ کی طبیعت بہت زیادہ علیل تھی اور سارے لوگوں کو یہ اُمید تھی کہ اب مولانا ابراہیم رضا جیلانی بریلوی ظاہری دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

---

[1] ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۳۸، ۳۹، بابت دسمبر ۱۹۸۴ء

(ب)، مکتوب حضرت مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی رضوی مارہروی بنام راقم ۱۲ رضوی غفرلہ

[2] عبد النعیم عزیزی، ادیب: تعارف ص ۳

[3] عبد المجید رضوی، مدیر: ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۹، ۳۰، ملخصاً بابت اکتوبر ۱۹۶۵ء

بوجہ علالت یہ توقع نہیں کہ اب زیادہ زندگی ہو، بنا بریں
ضرورت تھی کہ دوسرا قائم مقام ہو۔ لہٰذا اختر رضا سلمہ کو قائم
مقام وجانشین اعلیٰحضرت بنا دیا گیا، جانشین کا عمامہ باندھا
گیا اور عبا پہنائی گئی۔ یہ دستار اور عبا اور طلبہ کی دستار و عبا
اہل بنارس کی طرف سے ہوئی[1]

تعدادِ مریدین

فقیہِ اسلام علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری کے مریدین ہندوستان، پاکستان، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، بنگلہ دیش، مورشیس، سری لنکا، یوکے، ہالینڈ، لندن، جنوبی افریقہ، امریکہ، ریاض، انگلینڈ، عراق، ایران، ترکی، وغیرہ ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مریدین میں بڑے بڑے علماء، مشائخ، صلحا، شعرا، ادبا، مفکرین، قائدین، مصنفین، ریسرچ اسکالر، پروفیسر، ڈاکٹر اور محققین ہیں جو آپ کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔

مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے اپنے سامنے لوگوں کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے حکم فرماتے، یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ مفتی اعظم قدس سرہ، نے اپنے سامنے لوگوں کی کثیر تعداد کو تاج الشریعہ کے ہاتھ پر بیعت کروایا، اور بہت سے مقامات پر اپنا جانشین اور قائم مقام بنا کر روانہ کیا۔ مجمع کے مجمع نے آپ کے دست مبارک پر بیعت قبول کی۔ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی سب سے زیادہ اشاعت حضور مفتی اعظم کے بعد تاج الشریعہ ہی کر رہے ہیں۔ ان دو بزرگوں نے سلسلہ کو وسیع سے وسیع تر کر دیا۔[2]

---

[1] ریحان رضا، مولانا، مدیر: ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی ص ۳۲ دسمبر ۱۹۶۲ء رجب المرجب ۱۳۸۲ھ سرپرست مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ۔

[2] بروایت فقیہ العصر مولانا مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ الٰہی سے جانشین مفتی اعظم کو عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وافر حصہ عطا ہوا ہے، امام احمد رضا بریلوی نے عشق رسول علیہ السلام میں گم ہو کر حدائق بخشش کا بیش بہا تحفہ قوم وملت کو دیا۔ انہیں کے حقیقی جانشین نے عشق رسول سے سرشار ہو کر سفینۂ بخشش کا وہ تحفۂ نایاب قوم کو دیا جسکے ہر شعر سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھلکتا ہے۔ سفینۂ بخشش کے اشعار پڑھئے اور عشق رسول میں گم ہو جایئے۔

شعر وشاعری اور نمونۂ کلام

جانشین مفتی اعظم نے تینوں زبانوں میں شعر وشاعری میں طبع آزمائی کی۔ اس کی یہاں پر قدرے وضاحت کی جاتی ہے۔ آپ کو زمانۂ طالب علمی میں ہی شعر وشاعری کا شغف ہو گیا تھا۔ مگر زیادہ رجحان اس کی طرف نہ تھا۔ ابتداء میں شاعری کی اصلاح اپنے اساتذہ اور والد ماجد سے لیتے رہے زمانۂ طالب علمی کی نعتیں، نظمیں ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں چھپتیں رہیں۔ آستانہ رضویہ پر منعقد ہونے والے مشاعرے میں بھرپور حصہ لیتے اور اعلیٰ کامیابی ہوتی۔ تاج الشریعہ اور آپ کے برادر اکبر کی شاعری کا موازنہ بھی ہوتا۔ سننے والوں کا کہنا ہے کہ ہر دو شخص کے کلام میں ایک علیحدہ ہی چاشنی ہوتی آپ کو شعر گوئی کا شوق زمانۂ طالب علمی سے ہی تھا۔ انیس سال کی عمر کی ایک نعت پاک کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

اس طرف بھی اک نظر مہر درخشان جمال
ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمانِ جمال

اک اشارہ سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے
مرحبا صد مرحبا صلی علیٰ شانِ جمال

فرش آنکھوں کو بچھاؤ رہ گزر میں عاشقوں
ہر طرف دیکھیں گے ایسے جلوہ شانِ جمال

مر کے مٹی میں ملے وہ باخدا بالکل ہے غلط
مثلِ سابق اب بھی ہیں مرقد میں سلطانِ جمال
حاسدانِ مصطفےٰ کو دیجئے اختر جواب
درحقیقت مصطفےٰ پیارے ہیں سلطانِ جمال

مارچ ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ کو ایک حادثہ میں چوٹ آجانے کے بعد جانشین مفتی اعظم کو کئی راتیں ٹھیک سے نیند نہ آئی۔ شب ۱۰ مارچ ۱۹۸۷ء کو رات بھر نہ سو سکے اور اسی اضطراب کے عالم میں انھوں نے مندرجہ نعت اقدس کہی۔ چند اشعار درج ذیل ہیں :۔

تلاطم ہے یہ کیسا آنسوؤں کا دیدۂ تر میں
یہ کیسی موجیں آئی ہیں تمنّا کے سمندر میں
تجسس کی کروٹیں کیوں لے رہا ہے قلب مضطر
مدینہ سامنے ہے بس ابھی پہنچا میں دم بھر میں
نہ رکھا مجھ کو طیبہ کی قفس میں اس ستم گر نے
ستم کیسا ہو بلبل پہ یہ قید ستم گر میں
ستم سے اپنے مٹ جاؤگے تم خود اے ستمگارو
سنو ہم کہہ رہے ہیں بے خطر دور ستم گر میں
نبات جلوۂ گاہ ناز میرے دیدہ و دل کو
کبھی رہتے وہ اس گھر میں کبھی بستے وہ اس گھر میں
مدینے سے رہیں خود دور اس کو روکنے والے
مدینے میں خود اختر مدینہ چشم اختر میں

جب جانشین مفتی اعظم کو گنبد خضرا کی زیارت کرے بغیر ہندوستان واپس بھیجدیا گیا تو حکومت سعودیہ کے ظلم و بربریت سے متاثر ہو کر یہ نعت پاک کہی۔ اس موقع پر جب ۱۷ فروری ۱۹۸۷ء کو جھریا بہار کے ایک جلسہ میں ایک شاعر نے اسی زمین میں ایک نعت پڑھی تھی۔ آپ نے برجستہ اسٹیج پر ہی سات شعر کہے اور بقیہ اشعار ٹرین میں کہے۔ چودہ اشعار میں سے چند ملاحظہ ہوں ؎

داغ فرقت طیبہ قلب مضمحل جاتا ۔۔۔ کاش گنبد خضرا دیکھنے کو مل جاتا
میرا دم نکل جاتا ان کے آستانے پر ۔۔۔ ان کے آستانے کی خاک میں میں رل جاتا
موت لیکے آجاتی زندگی مدینے میں ۔۔۔ موت سے گلے مل کر زندگی میں مل جاتا
دل پہ جب کرن پڑتی ان کے سبز گنبد کی ۔۔۔ اس کی سبز رنگت سے باغ بنکے کھل جاتا
فرقت مدینہ نے وہ دیئے مجھے صدمے ۔۔۔ کوہ پر اگر پڑتے کوہ بھی تو ہل جاتا
در پہ دل جھکا ہوتا اذن پا کے پھر بڑھتا ۔۔۔ ہر گناہ یاد آتا دل خجل خجل جاتا
میرے دل میں بس جاتا جلوہ زار طیبہ کا ۔۔۔ داغ فرقت طیبہ پھول بن کے کھل جاتا

ان کے در پہ اختر کی حسرتیں ہوئیں پوری
سائل در اقدس کیسے منفعل جاتا

مولینا عبد الحمید رضوی افریقی حضور مفتی اعظم کی نعت پاک

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

حضور مفتی اعظم کی مجلس میں پڑھ رہے تھے، جب یہ مقطع پڑھا ـ

آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوری
جلوے تیرے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

تو حضور مفتی اعظم نے فرمایا کہ بحمدہ تعالیٰ فقیر کا دل تو روشن ہے اب اس کو یوں پڑھو۔

آباد اسے فرما ویراں ہے دل نجدی
جلوے تیرے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

اس وقت جانشین مفتی اعظم اس مجلس میں رونق افروز تھے، اور فوراً برجستہ حضور مفتی اعظم کے سامنے عرض کیا۔ حضور مقطع کو اس طرح پڑھ لیا جائے۔

سرکار کے جلووں سے روشن ہے دل نوری
تا حشر رہے روشن نوری کا یہ کاشانہ

حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے یہ مقطع بہت پسند فرمایا۔ ؎

جانشین مفتی اعظم نے عربی زبان میں حضور مفتی اعظم کے وصال پر تاریخ وصال کہی، چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ثوی المفتی العظام مخلدا — بدار فما لکم بہا من دار

حوت فی عقرہا شمس الزمان — فامست من سناہا مطلع الانوار

سماء الفضل بدر سمائنا — ایا ویہ فینا کاسماء المدرار

سماء ته غابت فاظلمت الدنیٰ — فمن توقوف موقف المحتار

رحیلک شیخی ثلمة ای ثلمة — بہ الدین جلت عن الاظہار

سئلوت اختر ارخ رحلة سیدی

فقلت "غظیم الشان" لیتنا الدار

۱۴۰۲ھ

نئے فرزندان اسلام کا قبول اسلام

تاج الشریعہ کے دست مقدس پر مشرف باسلام ہونے والوں کی ایک اجمالی فہرست

○

توم قبل اسلام ریاوار نام گلاب لبعدہ، مسلم رضوی یہ رہنے والے جبلپور بھوٹا تال کے ہیں۔ بچپن کے زمانے میں گھر سے نکل گئے تھے اور سادھوؤں کی جماعت میں رہتے رہے جوانی کا عالم اسی عالم میں گزارا۔ محمد مسلم رضوی کے ساتھیوں میں ایک ساتھی لڑکا مسلمان تھا۔ اس کے ہمراہ بچپن کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے اور مذہب اسلام کی کتب کا تذکرہ اس نے کیا تھا۔ سادھوؤں میں رہ کر جب سکون نہیں پایا تو مذہب اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔

؎ مصطفےٰ رضا بریلوی، مفتی اعظم: سامان بخشش، ص ۱۴۵ (مطبوعہ رام پور ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء) حاشیہ از الحاج قاری محمد امانت رسول نوری پیلی بھیتی۔

دریافت کرنے پر بتایا کہ مجھے اس میں بہت سکون ملا اور میرا دل ایک دم مضطرب ہوگیا کہ مذہب اسلام مہذب اسلام قبول کرلوں فوراً بریلی شریف حاضر ہوا۔ یہاں پر چاند جیسے چہرے والے ایک شخص کو دیکھا۔ ان کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ کون شخص ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جانشین ہیں۔ اس وجہ سے میرا دل اور بے قرار ہوا، میں نے عرض کیا حضور آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، فوراً جانشین مفتی اعظم نے کلمہ طیبہ پڑھا کر اسلام میں داخل کیا نیز سلسلۂ قادریہ کاتیہ رضویہ میں بیعت بھی فرمالیا۔ [۱]

نومسلم جناب محمد احسن رضوی (سابقہ نام مسٹر جارج اسٹیفن) جو مع فیملی عیسائی سے مسلمان ہوئے ہیں۔ محمد احسن رضوی کیتھولک چرچ نرائن گڑھ ضلع انبالہ پنجاب میں ایک مبلغ اسپیکر اور ٹیچر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اور انہیں وہاں کافی مراعات حاصل تھیں، تبلیغی و تحریری کاموں کے علاوہ ان کے ذمہ بائبل کا درس اور قرآن، بائبل کا تقابلی مطالعہ کرانا نیز مسلم مذہب پر تنقید کا کام بھی سونپا ہوا تھا۔ محمد احسن رضوی اردو زبان وادب میں کافی دسترس رکھتے ہیں۔ فارسی اور عربی سے بھی واقفیت ہے۔ قرآن مجید بہت اچھی طرح سے پڑھتے ہیں اور انہیں قرآن مقدس کی بہت ساری آیتیں اور سورتیں یاد ہیں۔ نیز ان کی مذہبی معلومات بھی کافی وسیع ہیں، اور انہیں اس بات پر فخر ہے اور مسرت بھی کہ انھوں نے اسلام غور وفکر کے بعد قبول کیا ہے اور یہ کہ وہ صحیح راستے پر آگئے ہیں اور انھوں نے سچا مذہب اور دین فطرت قبول کرلیا ہے۔

۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ میں جانشین مفتی اعظم کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے اور انہیں سے داخل سلسلہ بھی ہوئے، کچھ ایام تک جانشین مفتی اعظم کے دولت کدے پر قیام پذیر رہے اور دینیات روزہ نماز، اسلامی طور طریقے سیکھے۔ بریلی شریف کا پتہ انہیں فتاویٰ رضویہ جلد گیارہ سے معلوم ہوا۔ بریلی آکر انھوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ وہابی، دیوبندی اور شیعہ وغیرہ مذاہب کا بھی مطالعہ کرچکے ہیں اور انہیں بریلوی مسلک ہی صحیح

---

[۱] بروایت مولوی شکیل احمد خاں رضوی خادم جانشین مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

مسلک معلوم ہوا۔ لہٰذا وہ مسلمان ہونے کے لیے جگہ سے لوٹ پھر کر بریلی آئے۔

محمد احسن رضوی نے اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا کہ تقریباً چھ ماہ سے بڑے ذہنی کرب میں مبتلا تھا اور اکثر سوچا کرتے تھے کہ جس بائبل کی وہ تعلیم دیتے ہیں یہ اصل انجیل نہیں ہے اور اس بائبل میں باوجود تحریف و ترمیم کے مسلمانوں کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ ہے، ان کے آخری نبی اور ان کے رحمۃ اللعالمین ہونے کا ذکر ہے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے بعد وہ آئے گا جو کمفورٹر (رحمۃ اللعالمین) ہوگا۔ جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد ہے اور وہی نجات دہندہ ہے تو پھر عیسائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہیں مانتے اور ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں فوقیت دیتے ہیں۔ اور جب یہ کمفورٹر ہیں یہی رسول عربی آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت زمین پر اتر کر انہیں کے دین کی پیروی کریں گے تو پھر دین تو انہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دین اور سچا دین ہے۔ علاوہ اس کے یہ اس بات پر بھی غور و فکر کیا کرتے تھے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کے بیٹے ہیں تو پھر ان کا باپ جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ اتنا بے بس ہوگیا کہ اس نے اپنے بیٹے کو مغلوب کرا دیا، اور پھر اگر وہ خدا باپ ہے وہ تو وہ وحدہٗ لاشریک کیسے ہے، اور اب اپنے بجائے خدا یا اللہ کے (معاذ اللہ) وہ تو خود انسان ہوگیا، اور یہ ناممکن ہے لہٰذا حضرت مسیح خدا کے فرزند نہیں، وہ خدا کے بندے اور نبی و رسول ہیں۔

محمد احسن رضوی دنیا کے تمام ممالک کے سیاسی، سماجی نظام پر بھی غور کرتے تھے کہ قانون اور ہر اصول لوگوں نے بھی وضع کر رکھے ہیں لوگ جو مسلمانوں کے قرآن اور حدیث کے اصول ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اسے صحیح معنوں میں اسلامی طریقے سے برتتے نہیں اور اس پر کسی نے کمیونزم کی چھاپ لگا رکھی ہے کسی نے سوشلزم کی اور کسی نے اپنی نظریاتی تھیوری کا لیبل لگا رکھا ہے۔ گویا نظری تقاضوں کو جو مذہب یا جو اصول پورا کرتا ہے وہ اسلام ہی ہے یہ بات اور ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان خود اپنے اصول سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج بھی دیگر قوموں کے مقابلہ میں مسلمانوں میں ۲۵ فیصد برائی کم ہے۔

محمد احسن رضوی نے یہ بھی بتایا کہ دنیا کے دیگر مذاہب برائی سے بچنے کو ضرور منع کرتے

ہیں۔ لیکن برائی سے بچانے کا ان کے یہاں کوئی نسخہ یا علاج نہیں ہے اور اگر یہ علاج کہیں ہے تو صرف مذہب اسلام میں، انہیں تمام باتوں کو سوچ کر قرآن مقدس کے مطالعہ نے جو ہر قوم اور ہر فرد کے لیے ہدایت ہے اس لیے یہ مسلمان ہو گئے، محمد احسن رضوی خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ بغیر کسی لالچ یا دنیوی فائدہ کے یہ مسلمان ہوئے ہیں۔ اور اس عالم میں جبکہ چرچ کے بینک میں ان کا بیس ہزار روپیہ جمع ہے، جسے اب چرچ کے ذمہ داران محمد احسن رضوی کو دینے سے گریز کر رہے ہیں اور انہیں طرح طرح کے لالچ دے رہے ہیں۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آرہی ہے [1]

○

جناب محمد احسن رضوی کی اہلیہ اور دو لڑکے ایک لڑکی بھی ۱۹۸۶ء کو مسلمان ہوئیں۔ اہلیہ کا سابقہ نام سریندار مسیح تھا۔ اب نام مریم خاتون ہے۔ لڑکوں کے سابقہ نام پیٹر عمر ۹ سال اور موسس عمر ۴ سال، دونوں بچوں کا اسلامی نام محمود حسن رضوی، محمد حسن رضوی اور بچی کا سابقہ نام روزینہ عمر ۶ سال، اسلامی نام کنیز فاطمہ ہے۔ ان کی خوش نصیبی ہے کہ جانشین مفتی اعظم کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور داخل سلسلہ بھی فرمایا۔

○

ایک لڑکی جو اہل ہنود سے تعلق رکھتی تھی جسکی عمر تقریباً بیس یا بائیس سال کی تھی۔ اس نے از خود بریلی شریف آکر ۲۷ صفر المظفر بروز جمعہ ۲۹ ستمبر ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء کو جانشین مفتی اعظم کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اور جانشین مفتی اعظم نے اسے داخل سلسلہ بھی فرمایا۔ معلوم کرنے پر اس نے بتایا کہ میں خود بخود اسلام کے پاکیزہ مذہب ہونے کی وجہ سے اسلام لائی ہوں، کسی نے مجھے بہکایا نہیں ہے۔ قبل اسلام اس کا نام عتنے تھا، جانشین مفتی اعظم نے

---

[1] ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۳۷، ۳۸ جون ۱۹۸۶ء شوال المکرم ۱۴۰۶ھ شمارہ ۴۳ جلد ۴ مضمون ادیب شہیر عبدالنعیم عزیزی بلرام پوری۔

اس کا نام کنیز فاطمہ رکھا۔ ؎۱

○

رائے بریلی کا رہنے والا شادی شدہ گوالہ ہندو اس نے جمادالاول ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء کو جانشین مفتی اعظم کے ہاتھ پر شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ اس نے اسلام لانے کا سبب یہ بتایا کہ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا۔ اور اس کے دھرم میں یہ ہے کہ جو سب سے چھوٹا بیٹا ہوگا یا سب سے بڑا بیٹا ہوگا وہ اپنے باپ کی نعش کو جلائے گا اور یہ بھی ہے کہ اپنے باپ کی نعش پر بانس سے مارے گا۔ اس لڑکے نے ایک بانس سر پر مارا اور خیال کیا کہ یہ میرا مذہب غلط ہے اور مسلمانوں کا مذہب صحیح ہے اور اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ہم ایک بڑی مسجد میں بیٹھے ہیں اور اس مسجد میں ایک ضعیف حسین خوبصورت چہرے والے تشریف فرما ہیں، اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ بیٹا کلمہ پڑھ میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ وہ جب بریلی آیا تو اس نے جانشین مفتی اعظم کو دیکھا فوراً چیخ پڑا کہ اپنے مالک کی قسم فلاں مسجد میں میں خواب میں انہیں بزرگ کو دیکھا تھا اور انھوں نے ہی مجھے کلمہ پڑھایا تھا۔ وہ لڑکا فوراً جانشین مفتی اعظم کے دستِ پاک پر کلمہ شریف پڑھ لیتا ہے اور داخلِ سلسلہ ہوجاتا ہے۔ اس کا نام جانشین مفتی اعظم نے عبداللہ رکھا ؎۲

○

ایک سکھ فرید پور ضلع بریلی شریف کا رہنے والا تھا۔ اس نے جولائی ۱۹۸۹ء / ۱۴۱۰ھ جانشین مفتی اعظم کے ہاتھ پر شرف اسلام قبول کیا۔ اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ بتائی کہ دین اسلام ایک پاکیزہ دین ہے۔ جس میں مساوات واخوت کا درس دیا جاتا ہے۔ جب میں نے اپنے دھرم اور مذہب اسلام کا تقابلی جائزہ لیا تو مجھے مذہب اسلام نفیس اور پسندیدہ لگا اور

؎۱ بروایت چچا غلام رسول رضوی رام پوری ثم بریلوی

؎۲ بروایت مولوی فیض اللہ رضوی بنگالی مقیم حال بریلی شریف

امشرف باسلام ہوگیا۔ جانشین مفتی اعظم نے داخل سلسلہ فرماکر اس کا نام محمد مسلم رکھا۔ [1]

تبلیغی و تعلیمی اداروں کی سرپرستی

ہندوستان سے باہر بہت سے ممالک میں درجنوں تبلیغی اور تعلیمی ادارے جانشین مفتی اعظم کی سرپرستی میں رات و دن مصروف عمل ہیں۔ غیر ممالک اداروں میں سے زیادہ تر کے نام نہ معلوم ہوسکے۔ ہندوستان میں جن اداروں کی سرپرستی جانشین مفتی اعظم کرتے ہیں اس کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف

۲۔ ماہنامہ سنی دنیا و مکتبہ سنی دنیا بریلی شریف

۳۔ اختر رضا لائبریری صدر بازار چھاؤنی لاہور (پاکستان)

۴۔ مرکزی دارالافتاء ڈین ہاگ ہالینڈ

۵۔ جامعہ مدینۃ الاسلام ڈین ہاگ ہالینڈ

۶۔ الجامعۃ الاسلامیہ گنجقدیم رام پور

۷۔ الجامعۃ النوریہ عینی قیصر گنج ضلع بہرائچ

۸۔ الجامعۃ الرضویہ و ماہنامہ نور مصطفےٰ مغلپورہ پٹنہ بہار

۹۔ مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ برہان پور، ایم۔ پی

۱۰۔ مدرسہ اہلسنت گلشن رضا بکارو اسٹیل دھنباد بہار

۱۱۔ مدرسہ غوثیہ جشن رضا پٹیلا گجرات

۱۲۔ دارالعلوم قریشیہ رضویہ آسام

۱۳۔ مدرسہ رضا دارالعلوم گھوگاری محلہ بمبئی ۳

۱۴۔ مدرسہ تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ بہار

---

[1] بروایت مولوی شکیل احمد خاں رضوی بریلوی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء ۱۲ رضوی غفرلہ

نیز آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء بمبئی کا صدر ۱۹۷۰ء میں بنایا گیا، اور ابتداء سے تادم تحریر مشہور ومعروف اشاعتی ادارہ رضا اکیڈمی بمبئی کی سرپرستی بھی کر رہے ہیں۔

حضرت علامہ ارشد القادری کی تحریک پر ۲۲ر جولائی ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ کو شرفیہ مصباح العلوم مبارکپور اعظم گڑھ میں اکابر اہلسنت کا دینی وعلمی اجتماع ہوا۔ افتتاحی تقریر علامہ ارشد القادری کی ہوئی کافی دیر تک بحث وتمحیص کے بعد جانشین مفتی اعظم کی قیادت میں سارے ملک سے فقہی مسائل اور علوم شرعیہ میں رسوخ رکھنے والے مفتیان کرام پر مشتمل شرعی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور جانشین مفتی اعظم کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ کو مسلم پرسنل لاء کونسل کی ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی میں تشکیل ہوئی۔ آپ کو بحیثیت صدر مفتی پیش کیا گیا

حجاز کانفرنس لندن

ورلڈ اسلامک مشن لندن کے زیر اہتمام ہونے والی حجاز کانفرنس میں جانشین مفتی اعظم اور علامہ ارشد القادری شرکت کے لیے ۱۲ر اپریل ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ کو بذریعہ طیارہ لندن تشریف لے گئے۔ ۵ر مئی کو کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس میں جانشین مفتی اعظم نے خطاب بھی فرمایا۔ تقریر بی بی سی لندن سے نشر ہوئی۔ حجاز کانفرنس میں شرکت کے بعد عمرہ کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور واپسی یکم جون ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ کو بریلی شریف ہوئی۔ یاد رہے کہ حجاز کانفرنس کی صدارت آپ ہی نے فرمائی۔

ہمدرد سنیت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، عالی مرتبت محمد سعید نوری سکریٹری رضا اکیڈمی بمبئی ۳ر کی تحریک پر ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء کو رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام ریحان ملت مولانا ریحان رضا قادری بریلوی کے دولت کدے پر ہندوستان کے مایۂ ناز علماء ومشائخ اور صحافیوں کی موجودگی میں امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی قائم کردہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی تشکیل نو ہوئی۔ اس کے صدر حضرت مولانا توصیف رضا بریلوی منتخب ہوئے اور سرپرستی تاج الشریعہ کے سپرد کی گئی۔ اس میں تجاویز بھی پاس کی گئیں اور ایک تجویز یہ تھی کہ تمام ہم مسلک اشاعتی وتبلیغی

اداروں کا باہم رابطہ ہو اور وہ سارے ادارے جماعت رضائے مصطفےٰ کے تحت ہوں۔

بحمدہ تعالیٰ رضا اکیڈمی نے اس کام میں ایک اہم رول ادا کیا ہے اور روابط کے سلسلہ میں کوشاں ہے۔ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ میں ایک تحریک چلائی کہ منتشر جماعتیں ایک سو ہو کر کام کریں تاکہ اجتماعیت اور بڑھتی جائے۔ اس میں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ رضا اکیڈمی کی خدماتِ جمیلہ کو قبول فرمائے اور مزید خدمات انجام دینے کی توفیق رفیق بخشے، اور اس کے ارکان کے بازوؤں کو مضبوط کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کی سرپرستی میں رضوی دارالعلوم منظر اسلام کے نام سے مسجد اسٹیشن بریلی میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ جس کی ایک مجلس عاملہ تشکیل دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ ایک طویل اتحادی معاہدہ بھی طے ہوا۔ یہ بات یاد رہے کہ اس سے قبل مفتی اعظم قدس سرہٗ نے تحریری صورت میں تاج الشریعہ کو منظر اسلام کا صدر بنا چکے تھے ——————— اس میں ۸، معاہدے ہیں اور پانچویں معاہدے میں مفتی اعظم قدس سرہ، کی تحریر کی توثیق کی گئی ہے، من وعن ملاحظہ ہو۔

رضوی دارالعلوم منظر اسلام سنی بریلی شریف کا دستور و نظام حضرت مفتی اعظم کی تحریرات و خواہشات کے مطابق ہوگا۔ اور خاندانی دستوری کمیٹی وہ ہوگی جو معاہدے کے ساتھ منسلک ہے۔ کیونکہ حضرت (مفتی اعظم) کی تحریر کے مطابق مولانا اختر رضا خاں صاحب دارالعلوم ہٰذا کے صدر ہیں [۱]

رضوی دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے سرپرست قائد اعظم مولینا ریحان رضا رحمانی بریلوی

---

[۱] یہ قلمی تحریر استاذ گرامی مولینا مفتی سید شاہد علی رضوی محدث رام پوری کے توسط سے راقم کو ملی، جن کا راقم تہہ دل سے ممنون ہے اہلِ حاجت دیکھ سکتے ہیں۔ ۱۲، رضوی غفرلہٗ

منتخب ہوئے اور صدر و متولی تاج الشریعہ کو بنایا گیا، نائب صدر مولینا سبطین رضا مولینا خالد علی خاں ناظم اعلیٰ مولینا منان رضا، نائب ناظم مولینا انجم رضا، محاسب علامہ تحسین رضا، خازن عبدالحبیب عرف اگو بھائی، نگراں ڈاکٹر قمر رضا (مدظلہم) ہوئے۔ اور مجلس عاملہ کے ممبران میں خاص طور سے مولانا الحاج محمد توصیف رضا قادری قابلِ ذکر ہیں۔

تصانیف و تراجم

فقیہہ اسلام مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی نے اپنی دیگر مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ کثیر تعداد میں پروگراموں اور تبلیغی اسفار کی وجہ سے یہ کام کم ہونے پاتا ہے فتاویٰ جو دارالافتاء میں مفتیانِ کرام حل نہیں کر پاتے ہیں ان کو جمع کر دیا جاتا ہے اور جب باہر تبلیغی دورے پر تشریف لیجاتے تو وہ مسائل ساتھ ہوتے، ٹرین وغیرہ میں ان سوالات کے جوابات قلم بند کرتے۔ آج تاج الشریعہ دنیائے اسلام کے لیے مرجع علماء و فقہاء بنے ہوئے ہیں۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف و تراجم قابل ذکر ہیں۔

مطبوعات

۱۔ الحق المبین (عربی)
۲۔ دفاع کنز الایمان (حصہ اول)
۳۔ ٹی۔ وی اور ویڈیو کا آپریشن
۴۔ مرات النجدیہ بجواب البریلویہ جلد اول (عربی)
۵۔ تصویروں کا شرعی حکم
۶۔ شرح حدیث نیت
۷۔ حضرت ابراہیم کے والد تارخ یا آزر
۸۔ دفاع کنز الایمان (کتابچہ)
۹۔ ایک اہم فتویٰ
۱۰۔ تقدیم التجلی السلم

غیر مطبوعات

۱۱۔ مرآت النجدیہ بجواب البریلویہ (جلد دوم) عربی
۱۲۔ حاشیہ عصیدۃ الشہدہ شرح القصیدۃ البردہ (عربی)
۱۳۔ الحق المبین (اردو)
۱۴۔ دفاع کنز الایمان (حصہ دوم)

تقاریظ

مشاہیر و خلفاء

۱۔ مولینا مفتی سید شاہد علی رضوی محدث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۲۔ مولینا مفتی محمد حبیش برکاتی رضوی شیبر نیپال

۳۔ مولینا الحاج محمد حنیف طیب رضوی وزیر تعمیرات پاکستان

۴۔ مولانا صغیر احمد رضوی جوکھن پوری ناظم اعلیٰ الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی

۵۔ مولانا محمد حسین صدیقی ابوالحقانی رضوی شیخ الحدیث فیض الغربار آرا بہار

۶۔ قاری ابوالحماد حامد علی رضوی شاہپوری شیخ التجوید والقرأت دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۷۔ حافظ شاہ لئیق احمد خاں جمالی رضوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ جمالیہ رام پور

۸۔ مولینا سید عبدالعزیز رضوی قادری کولمبو لنکا

۹۔ مفتی عزیز احسن رضوی بہاری سابق مفتی منظر اسلام بریلی

۱۰۔ مولانا سید شاہد علی رضوی نورانی ناظم ادارہ معارف رضا اکرم روڈ لاہور۔ پاکستان

۱۱۔ ماہر اناؤنسریات مولانا علی احمد سیوانی رضوی، سیوان بہار

۱۲۔ علامہ مولانا مظہر حسن قادری رضوی، محلہ ناگران بدایوں شریف

۱۳۔ مولانا عبدالمصطفیٰ اروکی رضوی گونڈوی خطیب جامع مسجد امرناتھ مہاراشٹر

۱۴۔ مولانا عبدالحمید مکی رضوی مقیم کراچی (پاکستان)

۱۵۔ مولانا تطہیر احمد رضوی مدرس الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی

۱۶۔ قاری علاؤالدین رضوی اجملی ناظم اعلیٰ خلیل العلوم سنبھل مرادآباد

۱۷۔ مولانا سید آلِ رسول رضوی مہتمم مدرسہ قادریہ پاس کوڑا مدناپور بنگال

۱۸۔ مولانا جمال احمد رضوی

۱۹۔ حافظ محمد اسلم رضوی کراچی (پاکستان)

۲۰۔ مولانا محمد رفیق رضوی مہیشوری بانی دارالعلوم محمدیہ جنید رپور

۲۱۔ مولینا ڈاکٹر عبدالجبار رضوی پلاموں بہار

۲۲۔ مداح رسول، زبیر مکی (پاکستان) ؎

؎ مذکورہ خلفاء کی فہرست کے حصول میں مولانا محمد شکیل بریلوی مولینا فیض اللہ بنگالی کا راقم شکر گزار ہے۔
۱۲، رضوی غفرلہ،

مشاہیر تلامذہ

جانشین مفتیٔ اعظم کی تدریسی زندگی میں بے شمار طلبہ نے اکتساب فیض کیا، تلامذہ کی تعداد دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے رجسٹر طلبہ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ تاہم چند تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی محدث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۲۔ علامہ مولانا انور علی رضوی بہرائچی، شیخ الادب دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۳۔ مفتی ناظم علی رضوی بارہ بنکوی مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی

۴۔ مولانا کمال احمد خاں رضوی نانپاروی ضلع بہرائچ

۵۔ مولانا جمیل احمد خاں نوری بستوی ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۶۔ مولانا مظفر حسین رضوی بہاری سابق مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

۷۔ مولانا ذوالفقار علی خاں نوری رام پوری، ایڈیٹر ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی

۸۔ مفتی عبید الرحمٰن رضوی بہاری مدرس دارالعلوم مظہر اسلام بریلی

۹۔ مولانا وصی احمد رضوی خطیب برمنگھم

۱۰۔ مولانا سلیم الدین رضوی سمن پوری (بہار)

۱۱۔ مولانا شبیر الدین رضوی مدرس مدرسہ محمدیہ سنگر اکچھ مغربی دیناج پور بنگال

۱۲۔ مولانا مجیب الرحمان رضوی مدرس بہار اسلام بجوں کیٹہار (بہار)

۱۳۔ مولانا سجاد عالم رضوی سمن پوری، بہار

۱۴۔ مولانا اشرف عالم رضوی، سیتا مڑھی بہار

۱۵۔ مولانا صاحبزادہ عسجد رضا خاں قادری شہزادہ تاج الشریعہ مدظلہ،

۱۶۔ مولانا عتیق الرحمٰن رضوی للوارہ ضلع رام پور

۱۷۔ محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی (راقم السطور)

(نوٹ) جہان اختر کے نام سے راقم تاج الشریعہ کے مفصل حالات لکھ رہا۔ خلفاء و تلامذہ رابطہ قائم کریں تاکہ ان کے حالات کتاب میں مندرج ہوسکیں۔ ۱۲، رضوی غفرلہ،

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری رضوی بلیاوی

مہتمم جامعہ فیض العلوم، جمشید پور، بہار

ولادت اور تعلیم

اردو کے مشہور انشاء پرداز رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری رضوی موضع سید پور ضلع بلیا میں ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے[۱] آپ کے والد ماجد بحر الاسرار حضرت شاہ عبد العلیم آسی قدس سرہٗ کے مرید اور سلسلۂ رشیدیہ کے سالک تھے، اسی وجہ سے آپ کا نام غلام رشید تجویز فرمایا۔[۲] اور بعد میں ارشد القادری سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے ضلع کے مدارس اسلامیہ میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا سفر کیا اور وہاں پر حافظ ملت مولانا عبد العزیز رضوی مرادآبادی کے مخصوص شاگرد رہے، تکمیلِ درس کر کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ ناگپور میں بسلسلۂ تدریس مقیم رہے۔

فیض العلوم، ادارۂ شرعیہ بہار کا قیام

حضرت علامہ ارشد القادری نے تقریباً ۱۹۵۴ء میں جمشید پور میں مشہور دیوبندی مولوی عبد اللطیف اعظمی سے کامیاب مناظرہ کیا، اور پورے جمشید پور پر چھا گئے۔ ٹاٹا کمپنی سے زمین حاصل کر کے عظیم الشان فیض العلوم قائم کیا۔ ۱۳۸۸ھ میں سیوان ضلع چھپرہ صوبہ

---

[۱] ارشد القادری، مولانا: جماعتِ اسلامی ص ۶، چند سطریں مصنف کے بارے میں از مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی

[۲] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماءِ اہلِ سنت ص ۶۲

بہار میں صوبائی سنّی کانفرنس کے انعقاد اور اجلاس کے بطن سے پیدا شدہ ادارۂ شرعیہ بہار علامہ ارشد القادری کی زندگی کا اہم کارنامہ ہے، ایک مست و سرشار بادۂ حبِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پورے بہار کے سُنّی مسلمانوں کو ہوشیار وفرزانہ بنادیا ہے۔

اب ادارۂ شرعیہ بہار کی عمارت ایوانِ شریعت تیار کرانے کے لیئے راحت و آرام کو تج کر رات و دن سفر میں ہیں۔ ۱۹۹۰ء/ ۱۴۱۰ھ میں بھاگل پور کا فساد اور اس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں کی ہلاکت، اس موقع پر ادارۂ شرعیہ بہار کی خدمات ہندوستان کے باشندوں پر روشن ہیں۔ علامہ ارشد القادری نے تن من دھن کی بازی لگاکر مسلمانوں کا وہ تعاون کیا جس کی نظیر دوبارہ ملنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے گھر اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ کا دیدار بھی کرادیا ہے۔ سیکڑوں چھوٹے بڑے مدارس اور انجمنیں جن کی فعال اور متحرک ذہنیت کا زندہ ثبوت ہیں۔

جامِ کوثر اور جامِ نور

علامہ ارشد القادری قوتِ عمل میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ جامِ کوثر پندرہ روزہ اخبار کلکتہ سے نکالا، اس کے بعد جامِ نور جاری کیا۔ آپ منفرد اسلوبِ تحریر کے مالک ہیں، بلامبالغہ آپ کو صاحبِ طرز انشا پرداز کہا جاسکتا ہے۔ علامہ ارشد القادری کی ادیبانہ تحریر نے جامِ نور کو جو مقام دیا وہ مقام آج کل کے رسالوں میں نہیں پایا جاتا، مگر کچھ ناموافق حالات کی بنا پر جامِ نور بند ہوگیا۔

عامر عثمانی، مولوی ابواللیث کا اعتراف

جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی پر عقل و استدلال کی روشنی میں نقد و تبصرہ کی کتاب جماعتِ اسلامی (از ارشد القادری) کی متانت، سلجھے ہوئے اسلوب کی امیر جماعت اسلامی ہند مولوی ابواللیث نے تعریف کی، اور اس کا وزن محسوس کیا۔[۱] علامہ ارشد القادری کی دوسری

---

[۱] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماءِ اہلِ سنت ص ۶۷

مایۂ ناز تصنیف زلزلہ پر مولوی عامر عثمانی مدیر تجلّی دیوبند نے تبصرہ کرتے ہوئے آپ کی علمی صلاحیت اور ادیبانہ تحریر کا اعتراف کیا۔

اَلدَّعوۃُ الاِسلامِیّۃُ العَالَمِیّۃ

۱۹۷۲ء میں علامہ ارشد القادری نے دوسرا سفرِ حج کیا، یہ سفر ایک اہم دینی تبلیغی مرکز کے قیام کا سبب بن گیا، جہاں مختلف ممالک کے نمائندوں کی موجودگی میں عالمی طور پر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مذہبی بے اعتدالی کے خلاف ایک اہم کنونشن (CONVENTION) منعقد ہوا، علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں مذہبی بیداری اور دینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے ایک عالمی ادارے کے قیام پر زور دیا[۱] جس کے بارے میں علامہ ارشد القادری خود تحریر فرماتے ہیں:

> مجلس نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ ملحدانہ تحریکات اور مادیت پسندانہ طریقِ زندگی کے نتیجے میں آج امت اپنے رسول سے دور ہٹتی جا رہی ہے اس لیے عالمی سطح پر ایک ایسے ادارہ کا قیام اب ضروری ہو گیا ہے، جس کے ذریعہ امت کے افراد کو عشق و یقین اور اطاعت و تقویٰ کی زندگی کی طرف واپس لایا جائے، مجلس کے ارکان نے اس تحریک کو الدعوۃ الاسلامیۃ العالمیۃ کے نام سے موسوم کیا، اور متعدد سہولتوں کے پیشِ نظر اس تحریک کا مرکز انگلستان کا مشہور شہر بریڈفورڈ نامزد کیا گیا۔[۲]

اسلام کی عام فلاح و بہبود کے سوال پر وقت کے داخلی اور خارجی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے جن اغراض و مقاصد کے ساتھ اس تحریک کو منسوب کیا گیا وہ یہ ہیں:

(الف) عالمی سطح پر ایک تبلیغی نظام کا قیام

(ب) مسلم معاشرہ میں دینی زندگی کی ترویج

---

[۱] بدر القادری، مولانا: اشرفیہ کا ماضی اور حال ص ۹۸

[۲] ارشد القادری، علامہ: سکریٹری رپورٹ ص ۹، بحوالہ اشرفیہ کا ماضی اور حال، ص ۹۸، ۹۹

(ج) غیر مسلم اقوام میں اسلام کا مؤثر تعارف

(د) مسلمانانِ عالم کے درمیان رابطۂ اخوتِ اسلامی کا قیام

(ھ) گمراہ کن افکار و تحریکات سے نسلِ اسلامی کا تحفظ

(و) اسلامی تبلیغ کی قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرنے کے لیے ایک تحقیقاتی تربیتی مرکز کا قیام [۱]

چنانچہ اس عظیم دینی تحریک کی پہلی تنظیمی کانفرنس بریڈ فورڈ کے جارجینز ہال میں مولانا شاہ احمد نورانی رضوی پاکستان (خلفِ اصغر مولانا شاہ عبد العلیم رضوی میرٹھی) کی زیرِ صدارت مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۷۴ء کو منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں جو سہ سالہ لائحہ عمل منظور کیا گیا اُس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) اسلامک مشنری کالج کے نام سے ایک تربیتی ادارہ کا قیام جس میں فارغ التحصیل نوجوان علماء کو انگریزی، جدید عربی، اور فرنچ تینوں زبانوں میں سے کسی ایک زبان میں مذہبی قیادت کی تربیت دی جائے گی۔

(۲) مختلف زبانوں میں اسلام کا تبلیغی لٹریچر تیار کرنے کے لیے ایک دار التصنیف کا قیام۔

(۳) اردو، عربی اور انگریزی زبانوں میں ایک ماہنامہ کا اجراء اردو نام دعوتِ اسلامی، عربی نام الدعوۃ الاسلامیۃ، اور انگریزی نام وائس آف اسلام تجویز کیا گیا۔

(۴) دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے مسلمانوں سے دینی رابطہ قائم کرنے کے لیے رابطۃ الاخوۃ الاسلامیۃ کے نام سے ایک تنظیمی ادارہ کا قیام۔

کٹک کا تاریخی مناظرہ

کئی سال ہوئے اڑیسہ کے دار الخلافہ کٹک میں دیوبندیوں سے ایک تاریخی مناظرہ ہوا تھا، یہ واقعہ غالباً ۱۳۹۹ھ کا ہے۔ اس مناظرہ کی خصوصیت یہ تھی کہ مجاہد ملت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی اڑلیسوی سرپرست اور ربانِ مناظرہ کی حیثیت سے اہلِ سنت کے اسٹیج پر بنفسِ نفیس تشریف فرما

---

[۱] روزنامہ قومی آواز لکھنؤ ص ۳ بابت یکم مئی ۱۹۷۴ء

تھے، اہل سنت کی طرف سے جلسۂ مناظرہ کے صدر مولانا مفتی شریف الحق رضوی امجدی مقرر ہوئے تھے جب کہ مناظر کی حیثیت سے مجاہد ملت نے مولانا ارشد القادری کو نامزد فرمایا تھا، اور دوسری طرف دیوبندی فرقہ نے اپنے مناظر کی حیثیت سے مولوی ارشاد احمد فیض آبادی مبلغ دار العلوم دیوبند کو پیش کیا تھا۔

مناظرہ کے دوران دیوبندی مناظر نے اعلیٰ حضرت کے لفظ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف "حضرت" کہا جاتا ہے اور آپ لوگ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اپنے پیشوا کو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بھی بڑھا دیا ہے۔

مولانا ارشد القادری نے اس کے اس مہمل اعتراض کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پورے دیوبندی اسٹیج پر سناٹا چھا گیا۔

مولانا ارشد القادری نے فرمایا کہ تنقیص رسول کے ناپاک جذبے میں آپ لوگوں کے قلوب اس درجہ مسخ ہو گئے ہیں کہ اہانت کا کوئی موقع بھی آپ لوگ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، اس بات کا شکوہ تو اپنی جگہ پر ہے کہ جن کی دسوں انگلیاں اہانت رسول کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں وہ دوسروں کے سفید و شفاف دامن پر سرخ دھبہ تلاش کر رہے ہیں۔ فی الحال آپ سے شکایت یہ ہے کہ اس واقعہ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہیں کہ سلف سے خلف تک امت کے مشاہیر حضرات کو جن القابات سے بھی موسوم کیا گیا ان کا تقابل ان کے صرف معاصرین کے ساتھ تھا کسی نے بھی امام اعظم کے لفظ سے یہ نہیں سمجھا کہ انھیں امام اعظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام کے مقابلے میں بولا جا رہا ہے، لیکن یہ آپ لوگوں کے دلوں کے نفاق کی کارفرمائی ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ لوگ سلف کی روایات اور عرف کے مطابق اعلیٰحضرت کے لفظ کے مفہوم کو ان کے معاصرین تک محدود سمجھتے زبردستی کھینچ تان کر اس لفظ کے اطلاق کا دائرہ عہد رسالت تک وسیع کر دیا تاکہ لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے نہ بھی تنقیص شان کا حامل ہو جب بھی تقابل کی راہ سے تنقیص کے معنی پیدا کر دیئے جائیں۔

اس کے بعد علامہ ارشد القادری نے گرجدار آواز میں دیوبندی مناظر کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا کہ جب آپ حضرات کے یہاں القابات کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ عہدِ رسالت تک کو حاوی ہے تو اب آپ بریلی سے دیوبند آئیے اور اپنی شقاوتوں کی یہ بھیانک تصویر دیکھیے کہ خود آپ کے گھر میں تنقیصِ شانِ رسالت کے کیسے کیسے سازوسامان موجود ہیں۔

دیکھیے! یہ مرثیہ رشید احمد گنگوہی ہے جس کے مرتب آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن ہیں، انھوں نے بالکل سرِ ورق پر گنگوہی صاحب کو ان القابات سے ملقب کیا ہے:

"مخدوم الکل، مطاع العالم۔ یعنی سب کے مخدوم اور سارے عالم کے مطاع و مقتدا"

اب آپ اپنی ہی منطق کی بنیاد پر یہ الزام قبول کیجیے کہ آپ حضرات گنگوہی صاحب کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سید المرسلین مخدوم العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والے سارے بنی نوع انسان کا مخدوم سمجھتے ہیں۔

علامہ ارشد القادری نے کہا کہ مخدوم الکل کا یہ مفہوم آپ کی طرح میں کھینچ تان کر نہیں پیدا کر رہا ہوں، بلکہ موجب کلیہ کا سور ہونے کی حیثیت سے لفظ کل کے وضعی اور اصطلاحی معنی ہی یہ ہیں کہ اس کے دائرے سے نسلِ انسانی کا ایک فرد بھی خارج نہ ہو۔ خوب غور سے سن لیجیے کہ دائرۂ اطلاق کی یہ وسعت خود لفظ کے اندر موجود ہے باہر سے یہ معنی نہیں پہنائے گئے ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت کا لفظ اپنے وضعی معنی کے اعتبار سے دائرۂ اطلاق کی وسعت کا سرے سے کوئی مفہوم ہی نہیں رکھتا، اپنی بدنیتی کے زیرِ اثر زبردستی آپ لوگوں نے اسے غلط معنی پہنا دیا ہے۔

یوں ہی "مطاع العالم" کی ترکیب میں "عالم" کا لفظ بھی اپنی وضع ہی کے اعتبار سے زمان و مکان کی ہمہ گیر وسعت کو چاہتا ہے جس میں نہ کسی فرد کا استثنا رہے اور نہ کسی وقت کا جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ آپ حضرات سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور مطاع العالم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کو معاذ اللہ گنگوہی صاحب کا محکوم اور اطاعت گزار سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر علامہ ارشد القادری نے دیوبندی مناظر کو للکارتے ہوئے کہا کہ اعلیٰ حضرت

کے لفظ پر آپ کے اعتراض کے جواب میں یہ ساری بحث میں نے صرف اس لیے اٹھائی ہے کہ آپ حضرات کو اپنی کج فہمی اور غلط اندیشی کا اندازہ ہو جائے۔

اب سنبھل جائیے! کہ آپ ہی کا اعتراض آپ ہی پر اُلٹ رہا ہوں۔ اب اپنی ہی تلوار سے آپ اگر لہو لہان ہو جائیں تو میرے اوپر خونِ ناحق کا کوئی الزام نہیں ہے۔

مولانا ارشد القادری نے کہا بریلی کے ایک "اعلیٰ حضرت" پر تو آپ لوگوں کے یہاں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے لیکن خود دیوبند کے بت خانے میں کتنے "اعلیٰ حضرت" آپ لوگوں نے تراش رکھے ہیں شاید اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہے۔ قوتِ ضبط باقی ہو تو اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے اکابر پرستی کی یہ عبرت ناک داستان سنیئے۔

علامہ ارشد القادری نے کتاب اٹھا کر کہا کہ یہ دیکھیے میرے ہاتھ میں آپ کے گھر کی مستند کتاب تذکرۃ الرشید ہے جس کے مصنف آپ کے عظیم پیشوا مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ہیں۔ اس کی جلد دوم کے صرف چار صفحوں میں انھوں نے اپنے خانوادہ کے مرشدِ اعظم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کو گیارہ جگہ اعلیٰ حضرت لکھا ہے ص۲۳۷ پر چار جگہ، ۲۳۸ پر چار جگہ، ص۲۳۹ پر ایک جگہ اور ۲۴۱ پر دو جگہ۔ خود گنگوہی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں جو تذکرۃ الرشید جلد اوّل کے ص۱۲۵ پر چھپا ہے اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دو جگہ اعلیٰ حضرت لکھا ہے اور جلد اوّل ص۱۳۱ و ص۱۳۶ پر آپ کے حکیم الامت جناب تھانوی نے خاص اپنے قلم سے حاجی صاحب کو تین جگہ اعلیٰ حضرت تحریر فرمایا ہے۔ اب دوسری کتاب ملاحظہ فرمائیے! "تحفۃ القادیان"۔ یہ کتاب بھی دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مصنف ہیں مولوی سیف اللہ مبلغ دار العلوم دیوبند۔ اس کے ص۹ پر لکھتے ہیں:

بحکم سیّدی و مولائی قطبِ ربانی حکیم الامت قاری طیب صاحب دار العلوم دیوبند

علامہ ارشد القادری کا وقت ختم ہو رہا تھا، اس لیے حوالہ کی کتابیں بند کرتے ہوئے آپ نے دیوبندی مناظر کو مخاطب کیا:

آپ نے اپنے گھر کے اعلیٰ حضرتوں کو سن لیا، اب زحمت نہ ہو تو ان عبارتوں کے حوالہ سے ذرا وہی الفاظ پھر دُہرا دیجیے کہ:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی گنگوہی اور مولوی تھانوی اپنے پیر و مرشد کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو صرف حضرت کہا جاتا ہے اور دار العلوم دیوبند کے لوگ اپنے مہتمم صاحب کو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے: ؎

ہم نہ کہتے تھے کہ اے داغ تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو!

جب علامہ ارشد القادری پندرہ منٹ کی اپنی جوابی تقریر سے فارغ ہو کر بیٹھے تو دیکھا کہ حضرت مجاہد ملت کی خدا ترس آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ رہے تھے۔ علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں کہ:

> وہ مقدس لمحے میں زندگی بھر نہ بھولوں گا جب غوث الوریٰ کے دربارِ گہر بار کے ایک وارفتہ جگر درویش، اور مسلک رضویت کے ایک پُرسوز داعی کی شفقتوں کے بادل ٹوٹ ٹوٹ کر میرے اوپر برس رہے تھے اور میں قدموں میں مچل مچل کر نہار رہا تھا۔ ؎۱

بیعت و خلافت

حضرت علامہ ارشد القادری رضوی کو ارادت اور خلافت کا شرف مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ ؎۲ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رضوی نے اجازت سے نوازا۔

تصانیف

مولانا ارشد القادری قلم کے بادشاہ ہیں۔ تحریر کے ذریعہ انھوں نے وہ خدماتِ جلیلہ انجام

؎۱ بدر الدین احمد رضوی، مولانا: سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸ تا ۱۲ مقدمہ بقلم علامہ ارشد القادری رضوی

؎۲ عبد المجتبیٰ رضوی، مولانا: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۵۲۲

دی ہیں جو کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ مندرجہ ذیل تصانیف طبع ہو چکی ہیں۔ بہت سی کتابوں پر پیشِ لفظ اور مقدمے تحریر فرمائے۔

۱۔ زلزلہ

۲۔ زیروزبر

۳۔ تبلیغی جماعت

۴۔ لالہ زار

۵۔ جماعت اسلامی

۶۔ تعزیراتِ قلم

۷۔ تفسیر ام القرآن

۸۔ لسان الفردوس (عربی)

۹۔ محفلِ حرم

۱۰۔ علماءِ دیوبند اور مسئلۂ ختمِ نبوت

۱۱۔ نقشِ کربلا

۱۲۔ دو یتیموں کا خون

۱۳۔ پہلی ملاقات

۱۴۔ دل کی آشنائی

۱۵۔ دل کی مراد

۱۶۔ نقشِ خاتم

۱۷۔ دہلی سے سہارنپور کا سفر

۱۸۔ آئیے حج کریں

نوٹ: راقم نے علامہ ارشد القادری کے نام کئی خطوط روانہ کیے مگر روابط قائم کرنے کے باوجود مزید حالات حاصل نہ ہو سکے، اور نہ ہی علامہ کے تلامذہ کی فہرست حاصل ہوئی۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

۱۹۔ دربار کا ہیرا

حجاز کانفرنس

لندن میں ہونے والی عظیم الشان کانفرنس جس میں غیر ممالک کے مندوبین نے کثیر تعداد میں شرکت کی، حجاز کانفرنس لندن میں علامہ ارشد القادری نے حضرت جانشین مفتیِ اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ کے ہمراہ شرکت کی، اور اس میں اخوتِ اسلامی پر پر مغز خطاب بھی فرمایا۔ [۱]

---

[۱] حضرت جانشین مفتیِ اعظم دامت برکاتہم کے حالات کے ضمن میں حجاز کانفرنس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۱۲ رضوی غفرلہ

فقیہ المفخم مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی علیہ الرحمۃ

واقع مزار میانی صاحب بہاولپور روڈ لاہور پاکستان

ولادت

استاذ العلماء فقیہ المفخم مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی بن مولانا سردار ولی خاں (متوفی ۶ صفر ۱۳۹۵ھ/۱۸ فروری ۱۹۷۵ء بمقام پیر گوٹھ سندھ) بن مولانا ہادی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں (جدامجد امام احمد رضا خاں قادری بریلوی) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ/۲ مارچ ۱۹۱۴ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و اساتذہ کرام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ سے مفتی محمد اعجاز ولی خاں نے قرآن مجید شروع کیا، اور حافظ عبدالکریم قادری بریلوی سے پڑھا۔ پھر درسی کتابیں متوسطات تک برادر معظم مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ سندھ، مولانا مختار احمد سلطان پوری اور مولانا الشاہ محمد حسنین رضا خاں بریلوی سے پڑھیں۔ شرح جامی حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی سے اور تفسیر جلالین حضرت مولانا سردار علی خاں علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔

اسناد حدیث

حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں نے ۱۳۵۲ھ/۱۹۲۹ء میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ سے سند حدیث حاصل کی، بعد ازاں حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا بریلوی قدس سرہ

سے بھی سندِ حدیث حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مدرسہ سعیدیہ دادوں میں حاضر ہوئے اور تحصیلِ علوم کے بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے سند حاصل کی۔

بیعت و خلافت

حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمۃ سلسلۂ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے اور حضور مفتیِ اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے سلسلۂ قادریہ رضویہ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

تدریس کا آغاز

مفتی محمد اعجاز ولی خاں نے تکمیلِ علوم کے بعد این، بی ہائی اسکول بریلی میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا، پھر کچھ عرصہ دار العلوم منظرِ اسلام اور کچھ عرصہ دار العلوم مظہرِ اسلام (مسجد بی بی جی صاحبہ) بریلی میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۵ء میں مفتی اعجاز ولی خاں مدرسہ منہاج العلوم پانی پت متصل مزار مولانا سید غوث علی شاہ پانی پتی قدس سرہٗ تشریف لے گئے، اور ایک سال فرائضِ تدریس انجام دینے کے بعد دار العلوم منظر اسلام بریلی میں چلے آئے۔ تقسیم ملک کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان آکر جامعہ محمدی شریف جھنگ میں ۱۹۵۱ء تک شیخ الحدیث رہے۔ بعد ازاں کچھ عرصہ دار العلوم اہلِ سنت و جماعت جہلم میں رہے۔ جون ۱۹۵۴ء میں شیخ الحدیث والفقہ کی حیثیت میں جامعہ نعیمیہ لاہور تشریف لے آئے اور تقریباً چھ سال تک بحسن وخوبی کام کیا۔

مفتی محمد اعجاز ولی خاں ۱۹۶۰ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے ۱۹۷۳ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور کی جانب سے جمعیۃ علماء پاکستان سے وابستگی پر اعتراض کیا گیا تو مفتی اعجاز ولی خاں نے استعفیٰ دے دیا۔

اور جامعہ نظامیہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے افسوس کہ مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں صرف دو دن تشریف لائے گزرے تھے کہ مرض وفات لاحق ہوگیا، اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے طلبہ آپ سے مستفیض نہ ہوسکے۔

سیاست میں کردار

حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمۃ ۱۹۳۷ء ہی سے تحریک مسلم لیگ کی حمایت واعانت فرماتے رہے۔ ۱۹۴۰ء میں جب لاہور میں قرار دادِ پاکستان منظور ہوئی تو مفتی محمد اعجاز ولی خاں نے اس کی حمایت میں دار الافتاء رضوی بریلی سے فتویٰ جاری کیا۔ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء میں مشرقی پنجاب کا دورہ کرکے پاکستان کے لیے فضا ہموار کی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختم نبوت میں حصہ لینے کی بنا پر ایک سو دن یک سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند رہے۔

حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں ابتداء ہی سے جمعیۃ علماءِ پاکستان کے معاون رہے۔ حضرت علامہ ابو الحسنات قدس سرہٗ کے دور میں مجلسِ عاملہ کے رکن اور حضرت علامہ عبد الحامد بدایونی کے دورِ صدارت میں مغربی پاکستان کے صدر رہے۔ حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کے دورِ صدارت میں خازن رہے۔ مئی ۱۹۷۱ء میں جمعیۃ علماءِ پاکستان صوبۂ پنجاب کے صدر مقرر کیے گئے، اور وابستگی کی بنا پر منصبِ شیخ الحدیث سے استعفیٰ دے دیا۔

چند یادگاریں

۱۹۵۴ء میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ کے مزارِ انور کے قریب جامعہ گنج بخش قائم کیا۔ غالباً ۱۹۵۶ء میں جامع مسجد محلہ اسلام پورہ میں خطیب مقرر ہوئے اور وہاں دار العلوم حامدیہ رضویہ قائم کیا۔ مفتی محمد اعجاز ولی خاں نے گنج بخش کے نام سے ایک ماہ نامہ بھی جاری کیا جو ایک عرصے تک جاری رہنے کے بعد بند ہوگیا۔

علم وفضل

مفتی محمد اعجاز ولی خاں حسنِ اخلاق، ایثار و قربانی، حق گوئی، صاف دلی، بے نفسی،

حلم و بردباری، قوتِ حافظہ، مسائلِ فقہیہ کے استحضار، صلابت رائے اور تاریخ گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بلاشمار علماء نے مفتی محمد اعجاز ولی خاں سے اکتسابِ فیض کیا۔ تصانیف یہ ہیں:

۱۔ قانونِ میراث

۲۔ تسہیل الواضح خلاصہ النحو الواضح

۳۔ تنویر القرآن (تفسیر قرآن برحاشیہ کنز الایمان)

۴۔ ترجمہ مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ

۵۔ ترجمہ کشف الاسرار، مختلف کتب پر مقدمہ اور بے شمار فتاویٰ ہیں۔

انتقالِ پر ملال

مختصر علالت کے بعد ۲۴ شوال المکرم ۱۳۹۳ھ / ۲۰ نومبر ۱۹۷۳ء بروز منگل فقیہ العصر حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا، نمازِ جنازہ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات رضوی نے پڑھائی، میانی صاحب بہاول پور روڈ لاہور میں مولانا غلام محمد ترنم قدس سرہٗ کے سرہانے آخری آرام گاہ بنی، ایک صاحبزادے پاشا صاحب اور ایک صاحبزادی یادگار ہیں۔ مفتی محمد اعجاز ولی خاں اپنا نام محمد اعجاز الرضوی لکھا کرتے تھے۔

قطعہ تاریخ وصال

حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی نے تاریخ وصال کہی ہے

رخصت ہوا جہان سے یہ کون باکمال	بوجھل ہوئی زمیں تو فلک غم سے ہے نڈھال
عقبیٰ کی فکر، دین کا جس کو رہا خیال	"از عاقبت بخیر" ہے اس کا سنِ وصال
	۹۲ ۱۳ھ

لہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابرِ اہلِ سنت پاکستان ص ۶۳ تا ۶۵

بحر العلوم مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری

سابق مفتی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

ولادت

بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی بن میر سید علی حسن بن میر سید جعفر علی بن میر سید خیرات علی بن میر سید منصور علی ہندوستان کے موضع بوانا (صوبہ بہار) میں ۱۴/رمضان ۱۳۳۷ھ / ۱۳/جون ۱۹۱۹ء بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے وقت تولد ہوئے۔

بحر العلوم مفتی سید افضل حسین حسینی سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

علوم اسلامیہ کی تحصیل

بحر العلوم مفتی سید افضل حسین ایک بلند پایہ محقق، بے مثال مفتی اور علم و عرفان کا منبع تھے۔ آپ نے درس نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ صوبہ بہار، شمس العلوم بدایوں اور جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں حضرت مولانا محمد اسماعیل آروی، حضرت مولانا محمد ابراہیم آروی، حضرت مفتی محمد ابراہیم سمستی پوری، حضرت مولانا مفتی ابرار حسین صدیقی تلہری، حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری اور شیخ المحدثین علامہ مولانا مفتی نور الحسین مجددی رامپوری شارح قاضی مبارک سے پڑھنے کے بعد شعبان ۱۳۵۹ھ / ستمبر ۱۹۴۰ء میں جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغ حاصل کی۔

امتحانات

علاوہ ازیں ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء میں الٰہ آباد بورڈ سے مولوی کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

*

تدریس وافتاء

فراغت کے فوراً ہی بعد بحر العلوم سید افضل حسین جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں تدریسی فرائض بھی انجام دینے شروع کردیئے۔ جامعہ میں آپ نے شیخ الحدیث، صدر مدرس اور مفتی کی حیثیت سے کام کیا۔

ہندوستان سے ہجرت کے بعد پہلے پہل ڈوگہ ضلع گجرات میں ایک سال تک جناب برق نوشاہی کے قائم کردہ مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر حضرت مولانا مفتی معین الدین شافعی کے اصرار پر جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں تشریف لائے، اور شیخ الحدیث و مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ جامعہ غوثیہ رضویہ سکھر میں شیخ الحدیث، مفتی اور صدر مدرس کی حیثیت سے بحر العلوم کی تقرری ہوئی اور دوبارہ جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں علومِ اسلامیہ کی شمع روشن کرنے کے لیے تشریف لائے اور تا حیات جامعہ قادریہ رضویہ میں درس دیتے رہے۔

بیعت وخلافت

جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ / اپریل ۱۹۴۸ء میں حضور مفتی اعظم علامہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کا شرف حاصل کیا اور ۲، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء میں حضور مفتیٔ اعظم نے جمیع سلاسل طریقت اور تمام اوراد و وظائف کی اجازت دے کر خلافت سے مشرف فرمایا۔

تحریک پاکستان میں کارکردگی

جب مسلمانانِ ہندوستان نے قرآن وسنت کے مطابق اپنے نظام زندگی کو چلانے کی خاطر ایک آزاد ملک (پاکستان) کے قیام کے لیے تحریک چلائی تو علماءِ اہلِ سنت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس تحریک کو کامیاب بنا کر دم لیا۔ چنانچہ آل انڈیا سنی کانفرنس اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مفتی سید افضل حسین نے بھی ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔

تصانیف

مفتی سیّد افضل حسین نہ صرف یہ کہ عظیم مفتی و مدرس ہیں، بلکہ میدانِ تصنیف کے بھی شاہ سوار ہیں جس کا منہ بولتا ثبوت بحرالعلوم کی مندرجہ ذیل تصنیفات ہیں:

۱۔ توضیح الافلاک	علمِ ہیئت
۲۔ زبدۃ التوقیت	علمِ توقیت وحساب
۳۔ معیار الاوقات	"
۴۔ معیار التقویم	"
۵۔ البراہین الہندسیہ علیٰ مقادیر الخطوط العشرہ	"
۶۔ مساحۃ الدائرۃ والبیر	"
۷۔ گھڑیاں اور ان کے اوقات کی کہانی	"
۸۔ مصباح السلم شرح سلم العلوم	(منطق)
۹۔ مفتاح التہذیب	"
۱۰۔ معین اللبیب فی حل شرح التہذیب	"
۱۱۔ تعلیقات علی القطبی	"
۱۲۔ السعی المشکور فی بحث الشک المشہور	"
۱۳۔ بدایۃ المنطق	"
۱۴۔ بدایۃ الحکمۃ	(علمِ حکمت)
۱۵۔ التوضیح المنیر فی مبحث التناۃ بالتکریر	"
۱۶۔ توضیح الحجۃ الاولیٰ من شرح الشیرازی	"
۱۷۔ بدایۃ الصرف	(علمِ صرف)
۱۸۔ تکمیل الصرف	"
۱۹۔ بدایۃ النحو	(علمِ نحو)
۲۰۔ دراستہ النحو	"

۲۱۔	التوضیح المقبول فی الحاصل والمحصول	(علمِ نحو)
۲۲۔	البیان السامی فی شرح دیباجۃ الجامی	〃
۲۳۔	الکفایۃ فی مبحث غیر المنصرف من الہدایہ	〃
۲۴۔	ترجمہ عبد الرسول شرح مائۃ عامل منظوم	〃
۲۵۔	القول الاسلم فی مبحث الحسن والقبح من المسلّم	(اصولِ فقہ)
۲۶۔	مرقاۃ الفرائض	فقہ عربی
۲۷۔	عمدۃ الفرائض	〃
۲۸۔	وصیت کے مسائل عسیرہ کا حل بطریقِ جبر ومقابلہ	〃
۲۹۔	رویتِ ہلال	〃
۳۰۔	حج پاسپورٹ میں فوٹو کا شرعی حکم	〃
۳۱۔	عید میلاد اور چراغاں	〃
۳۲۔	منظر الفتاویٰ	〃
۳۳۔	ردِّ خلافتِ یزید [1]	〃
۳۴	زبدۃ القواعد	(قواعد فارسی)
۳۵۔	مصباح المنطق	
۳۶۔	الجواہر الصافیہ من فوائد الکافیہ	(علم نحو)
۳۷۔	وقایۃ النحو فی ہدایۃ النحو	(حاشیہ ہدایۃ النحو)
۳۸۔	میزان الدائرۃ والبیر	
۳۹۔	منار التوقیت	
۴۰۔	ہدایۃ التقویم [2]	

[1] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تذکرہ علماءِ اہلِ سنت پاکستان ص ۵۵ تا ۵۸

[2] ہدایۃ التقویم میں ہجری تاریخوں سے عیسوی تاریخیں، عیسوی تاریخوں سے ہجری تاریخیں معلوم کرنے کے قواعد اور دونوں قسم کی تاریخوں کے دن معلوم کرنے کے قواعد مذکور ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

۴۱۔ احسن الاحادیث فی تعداد التلامیذ

۴۲۔ احسن الفتاویٰ

۴۳۔ صبح و شفق [1]

چند تلامذہ

حضرت مفتی سید افضل حسین کے تلامذہ کثیر تعداد میں ہندوستان، پاکستان، افغانستان، برطانیہ اور آزاد کشمیر میں دین اسلام کی اشاعت میں پیہم مصروف ہیں جن میں سے چند تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ ریحان رضا بریلوی مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف (انڈیا)

۲۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی مولانا اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین مفتی اعظم آستانۂ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف۔

۳۔ مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی مصنف تصانیف کثیرہ، ایڈیٹر ماہنامہ فیض الرسول براؤن شریف

۴۔ مولانا غلام مجتبیٰ، صدر مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد

۵۔ مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر رضوی حال مقیم افریقہ

۶۔ مولانا مفتی محمد حسین قادری رضوی (سابق) ایم پی اے سکھر (پاکستان)

۷۔ مولانا جلال الدین احمد نوری، مقیم بغداد شریف

۸۔ مولانا مفتی غلام سرور رضوی شیخ الحدیث والادب جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۹۔ مولانا محمود احمد، مدرس دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

۱۰۔ مولانا صاحبزادہ سید معظم شاہ خواجہ آباد میانوالی

۱۱۔ مولانا شیر علی قندھاری (افغانستان)

۱۲۔ مولانا عبد اللطیف غزنوی

---

[1] افضل حسین رضوی، سید مفتی: الجواہر الصافیہ ص ۳

[2] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماء اہل سنت ص ۵۹

۱۳۔ مولانا بدر الدین احمد رضوی گورکھپوری

۱۴۔ مولانا نعیم الدین رضوی صدر المدرسین فیض الرسول براؤن شریف

۱۵۔ مولانا بلال احمد نوری بہاری

۱۶۔ مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی

۱۷۔ مولانا علامہ سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

۱۸۔ مولانا ہاشم یوسفی دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی [۱]

۱۹۔ مولانا مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی فتحپوری

۲۰۔ شیخ المعقولات مولانا نعیم اللہ خاں رضوی بستوی صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام بریلی

اولاد

مفتی سیّد افضل حسین علیہ الرحمہ کے تین صاحبزادے مسمیان سید شکیل رضا، سید عقیل رضا، اور سید محمد احمد اور دو صاحبزادیاں سیّدہ قمر النساء، سیدہ چمن آرا عرف زینت النساء ہیں۔

وصال

آخر کار درس نظامیہ کا عالم استاذ، علوم عقلیہ و نقلیہ کا بحر العلوم، سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا عظیم مقتدا، ۲۰ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء کو سکھر (پاکستان) میں اپنے رب کریم کے دربار میں حاضر ہوگیا اور اپنے پیچھے ہزاروں تلامذہ، لاکھوں معتقدین و مریدین کو سوگوار چھوڑ گیا۔ [۲]

علم و فضل

بحر العلوم سیّد افضل حسین علیہ الرحمۃ کی علمی شخصیت جو بیک وقت علمی طبقہ میں محدث، فقیہ، متکلم و محقق، مصنف و مدقق اور عملی طبقہ میں صاحب تدبر نیز صواب الرائے مانے

---

[۱] ماہنامہ المیزان بمبئی ص ۲۷ بابت مئی جون ۱۹۸۴ء/شعبان المعظم، رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

[۲] مکتوب گرامی علامہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری لاہوری بنام راقم۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

جاتے تھے۔ ان کی ذات شریعت و طریقت کا سنگم تھی۔ ان کی وہ گرامی وقار شخصیت کہ ہر ناظر اپنے سینے میں ایک نرم و گداز حصہ ضرور پاتا، اور کیوں نہ پایا جاتا مفتی سید افضل حسین کو مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے شرفِ تلمذ و ارادت اور خلافت کا گنجِ گرانمایہ حاصل تھا۔

حلیہ ولباس

میانہ قد، گول چہرہ، گھنی داڑھی، آنکھوں پر موٹے فریم کا چشمہ، اوقاتِ درسگاہ میں سر پر عمامہ، اکثر و بیشتر کتھئی رنگ کا کرتا اور سفید پائجامہ میں ملبوس علم و فن کا یہ پیکر اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود درسگاہوں میں پڑھائے جانے والے جملہ فنون پر اردو اور عربی زبان میں تحقیقات انیق پر مشتمل ایک گراں قدر کتاب ہمیں دیتے ہوئے نظر آرہے تھے۔[1]

---

[1] ماہ نامہ المیزان بمبئی ص ۲۶، بابت مئی، جون ۱۹۸۴ء/ شعبان المعظم، رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ مضمون مولانا ہاشم یوسفی

فخرِ خاندانِ برکات ڈاکٹر سیّد محمد امین برکاتی رضوی

ولی عہد خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

ولادت

فخر السادات امین الملت والدین مولانا سیّد محمد امین میاں برکاتی رضوی بن احسن العلماء مولانا سیّد حسن میاں قادری برکاتی بن صحافی ہندوستان حضرت سیّد آلِ عبا برکاتی بن حضرت سیّد حسین حیدر برکاتی ۱۹۵۲ء کو مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے۔

تسمیہ خوانی

مولانا ڈاکٹر سیّد محمد امین میاں برکاتی رضوی کی رسمِ بسم اللہ والدِ ماجد نے بڑی شان و شوکت سے کرائی، مارہرہ کے مشائخ کے علاوہ دیگر اکابرینِ ملت نے بھی شرکت کی۔ آپ کے برادرِ اکبر نے تسمیہ خوانی کے موقع پر ایک نظم کہی جو ہدیۂ ناظرین ہے، ملاحظہ ہو ؎

جبینِ امیں پر یہ سہرا مبارک ۔۔۔ بہ نامِ خدا اس کا بندھنا مبارک
گلستانِ حیدر کا نو رستہ غنچہ ۔۔۔ اسے پھول بن کر مہکنا مبارک
حُسینی ضیا سے ہے تاباں درخشاں ۔۔۔ اسے مہر بن کر چمکنا مبارک
ہے آلِ عبا کے فضائل کا حامل ۔۔۔ نجابت کا اس کو یہ تمغا مبارک
امین اپنا پڑھ لکھ کے فاضل بنے گا ۔۔۔ لکھے گا قلم سے یہ فتویٰ مبارک
یہ حافظ بھی ہوگا یہ قاری بھی ہوگا ۔۔۔ سُنائے گا اک دن شبینہ مبارک
بنے گا مبلغ یہ دینِ متیں کا ۔۔۔ نبی کی نیابت کا عہدہ مبارک
عبا اس کے دادا ہیں اسحاق نانا ۔۔۔ تو پوتا مبارک نواسہ مبارک

وہابی جو کہتا ہے سہرے کو بدعت ... ہے بے ہودہ جاہل، بڑا نامبارک
محبت کی کلیو مسرت کے پھولو! ... کبھی وقت دیکھا تھا ایسا مبارک
بندھا تسمیہ کا ہے یہ جیسے سہرا ... اسی طرح شادی کا سہرا مبارک
لکھا تم نے حسنین بھیا کا سہرا ... بہت خوب لکھا یہ سہرا مبارک[1]

تعلیم و تربیت

مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار احسن العلماء مولانا سید حسن میاں قادری برکاتی مدظلہ، محمد یوسف آفریدی، منشی سعید الدین، حافظ عبد الرحمٰن عرف حافظ کلو، والدہ ماجدہ اور پھوپھیوں سے حاصل کی۔ علمِ تکسیر کے ابتدائی اسباق اپنے عمِ مکرم سید العلماء مولانا سید آلِ مصطفیٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ سے پڑھے۔ ڈاکٹر سید محمد امین نے مزید جدید علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا رُخ کیا، اور وہاں رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آپ نے ۱۹۸۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

والدِ ماجد احسن العلماء

مولانا ڈاکٹر سید محمد امین کے والدِ گرامی مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی، حضرت سید آلِ عبا علیہ الرحمۃ کے منجھلے بیٹے ہیں، ۱۰/ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء کو مارہرہ شریف میں ولادت ہوئی۔ احسن العلماء مولانا سید حسن میاں کی والدہ ماجدہ تاج العلماء شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی کی حقیقی بہن تھیں، ماموں نے بچپن سے مثل فرزند حقیقی پرورش اور تعلیم نشوونما کا اہتمام کیا۔

حضرت احسن العلماء کے اساتذہ میں منشی سعید الدین مارہروی، حافظ سلیم الدین، حافظ عبد الرحمٰن، والدہ ماجدہ، تاج العلماء سید اولادِ رسول محمد میاں مارہروی، حضرت مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی، برادرِ اکبر مولانا الشاہ سید آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی، شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی رضوی، مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رضوی کے اسماءِ گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ انگریزی کے چند اسباق ماسٹر محمد سمیع خاں برکاتی سے پڑھے۔

---

[1] یہ نظم راقم کو حضرت مولانا مظہر حسن رضوی بدایونی نے عنایت فرمائی۔ راقم ان کا ممنون ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

احسن العلماء کو اپنے نانا محترم حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن برکاتی سے ارادت حاصل ہے، نیز اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ تاج العلماء سید اولادِ رسول محمد میاں قادری نے جملہ سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں کے وصال کے بعد فروری ۱۹۵۶ء میں آپ خانقاہِ قادریہ برکاتیہ کے سجادہ نشین منتخب ہوئے۔

احسن العلماء بہترین حافظ اور عمدہ قاری ہیں۔ علم و فضل، زہد و تقویٰ، حلم و بردباری، توکل و استغنا، قناعت و رضا، منکسر المزاجی اور سادگی آپ کی دیگر اہم خصوصیات ہیں۔ آپ علمِ ظاہر و باطن سے بھی سرفراز ہیں۔ اِس دور کے زبردست فاضل، مسلکِ اہلِ سنت کے عظیم پیرِ طریقت، فقہِ حنفی کے عظیم الشان مفتی، اور ملتِ اسلامیہ کا بے پناہ درد رکھنے والے بزرگ ہیں۔ احسن العلماء علومِ ظاہری و باطنی میں بے نظیر ہیں، ساتھ ہی ساتھ جادو بیان مقرر بھی ہیں۔ تصوف کے پیچیدہ مسائل کو آسان ترین لفظوں میں بیان کر دینا اُن کے صوفیِ باصفا اور قادر الکلام ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ راقم السطور کو عرس رضوی بریلی شریف میں کئی مرتبہ تقریر سننے کا موقع ملا۔

احسن العلماء سید حسن میاں مدظلہ، کا عقدِ مسنون سید محمد اسحاق نقوی کی صاحبزادی محجوب فاطمہ سے سیتاپور میں ہوا۔ چار صاحبزادے اور ایک بیٹی بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔

احسن العلماء کے ممتاز خلفاء

۱۔ جانشینِ مفتیِ اعظم فقیہِ اسلام علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ
۲۔ امین الملت مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی رضوی مارہروی
۳۔ مولانا سید محمد اشرف برکاتی
۴۔ مولانا سید محمد افضل برکاتی
۵۔ مولانا سید نجیب حیدر برکاتی
۶۔ مفتی احمد میاں برکاتی احسن المدارس حیدرآباد سندھ

۷۔ مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا قادری مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۸۔ خطیب اعظم مولانا توصیف رضا قادری صدر جمعیۃ العوام بریلی

۹۔ مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۱۰۔ مولانا صوفی نظام الدین رضوی تنویر الاسلام امرڈوبھا بستی

۱۱۔ مولانا قاری محمد امانت رسول نوری رضوی پیلی بھیتی

۱۲۔ مولانا قاضی عبدالشکور میاں برکاتی

۱۳۔ حضرت سید شاہ ضیاء الدین احمد ترمذی سجادہ نشین خانقاہ محمدیہ کالپی شریف

جدِ امجد حضرت سید آلِ عبا قادری

مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں کے دادا حضرت سید شاہ آلِ عبا قادری کی ولادت ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کو اپنی ننہال سیتاپور میں ہوئی، سید آلِ عبا قادری کے والدِ گرامی کا نام حضرت سید حسین حیدر برکاتی تھا۔ سید حسین حیدر کا نسبی تعلق سید سالار فرزند اکبر میر سید محمد المعروف بہ دعوۃ الصغریٰ فاتح بلگرام ضلع ہردوئی سے ہے۔

سید آلِ عبا قادری کے نانا میر سید محمد صادق علیہ الرحمۃ کا نسبی تعلق سید محمد عمر فرزندِ اصغر میر سید صغریٰ بلگرامی سے ہے۔

سید آلِ عبا نے دینی تعلیم اپنے والدِ ماجد اور منشی فرزند حسن سے حاصل کی۔ اور گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور سے ایم۔اے۔ او کیا۔ پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد تشریف لے گئے اور کافی عرصے تک علوم و فنون کی تکمیل میں مصروف رہے۔ آپ نے حیدرآباد دکن میں محکمہ پٹہ جات میں ملازمت اختیار کی۔ رٹائر ہونے کے بعد آل انڈیا ریڈیو کے بیرونی نشریات کے شعبے سے وابستہ ہو گئے۔ عمر کا آخری حصہ مارہرہ مطہرہ میں گزرا۔

سید آلِ عبا قادری علیہ الرحمۃ کی تصانیف بے پرکی، اپنی موج میں، میرا فرمایا ہوا، اہم ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی نثری مضامین و مقالات ہیں۔ آپ کا قلم بہت شگفتہ تھا۔

سید آلِ عبا سید العارفین سید المشائخ شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ سے بیعت

تھے، اور اجازت وخلافت اپنے خسر حضرت سید شاہ ابو القاسم اسماعیل حسن مارہروی سے حاصل ہے۔ آپ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا۔ سید مخدوم علی حیدر آبادی، فرزندِ اصغر حضرت سید مرتضیٰ حیدر حسن زیدی کو سید آلِ عبا قادری نے اجازت عطا فرمائی۔

سید آلِ عبا قادری کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ بڑے صاحبزادے سید العلماء سید آلِ مصطفیٰ مارہروی (متوفیٰ ۱۱ رجمادی الآخر ۱۳۹۴ھ) وصال کر گئے۔ باقی اولادیں باحیات ہیں۔

صحافیِ ہندوستان سید آلِ عبا کی عمر سو سال کے قریب ہو کر ۱۹۷۸ء میں وصال ہو گیا۔

خدماتِ دینیہ

مولانا ڈاکٹر سید محمد امین نے فراغت کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں چند برس درس و تدریس کے منصب پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۳ء سے سینٹ جانس کالج آگرہ میں شعبۂ اردو کے صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد امین میاں متحرک اور فعال شخصیت ہیں۔ سنیت کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ نہایت سنجیدہ، نیک طینت، خوش کردار اور رحم دل واقع ہوئے ہیں۔ طبیعت میں ودیعت کے طور پر سادگی و سنجیدگی زیادہ پائی جاتی ہے۔

تصانیف

ڈاکٹر سید محمد امین میاں اب تک کئی کتابوں کے مصنف ہو چکے ہیں۔ آپ کے مقالات ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ماہنامہ استقامت کانپور، اور ماہنامہ حجاز جدید دہلی میں چھپتے ہیں۔ مندرجہ ذیل تصانیف کے علاوہ آپ نے ادبی، مذہبی، تنقیدی، تحقیقی مقالات لکھے جن کو اہلِ علم نے وقعت اور اہمیت کی نظر سے دیکھا۔

۱۔ قائم اور ان کا کلام

۲۔ شاہ برکت اللہ۔ حیات اور علمی کارنامے

۳- ادب، ادیب اور اضافت

۴- سراج العوارف (ترجمہ)

۵- آداب السالکین

۶- چہار انواع

بیعت وخلافت

مولانا ڈاکٹر سید محمد امین میاں کو تاج العلماء سید اولادِ رسول محمد میاں برکاتی سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ اور والدِ بزرگوار احسن العلماء سید حسن میاں قادری سے بھی اجازت حاصل ہے۔ مزید حضور مفتیِ اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہٗ نے بھی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ اجازت وخلافت کا واقعہ بھی عجیب وغریب ہے۔

واقعۂ خلافت

۱۱ر جمادی الآخر ۱۳۹۴ھ کو مولانا سید آلِ مصطفیٰ مارہروی کا وصال ہوا، ڈاکٹر سید محمد امین میاں کے والد ماجد پابندی سے دار العلوم منظرِ اسلام بریلی کے جلسۂ دستار بندی میں شرکت فرماتے تھے۔ حضور مفتیِ اعظم اور والدِ ماجد میں بے حد محبت تھی، آپ نے ارادہ کیا کہ ۱۳۹۴ھ کے جلسہ دستار میں حاضر ہونا چاہیے تاکہ حضور مفتیِ اعظم کو والدِ ماجد کی غیر موجودگی محسوس نہ ہو، چنانچہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں ۱۴ر شعبان ۱۳۹۴ھ کو بریلی شریف حاضر ہوئے، پندرھویں شب میں جلسہ ہوا۔ جلسے کے دوران آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ خلافت واجازت سے نوازدیں تو بہت اچھا ہو۔ ۲½ بجے رات کو جلسہ کا اختتام ہوا، اور حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے ڈاکٹر سید محمد امین کا ہاتھ پکڑا اور اپنے دولت کدے کے لیے روانہ ہوئے۔ ڈیوڑھی میں حضور مفتیِ اعظم نے فرمایا:

میاں امین! یہ تو آپ کے آبائے کرام کی دی ہوئی نعمت ہے۔ میں آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ کالپویہ میں مجاز و

ماذون کرتا ہوں اور خلافت نذر کرتا ہوں ۔

اس کے بعد ڈاکٹر سید محمد امین کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیے اور کچھ پڑھتے رہے ۔ اُس وقت آپ پر رقت طاری ہو گئی ۔

۱۳۹۵ھ کے عرس رضوی میں بریلی شریف تشریف لائے، قل شریف کی محفل جاری تھی ۔ تقریباً ۸۰، ۹۰ ہزار کا مجمع تھا ۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مولانا مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی سے فرمایا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، چنانچہ کئی مائک مفتی اعظم کے سامنے رکھ دیئے گئے ۔ مفتی اعظم نے تقریباً آٹھ دس منٹ تقریر فرمائی جس میں ڈاکٹر سید محمد امین کی اجازت وخلافت کا اعلان فرمایا، پھر اپنے قلم مبارک سے مطبوعہ خلافت نامہ کی خانہ پُری کر کے دستخط ثبت فرمائے ۔

شوال المکرم ۱۳۹۵ھ میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ مارہرہ شریف تشریف لے گئے، ڈاکٹر سید محمد امین میاں نے دلائل الخیرات شریف پیش کی اور عرض کیا کہ اسے پڑھنے کی اجازت عطا فرمادیں ۔ دریائے کرم جوش پر تھا، دلائل الخیرات کے ساتھ ساتھ جملہ اعمال و اذکار و اشغال کی اجازت عطا فرمائی اور دوبارہ خلافت نامہ تحریر فرمایا ۔

عقدِ مسنون

ڈاکٹر سید محمد امین میاں کی شادی سید عابد علی عابدی بریلوی کی صاحبزادی آمنہ خاتون سے الہ آباد میں ہوئی، بفضلہ تعالیٰ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تولد ہوئیں ۔ [۱]

---

[۱] مکتوب گرامی مولانا ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی رضوی مارہروی بنام راقم محررہ ۵ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ / ۶ نومبر ۱۹۸۹ء ۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

حسّان الہند الحاج قاری محمد امانت رسول رضوی

ساکن محلہ بھورے خاں پیلی بھیت شریف

ولادت

بلبلِ باغِ رضا حضرت الحاج قاری محمد امانت رسول نوری رضوی بن شمس الفیوض الحاج محمد ہدایت رسول بن الحاج نور محمد فیض رسول انصاری ۹ ر محرم الحرام ۱۳۷۷ھ کو اپنے آبائی مکان محلہ بھورے خاں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔

نبیرۂ محدث سورتی الحاج فضل احمد شاہ مانا میاں رضوی علیہ الرحمۃ نے امانت رسول نام رکھا، اور مرشدِ اعظم حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ نے فرمایا:

محمد امانت رسول رکھتا ہوں

محمد فرد رضا سے (۱۳۷۷ھ) سن ولادت نکلتا ہے۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔

خاندانی حالات

نبیرۂ محدث سورتی الحاج فضل احمد شاہ مانا میاں رضوی پیلی بھیتی ایک مرتبہ قاری امانت رسول کے دولت کدے پر تشریف لائے اور فرمایا امانت رسول تمہارے والد الحاج ہدایت رسول بھائی کی اور میری ۱۳۲۷ھ میں ایک ہی دن کی پیدائش ہے، اور شمس الفیوض سے ۱۳۲۷ھ سنِ ولادت نکلتا ہے۔ تمہارے دادا محترم نور محمد ہمارے دادا مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت بچے کا نام رکھ دیں۔ اتفاقِ وقت کہ ابوالوقت مولانا ہدایت رسول نوری رضوی رام پوری بھی اس وقت تشریف فرما تھے۔

حضرت محدث سورتی قدس سرہ نے ان سے فرمایا کہ حضرت ان کے بچے کا نام تجویز فرما دیں۔ یہ ہمارے یہاں کے حاضر باش ہیں اور بہت ہی کرم فرما ہیں۔ مولانا ہدایت رسول رضوی رامپوری نے دادا میاں محدث سورتی قدس سرہٗ سے عرض کی آپ ہی نام رکھ دیں۔ دادا میاں ان سے فرمائیں وہ دادا میاں سے کہیں۔ آخر میں مولانا ہدایت رسول نوری نے فرمایا اچھا حضرت محدث سورتی کا حکم ہے تو نام رکھ دیتا ہوں، فقیر کا نام ہدایت رسول ہے اِس بچے کا نام بھی ہدایت رسول رکھ دیجیے۔ ؎۱

حضرت قاری محمد امانت رسول کے والد ماجد الحاج ہدایت رسول شیری رضوی بڑے بزرگ صفت، مشائخ کرام کے حاضر باش، متبع سنت، فدائے امام احمد رضا فاضل بریلوی بلکہ فنافی الاولیاء والعلماء اگر کہا جائے تو درست ہوگا۔ نماز کے ایسے پابند کہ ٹرین میں کبھی نماز قضا نہیں ہونے دی، اور اپنے فن میں ایسے ماہر کہ یکتائے زمانہ۔ گنے کا مربہ، کریلے کا مربہ تو ان کے گھر کی ایجاد ہے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ گنے کا مربہ بہت پسند فرماتے تھے، اور جب کبھی الحاج ہدایت رسول رضوی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تو حضور مفتی اعظم فرماتے:

| گنے والے حاجی صاحب تشریف لائے۔ |

تعلیم و تربیت

الحاج قاری محمد امانت رسول نے والد ماجد کی آغوش میں رہ کر نشو و نما پائی۔ ابتدائی تعلیم بیسل پور ہی میں حاصل کی، پھر ہلدوانی ضلع نینی تال تشریف لے گئے اور وہاں سے ۱۳۹۰ھ میں مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی سے سندِ تجوید و قراءت اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ

؎۱ محمد امانت رسول نوری، قاری: تجلیات امام احمد رضا ص ۴۲،

۲۔ فقیہ الملت مولانا مفتی وجیہ الدین رضوی پیلی بھیتی

۳۔ تلمیذ حجۃ الاسلام قاری غلام محی الدین خطیب رضوی شیری ہلدوانی

۴۔ مناظر اعظم مولانا مشاہد رضا رضوی حشمتی سجادہ نشین آستانہ رضویہ حشمتیہ پیلی بھیت

۵۔ استاذ الاساتذہ مفتی جہانگیر خاں رضوی فتحپوری

۶۔ حضرت حافظ قاری محمد عمران رضوی نوری پیلی بھیتی

بیعت و خلافت

۱۳۹۲ھ میں قاری امانت رسول حضور مفتی اعظم کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے، اور ۱۳۹۶ھ انیس سال کی عمر میں مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ چشتیہ نقشبندیہ سہروردیہ کی خلافت کے ساتھ ساتھ اوراد و وظائف، اعمال و اشغال اور جملہ تعویذات کی اجازت عطا فرمائی۔

۱۳۹۵ھ میں قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد المدنی رضوی نے اجازت عطا فرمائی۔ اس کے ساتھ بہت سے انعام و اکرام اور عمامہ، کلاہ عربی، جبہ اور رومال بھی عنایت فرمایا۔

۱۳۹۹ھ میں مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن رضوی اڑیسوی نے اجازت سے نوازا۔

۶؍ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ کو سرزمینِ گولا ضلع پیلی بھیت پر احسن العلماء مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے تمام سلاسل وغیرہ کی اجازتیں عطا فرمائیں۔ عرس قاسمی (مارہرہ) کے موقع پر خانقاہ برکاتیہ میں مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی نے اپنا عمامہ شریف قاری امانت رسول کے سر پر باندھا اور فرمایا:

خلافت تو گولا میں دے چکا، دستار رہ گئی تھی وہ یہاں باندھ دی

بعدہٗ مولانا سید حسنین میاں برکاتی نے اپنے نانا جان تاج العلماء مولانا سید اسمٰعیل حسن برکاتی کی کلاہِ مبارک اور حضرت سیدی اچھے میاں برکاتی کی تسبیح شریف قاری امانت رسول کو عطا فرمائی۔

مفتی اعظم کی نوازشات

مولانا قاری امانت رسول حضور مفتی اعظم کے بہت ہی محبوبِ نظر

ان کی بارگاہ کے مقرب و مقبول، سفر و حضر میں جب ساتھ ہوتے تو اکثر مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ فرماتے قاری امانت رسول نعت شریف پڑھو، قصیدہ بردہ سناؤ۔ ریحانِ ملت مولانا محمد ریحان رضا بریلوی فرمایا کرتے تھے:

قاری محمد امانت رسول تو شاعرِ بارگاہِ مفتیِ اعظم ہیں

جب کبھی آپ بریلی حاضر ہوتے تو حضور مفتیِ اعظم خصوصی کرم فرماتے، پردہ کرکے مکان میں اندر بلاتے، اور اپنا قلمی دیوان سامانِ بخشش عطا فرما کر ارشاد فرماتے اس میں سے نعتیں سنایئے۔ ایک مرتبہ حضور مفتیِ اعظم نے قاری امانت رسول کو اپنا قلمی دیوان عطا فرما کر ارشاد فرمایا ابھی تک یہ دیوان چھپا نہیں ہے۔ یہ لے جایئے اور نقل کرلیجیے گا۔ ایک مہینے تک یہ قلمی دیوان آپ کے پاس رہا۔ اکثر مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کو قاری امانت رسول کی نعت خوانی کے دوران رقت طاری ہو جاتی تھی۔ حضور مفتیِ اعظم نے اپنے استعمال کردہ کرتے، صدری، پاجامہ، نعلین، چھڑی وغیرہ بھی بطورِ انعام عطا فرمائے۔

حضور مفتیِ اعظم قاری امانت رسول سے اتنی محبت کرتے تھے کہ جانشین مفتیِ اعظم فقیہِ اسلام علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی سے بنام قاری امانت رسول ایک خط لکھوا کر بذریعہ ڈاک مدینہ طیبہ روانہ فرمایا، اس خط کے اخیر میں اپنے قلم سے یوں دستخط فرمائے

ازفقیر قادری مصطفیٰ رضا نوری غفر لہٗ سلامِ مسنون قبول باد، ۱۲ر شوال ۱۴۰۰ھ

حج و زیارت

قاری محمد امانت رسول نے پہلی بار حج و زیارت اٹھارہ سال کی عمر میں والدین کے ساتھ ادا کیا۔ حضور مفتیٔ اعظم نے آپ کے بارے میں قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد المدنی رضوی کے نام ایک والا نامہ تحریر فرمایا جس کو عکسیات کے باب میں آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں

جب یہ کرم نامہ مولانا ضیاء الدین احمد المدنی رضوی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو قطب مدینہ نے اس تحریر مبارکہ کو آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا اور بوسہ دیا بار بار فرمانے لگے وجدانی کیفیت طاری ہوگئی:

> یہ خط میرے مفتیِ اعظم قبلہ کا ہے، یہ خط مصطفیٰ میاں قبلہ کا ہے۔ حضرت مصطفیٰ میاں نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا ہے سبحان اللہ! مرحبا مرحبا!

بعدہٗ مولانا ضیاء الدین احمد المدنی رضوی کی طرف سے قاری امانت رسول کو پچاس ریال عطا ہوئے، انھوں نے لینے سے انکار کیا تو قطبِ مدینہ قدس سرہٗ نے فرمایا:

> میرے معاملات میں قاری امانت رسول کچھ نہ کہیں، آپ میرے حضرت کے بھیجے ہوئے ہیں اور ہمارے استادِ گرامی امام المحدثین مولانا وصی احمد محدث سورتی کے وطن سے آئے ہیں۔

آخر کار آپ کو بطورِ تبرک لینا ہی پڑے۔

ایک مرتبہ قطبِ مدینہ نے فرمایا آج سے ہماری محفل کی اختتامیہ دعا قاری امانت رسول کیا کریں گے۔ آپ نے معافی چاہی لیکن محفل کے ختم پر مولانا ضیاء الدین احمد المدنی نے خود فرمایا تو آپ کو تعمیلِ حکم کرنا پڑی۔

دوسری مرتبہ ۱۴۰۰ھ کو ۲۳ سال کی عمر میں برادرِ معظم حافظ محمد عنایت رسول کے ہمراہ مولانا مفتی جہانگیر خاں رضوی فتحپوری کی رفاقت میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے، اور تین ماہ سات دن مدینہ منورہ میں اقامت نصیب ہوئی۔ رمضان المبارک بھی مدینہ منورہ ہی میں گزارنے کا شرف حاصل کیا۔ اس بار قطبِ مدینہ نے قاری امانت رسول کو حمایت بابا کا لقب عطا کیا۔

بھوالی کا سفر اور کوائف

یکم رجب المرجب ۱۳۹۸ھ کو حضور مفتیِ اعظم کی اہلیہ محترمہ (پیرانی اماں چھوٹی بی صاحبہ) کے حکم پر مولانا ریحان رضا بریلوی نے پیلی بھیت اطلاع بھیجی کہ قاری امانت رسول تیار ہوکر بریلی شریف آ جائیں، ۳؍ رجب ۱۳۹۸ھ کو حضور مفتیِ اعظم بھوالی تشریف لے جائیں گے، مفتیِ اعظم کے ساتھ بھوالی جانا ہے۔ مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ

> قاری امانت رسول کو میں اپنے ساتھ بھوالی لے جاؤں گا۔ میں ان کے پیچھے نماز

[پڑھ لیتا ہوں۔ ان کو بلا لیا جائے۔]

قاری امانت رسول مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے حکم پر بریلی شریف حاضر ہوئے۔ ایک کار پر پیرانی اماں صاحبہ اور مولانا ریحان رضا رضوی بریلوی وغیرہ اور دوسری کار پر حضور مفتیِ اعظم اور قاری امانت رسول وغیرہ ۵ رجب المرجب کو بھوالی تشریف لے گئے۔ قیامِ بھوالی کے دوران تعویذ لینے والوں کا ہجوم لگ جاتا تھا۔

بھوالی بازار سے ایک غیر مسلم آیا۔ اس نے عرض کیا حضور دوکان نہیں چلتی۔ حضور مفتیِ اعظم نے فرمایا "سفلی کا عمل کیا گیا ہے، قاری امانت رسول ان کو اعداد میں یا فتاح کا تعویذ لکھ دیجیے" قاری امانت رسول نے عرض کیا حضور میں تعویذ لکھنا نہیں جانتا ہوں، فرمایا کاغذ قلم لائیے۔ کاغذ قلم حاضر کیا تو مفتیِ اعظم قدس سرہٗ نے تعویذ لکھ کر بتایا اور چال کے لیے اعداد ڈال دیئے اور فرمایا بس ایسے ہی لکھ کر لائیے۔ آپ نے ویسے ہی لکھ دیا، مفتیِ اعظم نے دم فرما کر دے دیا۔ مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کے پاس جو تعویذ لینے آتا، فرماتے قاری امانت رسول ان کو فلاں کا، ان کو فلاں کا تعویذ لکھ دو۔ آپ تعمیلِ حکم کرتے۔

سندِ قرآنِ کریم

دورانِ قیامِ بھوالی دوبارہ سندِ اجازت و تاریخ سنہ وغیرہ نیز در بھوالی ضلع نینی تال بھی اپنے قلم سے لکھ کر عنایت فرمائی۔ قیامِ بھوالی میں قاری امانت رسول نے حضور مفتیِ اعظم کے حکم پر کچھ پارے قرآن شریف کے سنائے تو مفتیِ اعظم قدس سرہٗ بہت ہی مسرور ہوئے اور سندِ قرآن تحریر فرمائی۔

عقدِ مسنون

۱۰ رجب المرجب چہار شنبہ ۱۴۰۲ھ کو قاری امانت رسول کا موضع چپر یا بازار ضلع بہرائچ شریف میں حسب الانتخاب و حسب الحکم مفتیِ اعظم عالی جناب محمد شفیع انصاری رضوی کی صاحبزادی کے ساتھ عقدِ مسنون ہوا۔ جانشینِ مفتیِ اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم

القدسیہ نے نکاح پڑھایا۔ دو صاجزادیاں ہیں۔ کنیز رسول حمیرا بانو تاریخی نام غزالہ نشاط، کنیز (۱۴۰۳ھ)
حویرا بانو تاریخی نام غزالہ نوازش (۱۴۰۷ھ)

تصانیف

حضرت قاری محمد امانت رسول نوری بڑی خوبیوں کے مالک ہیں، تبلیغی دوروں کے ساتھ ساتھ قلمی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں، مندرجہ ذیل کتب آپ کی صلاحیتوں و خوبیوں کی حامل ہیں:

۱۔ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں انصاریوں کا مقام
۲۔ تجلیاتِ امام احمد رضا (۱۹۸۰ء)
۳۔ پندرھویں صدی کے مجدد
۴۔ بیاضِ قادری و نوری (قلمی)
۵۔ بہارِ بخشش (نعتیہ دیوان قلمی)

نمونۂ کلام

مولانا قاری محمد امانت رسول کو شعر گوئی سے بھی شغف ہے، ابتداءً مولانا قاری غلام محی الدین رضوی خطیب ہلدوانی سے اصلاح لیتے بعدہٗ مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے اصلاح لی۔ نمونے کے لیے چند شعر ملاحظہ ہوں:ـ

حاضر وہی ہوتا ہے دربارِ رسالت میں — بُلواتے ہیں جس کو بھی سرکار مدینے میں
کیا خوب وہ منظر ہے جالی سے ہر اک لمحہ — چھن چھن کے برستے ہیں انوار مدینے میں
ہے مفتیِ اعظم کا یہ فیض امانت پر — رمضان ملے سحر و افطار مدینے میں

خلفاء

۱۔ مولانا الحاج محمد الیاس قادری رضوی ضیائی امیرِ جماعت دعوتِ اسلام پاکستان

۲۔ مولانا صوفی عاشق علی رضوی انصاری صدر مدرس نوری رضوی دار العلوم گولا لکھیم پور

۳۔ مولانا صوفی احمد حسین نوری مہتمم جامعہ رضویہ سراج العلوم لکھیم پور

۴۔ مولانا عبد المعید رضا نوری ٹانڈوی

۵۔ مولانا محمد ایوب رضا نوری موسیٰ پوری

تلامذہ

۱۔ مولانا محمد عباس اشرفی خطیب مسجد قریشیان پیلی بھیت شریف

۲۔ شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت مولانا محمد ادریس رضا حشمتی پیلی بھیتی

۳۔ مولانا عبد المعید رضا قریشی رضوی ٹانڈوی

۴۔ حافظ سید ابرار علی سجادہ نشین آستانۂ وزیریہ ڈھکی

۵۔ حافظ قاری شمشاد حسین رضوی دار العلوم احمدیہ حنفیہ جامع مسجد پیلی بھیت

۶۔ حافظ قاری محمد مقبول احمد نوری

۷۔ حافظ قاری مخدوم میاں رضوی [1]

---

[1] یہ کوائف حضرت مولانا قاری محمد امانت رسول نوری کے مکتوبِ گرامی سے ماخوذ ہیں، مکتوب بنام راقم محررہ ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء۔ اس کے علاوہ اور بھی معلومات فراہم کیں، جب صفر المظفر ۱۴۱۰ھ میں راقم آپ کے دولت کدے پر حاضر ہوا تو قاری امانت رسول نوری نے قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد المدنی کی سندِ مبارکہ اور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کی عطا کردہ کلاہ، رومال اور دیگر قلمی تحریروں کی زیارت کرائی۔ راقم آپ کا بے حد ممنون ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

عالمِ باعمل مولانا محمدّ انور علی رضوی بہرائچی ایم اے

شیخ الادب دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف

ولادت

ماہرِ علمِ ادب، ملک التدریس حضرت مولانا محمد انور علی رضوی بن محمد وارث علی بن محمد اسلم ۲۲ر ستمبر ۱۹۵۶ء بروز دوشنبہ مبارکہ کو موضع درگاپوروا پوسٹ میٹر اسٹیشن ضلع بہرائچ شریف میں پیدا ہوئے۔

مولانا محمد انور علی کے جدِ امجد بہت نیک اور سچے آدمی تھے۔ نمازِ پنجگانہ کے اس قدر پابند تھے کہ ہمہ وقت نماز کی فکر رہتی تھی۔ مسجد میں برابر جاکر اذان بڑے اہتمام سے کہا کرتے تھے۔ انھیں کی صحبتِ کیمیا اثر نے مولانا محمد انور علی کو دس گیارہ سال کی عمر میں نمازی بنا دیا، اور والد ماجد بھی دینی تعلیم سے خصوصی دل چسپی رکھتے ہیں، تاریخ اور مسائلِ دینیہ پر اچھا عبور حاصل ہے۔

تسمیہ خوانی

جناب وارث علی کے خاندان میں یہ پہلی خوشی تھی کہ بڑی دھوم دھام سے مولانا محمد انور علی کی رسم بسم اللہ خوانی ہوئی، اس تقریب میں احباب واقارب کے علاوہ علماء و مشائخ نے شرکت کی۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا محمد انور علی کو ان کی ننہال میں بھیج دیا گیا اور وہاں پر قرآن پاک ناظرہ پڑھنے لگے۔ جب کچھ شعور پیدا ہوا تو بلبلِ ہند مفتی رجب علی قادری رضوی نانپاروی کے

جامعہ مصطفویہ مدرسہ عزیز العلوم قصبہ نانپارہ ضلع بہرائچ میں داخل ہوئے، اور یہاں سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔

ناظرہ قرآنِ پاک اور اردو درجۂ پانچ تک، حساب وغیرہ جناب ماسٹر سید نورالحسن نانپاروی سے پڑھا، درجہ چار تک ہندی کی بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد فارسی کی پہلی، آمدنامہ مولانا محمد حسیب رضا نوری بہرائچی سے پڑھی۔ گلستاں بوستاں، دیوانِ حافظ، سکندرنامہ وغیرہ مولانا صوفی قاضی محمد زین الدین صدرالمدرسین مدرسہ عزیز العلوم نانپارہ سے پڑھیں۔

مولانا محمد انور علی نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے اپنے ہم سبق رفیق مولانا کمال احمد خاں رضوی نانپاروی کے ہمراہ مدرسہ انوار العلوم عتیقیہ تلسی پور ضلع گونڈہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے حالات موافق نہ آنے کی وجہ سے جلد ہی جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور ضلع گونڈہ چلے آئے۔ آپ کو یہاں کی معیاری تعلیم بہت پسند آئی اور مولانا مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی کے غایت احسان وکرم اور خصوصی توجہ فرمانے کی وجہ سے دل مطمئن ہو گیا۔ مولانا محمد انور علی خوب محنت ولگن کے ساتھ پڑھنے لگے۔

۱۹۷۱ء و ۱۹۷۲ء میں شرحِ جامی اور فنِ تجوید وقراءت کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۲ء میں قراءت امام عاصم بروایتِ حفص کی تکمیل کرکے دستار اور سندِ قراءت سے نوازے گئے۔

آپ نے ۱۹۷۳ء میں دارالعلوم حشمت الرضا حشمت نگر پیلی بھیت میں داخلہ لیا، اور مناظرِ اعظم مفتی شاہد رضا خاں رضوی حشمتی سجادہ نشین آستانۂ حشمتیہ پیلی بھیت سے دیگر علوم وفنون میں اکتسابِ فیض کیا، اور قراءت سبعہ کی تعلیم محققانہ طور پر حاصل کی۔ پھر ۱۹۷۵ء میں حضور مفتیٔ اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی کے دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی شریف میں داخل ہوئے۔ یہاں پر علامہ مولانا تحسین رضا قادری بریلوی، مولانا مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی جیسے متبحر علماءِ دین سے اکتسابِ علم کیا۔

۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو دارالعلوم منظرِ اسلام میں تشریف لے آئے، اور درجۂ پنجم سے

لے کر دورۂ حدیث شریف تک منظر اسلام میں خوب دل جمعی کے ساتھ پڑھتے رہے۔

فراغت

حضرت مولانا محمد انور علی نے ۲۴ اپریل ۱۹۷۸ء کو دورۂ حدیث کا امتحان صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کو دیا۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ / ۲۶ اپریل ۱۹۷۸ء کو دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل ہوئی۔ اس سال ۴۰ علماء فارغ ہوئے تھے۔ جلسۂ دستار بندی میں حضور مفتیٔ اعظم، مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری، مولانا الشاہ حبیب الرحمٰن رضوی اڑیسوی اور مفتی رفاقت حسین رضوی کانپوری رونقِ اسٹیج تھے، اور ان علماء و مشائخ کے مبارک ہاتھوں سے مولانا محمد انور علی کی دستار بندی ہوئی۔

دیگر اساتذۂ کرام

۱۔ محدث منظر اسلام مولانا احسان علی رضوی مظفر پوری علیہ الرحمۃ

۲۔ جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ

۳۔ شیخ المعقولات مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی، صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام بریلی

۴۔ شیخ المحدثین مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث منظر اسلام

۵۔ حضرت مولانا بلال احمد رضوی بہاری

۶۔ منبع العلم مولانا بہاء المصطفیٰ رضوی امجدی مدرس منظر اسلام

۷۔ حافظ قاری عبد الحکیم عزیزی گونڈوی

درس و تدریس

مولانا محمد انور علی ۱۹۷۸ء میں فارغ ہو کر مناظرِ قدرتِ الٰہیہ کا نظارہ کرنے اور موسم بہار کی خوش گواری حاصل کرنے کے لیے مدرسہ رضویہ انوار القرآن کاٹھ گودام ضلع نینی تال میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے، اور ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد کاٹھ گودام کی خطابت و امامت کے فرائض

بھی انجام دیئے۔ تقریباً تین سال بحسن وخوبی مذہب اہلِ سنّت، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اشاعت کرتے رہے۔ آپ نے بدمذہبوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور بہت سے افراد کو حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ سے بیعت بھی کرایا۔

مولانا قاری غلام محی الدین شیری رضوی کے برابر اصرار و مجبور کرنے پر بحیثیتِ صدر مدرس مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی ضلع نینی تال چلے گئے۔ ہلدوانی کے حالات ناموافق ہونے کے باعث صرف چار ماہ رہنے کے بعد ۱۹۸۱ء کے آخر میں دار العلوم گلشنِ بغداد رام پور میں آپ کا تقرر ہوگیا۔ مولانا مفتی سیّد شاہد علی رضوی رام پوری نے دار العلوم کا نظم ونسق بہت ہی بہتر بنادیا تھا لیکن نامساعد حالات کے پیشِ نظر مفتی سیّد شاہد علی رضوی رام پوری نے استعفیٰ دے دیا، تو آپ نے بھی استعفیٰ پیش کردیا۔

پھر مفتی سیّد شاہد علی رام پوری کی تحریک پر دار العلوم الجامعۃ الاسلامیہ کا قیام عمل میں آیا، اس میں آپ کو مدرس اول کے اعلیٰ عہدے پر رکھا گیا۔ پانچ سال تک اس اعلیٰ عہدے پر فائز رہ کر بحسن وخوبی تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دیں، اور مفتی سیّد شاہد علی کے شانہ بشانہ رہ کران کی مذہبی تحریکوں میں سرگرمِ عمل رہے۔ مولانا محمد انور علی کی الجامعۃ الاسلامیہ میں خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ الجامعۃ الاسلامیہ کی تاریخ میں جب تک آپ کی سرگرمیوں کو سراہا نہیں جائے گا اس وقت تک تاریخ نامکمل رہے گی۔

۱۹۸۶ء میں علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی کے حکم سے دار العلوم منظرِ اسلام میں تشریف لے آئے، اور یہاں کی تعلیمی ترقی میں بھی آپ کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ تادمِ تحریر منظرِ اسلام میں شیخ الادب کے منصب پر فائز ہیں۔ مولانا محمد انور علی جملہ کتبِ درسِ نظامیہ میں مکمل دسترس رکھتے ہیں، پڑھانے کا انداز ایسا ہے کہ ہر بات طالبِ علم کے ذہن نشین ہوتی جائے۔

امتحانات

حضرت مولانا محمد انور علی باصلاحیت متبحر عالمِ دین ہیں۔ آپ کو درسِ نظامیہ کے علاوہ

دیگر امتحانات کا بھی شوق تھا۔ اسی جذبے کے تحت آپ نے مندرجہ ذیل امتحانات الہ آباد بورڈ و مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے دیئے جن میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل ہوئی۔

۱۔ ۱۹۷۱ء میں ادیب۔

۲۔ ۱۹۷۲ء میں ادیب ماہر۔

۳۔ ۱۹۷۶ء میں مولوی۔

۴۔ ۱۹۷۷ء میں عالم۔

۵۔ ۱۹۷۸ء میں منشی۔

۶۔ ۱۹۸۲ء میں فاضلِ دینیات۔

۷۔ ۱۹۸۳ء میں کامل۔

۸۔ ۱۹۸۵ء میں فاضلِ ادب۔

۹۔ ۱۹۸۵ء میں ادیبِ کامل۔

۱۰۔ ۱۹۸۸ء میں ایم۔ اے اُردو۔

مکتبۃ المصطفیٰ کا قیام

مولانا محمد انور علی نے حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ان کی یاد میں ۱۹۸۲ء میں مکتبۃ المصطفیٰ قائم کیا اور قیام کے ایک سال بعد امام اہلِ سنت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کا معرکۃ الآراء رسالہ مسئلۂ خضاب یعنی "حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب" اور شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی رضوی پیلی بھیتی کی تصنیف "تقریر منیر قلب" (۱۳۴۲ھ) کی اشاعت کی۔ مکتبۃ المصطفیٰ کے اغراض و مقاصد کے تحت مولانا محمد انور علی رقم طراز ہیں:

> اس کا مقصدِ اولین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا چراغ ہر گھر میں جلانا، بزرگانِ دین کی ملی خدمات سے دُنیائے اسلام کو روشناس کرانا، خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تصنیفات و تالیفات مع تراجم و تشریحات نیز صدر الافاضل، محدثِ اعظم ہند، صدر الشریعۃ،

> شیر بیشۂ اہلِ سنت، مفتیٔ اعظم ہند قدس اللہ اسرارہم کی اکثر کتابیں بطرزِ جدید چھپوا کر منظرِ عام پر لانا، تاجدارِ اہلِ سنت حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے اسمِ گرامی سے منسوب ہونا ہی مکتبہ کی کامیابی کی ضمانت اور اس کے نظریۂ قیام کی وضاحت ہے [1]

اس ادارہ مکتبہ المصطفیٰ کے تحت مسئلۂ خضاب از امام احمد رضا بریلوی، تقریرِ منیر قلب از مولانا حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی، تجلیات امام احمد رضا از مولانا قاری محمد امانت رسول نوری پیلی بھیتی، پندرھویں صدی کے مجدد از قاری محمد امانت رسول نوری، نسیم الوردہ ترجمہ قصیدۂ بردہ از مولانا مفتی جہانگیر خاں رضوی فتحپوری وغیرہ کتابیں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔

عقدِ مسنون

مولانا محمد انور علی کا عقدِ مسنون ۱۹۷۶ء میں جناب عید و انصاری رضوی (قصبہ امام گنج تحصیل نانپارہ ضلع بہرائچ) کی دخترِ نیک اختر سے ہوا، فی الحال یہ اولاد باحیات ہیں۔

۱۔ محمد قیصر رضا متعلم دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی

۲۔ محمد طارق رضا

۳۔ محمد حسان رضا عرف رضوان انصاری

بیعت و خلافت

مولانا محمد انور علی کو ۱۹۶۹ء میں مولانا مفتی زین الدین نے مفتی رجب علی قادری رضوی نانپاروی کے دولت کدے پر حضور مفتیٔ اعظم کے دستِ حق پرست پر بیعت کرایا، اور ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ کو رضا مسجد بریلی میں بعد نمازِ عصر حضور مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

---

[1] حشمت علی رضوی، مولانا: تقریرِ منیر قلب ص ۳۲، مضمون از مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی

قلمی خدمات

مولانا محمد انور علی ادیب، مضمون نگار، محقق ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ قلم کار بھی ہیں، آپ کی قلمی کاوش اور معیاری مضامین ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی میں نکلتے رہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ ہی کی ترتیب کردہ ہیں:

۱۔ انتخاب نوری
۲۔ مناقب مفتیٔ اعظم
۳۔ انتخاب حسن
۴۔ انتخاب کلام رضا
۵۔ مناقب اعلیٰ حضرت
۶۔ انتخاب ازہری
۷۔ انتخاب رحمانی
۸۔ راقم کو ہدیۃ النحو پڑھاتے وقت اس کی تلخیص کی جو ابھی تشنۂ طباعت ہے۔
۹۔ اصول فقہ میں اصول الشاشی کی طرز پر ایک مختصر سا رسالہ لکھا۔
۱۰۔ علم منطق میں آسان اور عام فہم زبان میں بھی رسالہ تصنیف کیا۔
۱۱۔ علم الصرف میں ایک معلوماتی رسالہ تحریر کیا۔ [1]

شعر و شاعری

حضرت مولانا محمد انور علی نے زمانۂ طالب علمی میں شعر و شاعری میں طبع آزمائی کی شعر گوئی کا آغاز ۱۹۷۳ء میں ہوا۔ آپ کے کلام میں سلاست، روانی، تشبیہ اور استعارات

---

[1] یہ مؤخر الذکر چار کتابیں راقم کے پاس موجود ہیں، انشاء اللہ عنقریب ہی جدید ترتیب کے ساتھ شائع کی جائیں، تاکہ طلبہ و علماء اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اشعار کی اصلاح حافظ انعام اللہ تسنیم حامدی بریلوی، علامہ مولانا تحسین رضا بریلوی اور جناب اشہر پیلی بھیتی سے لی۔ آپ کا نعتیہ دیوان نغمۂ قادری ہے، انور تخلص اختیار کیا۔ نمونۂ کلام کے طور پر چند بحروں کے اشعار ملاحظہ ہوں

ہو مبارک ربیع الاول شفیع ابرار آرہے ہیں
جہاں ہے روشن فضا منور فلک سے انوار آرہے ہیں
دمِ ولادت کھڑے تھے در پر فرشتے پڑھتے درود مل کر
پڑھو ادب سے سلام انور حضور تشریف لا رہے ہیں

دل سے جو بھی یا رسول اللہ تمہارا ہو گیا ۔۔۔ خلق کا محبوب وہ خالق کا پیارا ہو گیا
گرچہ عاصی ہوں مگر کیا خوف محشر کا مجھے ۔۔۔ جبکہ آقا شافعِ محشر ہمارا ہو گیا

ملا بخشش کا پروانہ خدا کے فضل و رحمت سے ۔۔۔ نگاہِ لطف جب تم نے گنہگاروں پہ ڈالی ہے
دعائے بد پئے دشمن کریں کیوں رحمتِ عالم ۔۔۔ جلال و جوش کی صورت بھی جب انور جمالی ہے

پرچم حق زمانے میں لہرائیں گے روشنی ہم مدینے کی پھیلائیں گے
حق و باطل میں ہم فرق دکھلائیں گے دشمنوں کو اگرچہ یہ کھلتا رہے

گرچہ احباب مرے وقت پہ ٹل جاتے ہیں ۔۔۔ فضلِ مولیٰ سے مرے کام سنبھل جاتے ہیں
ان کی الفت میں مریں پائیں حیاتِ ابدی ۔۔۔ شادماں اہلِ وفا وقتِ اجل جاتے ہیں

خصوصیات

۱۔ مولانا محمد انور علی سنی صحیح العقیدہ اور سنی گر ہیں۔

۲۔ نہایت ہی منکسر المزاج، شریف النفس، خوش اخلاق اور خوش لباس ہیں۔
۳۔ اکابرینِ ملت خصوصاً امام احمد رضا و مشائخ قادریہ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔
۴۔ تلاوتِ قرآنِ پاک، دلائل الخیرات اور شجرۂ رضویہ کے بڑے پابند ہیں۔
۵۔ آپ کے بیشتر اوقات عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مفتی اعظم کے ذکر میں بسر ہوتے ہیں۔
۶۔ مولانا کی درس گاہ کے طلبہ ذی شعور، باصلاحیت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر سختی سے کاربند رہتے ہیں۔
۷۔ مولانا کا طلبہ کی قدر و منزلت اور مہمان نوازی میں بلند کردار ہے۔

چند تلامذہ

مولانا محمد انور علی سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر چند مشاہیر طلبہ کے نام ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔ علامہ مولانا عبد الحمید رضوی ساؤتھ افریقہ
۲۔ مولانا حافظ محمد بشارت علی رضوی صدر مدرسہ رضاء العلوم شید اپور قیصر گنج بہرائچ
۳۔ حافظ قاری نور الحسن نوری بہرائچی شیخ التجوید دار العلوم منظر اسلام بریلی
۴۔ مولانا محمد قاسم خاں رضوی کھیری لکھیم پور
۵۔ مولانا وصی اللہ خاں رضوی کھیری لکھیم پور
۶۔ مولانا قاری سخاوت حسین مراد آبادی
۷۔ مولانا مختار رضا نوری رام پوری مدرس الجامعۃ الاسلامیہ
۸۔ مولانا ولی محمد رضوی نینی تالوی مدرس دار العلوم شاہ جماعت ہاسن ذکرناٹک
۹۔ مولانا عبد الغنی کشمیری
۱۰۔ مولانا محمد زین الدین رضوی پورنوی مدرس مدرسہ نور الاسلام چمروا رام پور

۹۔ مولانا عبدالحسن ہلدوانی ضلع نینی تال

۱۱۔ مولانا سلطان رضا نوری بہرائچی مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۱۲۔ مولانا سید ولی اللہ رضوی کرناٹکی

۱۳۔ مولانا سید نور اللہ رضوی ازہری کرناٹکی

۱۴۔ مولانا محمد عتیق الرحمٰن رضوی للوارہ ضلع رام پور

۱۵۔ محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی (راقم السطور)

۱۶۔ مولانا محمد یعقوب رضوی پیلی بھیتی

لہ مکتوبِ گرامی حضرت مولانا محمد انور علی رضوی بنام راقم۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

عمیدِ قوم مولانا قاری انوارالحق مصطفوی بریلوی

مفتی دارالعلوم عطائے رسول مکرانہ راجستھان

ولادت

حضرت مولانا قاری انوار الحق مصطفوی رضوی، ۷ محرم الحرام ۱۹۵۵ء بروز دوشنبہ بوقتِ صبح صادق ڈنکا بریلی شریف میں پیدا ہوئے، حسنِ اتفاق یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا حسب معمول روزہ تھا۔ عرصۂ دراز سے اہلِ خاندان کی تمنا بر آنے پر محلّے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ (جو تیش گڑھ بریلی میں رہتے تھے اور غالباً یہیں ان کا مزار بھی ہے) اپنے علاقے کے مشہور بزرگ تھے، انھوں نے آکر قاری انوار الحق کے والد کو مبارکباد پیش کی۔

تسمیہ خوانی

مولانا قاری انوار الحق رضوی کی عمر جب چار سال، چار ماہ کی ہوئی تو والد بزرگوار نے اپنے محلے کی مسجد المعروف رضا مسجد محلہ ٹانڈہ ڈنکا میں حافظ عبدالباری ڈنکوی سے رسم بسم اللہ خوانی کرائی۔

تعلیم وتربیت

مولانا عبدالکریم عرف بابوجی ڈنکوی سے گھر پر قاری انوار الحق نے قرآن پاک، اور اردو پانچویں درجے تک مع حساب وغیرہ کی تعلیم پائی۔ قرآن کریم اور مذہبیات کی مزید تعلیم کے لیے بریلی شریف کے تعلیم یافتہ مولوی ماسٹر بشیر احمد انصاری کی خدمت میں رہ کر دینیات وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۶۶ء میں مدرسہ اہلِ سنت ریاض الاسلام بستی ڈنکا ضلع بریلی میں داخلہ

لیا، اور حصولِ علم میں مشغول ہو گئے۔

۱۹۷۰ء میں الحاج صوفی ظہور الاسلام ڈنکوی (تلمیذ محمد اجمل شاہ سنبھلی) کی معیت میں کچھ ایام موضع بلاری ضلع مراد آباد میں قیام کرکے مدرسہ اہلِ سنت الجامعۃ الاسلامیہ متصل مسجد رستم خاں محلہ نواب خیل قصبہ سرائے ترین سنبھل تشریف لے گئے اور مخدوم ملت مفتی عبد السلام رضوی علیہ الرحمۃ کے زیر سایہ رہ کر آمدنامہ سے لے کر بخاری شریف تک جملہ کتب درسِ نظامیہ کی تکمیل کی، بحکم بزرگاں یک در گیر و محکم بگیر کے تحت قاری انوار الحق نے ایک ہی جگہ رہ کر تعلیم سے فراغت پائی۔ مفتی عبد السلام رضوی سنبھلی کے حکم سے تعلیم کے دوران قصبہ حیات نگر سنبھل میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

سندِ فراغت

۱۹۷۷ء میں مفتی عبد السلام رضوی نے سندِ فراغت مع جبہ و دستار عطا فرمائی، بعدہٗ برکت کے لیے دار العلوم منظرِ اسلام مسجد بی بی جی بریلی میں داخل ہو کر دوبارہ دورۂ حدیث شریف کیا۔ بخاری شریف کے اختتام پر حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ سے بخاری کی آخری حدیث پڑھ کر شرفِ تلمذ حاصل کیا، اور آپ دستار سے نوازے گئے۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حضرت مولانا احسان علی رضوی مظفر پوری علیہ الرحمۃ

۲۔ حضرت مفتی عبد السلام رضوی سنبھلی علیہ الرحمۃ

۳۔ حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث منظرِ اسلام بریلی

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث مظہرِ اسلام بریلی

۵۔ مولانا قاری خلیل احمد سنبھلی

۶۔ حضرت مولانا ضمیر حسن سنبھلی

۷۔ حضرت مولانا ہاشم بہاری

خدماتِ دینیہ

مولانا قاری انوار الحق بریلی تعلیم کے دوران محلہ جسولی بڑی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے، وہیں سے آپ نے بحکم مفتی راجستھان مولانا اشفاق حسین نعیمی دار العلوم اسحاقیہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ دار العلوم اسحاقیہ سے اراکینِ مدرسہ ضیاء الاسلام راجستھان کے اصرار پر آپ وہاں تشریف لے گئے، اور وہاں پر درس و خطابت کے فرائض سر انجام دیئے۔ قاری انوار الحق تقریباً تین سال تک یہ کام بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

پھر قاری انوار الحق پالی راوڑ راجستھان سے منتقل ہو کر دار العلوم غریب نواز قصبہ شاہیوا ضلع بھیل واڑہ میں بحیثیت صدر مدرس خدمت کے لیے تشریف لے گئے۔ جامعہ مقصودیہ رچھا بہیڑی ضلع بریلی کے اراکین کے اصرار پر اور والدین محترمین کی خواہش پر جامعہ مقصودیہ رچھا تشریف لائے اور یہاں پر چھ سال مستقل طور پر قیام پذیر رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد کی خطابت بھی آپ کے ذمے تھی۔

حج و زیارت

۲۳ سال کی عمر میں قاری انوار الحق شعبان المعظم میں بحری جہاز سے زیارتِ حرمین کے لیے تشریف لے گئے، اور بمبئی میں شب برات کرتے ہوئے آغاز رمضان المبارک میں مکہ معظمہ پہنچ کر ستر عمرے کیے، اور آخری عشرہ میں مدینہ منورہ پہنچ کر عید الفطر وغیرہ کی برکتیں حاصل کیں، اور چالیس دن مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ مندرجہ ذیل علماء و مشائخ کی زیارت کا شرف بھی حجاز مقدس میں حاصل ہوا۔

۱۔ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد المدنی رضوی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی

۲۔ حضرت مولانا قاری مصلح الدین صدیقی رضوی کراچی

۳۔ حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رضوی احسن البرکات حیدرآباد

۴۔ حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی پاکستان

تبلیغی سرگرمیاں

حضرت مولانا قاری انوار الحق نے حسب ضرورت موضع راٹھ گر گیہ میں ایک مدرسہ بنام جامعہ غوثیہ شمس العلوم، موضع بھیکم پور میں مدرسہ مصطفائی وکیل العلوم، موضع گنہ ہٹہ میں مدرسہ عزیز العلوم، موضع بجریا جاگیر میں جامعہ حنفیہ فیضان العلوم، قصبہ میرگنج میں جامعہ مصطفویہ، موضع جعفر پور شیش گڑھ میں جامعہ حنفیہ غوثیہ، ریلوے اسٹیشن پر چھا بہیڑی ضلع بریلی الجامعۃ القادریہ جیسے ادارے قائم فرمائے اور ان کی ترقی اور تبلیغی سرگرمیوں میں ایک اہم رول ادا کیا۔

حضرت مولانا نعیم اللہ خاں رضوی بستوی کے حکم پر قاری انوار الحق وادیٔ کشمیر میں دینِ حق کی ضیا پاشیوں کے لیے منتخب ہوئے۔ دارالعلوم غوثیہ بارہ مولا میں ستمبر ۱۹۸۷ء سے ۱۹۸۸ء تک درس دیتے رہے، اور شعبۂ دار الافتا میں مفتی بھی رہے۔ احباب بڈگام کی خواہش پر قصبہ سویا نگ اور کرالپورہ میں رہ کر ضلع اسلام آباد، سرینگر وغیرہ میں سیکڑوں مقامات کا دورہ کیا۔ کشمیر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو رافضیت، وہابیت وغیرہ کی گمراہیت سے متنفر کر دیا۔ قاری انوار الحق نے مذہب اہلِ سنت کی تبلیغ و ترویج میں ہمہ تن کوشش کر کے کامیابی سے ہم کنار ہوئے، اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا پُر زور تعارف بھی کرایا۔

قاری انوار الحق کی تحریک پر عظیم الشان جلسۂ سیرۃ النبی (منعقدہ ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ اگست ۱۹۸۹ء) کا انعقاد ہوا جس میں علما و مشائخ اہلِ سنت نے بکثرت شرکت کی، آپ نے اس وقت دارالعلوم عطائے رسول ملکرانہ راجستھان میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی ہے اور اس کی تعلیمی و تعمیری ترقی میں مصروف ہیں اور نہایت زور و شور کے ساتھ درسی تحریری دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عقدِ مسنون

مولانا قاری انوار الحق کی شادی ۱۹۷۸ء کے آخر میں بنجریا جاگیر پوسٹ ددھ نر ضلع بریلی سے جناب ظہور احمد عرف بڑے کی دختر سے ہوئی۔

بیعت و خلافت

۱۹۷۵ء میں مفتی شاہ محمد عبدالسلام رضوی کی معیت میں بریلی پہنچے اور مفتیٔ اعظم کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہوا، اور دوسرے موقع پر حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

تصانیف

مولانا قاری انوار الحق کئی خوبیوں کے مالک ہیں۔ ان میں ایک تحریری بیداری ہے آپ کی تصنیفات اور تالیفات تقریباً چالیس کے قریب ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں:

۱۔ انوار القرآن فی محاسن کنز الایمان
۲۔ انوارِ بخشش (نعتیہ دیوان)
۳۔ انوار الشہداء
۴۔ انوار التقریر مع مراسم کشمیر
۵۔ انوار التجوید
۶۔ انوار الاسلام
۷۔ انوارِ مخدوم ملت
۸۔ انوار الفقہ
۹۔ انوار الطب

تلامذہ

۱۔ مولانا توفیق احمد رضوی شیش گڑھ
۲۔ مولانا فضیل احمد رضوی جعفر پور بریلی

۳۔ مولانا جعفر علی سمروان

۴۔ مولانا یٰسین رضا ذکوی

۵۔ مولانا ارشاد احمد بہیڑوی

۶۔ مولانا امیر الحسن کشمیری حال مقیم مدینہ منورہ

۷۔ مولانا عتیق احمد جام بہیڑمی

۸۔ مولانا محمد ناظم دم کھودوں

۹۔ مولانا محمد سلطان بیگون شریف مدھیہ پردیش

۱۰۔ حافظ عرفان احمد ذکوی

۱۱۔ مولوی محمد فیضان رضا ذکوی

نمونۂ کلام

قوم مُسلم کو خوفِ خدا چاہیے — قہرِ رب سے ہمیشہ ڈرا چاہیے
حشر میں مصطفیٰ کی لقا چاہیے — قصرِ جنت نہ اُن سے جدا چاہیے
زیرِ سایہ رہوں مصطفیٰ آپ کے — آپ کا قُربِ روزِ جزا چاہیے
رب نے مومن کے چہرے پہ سہرا دیا — مردِ مُسلم کو داڑھی رکھا چاہیے
رحمتِ حق ہے پردہ نبی نے کہا — عورتوں کو بھی شرم و حیا چاہیے
منھ دکھاتی ہیں کیوں پھرتی بازار میں — چہرہ گھونگھٹ کے اندر چھپا چاہیے
گانے، باجے، تماشے پہ ہو مست کیوں — قبر کی منزلوں کا پتہ چاہیے
فلم و فیشن، شراب و جوا چھوڑ دو — کام جنت کے تم کو کیا چاہیے
راستے بیچ ہونے کے بند نہ کرو — حکمِ رب میں نہ ایسی خطا چاہیے
اُن کو دے گا خدا رزق تم کو دیا — ذاتِ رزّاق پر آسرا چاہیے
مسلکِ اعلیٰ حضرت سلامت رہے — نجدیت کو گڑھے میں گرا چاہیے
رضوی انوارِ حق ہوں غلام آپ کا — مجھ کو دیدارِ شاہِ ہُدیٰ چاہیے

فاضل گرامی مولٰینا محمد ایوب عالم رضوی بنگالی

مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

ولادت

حضرت مولٰینا محمد ایوب عالم رضوی ۸ ؍ مارچ ۱۹۶۲ء کو علاقہ اسلام پور موضع پانچ گھیٹی کالو بستی دیناجپور بنگال میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ ایک تاریخی علاقہ ہے۔ اہل علم کی کثرت ہے۔ علمی مذہبی اور دینی ماحول ہے۔ مولٰینا ایوب عالم رضوی کی پرورش والدین کریمین کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ مولٰینا ایوب عالم نسبتًا شیخ ہیں، ذریعہ معاش کاشتکاری اور تدریس ہے۔

خاندانی حالات

مولانا ایوب عالم کے دادا نہایت سادہ طبیعت اور نیک سیرت پنجوقتہ نمازی تھے مسجد میں پانچوں وقت کی اذان بھی دیا کرتے تھے اور والد ماجد اہل علم میں سے ہیں۔ علماء کرام کی صحبت میں زندگی گزارنے کا کافی موقع نصیب ہوا اور شروع دور میں درس وتدریس کی خدمات بھی انجام دیں۔ اور امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ فی الوقت ضعف ونقاہت کی وجہ سے گھر ہی میں رہتے ہیں اور ذکر الٰہی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول رہنا ہی مشغلہ ہوگیا ہے۔

تعلیم وتربیت

آٹھ یا نو سال کی عمر میں مولانا ایوب عالم کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ابتدائی تعلیم کے لیے والدین

نے مدرسہ دارالعلوم غریب نواز واقع پانچ ڈمٹھی کا لوبستی دیناجپور بنگال میں داخلہ کرادیا۔ یہاں پر قرآن کریم کی تعلیم پائی۔ بعدہ، اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ بیل پوکھر بہار میں پڑھ کر دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں داخل ہوگئے۔ دوران تعلیم والدہ ماجدہ داغ مفارقت دے کر چلی گئیں اور مولانا ایوب عالم ان کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ ۱۹۸۱ء میں منظر اسلام سے فراغت حاصل کی، الٰہ آباد بورڈ سے ۱۹۷۸ء میں مولوی، ۱۹۷۹ء میں عالم، ۱۹۸۱ء میں فاضل دینیات ۱۹۸۱ء میں علی گڑھ سے ادیب کامل کے امتحانات دیئے۔

اساتذہ کرام

۱۔ جانشین مفتی اعظم علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد اختر رضا ازہری قادری آستانہ عالیہ رضویہ قادریہ۔ برکاتیہ، سوداگران بریلی شریف

۲۔ سید الاتقیاء علامہ مولانا تحسین رضا بریلوی محدث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۳۔ بحرالعلوم مولانا مفتی جہانگیر خاں اعظمی

۴۔ مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام

۵۔ حضرت مولانا نعیم اللہ رضوی صدرالمدرسین دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۶۔ حضرت مولانا بہار المصطفےٰ رضوی امجدی مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۷۔ حضرت مولانا بلال احمد رضوی بہاری

۸۔ حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی منظفر پوری

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مولینا ایوب عالم نے ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۲ء تک دارالعلوم غریب نواز میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۸ء تک جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں نائب صدرالمدرسین کے اعلیٰ عہدے پر دین وملت کی خدمات انجام دیں۔ اور دوران تدریس گاہے بگاہے فتوی نویسی کا کام بھی انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۸ء سے تادم تحریر دارالعلوم

منظر اسلام میں درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولینا ایوب عالم کو تحریری شوق بھی ہے آپ نے ایک رسالہ بنام حیات النبی فی رد وفات النبی تصنیف کیا جو ہنوز تشنۂ طباعت ہے۔

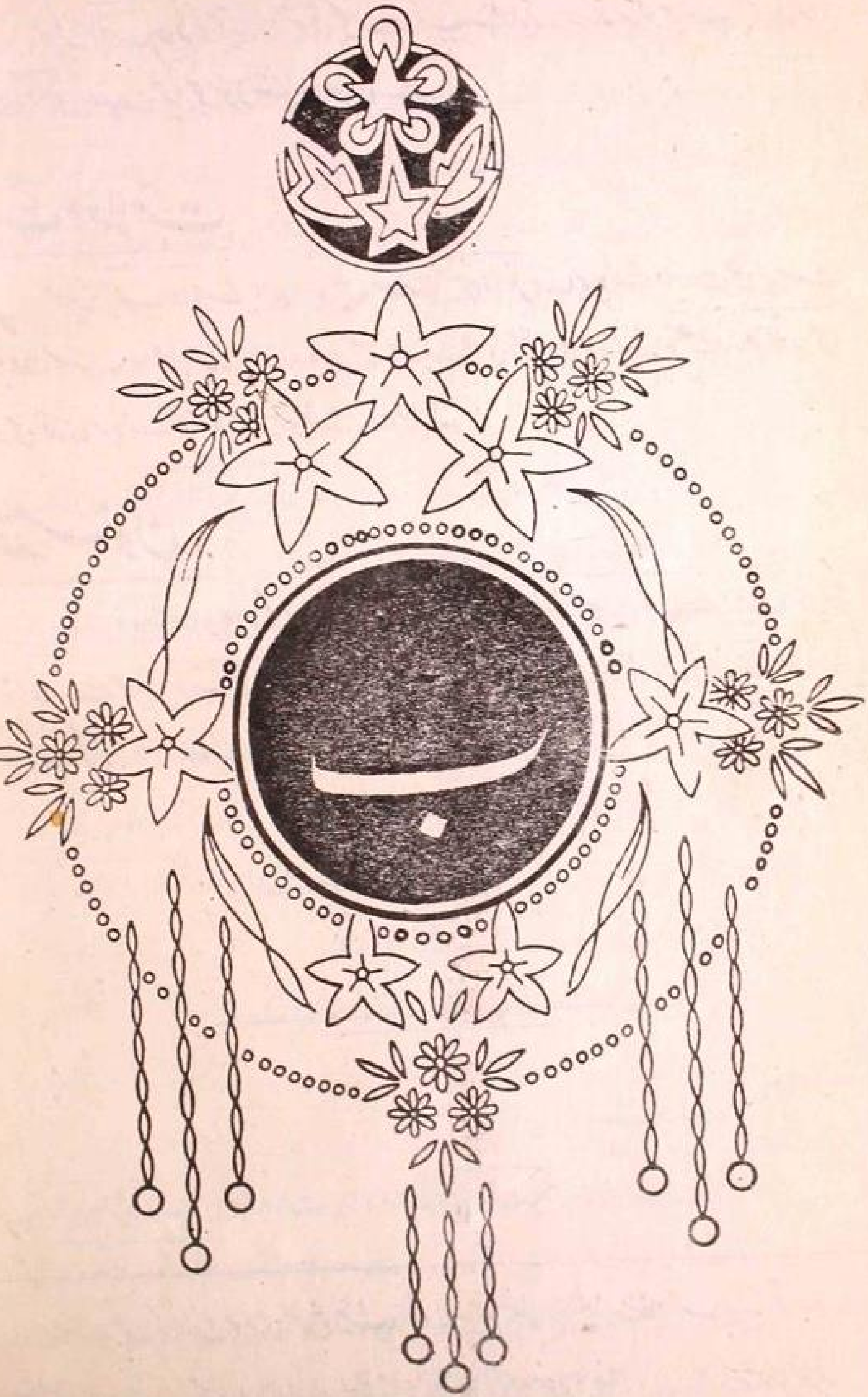
بیعت و خلافت

مولینا ایوب عالم نے ۱۹۷۶ء میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور ۱۹۸۱ء میں حضرت مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔

عقد مسنون

۲۵ر فروری ۱۹۸۹ء کو موضع پورب ٹہن خان کمال دیناجپور بنگال کے ایک اچھے خاندان سے مولینا ایوب عالم کا عقد مسنون ہوا۔ فی الحال ایک لڑکا محمد احسن رضا عرف جاوید اختر آپ کی یادگار ہے۔

؎ یہ جملہ کوائف مولوی محمد خورشید انور ازہری متعلم دار العلوم منظر اسلام کے توسط سے حاصل ہوئے۔ محررہ ۴ر دسمبر / ۴ جمادالاوّل ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء۔ ۱۲، رضوی غفرلہٗ


ب

عمدۃ المحققین مولینا بدرالدین احمد رضوی گورکھپوری

شیخ الحدیث مدرسہ غوثیہ بڑھیا گھنڈ سری بازار بستی

ولادت

حضرت علامہ مولینا بدرالدین احمد رضوی بن عاشق علی بن احمد حسن بن غلام نبی بن محمد نادر صدیقی ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء موضع حمید پور ضلع گورکھپور میں پیدا ہوئے جو روات پار سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔

خاندانی حالات

شیخ محمد نادر مرحوم کے آبا و اجداد قصبہ یوسف پور محمد آباد ضلع غازی پور (یو۔پی) کے باشندے تھے۔ شاہ کوٹ تحصیل بانس گاؤں ضلع گورکھپور کے نواب سید شاہ عنایت علی مرحوم کے شاہی خاندان سے گہرے روابط اور دیرینہ تعلقات تھے۔ اسی دیرینہ تعلق کی بنا پر شیخ محمد نادر کے والد ماجد اور چچا سید عنایت علی کی ایک جنگی مہم میں بحیثیت افسر فوج شریک ہو کر جاں بحق ہوئے۔

اس زمانے میں شیخ محمد نادر کمسن تھے۔ سید عنایت علی نے اپنے ایک جاں نثار فوجی افسر کی سعادت مند یادگار کو اپنی تربیت و کفالت میں پروان چڑھایا۔ جب شیخ محمد نادر سن شعور کو پہنچے تو سید عنایت علی نے اپنے دیوان خاص میں ایک ممتاز عہدہ دے کر ان کو اپنا مقرب بنا لیا، اور دو گاؤں بطور جاگیر عطا فرما دیئے۔ ایک موضع روات پار جو قصبہ شاہ پور سے ایک میل کے فاصلہ پر اُتر جانب ہے، اور دوسرا موضع کھوکھر جوت جو تحصیل سگڑی ضلع اعظم گڑھ میں ہے۔ غلام نبی مرحوم نے شاہ پور کے بجائے روات پار کو اپنا وطن بنایا۔ جہاں آج بھی مولانا بدرالدین کے خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ رہا کھوکھر جوت

تو اس کی آراضی رفتہ رفتہ فروخت ہو کر دوسروں کے ہاتھوں میں منتقل ہو چکی ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا بدر الدین احمد کی اردو تعلیم مقامی درسگاہ قصبہ شاہ پور میں ہوئی۔ فارسی اور عربی کی تعلیم کے لیے والد گرامی جناب عاشق علی نے ایک سنی درسگاہ مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پور اعظم گڑھ میں داخلہ کرایا، کچھ دنوں ابتدائی فارسی پڑھنے کے بعد ۴ ربیع الآخر ۲۹، مارچ ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء کو میزان الصرف کی تعلیم شروع ہوئی۔ تقریباً ۴ سال تک ادارہ ہذا میں مولینا محمد خلیل کچھوچھوی سے تعلیم حاصل کی۔

پھر شوال / ستمبر ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں دار العلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں داخلہ لیا اور تقریباً چار سال تک اکتساب علم کرتے رہے۔ ۱۰ر شعبان المعظم / ۵ر مئی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء کو دستار بندی ہوئی اور ادارہ نے سند فراغت سے نوازا۔

والد ماجد کا انتقال

مولینا بدر الدین احمد کے والد گرامی عاشق علی صدیقی ۲۲ر ذی الحجہ/۱۸ر دسمبر ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۲ء کو رات کے آخری حصہ میں چار بجے داغ مفارقت دے کر جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اساتذہ کرام

۱۔ حافظ ملت حضرت مولینا عبد العزیز رضوی مراد آبادی بانی اشرفیہ مبارکپور

۲۔ شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی

۳۔ شیخ الخطباء حضرت مولانا عبد المصطفےٰ امجدی اعظمی

۴۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف سابق شیخ الحدیث اشرفیہ مبارکپور

۵۔ شیخ القراء قاری محمد یحییٰ سابق ناظم اعلیٰ اشرفیہ مبارکپور

۶۔ حضرت مولانا محمد خلیل کچھوچھوی

دینی خدمات کی ابتداء

حافظ ملت مولانا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی علیہ الرحمہ کے حکم کے مطابق مولانا بدرالدین احمد ایام رمضان المبارک کی سالانہ تعطیل گزار کر شوال ۱۳۷۱ھ / دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں تشریف لائے اور تدریسی مشق کے لیے ادارہ کے طلبہ کو ۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۲ھ تک عربی کی ابتدائی تعلیم دیتے رہے۔ پھر حافظ ملت مولانا عبدالعزیز نے تبلیغی خدمت انجام دینے کے لیے مولانا بدرالدین احمد کو موضع گوگواری ضلع بلیا بھیجا، وہاں ۲۸ رجب المرجب ۱۳ / اپریل ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء سے ۱۱ / ذیقعدہ ۳۱ / جولائی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء تک اپنا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بعدہ حافظ ملت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے درسی خدمت کے لیے شہر بستی بھیجا۔

۲۲ / ذیقعدہ ۳ / اگست ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء کو انجمن معین الاسلام پرانی بستی میں درس نظامیہ کی تدریس کے لیے مولانا بدرالدین احمد کا تقرر ہوا۔ انجمن معین الاسلام میں تقریباً ڈھائی برس تعلیم دی پھر گنوار اراکین سے عدم موافقت کے باعث استعفیٰ دے دیا۔ آپ کو انجمن معین الاسلام سے استعفیٰ دیے ہوئے تقریباً چار مہینے گزرے تھے کہ فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی کے بانی شعیب الاولیاء مولانا الشاہ محمد یار علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا بدرالدین احمد کا اپنے ادارہ میں تقرر فرمالیا۔

یکم ذی الحجہ / ۱۰ / جولائی ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء سے ۲۰ / شوال المکرم، ۵ / نومبر ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۵ء تک دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں بحیثیت صدر مدرس کے تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر بعض ناموافق حالات کی بنا پر ۱۲ / شوال المکرم ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۵ء سے درسی خدمت سے استعفیٰ دے دیا۔

مدرسہ غوثیہ بڑھیا میں

حضرت مولانا بدرالدین احمد نے شعیب الاولیاء شاہ محمد یار علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۲ / محرم ۱۳۸۷ھ) کی حیات کے گیارہ سال کا مبارک زمانہ پایا۔ خود مولانا بدرالدین احمد تحریر فرماتے ہیں۔

جس سے میرے ذہن کی تربیت میں بہت کچھ مدد ملی

براؤں شریف کے ادارہ دار العلوم فیض الرسول سے مستعفی ہونے پر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا ضلع بستی کے اراکین نے اپنے ادارہ کی خدمت کے لیے دعوت دی۔ مولانا بدر الدین احمد نے اس دعوت کو قبولیت سے سرفراز فرمایا اور ۹ ذلقعدہ ۲۴ نومبر ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۵ء سے تادم تحریر مدرسہ غوثیہ کے فیض العلوم میں اپنا منصبی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

موضع بڑھیا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو براؤں شریف سے شمال اور مغرب کے گوشے پر سات میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

بیعت وخلافت

مولانا بدر الدین احمد کو زمانہ قیام اشرفیہ مبارکپور میں، ۷ ربیع الآخر شریف ۱۶ جنوری ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء کو بعد نماز عشاء حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ کے نورانی ہاتھوں پر سلسلہ قادریہ نوریہ، رضویہ میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

اور زمانہ قیام بستی میں شیر بیشۂ اہلسنت مولانا محمد حشمت علی خاں رضوی لکھنوی ثم پیلی بھیتی علیہ الرحمہ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ، رضویہ، برکاتیہ، صادقیہ وغیرہ سلاسل مقدسہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

پھر زمانہ قیام براؤں شریف میں جب اعلیحضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کے عرس پاک کے موقع پر مولانا بدر الدین احمد بریلی شریف حاضر ہوئے تو حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے موصوف کو سلسلۂ قادریہ رضویہ اور دیگر سلاسل مبارکہ کا مجاز بنایا، اور خلافت نامہ بھی عطا فرمایا[۱]

تصانیف

حضرت مولانا بدر الدین احمد اپنی کثیر مصروفیات کے باوجود تصنیفی وتالیفی خدمات بھی انجام دیتے رہتے ہیں۔ آپ نے زمانۂ درس وتدریس میں جب یہ محسوس کیا کہ موجودہ نسل کے کثیر بچے عربی، فارسی ماحول کے فقدان اور کثافت ذہن کے باعث نحو، صرف اور منطق کے ابتدائی بنیادی مسائل سمجھنے

---

۱ بدر الدین احمد رضوی، مولانا: جواہر المنطق ص ۶، ۷

سے کورے ہوتے ہیں تو طلبہ کی سہولت کی خاطر عربی کی ابتدائی درسی کتابیں تالیف فرمائیں۔

۱۔ عروس الادب

۲۔ تلخیص الاعراب

۳۔ فیض الادب اول

۴۔ فیض الادب ثانی

۵۔ جواہر المنطق

مذکورہ بالا کتابیں مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہیں۔ ان کتابوں کو ایسی مقبولیت حاصل ہوئی جس کا جواب نہیں۔

آپ نے ملّت اسلامیہ کے نونہالوں کی تعلیم کا بھی خیال فرمایا۔ اور اردو پڑھنے والے ننھے منّے سُنّی اطفال کی تعلیم کے لیے مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں۔

۶۔ تعمیر ادب (قاعدہ)

۷۔ تعمیر ادب (اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم)

۸۔ تعمیر ادب (قواعد اول، دوم)

۹۔ نورانی گلدستہ

۱۰۔ تحقیقی جواب

۱۱۔ تذکرہ سرکار غوث وخواجہ [1]

۱۲۔ رد تقویۃ الایمان

مولانا بدرالدین احمد کی جتنی بھی تصانیف ہیں پوری دنیائے سنیت میں قدر وعظمت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ ایک اہم تاریخی دستاویز تحقیقی وعلمی شاہکار

"سوانح اعلیٰحضرت" (امام احمد رضا) ہے۔

---

[1] بدرالدین احمد رضوی، مولانا: جواہر المنطق ص ۸

مولینا بدرالدین احمد کی یہ تصنیف جس کو ملک ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ امریکہ، پاکستان، سعودیہ عربیہ، لبنان، شام، ترکی، نیپال، مصر وغیرہ ممالک کے ریسرچ اسکالروں نے اپنے مخصوص مطالعہ میں رکھا۔ اور مولانا بدرالدین احمد کے تبحر علمی، فضل کمال، دانشوری اور فنی صلاحیت کا اعتراف کیا۔ سوانح اعلیحضرت کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اب تک چھ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

چند خصوصیات

مولانا بدرالدین احمد کی چند خوبیاں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے بہت متصلب سنی اور سنی گر ہیں۔

۲۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے غایت درجہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

۳۔ ان کی ہدایات عام کرنے کے لیے ہمہ وقت فکرمند اور متحرک رہتے ہیں۔

۴۔ زہد و تقویٰ میں علماء و صالحین کی روش پر سختی سے کاربند ہیں۔

۵۔ اپنے طلبہ اور متعلقین کو بھی شریعت کا پابند اور صالحین کا نمونہ بنانے کے لیے بیتاب و مضطرب رہتے ہیں اور اس راہ میں انتھک کوشش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۶۔ مولانا بدرالدین احمد کی تعلیم و تربیت بڑی بافیض ہے۔ [۱]

چنانچہ حضرت مولانا بدرالدین احمد کی درسگاہ میں رہ کر بہت سے طلبہ نے اپنی علمی استعداد کے ساتھ علمی زندگی اور فکری سطح بھی استوار کی ہے۔

چند تلامذہ

۱۔ مولانا محمد احمد رضوی بستوی ۲۔ مولانا جمیل احمد حشمتی، جیتی پور بستی ۳۔ مولانا محمد حلیم قادری بھاؤپور بستی یو۔پی۔ ۴۔ مولانا اشفاق احمد میراگل ضلع بستی ۵۔ مولانا محمد حنیف قادری، براؤں شریف بستی، ۶۔ مولینا خلق اللہ خلیق فیضی چرکھوا بستی

---

[۱] غلام یحیٰی انجم، ڈاکٹر: تذکرہ علمائے بستی ص ۵۹

ادیب عصر مولینا بدر القادری رضوی اعظمی

اسلامک اکیڈمی دی ہیگ ہالینڈ، لندن

ولادت

حضرت مولانا بدر عالم عرف بدر القادری بن حافظ محمد رمضان بن شیخ محمد اسحاق بن محمد حبیب ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۰ء محلہ ملک پورہ (مرزا جمال پور) قصبہ و پوسٹ گھوسی ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

مولانا بدر القادری کی ابتدائی تعلیم مدرسہ ناصر العلوم ملک پورہ اور مدرسہ خیریہ فیض عام گھوسی میں ہوئی۔ درس نظامیہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور میں ہوئی۔ ۱۰ر شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ/ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۶۹ء کو اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور سے فراغت حاصل کی۔

قطعات تاریخ فراغت

حضرت مولانا بدر القادری کی فراغت پر جناب رحمت الٰہی برق صدیقی اعظمی نے تاریخی قطعات کہے۔

(۱) آج دستار فضیلت بدر کے سر پر بندھی
کیوں نہ اشرفیہ کا دنیا بھر میں روشن نام ہو

حافظ ملت کے دل کی آج بر آئی مراد
لکھ الٰہی بدر عالم خنجر اسلام ہو

۱۳۸۹ھ

حافظ ملت کے دل کی آج برآئی مراد
بدر کے سر پر ہے دستارِ فضیلت ضوفگن
برق کے دل کی دعا بھی ہے یہ ازرخ صیوی
بدر عالم ہو الٰہی روشن بخش زمن

۱۹۶۹ء

اساتذہ کرام

۱۔ حافظ ملت حضرت مولانا الشاہ عبد العزیز محدث رضوی مرادآبادی علیہ الرحمہ
۲۔ حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ
۳۔ حضرت مولانا مفتی عبد المنان اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ
۴۔ حضرت مولانا مظفر حسن ظفر ادیبی مبارکپوری
۵۔ حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مبارکپوری
۶۔ حضرت مولانا سید حامد اشرف کچھوچھوی
۷۔ حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارکپوری
۸۔ حضرت مولانا شمس الحق گجہڑوی رحمۃ اللہ علیہ

درس وتدریس

مولینا بدر القادری ۱۹۷۰ء میں بحیثیت صدر مدرس دار العلوم غوثیہ ہبلی کرناٹک میں رہے ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء میں مدرسہ سید العلوم بہرائچ شریف میں صدر مدرس رہے ۱۹۷۳ء میں مدرسہ ضیاء الاسلام مورانواں ضلع اناؤ کے صدر کی حیثیت سے کام کیا۔

خطابت و امامت

مولینا بدر القادری ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء میں جامع مسجد انکولا ضلع کاروار کرناٹک کے خطیب کی حیثیت سے کام انجام دیئے، ۱۹۷۲ء مسجد باغ فردوس بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ/اکتوبر ۱۹۷۲ء کو مولینا بدر القادری بحیثیت خطیب جامع مسجد خوردمن ضلع بلسار گجرات تشریف لے گئے۔ ۱۹۷۱ء نیویل ضلع تھانہ مہاراشٹر تشریف لے گئے اور امامت و خطابت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے۔

مبارکپور میں

مولینا بدر القادری الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں شعبۂ نشریات کے انچارج کی حیثیت سے یکشنبہ ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ء مطابق ۹ر جون ۱۹۷۴ء کو آئے۔

۷ر مئی ۱۹۷۴ء کو جناب علیم الدین بن صوفی علی رضا شہر اعظم گڑھ کی صاحبزادی سے نکاح ہوا۔

قلمی خدمات

۱۔ تذکرہ مسعود غازی " حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ (بہرائچ شریف) کے حالات وواقعات پر مشتمل کتاب ۱۹۷۳ء میں لکھی۔

۲۔ اشک خون (چند انقلابی نظموں کا مجموعہ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔)

۳۔ اشرفیہ کا ماضی اور حال (تاریخ اشرفیہ پر پہلی کتاب فروری ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی)۔

۴۔ ماہنامہ اشرفیہ (فروری ۱۹۷۶ء میں اپنی مساعی جمیلہ سے الجامعۃ الاشرفیہ کا علمی دینی ترجمان جاری کیا۔ اور جب تک ہندوستان میں رہے۔ اعلیٰ معیاری مضامین پر جاری رکھا۔ اور اس کے مدیر مسئول رہے)

۵۔ حافظ ملت نمبر " (اس سلسلہ کی آخری اور اہم کڑی ماہنامہ اشرفیہ کا ۵۷۵ صفحات پر

مشتمل حافظ ملت نمبر ہے جو پریس کے حوالے کرنے کے بعد خود یورپ کے دورہ پر چلے گئے ۔)

سفر ہالینڈ

۷؍ اگست ۱۹۷۷ء بریڈ فورڈ انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کی دوسری عالمی کانفرنس کے موقع پر ارسال کردہ پیغام (مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ۷۷ء ص ۴ تا ۵) دراصل مولانا بدر القادری کے سفر ہالینڈ کا سبب بنا۔ اس کانفرنس میں الجمعیۃ الاسلامیہ ہالینڈ کا وفد بھی شریک تھا۔ جس نے کانفرنس کے دوران علامہ قمر الزماں اعظمی سے مولانا کا تعارف حاصل کیا۔ اور ہالینڈ آنے کی دعوت دی۔ جس کے نتیجہ میں ۲۰ر جولائی ۱۹۷۸ء کو نیدر لینڈ اسلامک سوسائٹی اسٹرڈم میں انھوں نے مشیر دینیات

(NEATHERLAND ISLAMIC SOCIETY AMSTERDAM)

کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی اور اس ملک میں اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔

وائس آف اسلام

جولائی ۱۹۸۰ء میں انٹرنیشنل سہ ماہی میگزین (VOICE OF ——— ISLAM) انگلش، اردو، نیدر لینڈ زبانوں میں جاری کیا۔ جو تنظیمی امور کے بعض اختلافات کے باعث جاری نہ رہ سکا۔ اس کا اردو ایڈیشن دو سال تک متواتر جاری رہا تا آنکہ تنظیم (NIS) نے خود ہی اسے بند کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

مولانا بدر القادری میگزین کے اجرا تک مدیر مسئول کی جملہ ذمہ داریوں پر بحسن وخوبی کارفرما رہے۔ اس دوران مولانا بدر القادری کے دو مذہبی رسالے شائع ہوئے۔

۱۔ فلسفۂ قربانی: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ قربانی کی حکمتوں پر مشتمل مؤثر رسالہ ہے۔ ۱۹۸۱ء میں طبع ہوا[1]

۲۔ "زمین پر اللہ کا گھر" [2] فضائل مسجد اور احکام مسجد سے متعلق یہ رسالہ اس وقت تصنیف کیا گیا تھا۔

---

[1] فلسفۂ قربانی انگلش زبان میں بھی چھپ چکی ہے ۱۲، رضوی عفی عنہٗ

[2] اس کا ترجمہ عربی اور انگلش زبان میں بھی ہو چکا ہے۔ ۱۲، رضوی عفی عنہٗ

جب تنظیم (N.I.S) اسٹرڈم میں ایک عظیم اسلامک سینٹر کے پروگرام پر ہمہ جہت معروف تھے۔

ہالینڈ میں مسجد کا قیام

ہالینڈ میں کوئی مسجد شرعی اصول وضوابط کی رو سے موجود نہیں تھی۔ اس سینٹر اور عظیم مسجد کا پروگرام شروع ہوتے ہی سب سے اہم کام مسجد کے لیے زمین کا حصول تھا۔ اس ملک میں عام طور پر زمینیں حکومت کی ہوتی ہیں اور حکومت اہل حاجت کو، کسانوں اور تعمیراتی اداروں کو اور دیگر کمپنیوں کو کرایہ پر دیتی ہے۔ چنانچہ زمین کے مسئلہ پر کوششیں ہوئیں تو یہ مسئلہ پارلیمنٹ تک گیا۔ اسلامی قانون میں مسجد کے لیے زمین وقف علی الدوام ہونی چاہیے۔ اس سلسلے میں مولانا بدرالقادری نے عالم اسلام کے عظیم مفتیوں سے فتاویٰ حاصل کیے اور اسلامی موقف کی بھرپور پیروی کی اور زمین کے حصول کی امیدیں روبہ روتکمیل ہو چکی تھیں مگر......

ادھر سعودی حکومت کویت اور دیگر ممالک عرب کی متواتر وعدہ خلافیوں کے بعد مولینا بدرالقادری نے لیبیا کی عالمی تنظیم اسلامک کال سوسائٹی سے رابطہ قائم کرکے پندرہ ملین گلڈر کی رقم منظور کرالی۔ اس رقم کی منظوری کے آثار ہوتے ہی تنظیم کے اندر بددیانتی کے پنجے دراز ہوتے لگے۔ اور یہ پروگرام بننے لگا کہ مولانا بدرالقادری کو کسی طرح ملک سے نکلوا دیا جائے۔ مگر ملک ہالینڈ کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے مولانا بدرالقادری کے قدردانوں نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا اور نتیجتاً عظیم اسلامک سینٹر کا یہ پروگرام خاک میں مل گیا۔

طرابلس عالمی کانفرنس

۱۴ راگست ۱۹۸۲ء کو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے علماء اور دعاۃ کی عالمی کانفرنس میں مولینا بدرالقادری نے شرکت کی اور اطراف عالم سے آنے والے علماء و مفکرین سے ملاقات کی۔ عالمی سطح پر اسلام کی اشاعت کے پروگرام اور مسلمانوں کے درپیش مسائل کا قریب سے جائزہ لیا۔ اور باحوصلہ تازہ دم ہو کر واپس آئے۔ اس کانفرنس کے دوران مولانا بدرالقادری جن عظیم شخصیتوں سے متاثر ہوئے۔ ان میں شام کے مفتی شیخ احمد کفتارو اور یونان کے مفتی محمد احمد نیز اسلامک کال سوسائٹی

کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر محمد احمد الشریف قابل ذکر ہیں۔ اسی دوران اسلامک کال سوسائٹی کے ذمہ داروں سے مل کر مولانا بدرالقادری نے تنظیم کے حالات پر گفتگو کی اور منظور شدہ رقم منسوخ کرادی۔ مولانا بدرالقادری کے ازخود اس عمل نے اس عالمی تنظیم کے ارباب حل وعقد کو آپ کا گرویدہ بنادیا۔

مولینا کی مساعی سے ہالینڈ اور گردونواح میں کئی اسلامی تنظیموں کو غذا رزسیت مل رہی ہے۔ ہالینڈ کے علاوہ فرانس، بلجیم اور جرمنی تک کے اہل تعلق مولانا سے دینی وعلمی استفادہ کرتے ہیں۔

مختلف یورپی ممالک کے دورہ

مالٹا کانفرنس: ۱۰ راکتوبر ۱۹۸۲ء کو مالٹا میں منعقدہ کانفرنس (ائمہ ودعاۃ کانفرنس) میں شرکت کی۔ جس میں امریکہ اور کناڈا اور تمام یورپین ممالک میں کام کرنے والے عظیم علمار اور مفکرین کا اجتماع ہوا اور خطہ ہائے ارضی پر اسلام اور مسلمانوں کو درپیش مسائل پر غور وخوض کیا گیا۔

لندن کانفرنس: ویمبلے میں اسلامک کال سوسائٹی کی جانب سے ائمہ اور دعاۃ کی ایک کانفرنس ۲۱ راپریل ۱۹۸۳ء کو منعقد ہوئی۔ جس میں خاص بات یہ تھی کہ اردو بولنے والے علمار کو خاص نمائندگی نصیب ہوئی۔

واضح رہے کہ طرابلس کانفرنس (۸۲ء) میں شرکت کے بعد مولانا بدرالقادری نے انگلینڈ اور یورپ کے سنی علمار کو اس طرف بھی متوجہ کیا تھا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ حضرات اس تنظیم سے وابستہ ہونے کی کوشش کریں اور اس کے طرق ومسائل پر بھی مشورے اور خطوط ارسال کیے تھے۔

بالخصوص شاہ احمد نورانی قائد اہلسنت کراچی، مولانا ارشد القادری مولانا سید سعادت علی ہالینڈ اور علامہ قمرالزماں اعظمی ومولانا شاہد رضا نعیمی انگلینڈ کو مولانا بدرالقادری نے متوجہ کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ بہرحال لندن کی یہ کانفرنس اردو اسپیکرس کے ہاتھ میں رہی اور کئی لحاظ سے کامیاب رہی۔

لہ انوارالقران روٹرڈم کال آف اسلام امسٹرڈم اسلامک سینٹر نیدرلینڈ مولانا کی قائم کردہ ہیں۔

مولانا بدرالقادری نے اسی کانفرنس کے دوران اسلامک کال سوسائٹی کے ارباب حل وعقد سے ملاقات کرکے امسٹرڈم کی نئی اسلامی تنظیم (ICN) کے لیے عمارتی ضرورت کی جانب متوجہ کیا جس کے نتیجہ میں (BESEMMER STRAAT 25, AMESTERDAM) ایک خطیر رقم موصول ہوئی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر کال سوسائٹی کا ایک وفد انڈیا آنیوالا تھا۔ جس کی خبر ملتے ہی مولینا بدرالقادری نے ہندوستان کے سنی حلقہ کو باخبر کیا۔ بالخصوص الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے ذمہ داروں کو اطلاع دی۔ مگر وفد ہندوستان آکر واپس بھی جاچکا لیکن اپنا کوئی نمائندہ اور کسی ادارہ کا ذمہ داران سے ملاقات نہ کرسکا۔

ناروے کا نفتہالسن: ۱۳؍جولائی ۱۹۸۴ء کو ناروے کے دارالسلطنت اوسلو میں جماعت اہل سنت کی جانب سے ایک سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں مولانا بدرالقادری نے شرکت کی اور "اسلام میں تربیت اولاد"[1] کے عنوان پر ایک مقالہ پیش کیا جو پسند کیا گیا۔

قبول اسلام

اس دوران میں مولانا بدرالقادری کے ہاتھ پر ڈھائی سو سے زائد غیر مسلم اسلام قبول کرچکے ہیں اور بہت سے لوگ تائب ہوکر صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔ اسلام وشریعت کی دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ مولانا کی یومیہ مصروفیات میں داخل ہے۔ رب کریم روزافزوں ترقی وکامیابی سے نوازے۔

اوقات الصلوٰۃ اور رویت ہلال

ہالینڈ اور دیگر ممالک یورپ کا حال ہمارے اسلام آشنا ممالک سے بہت مختلف ہے وہاں کے مسلمان دینی احکام ومسائل سے عموماً نابلد اور بہت دور ہیں ان سے شرعی احکام اور مذہبی پابندیاں تسلیم کرانا پھر ان پر عامل بنانا بڑا ہی صبر آزما مرحلہ ہے۔

---

[1] یہ مقالہ کتابی شکل میں المجمع الاسلامی سے چھپ بھی چکا ہے۔ ۱۲، رضوی غفرلہ،

مولانا بدرالقادری کی اس ملک میں آمد سے پیشتر ہالینڈ، بلجیم وغیرہ کے لوگوں کے پاس اپنا کوئی مستقل اوقات الصلوٰۃ چارٹ نہیں تھا۔ لوگ محکمۂ موسمیات کی اٹکل خبروں پر نمازیں گزارتے تھے۔ عام طور پر چارٹ میں صرف جماعت کے وقت ہی کو نماز کا وقت سمجھا جاتا تھا۔ زوال کے وقت کی بھی کوئی حقیقت ہے اس سے کوئی واقف نہ تھا۔ دار دین علماء اس پر اس وجہ سے کام کرنے سے گریز کرتے تھے کہ سال کے کئی مہینوں میں یہاں فقہ حنفی کے مطابق عشاء کا وقت آتا ہی نہیں۔ مگر مولانا بدرالقادری نے مسلمانوں کو صحیح اوقات الصلوٰۃ سے آگاہ کیا۔ اس سلسلہ میں تحقیق وتلاش کے دوران کافی دشواریاں بھی اٹھانا پڑیں۔ کچھ دنیادار لوگ آڑے بھی آئے۔ مگر بحمداللہ ملک اور اطراف میں اسی پر اکثر لوگوں کا عمل ہے۔ یوں ہی رویت ہلال کا باقاعدہ شرعی طور پر اہتمام کیا۔ تاکہ لوگوں میں دین کی اہمیت راسخ ہو۔

اس سلسلے میں یورپ میں بسے ہوئے علماء کی بے احتیاطیاں حد سے متجاوز ہیں بغیر کسی شرعی ثبوت کے بعض تو اتنے جری ہیں کہ اپنے ماننے والوں سے کہتے ہیں کہ میرے رسک ( ) پر روزہ شروع کرو! میرے رسک پر کل عید کرو گویا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ بعض بہت محتاط ہیں تو ٹیلیفون کی خبر کو شہادت قرار دینے کے لیے کھینچ تان کر رہے ہیں۔ عزیمت پر کسی طور پر عمل کرنا بہت دشوار محسوس ہوتا ہے۔

مگر الحمدللہ بدرالقادری صاحب نے ہمیشہ چاند کے معاملے میں بھی اور مسائل شرعیہ کی طرح طرح نہایت سختی سے عمل کرنے کی تحریک چلائی۔ اور لوگوں کو عمل پر آمادہ کیا۔ جو اس مذہب بیزار ماحول نہایت دشوار امر ہے۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ شریعت واحکام شریعت کی عظمت وسطوت دلوں میں پیدا کی جائے۔ اگر علماء نے یہ نہ کیا اور شریعت بیزار لوگوں کی خاطرداری میں صرف رخصتیں اور سہولتیں ڈھونڈھتے رہے تو یہ سلسلہ کہیں جاکر تھمنے والا نہیں لوگ تو یہ چاہیں گے کوئی عمل نہ کرنا پڑے پھر بھی پکے سچے صالح عادل مسلمانوں میں ہمارا شمار ہوتا رہے۔ اس کے عواقب ونتائج بہت خطرناک اور دوررس ہیں۔ اسلامی علماء ومفکرین خود غور کریں۔ ہر ملک میں اس طرف توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ [۱]

---

[۱] بدرالقادری، مولانا: الرحیل ص ۱۱۱ تا ۱۱۳ (تعارف) مولانا محمد احمد مصباحی اعظمی

یو۔پی کا تبلیغی دورہ

مولانا بدر القادری اور مولینا عبد المبین نعمانی رضوی نے چہار شنبہ ۹ اگست ۱۹۸۹ء سے جمعہ ۱۲ اگست ۱۹۸۹ء تک پہلا دورہ کیا، دوسرا دورہ شنبہ ۲۶ اگست ۱۹۸۹ء سے شروع ہو کر چہار شنبہ ۳۰ اگست ۱۹۸۹ء کو مکمل ہوا جس میں مزارات اولیاء کی زیارت، علماء اکابرین سے ملاقات، دانشگاہوں اور مدارس کے جائزے، بعض مردم خیز علاقوں کی تاریخی جگہیں، قدیمی عمارات کا نظارہ کیا۔ وہ جگہیں یہ ہیں۔

دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، لکھنؤ، دربار شاہ مینا علیہ الرحمہ، دار العلوم وارثیہ، جامع مسجد ضیاء الاسلام، صورانواں، شہر اناؤ، مارہرہ مطہرہ (امام احمد رضا کے قلمی مخطوطات دیکھے) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں، حضرت حمزہ قدس اسرارہما۔ جامعہ برکاتیہ سید العلوم کاسگنج، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، لیٹن یونیورسٹی کے مخطوطات، یونیورسٹی جامع مسجد، بدایوں شریف، الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی، اعظم گڑھ، مبارکپور، محمد آباد۔

اس کے بعد مولینا بدر القادری اپنے وطن سے ہالینڈ کے لیے روانہ ہو گئے [۱] اس دورہ میں مولینا بدر القادری مرکز اہلسنت بریلی شریف پہنچے اور یہاں پر جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت وبرکاتہم القدسیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، اور کافی دیر تک علمی گفتگو ہوتی رہی۔

اندلس کا دورہ

دس فروری ۱۹۸۸ء کی صبح ہالینڈ کو ڈنمارک سے جناب سید ریاض الدین احمد کا ٹیلیفون آیا اور مولانا بدر القادری کو اسپین کے دار السلطنت میں منعقد ہونیوالی کانفرنس کے لیے دعوت ملی۔

---

[۱] (الف) محمد عبد المبین نعمانی، ایڈیٹر: ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ص ۱۱ بابت نومبر ۱۹۸۹ء ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ

(ب) ماہنامہ حجاز جدید دہلی دسمبر ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ، مضمون مولانا بدر القادری رضوی

پنجشنبہ کو ہوائی جہاز کے لیے ٹکٹ کی بکنگ کا مرحلہ طے ہوا۔ ٹکٹ رات کو موصول ہوا اور بارہ فروری کو جمعہ کا دن تھا اور ویزا لینے کے لیے مولینا بدر القادری تشریف لے گئے۔ محمد فیروز القادری نے سفارت خانے جاکر معلومات حاصل کیں، اور مولینا بدر القادری کی مصروفیات بتائیں کہ نماز جمعہ اور دیگر کاموں کے باعث نہیں آسکیں گے۔ اور شنبہ کے دن کی فلائٹ سے جانا بھی ہے، سفارت خانہ کے ذمہ داروں نے ہمدردانہ جواب دیا اور کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں، اگرچہ شنبہ ویکشنبہ چھٹی کے دن ہیں۔ مگر شنبہ کی صبح وہ ویزا لینے کے لیے آسکتے ہیں۔

القادری اسلامک سینٹر . . . . میں نماز جمعہ پڑھاکر اپنے دولت کدے پر چند ملاقاتیوں سے فارغ ہوتے کے بعد رات تک مولینا بدر القادری امسٹرڈم پہونچ گئے۔ جہاں کچھ احباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ محمد فیروز القادری کے گھر شب میں آرام کیا۔ اور صبح کو مولینا بدر القادری ۹ بجے اسپین کے سفارت خانہ پہونچ گئے۔ نصف گھنٹہ میں ویزا لے کر واپس ہوئے۔ فلائٹ کا وقت پانچ بجکر پچپن منٹ تھا۔ وقت متعینہ سے قبل ایرپورٹ پر پہونچے اور نماز عصر ایرپورٹ پر ادا کی۔ اور وقت مقررہ ار جنٹائن بوئنگ ۷۴۷ کے ذریعہ امسٹرڈم انٹرنیشنل ایرپورٹ سے روانگی ہوئی۔[1] مولینا بدر القادری آٹھ دن اندلس میں رہ کر علماء و فضلاء اور ادباء سے ملاقاتیں کر کے ہالینڈ واپس تشریف لائے۔

شعر و شاعری

مولینا بدر القادری میدان نثر ہو یا نظم دونوں پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔ بدر تخلص فرماتے ہیں۔ ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۳ء کو عارف باللہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ کے دربار میں حاضری دی اس وقت یہ استغاثہ پیش کیا۔

سلام اے ذات والا عارف اسرار ربانی
عنایت بار تیری شخصیت پر فضل رحمانی

---

[1] ماہنامہ اعلیحضرت بریلی ص ۴۵، ۴۶، ۴۷ مئی ۱۹۸۸ء رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

ترے دل پر حقائق کھل گئے عرفان اعلیٰ کے
نگاہوں میں ہوئی جب ہیچ قدر عالم فانی

٭

حکومت کر گئے دنیا پہ جو وہ کتنے دانا تھے
مگر اللہ اکبر حاکمانِ قلب انسانی

٭

بڑا تاباں مقدر ہے ترے در کے گداؤں کا
یہاں کے مانگنے والے کیا کرتے ہیں سلطانی

٭

اگرچہ بدر تو لائق نہیں لیکن جو تو چاہے
بدہ جامے مزار بادۂ عرفانِ رحمانی

مولانا بدرالقادری اپنی علمی سرشت کے اعتبار سے اہلسنت وجماعت کے نقیب ہیں، ان کے دل و دماغ پر امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عشق وفکر کی جو گہری چھاپ ہے، اس کے جلوؤں کے نقوش سے مولینا بدرالقادری کا نعتیہ دیوان رنگین ہے ؎

اے بریلی تجھ میں ہے وہ رازدار جام جم
فیض باطن عام جس کا صورت ابرِ کرم

٭

بک گئے کتنے شیوخ الہند کے ملی بھرم
جس کی قیمت بن سکی دنیا نہ تھا واحد قلم

٭

خلوت توحید کا وہ محرم اسرار ہے
وہ شخصیت جس کی ہدایت کیلئے مینار ہے

☆

کیا کرے کوئی تری علمی بصیرت پر کلام
وقت کے سمناں ورازی عصر کے ابن ہمام

☆

تو محدث، تو مفسر، رشک علم خاص وعام
ساقی بزم مدینہ سے ملا ہے تجھ کو جام

☆

تجھ پہ انعام الٰہی تجھ پہ فضل مصطفٰے
عالم اسلام نے مانا ہے تجھ کو مقتدا

بیعت وخلافت

حضرت مولانا بدرالقادری رضوی نے ۲۳ رجمادی الآخر ۱۳۹۹ھ کو حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفٰے رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے شرف بیعت وخلافت حاصل کیا۔[۱]

---

[۱] بدرالقادری، مولانا: الرحیل ص ۱۰، اور ۸۹

(نوٹ) راقم نے حضرت مولانا بدرالقادری رضوی کے نام کئی خطوط روانہ کیے۔ مگر مزید حالات حاصل نہ ہوسکے۔ اور نہ ہی تلامذہ وخلفاء کی کوئی فہرست دستیاب ہوئی۔
۱۲، رضوی غفرلہ

مُبلّغِ سنّیت مولانا محمد بشیر الدین رضوی بنگالی

مدرسہ محمدیہ سنگھاکچھ ضلع دیناجپور

ولادت

حضرت مولینا محمد بشیر الدین رضوی بروز پیر ۱۹۵۵ء کو موضع جاگیر سانپ نکلا اسلام پور ضلع مغربی دیناجپور بنگال میں پیدا ہوئے۔

مشرق کی جانب پانچ کلومیٹر کی دوری پر بنگلہ دیش کا باڈر ہے۔ اتنی ہی دور مغرب کی جانب بہار کی سرحد ہے۔ مولینا بشیر الدین کے گھر سے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو رام گنج کے نام سے موسوم ہے۔ اسی سے متصل ذرا جانب مغرب نیشنل روڈ واقع ہے جو کلکتہ اور دہلی سے آکر سلی گوڑی کو جاتا ہے اسی علاقہ میں مسلم آبادی ۷۵ فیصد اور اہل سنت وجماعت پچانویں فیصد ہیں۔

خاندان

مولینا بشیر الدین کے والد بزرگوار معمولی تعلیم یافتہ انسان ہیں مگر نوجوانی سے صوم و صلاۃ کے پابند، فسق وفجور سے مبرّا، صداقت وامانت کے حامل بزرگانِ دین کے گرویدہ ہیں چنانچہ اکثر رات مولینا بشیر الدین کو بڑی محبت سے اولیائے کرام کے مستند واقعات سناتے رہتے تھے، اسی وجہ سے مولانا کو بچپن ہی سے اولیائے کرام سے قلبی لگاؤ ہے۔

تعلیم وتربیت

مولانا بشیر الدین رضوی کے والد نے بسم اللہ خوانی کرائی لبعدہ،

سن شعور کے بعد گاؤں کے مکتب میں داخلہ کرادیا گیا۔ قرآن مجید اور اردو کی متعدد کتابیں یہیں پڑھیں۔ شرح مائۃ عامل تک فارسی عربی مولینا عبدالرحیم سے پڑھی (موصوف مولانا کے گاؤں ہی میں رہتے ہیں اور بڑے نیک صوفی انسان ہیں) ہدایۃ النحو، کافیہ وغیرہ مدرسہ جوہرالعلوم گنجریا میں مولانا تسلیم الدین بہاری سے پڑھیں۔ کچھ عرصہ دارالعلوم منظہر اسلام بریلی میں بھی تعلیم حاصل کی،— ۱۹۷۲ء میں بریلی شریف تشریف لائے۔ ۱۹۷۷ء کو دارالعلوم منظہر اسلام بریلی سے سند فراغت حاصل کی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ جانشین مفتیٔ اعظم— فقیہہ اسلام علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف

۲۔ سیدالاتقیا حضرت مولانا تحسین رضا قادری بریلوی محدث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

۳۔ فخرالمحدثین حضرت مولینا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث منظراسلام بریلی

۴۔ حضرت مولینا غلام مجتبیٰ پورنوی

۵۔ حضرت مولینا بلال احمد رضوی پورنوی

امتحانات

حضرت مولانا محمد بشیر الدین رضوی نے ۱۹۷۶ء میں عالم، ۱۹۸۰ء میں فاضل، ۱۹۸۴ء میں ممتازالمحدثین کے امتحانات پاس کیے۔

بیعت وخلافت

مولانا بشیر الدین نے ۱۹۷۶ء کو حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ، کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور وصال سے چھ ماہ قبل ۱۹۸۱ء کو مفتیٔ اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے سلسلۂ برکاتیہ، رضویہ، قادریہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

تدریسی زندگی

مولینا بشیر الدین فراغت کے بعد ۲۸ر جولائی ۱۹۸۲ء کو دارالعلوم منظر اسلام میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۸۴ء تک جامعہ نوریہ رضویہ بریلی میں تدریسی خدمات انجام دیں، کچھ گھریلو مجبوری کے تحت گھر تشریف لائے اور یہیں کی مشہور درسگاہ مدرسہ محمدیہ سنگراگچھ ضلع دیناجپور بنگال میں مدرس اول کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔

عقد مسنون

مولینا بشیر الدین کا عقد مسنون ۱۴ر اگست ۱۹۸۱ء کو نندو گچھ میں ہوا، فی الحال تین اولاد ہوئیں، مسمیٰ اختری، محمد اکرم، شہناز۔ [۱]

---

[۱] مکتوب حضرت مولینا بشیر الدین رضوی دیناجپور بنگال بنام راقم محررہ ۹ر نومبر ۱۹۸۹ء/ ۱۰ ۱۴ھ۔ ۱۲، رضوی غفرلہ،

منبع العلم مولینا بہاء المصطفیٰ رضوی امجدی

استاذ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کا محلہ کریم الدین اور بڑا گاؤں وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے اپنے وقت کی نابغۂ روزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں جو اپنے وقت کے امام علم وفن ہیں، اور یہ سب فیض ظاہری وباطنی ہے صدرالشریعہ مولینا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ کا جن کے دم قدم سے گھوسی مدینۃ العلماء کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

ولادت

حضرت علامہ مولانا بہاء المصطفیٰ رضوی امجدی بن صدرالشریعہ مولینا امجد علی رضوی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء کو قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

مولینا بہاء المصطفیٰ رضوی کی عمر جب چار یا پانچ سال ہوگئی تو والد ماجد صدرالشریعہ مولینا امجد علی رضوی نے بسم اللہ خوانی ادا کرائی، اور قرآن پاک کی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ تعلیم و تربیت کا اہتمام والدہ ماجدہ نے کیا۔ یہ والدہ ماجدہ کی دعاؤں اور تربیت کا ثمرہ ہے کہ آج مولینا بہاء المصطفیٰ اس لائق ہوئے اور تمام بھائیوں کی تربیت بھی والدہ نے کی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر

قائم رکھے اور ان کی دعا سحر گاہی سے مستفیض کرے (آمین)

بعد ازاں مولینا بہار المصطفےٰ درس نظامی کی کتابیں پڑھنے کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے۔ برادر اکبر حضرت مولانا ضیاء المصطفےٰ رضوی قادری شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے مشکوٰۃ وہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں اور یہیں سے ۱۹۶۴ء میں فراغت حاصل کی۔

۱۹۶۱ء میں مولوی، ۱۹۶۲ء میں عالم، ۱۹۶۴ء میں فاضل دینیات الٰہ آباد کے امتحانات پاس کیے۔

اساتذہ کرام

۱۔ حافظ ملت مولینا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی ثم مبارکپوری

۲۔ حضرت مولانا مفتی شریف الحق رضوی امجدی صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۳۔ حضرت مولینا مفتی عبدالمنان اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

۴۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف مبارکپوری

۵۔ حضرت مولانا منظفر حسین ظفر ادیبی مبارکپوری

۶۔ حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ اعظمی

۷۔ حضرت مولانا مولوی سعید احمد فتح پور گھوسی

درس وتدریس

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مولانا بہار المصطفےٰ کو ابتدا ہی سے ذہن رسا، تقویٰ وپرہیز گاری اور سلامتی طبع ایسے اوصاف سے نوازا تھا، دور طالب علمی میں بھی آپ کی یہ صفات نمایاں رہیں۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء میں جامعہ اشرفیہ میں رہ کر تعلیم جاری رکھی اور ساتھ ہی ساتھ معین المدرسین کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مولینا بہار المصطفےٰ تدریس کا آغاز تو جامعہ اشرفیہ ہی سے کر چکے تھے۔ ۱۹۶۷ء میں تدریسی سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے ضلع بہرائچ شریف کے علاقے لچھمن پور بازار میں پڑھانا شروع کیا۔ وہاں ایک سال قیام رہا۔ فروری ۱۹۶۸ء میں حضرت ساجد علی خاں

رضوی بریلوی سابق مہتمم دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کے ایماء پر حضرت مولینا حافظ عبدالرؤف صاحب مبارکپوری نے آپ کو دارالعلوم مظہر اسلام بریلی بھیج دیا۔ دارالعلوم مظہر اسلام میں ۱۹۷۲ء تک مسلسل درس دیتے رہے، چونکہ مولینا بہاء المصطفےٰ ابنیادی طور پر متبحر عالم دین، صوفی اور لائق مدرس ہیں۔

ریحان ملت مولینا محمد ریحان رضا خاں قادری بریلوی کی نشاء پر نومبر ۱۹۷۲ء سے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں منتقل ہو گئے اور تادم تحریر اسی مرکز اہلسنت منظر اسلام میں فیض لٹا رہے ہیں۔

اخلاق وسادگی

حضرت مولینا بہار المصطفےٰ انہایت خوش اخلاق، جید عالم دین اور منوامنع شخصیت ہیں۔ تصنع اور تکبر سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ سادگی کے پیکر مجسم ہیں۔ راقم کی پہلی ملاقات ۱۴۰۵ھ میں ہوئی جب مولینا بہار المصطفےٰ 'مدرسۃ الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور تشریف لائے وہ جمعہ کا دن تھا۔ آپ بہت معمولی سے آدمی لگ رہے تھے۔ الجامعۃ الاسلامیہ کی مسجد سُرخی والی کے خطیب استاذ محترم حضرت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی تھے۔ چونکہ استاذ محترم مدظلہ کو مولانا بہار المصطفےٰ اسے شرف تلمذ حاصل ہے اس لیے جمعہ کی امامت آپ کے سپرد کی، خطبۂ جمعہ میں سورۂ فاتحہ کی عربی میں تفسیر کی۔ الجامعۃ الاسلامیہ کے طلبہ فصیح وبلیغ خطبہ سُنکر دنگ رہ گئے بعدہٗ مزید آشنائی ہو گئی۔

بیعت وخلافت

حضور مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ اکثر گھوسی اعظم گڑھ تشریف لیجاتے تھے۔ ایک بار ربیع الآخر میں تشریف لے گئے، اسی موقع پر ۸ ربیع الآخر ۱۳۷۰ھ/ ۱۷ جنوری ۱۹۵۱ء میں مولینا بہار المصطفےٰ کو داخل سلسلہ فرمایا۔

مولینا بہار المصطفےٰ کو حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے ربیع النور ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء میں اپنے

دراقدس پر سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔ ۱۹۶۷ء کو واپسی بہرائچ شریف پر اوراد ووظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔

عقد مسنون

حضرت مولینا بہار المصطفےٰ کا عقد شریف جمادالاولیٰ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء کو خال مکرم فیض العارفین مولینا غلام آسی پیا حسنی رضوی ابوالعلائی کی دختر نیک اختر سے بھینسوڑی شریف قصبہ ملک ضلع رام پور شریف میں ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ فی الحال تین لڑکے، تین لڑکیاں ہیں۔ جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ محمد ابوالعلیٰ

۲۔ محمد شمس العلیٰ

۳۔ محمد نورالعلیٰ

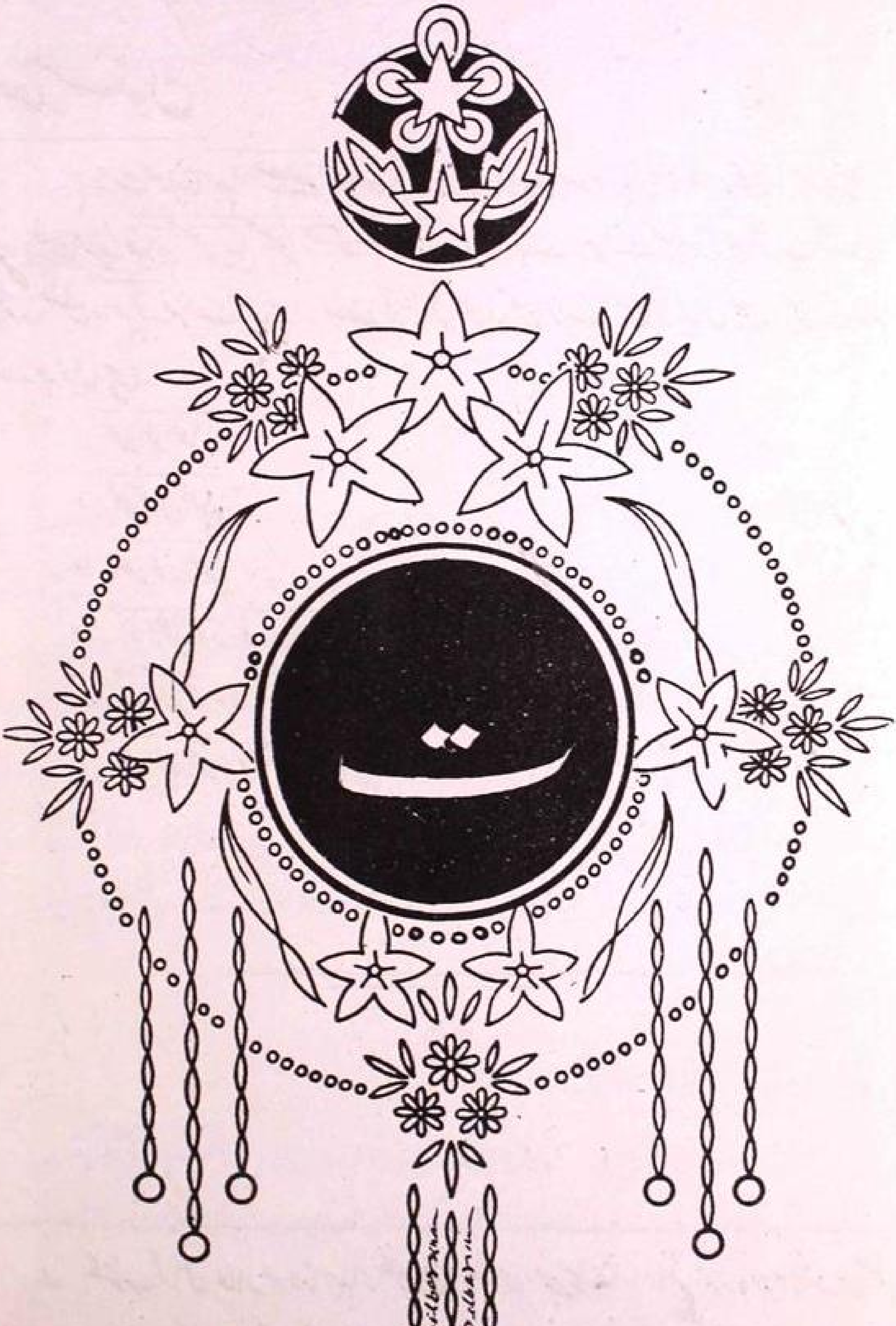
۴۔ اُم العلیٰ عرف فرحت زیبا

۵۔ اُم القریٰ عرف نزہت زیبا

۶۔ اُم الہدیٰ عرف نکہت زیبا [1]

---

[1] مکتوب گرامی علامہ مولانا بہار المصطفےٰ رضوی امجدی بنام راقم محررہ ۲۵ر شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء، ۱۲ رضوی غفرلہٗ


ت

سید الاتقیاء علامہ مولانا تحسین رضا قادری رضوی

محدث جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

ولادت

ماہر علوم عقلیہ نقلیہ حضرت مولینا تحسین رضا خاں قادری رضوی بن حضرت مولینا حسنین رضا بن اُستاد زمن مولینا حسن رضا بن مولینا مفتی نقی علی خاں (والد ماجد امام احمد رضا بریلوی) کی ولادت سہ شعبان المعظم ۱۹۳۰ء کو محلہ سوداگران رضا نگر بریلی شریف میں ہوئی۔

خاندانی حالات

حضرت علامہ تحسین رضا بریلوی کے جد امجد مولانا حسن رضا بریلوی ۱۲۷۶ھ میں پیدا ہوئے فضل و کمال اور فقر و تصوف کو آپ کے خاندانی خصوصیات میں سمجھنا چاہیے۔ مولانا حسن رضا بریلوی اپنے برادر اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی اور پدر بزرگوار مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ کے خزائن علم و عقل سے مستفیض تھے۔ اور جواہر معانی و فضل سے بہرہ ور تھے۔ علاوہ ازیں بریلی میں اپنے اخی معظم اعلیحضرت فاضل بریلوی کی فیض صحبت سے فیض معنوی حاصل کیا۔

استاد زمن مولینا حسن رضا کو شعر و شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا۔ کچھ روز بطور خود مشق کرتے رہے، اس کے بعد مرزا داغ دہلوی کو اپنا کلام سنانا شروع کر دیا اور ایک مدت تک رامپور میں رہ کر اُستاد کے گلشن سخن سے گلچیں ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بجائے خود اُستاد مستند قرار پاتے۔ ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوا۔[1]

---

[1] اردوئے معلی علی گڑھ، بابت جون ۱۹۱۴ء، مضمون مولانا حسرت موہانی

علامہ تحسین رضا کے والد ماجد مولینا حسنین رضا علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم سے صرف چھ ماہ بڑے تھے۔ تقریبًا اکیانوے برس کی عمر پائی۔ تعلیم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی۔ اور امام احمد رضا قادری بریلوی سے شرف تلمذ و اجازت و خلافت حاصل تھی۔ نیز معقولات کی کچھ کتابیں رامپور جاکر وہاں کے مشہور عالم مولانا ابوالوقت محمد ہدایت رسول نوری رضوی رام پوری سے پڑھیں، مولینا مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری کے حلقۂ درس میں بھی شامل ہوئے۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک دار العلوم منظر اسلام میں درس بھی دیا۔ آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں مشاہیر علماء اور فضلاء ہیں۔[1]

جماعت رضائے مصطفٰے کی شاندار خدمات میں مولانا حسنین رضا کا نمایاں حصہ ہے آپ نے جماعت انصار الاسلام بھی قائم کی۔ حضور مفتی اعظم کے دوش بدوش رہ کر شدھی تحریک کا سد باب کیا اور سر دھڑ کی بازی لگادی۔

تعلیم وتربیت

حضرت علامہ تحسین رضا خاں کے والد ماجد نے اپنی خسرال محلہ کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ نے اپنی ننہال ہی میں بچپن اور جوانی کا زمانہ گزارا اور اب بھی وہیں قیام پذیر ہیں۔ علامہ تحسین رضا نے ابتداً سید شبیر علی بریلوی مرحوم سے قاعدہ بغدادی پڑھا پھر ایک مکتب میں قرآن کریم اور اردو حساب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں پرانے شہر کے ایک مدرسہ میں پڑھیں جو اکبری مسجد واقع محلہ گھیر جعفر خاں میں قائم تھا۔ عربی کی تعلیم کے لیے والد بزرگوار نے دار العلوم مظہر اسلام بریلی اور بعد منظر اسلام میں داخلہ کرادیا، دورۂ حدیث شریف کے لیے والد ماجد کی خواہش کے مطابق علامہ تحسین رضا جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد (پاکستان) تشریف لے گئے۔ اور وہاں دورۂ حدیث کی کتابیں مولینا

---

[1] حسنین رضا بریلوی، مولینا: سیرت اعلیحضرت ص ۱۹، ۲۰، بحوالہ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ص ۴۱ تا ۴۲ ملخصًا بابت اپریل ۱۹۸۱ء، مضمون از مولانا سبطین رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ

محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔

فراغت

حضرت مولینا تحسین رضا خاں شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے سندِ فراغت حاصل کرکے بریلی شریف واپس ہوئے۔ ۱۹۴۹ء میں مولوی، ۱۹۵۰ء میں عالم، ۱۹۵۱ء میں منشی، ۱۹۵۲ء میں فاضل ادب، ۱۹۵۴ء میں کامل کے امتحانات دیئے۔

اساتذہ کرام

۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی [۱]

۲۔ حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

۳۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی فیصل آباد

۴۔ شمس العلماء مفتی قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری جونپوری

۵۔ شیخ المعقولات مولانا سردار علی خاں رضوی بریلوی

۶۔ حضرت مولینا غلام یٰسین رضوی بریلوی

۷۔ حضرت مولانا مفتی وقار الدین رضوی، دار العلوم امجدیہ کراچی

۸۔ شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی

تدریسی زندگی کا آغاز

حضرت علامہ تحسین رضا نے حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کے حکم پر فراغت سے قبل ۱۹۵۲ء میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں تدریسی سلسلہ کا آغاز کردیا۔ پھر اگست ۱۹۵۶ء میں فیصل آباد (پاکستان) چلے گئے اور تقریباً آٹھ ماہ رہ کر دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ فیصل آباد سے آتے ہے

---

[۱] حضرت علامہ تحسین رضا بریلوی نے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے تفسیر جلالین پڑھی۔ ۱۲، رضوی غفرلہ،

بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس دینا شروع کیا۔ علامہ تحسین رضا نے منظر اسلام میں ۱۹۷۲ء تک درس نظامیہ کی تعلیم دی۔ پھر دو سال اسی منظر اسلام بریلی میں صدرالمدرسین کے فرائض انجام دیئے۔

علامہ تحسین رضا بعض حالات کی بنا پر ۱۹۷۵ء میں منظر اسلام سے ملازمت ترک کرکے دارالعلوم منظر اسلام میں بحیثیت صدر مدرس مقرر ہوئے۔ منظر اسلام میں سات سال تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ہزاروں طلبہ نے علمی استفادہ کیا بعض ان میں لائق وفائق عالم وفاضل، محدث وفقیہہ اور مفتی ہوئے جن سے ملک و بیرون ملک کی علمی دانش گاہیں اور درس گاہیں آج بھی آباد اور فیض بار ہیں۔

۱۹۸۲ء میں جامعہ نوریہ رضویہ بریلی کا قیام عمل میں آیا تو اس کے چلانے کی ساری ذمہ داری علامہ تحسین رضا کے سپرد کر دی گئی۔ تادم تحریر جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہیں۔

حج وزیارت

حضرت علامہ تحسین رضا رضوی نوری بریلوی ۱۹۸۶ء میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔

عقد مسنون

علامہ تحسین رضا کا عقد مسنون جناب سعید اللہ خاں بریلوی کی صاحبزادی سے ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ/ ۲۶ فروری ۱۹۶۷ء بروز اتوار ہوا۔ اولاد امجاد کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا حسان رضا خاں رضوی

۲۔ رضوان رضا خاں رضوی

۳۔ حبیب رضا خاں رضوی

۴۔ عارفہ بیگم رضویہ

بیعت وخلافت

مولیٰنا حسنین رضا علیہ الرحمہ نے آپ کو ۱۹۴۳ء میں عرس رضوی کے موقع پر حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کرا دیا تھا۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ کو جلسہ عام میں مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ اسٹیج پر سید العلماء سید آل مصطفیٰ برکاتی مارہروی، برہان الملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری اور مجاہد ملت مولینا حبیب الرحمٰن رضوی اڑلیسوی وغیرہ اکابر علماء ومشائخ نے خرقہ پوشی کرائی۔ اور حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے عمامہ باندھا۔

مفتی اعظم کے متعلق

حضرت مولانا تحسین رضا راقم کے نام ایک مکتوب میں مفتی اعظم الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

> "حضور مفتی اعظم کا زہد وتقویٰ، بزرگانہ شفقت میرے لیے
> سب سے زیادہ باعث کشش ہوئی۔"

مفتی اعظم کی بزرگانہ شفقت

علامہ تحسین رضا کے والد ماجد کو خاندان رضا کے افراد "صاحب" کہتے، اسی وجہ سے کبھی کبھی صاحبزادگان بھی صاحب کہتے۔ نیز حضور مفتی اعظم بھی صاحب کہتے، آپ تین بھائی ہیں اور سبھی بحمد تعالیٰ اپنے اپنے مقام پر مایۂ ناز افتخار علماء میں سے ہیں۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ:

> "صاحب کے جتنے لڑکے ہیں سبھی خوب ہیں۔ باصلاحیت وبالیاقت ہیں۔ مگر ان میں تحسین رضا کا جواب نہیں۔" [۱]

---

[۱] حضرت مولانا تحسین رضا بریلوی سے راقم کی گفتگو ۱۲ رضوی غفرلہٗ

حضرت مولانا تحسین رضا علیہ الرحمہ مفتی اعظم الشاہ مصطفے رضا نوری کا بہت ادب کرتے تھے۔

نمونۂ کلام

علامہ تحسین رضا ایک باکمال مفسر، محدث اور کہنہ مشق استاد ہونے کے ساتھ ساتھ کہنہ مشق شاعر بھی ہیں۔ آپ تحسینؔ تخلص فرماتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے

عظمت فرق شہِ کونین کیا جانے کوئی
جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے

آرہے ہیں وہ سر محشر شفاعت کے لیے
اب مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہے

روئے انور کا تصور زلف مشکیں کا خیال
کیسی پاکیزہ سحر ہے کیا مبارک شام ہے

تو اگر چاہے تو پھر جائیں سیہ کاروں کے دل
ہاتھ میں تیرے عنانِ گردش ایام ہے

ساقیٔ کوثر کا نام پاک ہے ورد زباں
کون کہتا ہے کہ تحسینؔ آج تشنہ کام ہے

☆

قطعہ

علم غیب رسول کے منکر
ایک حقیقت کو بھول جاتے ہیں

غیب مانا کہ راز ہے لیکن،
راز اپنے سے کب چھپاتے ہیں

چند تلامذہ

حضرت مولانا تحسین رضا سے اکتساب فیض کرنے والوں کے چند اسمار مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ملک التدریس مولینا محمد انور علی رضوی بہرائچی شیخ الادب دارالعلوم منظر اسلام بریلی
۲۔ مولانا مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی مدیر عام الادارۃ الحنفیہ کشن گنج بہار۔
۳۔ مولانا صغیر احمد رضوی جوکھن پوری ناظم اعلیٰ الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی
۴۔ مولانا محمد حنیف خاں رضوی مدیر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بہیڑی
۵۔ مولانا ظہیر احمد رضوی مدرس الجامعۃ القادریہ بہیڑی
۶۔ مولانا محمد ہاشم نعیمی مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد
۷۔ مولانا محمد حسین رضوی ابوالحقانی بہاری
۸۔ مولانا عبدالرشید رضوی کارنجوی
۹۔ مولانا جید القادری مظفرپوری
۱۰۔ مولانا سعید اختر نعیمی بھوجپور مرادآباد
۱۱۔ مولانا ایوب عالم منظری پورنوی
۱۲۔ مولانا امام الدین دیوریاوی
۱۳۔ مولانا ایوب عالم رضوی پورنوی مدرس منظر اسلام
۱۴۔ مولانا کاظم رضا رضوی مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی
۱۵۔ مولانا شرف عالم رضوی سیتامڑھی بہار
۱۶۔ مولانا محمد یاسین مرادآبادی مدرس جامعہ حمیدیہ بنارس

لے مکتوب حضرت مولانا تحسین رضا بریلوی بنام راقم ۱۲ رضوی غفرلہ

اُستاذ العُلما مولانا مفتی تقدس علیخاں رضوی

شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جوگوٹھ سندھ (پاکستان)

ولادت

یادگار سلف استاذ العلماء جامع معقول و منقول حضرت علامہ مولانا مفتی تقدس علیخان بن الحاج سردار ولی خاں بن مولانا ہادی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں (جد امجد اعلیحضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں بریلوی) رجب، اگست ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں بمقام آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی شریف پیدا ہوئے۔ مولانا حسن رضا بریلوی نے آپ کا تاریخی نام تقدس علیخاں، ۱۳۲۵ھ استخراج فرمایا۔

فاضل بریلوی سے رشتہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز مفتی تقدس علی کے والد محترم کے چچا زاد بھائی تھے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کے نانا تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ماموں اور سسر تھے۔

تعلیم و تربیت و اساتذہ گرامی

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا خلیل الرحمٰن بہاری، مولانا ظہور الحسن فاروقی مجددی (صدر مدرس مدرسہ عالیہ رام پور و دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف) اور ان کے صاحبزادے مولانا نور الحسین رامپوری سے حاصل کی۔ متوسط کتب درس نظامی برادر زادہ اعلیحضرت مولانا حسنین رضا خاں قدس سرہ،

سے پڑھیں اور اعلیٰ تعلیم حضرت مولانا رحم الٰہی، مولانا عبدالمنّان (مردان) مولانا عبدالعزیز خاں، اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) سے حاصل کی اور تکمیل حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ سے کی۔ حجۃ الاسلام نے آپ کو درسیات کے علاوہ ردالمختار کا مقدمہ بھی پڑھایا اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی کرائی۔

۱۳۴۵ھ میں آپ نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ اعلیٰحضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے مفتی تقدس علی نے شرح جامی کا خطبہ پڑھا۔

چنانچہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز سے بالواسطہ شرف تلمذ حاصل کرنے کے لیے مدارس کے منتہی طلبار آپ سے شرح جامی کا خطبہ پڑھتے تھے۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ نے بھی آپ سے یہ خطبہ پڑھا۔ چنانچہ جب اس تدریس کا شہرہ ہوا تو اس کا مادہ تدریس تقدس علی استخراج کیا گیا۔

۱۳۴۴ھ

تدریسی آغاز

دوران تعلیم میں ہی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور حضرت مفتی تقدس علی کی نگرانی میں مشہور علمار کی دستار بندی ہوئی۔ جن میں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ، قابل ذکر ہیں۔ الٰہ آباد یونیورسٹی میں آپ نے علوم شرقیہ کے امتحانات کا سلسلہ جاری کرایا۔ جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن اور الٰہ آباد یونیورسٹی کے ممتحن رہے۔

منظر اسلام کا اہتمام

فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم منظر اسلام میں تدریس شروع کی اور بے شمار فضلار کو فیضیاب کیا۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ، کے وصال کے بعد حضرت مفتی تقدس علی دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے۔ اس طرح پچیس سال کا عرصہ بریلی شریف میں پڑھانے کے بعد ۱۳۷۱ھ میں کراچی (پاکستان) تشریف لے آئے۔

بریلی شریف میں اعلیٰحضرت اور حضرت حجۃ الاسلام رحمہما اللہ کے اعراس اور مشاعروں کا اہتمام

بھی آپ کے ذمہ ہوتا تھا۔

مدرسہ قادریہ اور جامعہ راشدیہ

۱۳۷۲ھ میں حضرت مفتی تقدس علیخاں نے پیر جوگوٹھ ضلع خیرپور میں مدرسہ قادریہ کا اجراء کیا اسوقت حضرت پیر صاحب پاگارہ لندن میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے

۱۹۵۲ء میں پیر صاحب کی تاج پوشی ہوئی اور ۵؍مئی ۱۹۵۲ء کو جامعہ راشدیہ کا افتتاح ہوا۔ آپ اس جامعہ کے پہلے شیخ الجامعہ اور حضرت پیر صاحب پاگارہ کے اتالیق استاد مقرر ہوئے۔ اس وقت سے تا زیست حضرت مفتی تقدس علی جامعہ راشدیہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے سینکڑوں طلباء آپ سے پڑھ کر مختلف مساجد اور مدارس بالخصوص جامعہ راشدیہ کی مختلف شاخوں میں دینی فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

آپ نے بیس سال سے زیادہ عرصہ مدینہ مسجد عیدگاہ، پیرگوٹھ ضلع خیرپور میں خطابت اور امامت کے فرائض انجام دیے۔

تحریک پاکستان میں حصہ

مفتی تقدس علی خاں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ مرادآباد سنی کانفرنس میں آپ نے شرکت کی۔ جبکہ بنارس سنی کانفرنس میں مفتی تقدس علی خاں کے برادر خورد حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ شریک ہوئے۔ حضرت مفتی تقدس علی خاں نے تحریک ختم نبوّت میں دیگر علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ کام کیا۔

سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں حضرت مفتی تقدس علی نے پیر صاحب پاگارہ کی نمائندگی اور ان کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان ۱۶/۱۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں آپ پہلے اجلاس کے مہمان خصوصی تھے۔

حضرت مفتی تقدس علی جمعیت علماء پاکستان پیرگوٹھ (سندھ) کے صدر رہ چکے ہیں۔

۱۹۶۰ء میں آپ بنیادی جمہوریت کے انتخاب میں کامیاب ہوئے اور چھ سال تک یونین کمیٹی کے

چیئرمین کی حیثیت سے قوم و وطن کی خدمت کرتے رہے۔

تصانیف و تراجم

حضرت مفتی تقدس علی کی بعض قلمی تصانیف ہندوستان میں رہ گئیں۔ پاکستان آنے کے بعد آپ نے کتب کے تراجم کیے۔ ان میں سے مکاشفۃ القلوب کا ترجمہ چھپ چکا ہے۔

بیعت و خلافت

حضرت مفتی تقدس علی خاں کو ۱۳۲۲ھ میں اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے بیعت اور تمام سلاسل میں خلافت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خاندان قادریہ کے اوراد و وظائف کی اجازت دے کر اپنا مجاز فرمایا اور خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنے دست مبارک میں آپ کا ہاتھ لے کر مصافحہ فرماتے ہوئے حدیث مصافحہ سُنائی جو سات واسطوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی ہے[1] اور مزید خلافت و اجازت شہزادۂ اعلیحضرت حضور مفتی اعظم مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہٗ سے بھی حاصل ہے۔ اور اسی محبت و عقیدت کی بنا پر مفتی تقدس علی رضوی مکاشفۃ القلوب کا ترجمہ کر کے جب فارغ ہوئے تو اس کا انتساب حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے نام نامی سے کیا۔[2]

حج و زیارت

۱۳۶۷ھ میں حضرت مفتی تقدس علی رضوی نے بغداد شریف، کاظمیہ شریف، کربلائے معلیٰ و نجف اشرف میں حاضری دی اور ۱۳۶۸ھ میں پہلا حج ہندوستان سے کیا۔ پاکستان سے ۱۳۸۸ھ میں دوسرا اور ۱۳۹۲ھ میں تیسرا حج کیا۔ ۱۳۹۵ھ سے آپ مسلسل ہر سال ماہ رمضان المبارک

---

[1] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علمائے اہلسنت ص ۶۹ تا ۷۱

[2] بروایت استاد محترم علامہ مولینا محمد انور علی رضوی بہرائچی، استاذ منظر اسلام بریلی

میں عمرہ و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔

چند مشہور تلامذہ

آپ کے تلامذہ بیشمار کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس و مساجد میں دینی و مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چند فضلاء کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد ابراہیم خوشتر قادری رضوی، سابق خطیب جامع مسجد مارشیس، افریقہ حال لندن۔

۲۔ مولانا رجب علی رضوی مفتی نانپارہ ضلع بہرائچ

۳۔ مولانا مفتی اشفاق حسین نعیمی، مفتی جودھپور

۴۔ مولانا مفتی اعجاز ولی رضوی، رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور

۵۔ مولانا مفتی غلام قادر، مدرس جامعہ راشدیہ

۶۔ مولانا مفتی محمد رحیم، ناظم اعلیٰ جامعہ راشدیہ

۷۔ مولانا مفتی عبدالحمید آنولوی (مرحوم)، خطیب جامع مسجد نواب شاہ

۸۔ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد درگاہ شریف، سابق مہتمم جامعہ راشدیہ

۹۔ مولانا مفتی عبدالرحیم مدرس مدرسہ شاہ پور چاکر

۱۰۔ مولانا مفتی ور محمد شیخ الحدیث مدرسہ صبغۃ الاسلام سانگھڑ

۱۱۔ مولانا محمد ہارون ایم۔ اے، معلم عربی، ضلع خیرپور[۱]

۱۲۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد رضوی بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

۱۳۔ بحرالعلوم مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری سابق مفتی منظر اسلام بریلی۔

۱۴۔ علامہ ارشد القادری رضوی جمشید پور بہار

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علمائے اہلسنت ص ۲۷

۱۵۔ شیخ الحدیث علامہ مولانا عبدالمصطفٰے اعظمی گھوسی ۱؎

۱۶۔ حضرت پیر شاہ مردان شاہ، سجادہ نشین درگاہ شریف حضرت پیر صاحب پاگارہ پیر جو گوٹھ

انتقال پُرملال

حضرت مفتی تقدس علی رضوی علیہ الرحمۃ ۲۲ر فروری بروز پیر ۳ر رجب المرجب ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ ۲؎

۱؎ ترجم تقدس علی رضوی، مفتی: مکاشفۃ القلوب ص ۱۸

۲؎ مکتوب گرامی مکرمی حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری بنام راقم، ۱۲، رضوی غفرلہ

خطیب اعظم مولانا محمد توصیف رضا قادری بریلوی

صدر "جمیعۃ العوام" — سوداگران بریلی شریف

ولادت

جانشین ریحان ملت خطیب اعظم، سیاح ایشیا مولینا محمد توصیف رضا قادری رضوی بن قائد اعظم ریحان ملت مولینا ریحان رضا بن مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بن حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا بن امام احمد رضا فاضل بریلوی پرانا شہر بریلی (ننہال میں) میں ۱۵ر جون ۱۹۶۲ء کو پیدا ہوئے اور قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں میں پرورش ہوئی۔ کچھ ایام وہاں رہ کر محلہ سوداگران آستانہ مقدسہ رضویہ آ گئے۔ اور یہیں مستقل مستقر قرار ہوا۔

تعلیم و تربیت

مولانا توصیف رضا نے عہد طفلی کا زمانہ والدہ ماجدہ اور والد بزرگوار مولانا ریحان رضا بریلوی کے آغوش میں گزارا۔ خاندانِ رضا کا علم و فضل، شوکت و جلال و جمال اور دینداری مشہور ہے، چودہویں صدی ہجری سے آج تک اسی خاندان کے علم کے چرچے ہو رہے ہیں۔ ماں تقیہ، باپ نبیرۂ اعلیٰ حضرت ریحان ملت اس لیے ان کی زندگی کا اثر ہونہار فرزند پر بھی ظاہر و باہر ہوا۔

جب کچھ شعور بیدار ہوا تو والد ماجد بزرگوار نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کرائی پھر چند اسباق خود پڑھا کر دار العلوم منظر اسلام بریلی میں داخلہ کرا دیا۔ درجہ حفظ کے مدرس حافظ عابد حسین رضوی نے مولینا توصیف رضا کی صلاحیت دیکھ کر بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ تعلیم دی۔ والد بزرگوار کی

رائے کے مطابق ختم قرآن ناظرہ کے بعد درسِ نظامیہ کی جانب مائل ہو گئے۔ مولینا توصیف رضا نے اپنی ذہانت سے تھوڑے عرصے میں آمدنامہ، میزان الصرف اور نحو میر وغیرہ پڑھ لیں۔ والدگرامی کے حکم پر مدرسہ حشمت الرضا پیلی بھیت میں داخل ہو گئے۔ حشمت الرضا میں مولینا توصیف رضا نے درسِ نظامیہ کی مختلف کتابیں خاص طور سے فن تجوید وقرأت مکمل کیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے مولینا توصیف رضا دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف تشریف لے گئے، بعدہٗ دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد اور مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ کا بھی سفر کیا۔ ہندوستان کے مشاہیر اجل علماء فضلاء سے اکتساب فیض کیا۔

فراغت از علم

حضرت مولانا توصیف رضا نے دورۂ حدیث شریف کے لیے دارالعلوم منظر اسلام کے کہنہ مشق اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ اور ۱۹۸۰ء کو منظر اسلام بریلی کے جلسہ دستار فضیلت کے اہم موقع پر علماء و مشائخ کی موجودگی میں فضیلت دستار سے نوازے گئے۔

اساتذۂ کرام

۱۔ ریحانِ ملت حضرت مولینا محمد ریحان رضا قادری رحمانی میاں بریلوی

۲۔ امام النحو حضرت مولینا غلام جیلانی میرٹھی

۳۔ مناظر اسلام مولینا مفتی محمد شاہد رضا رضوی حشمتی پیلی بھیتی

۴۔ استاذ الاساتذہ مولانا بدرالدین احمد رضوی گورکھپوری

۵۔ شیخ احمد تین مولینا سید محمد عارف رضوی نانپاروی

۶۔ شیخ المعقولات مولانا محمد نعیم اللہ خاں رضوی بستوی

۷۔ منبع علم مولانا بہار المصطفےٰ رضوی امجدی اعظمی

۸۔ حضرت مولانا عبدالخالق رضوی پورنوی

۹۔ حضرت مولانا خلیل الرحمن رضوی

۱۰۔ حضرت مولانا عبدالغفور رضوی بہاری

۱۱۔ حضرت مولانا انعام اللہ رضوی بریلوی

۱۲۔ فقیہہ الملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

وعظ و تبلیغ اور سرگرمیاں

جس طریقہ سے علماء اہلسنت نے تحریر و تصنیف کے ذریعہ قوم کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا ہے۔ قوم کی اصلاح و بہبودی، تعلیم و تربیت، تہذیب و تمدن نشو و نما اور اخلاق سدھارنے کو اسلام کے اصول و ضوابط پر لانے کا وعظ و تقریر ایک بہترین ذریعہ ہے۔ خاندان رضا کو جہاں دیگر علوم و فنون میں کمال حاصل ہے وہیں پند و نصائح اور تقریر میں بھی نہایت درجہ ملکہ حاصل ہے مولینا توصیف رضا کے والد ریحان ملت ایک شیریں مقال مقرر، جادو بیان خطیب، فصیح البیان ادیب تھے۔ انہی کے ورثہ سے آپ کو فن تقریر گوئی حاصل ہوئی۔ جس میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے۔

مولینا توصیف رضا کو زمانہ طالب علمی سے تقریر گوئی کا شوق ہے۔ بچپن کی عمدہ اور نفیس تقریروں نے آپ کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ اور اسی شہرہ نے ۱۹۷۵ء میں ایک ایسا منصب عظیم بخشا جو توقع کے خلاف تھا۔ وہ یہ کہ ۱۹۷۵ء عرس حشمتی پیلی بھیت کے موقع پر انتظامیہ کمیٹی کے مدعو مقررین کسی وجہ سے نہ آسکے۔ اس وقت آپ کو جبراً اسٹیج پر لے جایا گیا اتنے بڑے مجمع عام میں ابھی تک مولینا توصیف رضا نے خطاب نہیں فرمایا تھا۔ آج یہ پہلا اتفاق تھا۔ قلب اوّل گھبرانے لگا۔ مگر کچھ وقفے کے لیے اپنے مرشد برحق کی بارگاہ میں التجا پیش کی۔ فیضان مفتی اعظم نے آپ کے ان تفکرات کو دل و دماغ سے قطعی طور پر دفع فرما دیا۔ اناؤنسر نے عمدہ انداز میں اعلان کیا۔ مولینا توصیف رضا مائک پر تشریف لے گئے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ایسے پُرزور الفاظ میں خطاب فرمایا جس سے سامعین رشک کرنے لگے۔ اس تقریر سے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا توصیف رضا کو ایک جلسہ میں تقریر کرنے کے لیے مدعو کیا گیا۔ جو خانقاہ رضویہ کی چھت پر ہونے والا تھا۔ جس کی صدارت

تاجدارِ اہلسنت حضرت مفتی اعظم کے ذمہ تھی۔ آپ نے ابھی تک حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کے سامنے کبھی تقریر نہیں کی تھی۔ مفتی اعظم کی وہ ذات جس کے سامنے بڑے بڑے جید عالم، کہنہ مشق مقرر، سحر بیان خطیب سر تسلیم خم کرتے نظر آتے۔ اگر کسی نے دوران تقریر شرعی غلطی کی فوراً مفتی اعظم گرفت فرماتے اور اس سے توبہ کرواتے۔

وہ وقت آ ہی گیا کہ مولٰینا توصیف رضا نے حضور مفتی اعظم کے سامنے ڈیڑھ گھنٹہ خطاب فرمایا۔ تقریر کے اختتام پر حضور مفتی اعظم مولٰینا الشاہ مصطفٰے رضا نوری بریلوی نے جمیع سلاسل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، رضویہ میں اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ مولٰینا توصیف رضا بچپن ہی سے مفتی اعظم کے دست حق پرست، پر بیعت ہو چکے تھے۔ مزید براں مندرجہ ذیل مشائخ عظام سے اجازت حاصل ہے۔

۱۔ قطب مدینہ حضرت مولٰینا مفتی ضیاء الدین احمد رضوی المدنی علیہ الرحمہ۔

۲۔ برہان الملت مولٰینا مفتی عبدالباقی برہان الحق رضوی جبلپوری علیہ الرحمۃ

۳۔ احسن العلماء مولٰینا الشاہ سید مصطفٰے حیدر حسن میاں برکاتی مدظلہ، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف

۴۔ ریحان ملت قائد اعظم مولٰینا ریحان رضا قادری عرف رحمانی میاں بریلوی

کانپور روانگی

خطیب اعظم مولٰینا توصیف رضا نے جب میدان خطابت میں قدم رکھا تو تمام لوگ آپ کی تقریر کے گرویدہ ہو گئے، میدان خطابت آپ کا واحد میدان ہے۔ اس کے نتیجہ میں اہل کانپور کی فرمائش پر کانپور تشریف لے گئے۔ وہاں مختلف کانفرنسوں اور جلسوں میں شرکت کی، اور مدارس اسلامیہ کا بھی معائنہ کیا۔ کانپور کے تبلیغی سفر میں مختلف صوبہ جات کا دورہ کیا اور ہر جگہ اپنے زور بیان سے لوگوں کے دلوں میں مسلک اعلیحضرت فاضل بریلوی کا عشق جگایا۔

یاد رہے کہ مولٰینا توصیف رضا کا یہ سب سے پہلا تبلیغی سفر تھا۔ اس تبلیغی مساعی جمیلہ سے آپ کی شخصیت میں چار چاند لگ گئے۔

اسفار غیر ممالک

مولینا توصیف رضا کی ساری زندگی سیر و سیاحت میں گزر رہی ہے، تبلیغ اہلسنت والجماعت وعظ و تقریر، رشد و ہدایت اور پند و نصاح آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ مولینا توصیف رضا نے ۱۹۸۹ء میں پاکستان کا پہلا سفر کیا۔ اس کے بعد اسی سنہ میں سری لنکا کا دورہ کیا، لبعدہ سنگاپور، تھائی لینڈ، ملیشیا اور جاپان وغیرہ کا طویل سفر کیا۔

۱۹۸۰ء میں پہلا حج ادا کیا اس کے ساتھ ساتھ مارشیس، ریوعین، تنزانیہ، اور موزمبیق، کا دورہ کرتے ہوئے واپسی پر پھر دوسرے حج کے فرائض انجام دیئے۔

۱۹۸۴ء میں عمرہ کیا اور سنگاپور تشریف لے گئے، تیسرے حج کے دوران عراق، کربلا، کویت، دبئی کا تبلیغی دورہ فرمایا۔

۱۹۸۹ء کے دورہ میں انگلینڈ، ہالینڈ، ناروے، امریکہ، بیلجیم، فرینکفرٹ، سوری نام اور بنگلہ دیش کے سفر کیے۔ انہی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے اپنا ہاتھ مولانا توصیف رضا کے ہاتھ میں دیکر شرف بیعت حاصل کیا اور علمار کرام نے سند خلافت بھی حاصل کی۔ آپ پوری دنیائے سنیت میں ایک عظیم صحافی، فصیح البیان خطیب کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ مولینا توصیف رضا کئی خوبیوں کے مالک ہیں۔

خدمات دینیہ

مولینا توصیف رضا نے جاپان میں بزم توصیفیہ، پاکستان میں تین مدرسہ، کشمیر میں رضار العلوم دہلی میں جامعہ نوریہ رحمانیہ، بنگلہ دیش میں سلطانیہ دیوان مسلم یتیم خانہ قائم فرمائے۔ اور یہ سارے ادارے روز بروز ترقی پذیر ہیں۔

تہنیت نامہ

۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۴ء کو مولینا توصیف رضا نے چاٹگام کا سفر کیا۔ اور دینی سرگرمیوں کو تیز

کرنے کے لیے جامعہ نعیمیہ طیبیہ پومرا انگور ینڈ تشریف لے گئے۔ وہاں پر مریدین و معتقدین نے استقبالیہ نظم پیش کی جس کے چند اشعار یہ ہیں :۔

نور نظر اعلیحضرت تم کو صد ہا مرحبا
مقتدائے اہلسنت تم کو صد ہا مرحبا
باغ سنت گونج اٹھی ہے تیرے قدم پاک سے
ہے صدائے بحر و بر تم کو صد ہا مرحبا
سرزمین مسلک بنگلہ زندہ بیشک کر دیا
خاک پائے والا حضرت تم کو صد ہا مرحبا
بس کرائے مفضل نعیمی اور گستاخی نہ کر
وصف ہے بالا و اعلیٰ شان توصیف مرحبا

مولینا توصیف رضا شاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ توصیف تخلص فرماتے ہیں۔

چند خلفاء

۱۔ مولینا نثار المصطفےٰ رضوی سیتامڑھی
۲۔ حافظ محمد جمیل احمد رضوی جانسی
۳۔ مفتی محمد الیاس رضوی چاٹگام
۴۔ مولانا محمد اسرائیل رضوی نیپالی
۵۔ مولانا محمد حسن امام رضوی بنگالی
۶۔ مولانا محمد ساجد رضوی کشن گنج بہار
۷۔ ماسٹر محمد عابد حسین چکلیا
۸۔ مولینا محمد قاسم رضوی آسام
۹۔ مولینا احمد رضا رضوی پوکھریرا بہار
۱۰۔ مولینا خورشید احمد رضوی حیدر آباد

۱۱۔ مولینا محمد قاسم رضوی سیتا مڑھی

۱۲۔ مولانا محمد فاضل رضوی جالرہ

۱۳۔ مولینا عبد القیوم رضوی کلکتہ

۱۴۔ مولینا محمد فاضل رضوی فتح گنج غربی بریلی شریف [1]

---

[1] یہ حبلہ کوائف حضرت مولینا توصیف رضا بریلوی نے ایک مخصوص مجلس میں بیان فرمائے۔ اس وقت رفیق محترم مولینا جمیل اختر رضوی پورنوی بھی موجود تھے۔ ۲۶ رصفر المظفر ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء

۱۲' رضوی غفرلہ'

ن

شاعر اسلام مولانا جابر علی رضوی راز الہ آبادی

مقیم محلہ بہادر گنج ہٹیہ الہ آباد

ولادت

بلبل گلشن رضا، شاعر فطرت جناب مولانا جابر علی رضوی راز الہ آبادی ۱۹۳۰ء کو بہادر گنج ہٹیہ الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حاجی حابد علی شاہ تھا۔ والدین کے سایہ میں پرورش ہوئی۔

خاندانی حالات

شاعر اسلام راز الہ آبادی علوی النسب ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کا پورا خاندان حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ سے بیعت ہے۔ اور خاندان کے بعض افراد جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ سے بیعت ہیں۔

تعلیم وتربیت

مولانا راز الہ آبادی رضوی کی ابتدائی تعلیم فارسی، عربی، گورکھپور کے مدرسہ میں ہوئی، وہاں سے جب راز الہ آبادی تشریف لائے تو اسکول میں داخلہ لیا اور ہندی انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ عربی فارسی کی تعلیم دیگر اساتذہ سے حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تکمیل

کی منزل تک پہنچ گئے۔

بیعت وخلافت

حضرت راز الہ آبادی والدین کے ساتھ مع اہل وعیال ۱۹۶۸ء میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۹۷۸ء کو مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن رضوی اڑیسوی نے تمام عملیات کی اجازت عطا فرمائی۔

مولانا سید محمد شفاء الصمد نقشبندی کی صحبت

الٰہ آباد کے مشہور عالم زبردست بزرگ، فارسی وعربی کے زبردست عالم، عارف باللہ مولانا سید شفاء الصمد نقشبندی قادری کی خدمت میں راز الہ آبادی بچپن ہی سے رہتے تھے اور ان کے خوارق وعادات دیکھتے رہتے ان کے شاگردوں میں پنڈت جواہر لعل نہرو، کملا نہرو، سر تیج بہادر، مولینا سلطان قلی، اور مولینا ولایت حسین قابل ذکر ہیں۔ مولانا راز الہ آبادی نے شعر وشاعری انہی بزرگ مولانا سید شفاء الصمد نقشبندی سے سیکھی اور بہت سے علوم وفنون حاصل کیے مولانا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی سحر آموز دعاؤں کے نتیجہ میں راز صاحب نے شاعری کے جہان میں بلند مقام حاصل کیا۔

قلمی خدمات

مولانا جابر علی راز رضوی الہ آبادی کی ساری زندگی شعروشاعری کی دنیا میں بسر ہو رہی ہے اجلاس اور مشاعروں میں آپ کی شرکت سے جلسہ میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ شاعری کی دنیا میں ایک جماعت تلامذہ کی بھی چھوڑی اور ساتھ ہی ساتھ قلمی خدمات بھی انجام دیں۔ نثر ونظم میں طبع آزمائی کی، مگر نظم میں سبقت لے گئے۔ مندرجہ ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

۱۔ اشک ندامت

۲۔ دیر وحرم

شعر و شاعری

حضرت راز الٰہ آبادی برصغیر کے ان شعرا میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے تقریباً اپنی عمر کے بیش قیمت چالیس برس کی اردو شاعری کے گیسوئے تابدار کو سنوارنے میں صرف کیا۔ ان کی غزلوں میں تمام کلاسیکل رکھ رکھاؤ کے ساتھ گذشتہ چالیس برسوں کے ہندوستان کے لیل و نہار کے سرد و گرم کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔ انھوں نے شاعری کے ساتھ کبھی غیر سنجیدہ رویہ نہیں رکھا۔ بلکہ زندگی اور حالات کے نشیب و فراز کو اپنی غزلوں میں اس خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ ان کی غزلیں آزادی کے بعد کے ہندوستان کی تاریخ کا شیش محل بن گئی ہیں۔

راز الٰہ آبادی اپنے اسلاف سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ انہیں عقیدتوں نے راز صاحب سے ایسے ایسے اشعار کی رچنا کرائی ہے۔ مثلاً:۔

میری آنکھوں نے اک ایسا بھی حسیں دیکھا ہے
جسم چادر میں چھپالے تو وہ چادر چمکے

==

وہ ترا اسم مبارک ہے کہ اسم اعظمؐ
لکھ دیا جائے تو کاغذ کا مقدر چمکے

نعتیہ شاعری اور نمونہ کلام

غزلوں کے ساتھ ساتھ راز الٰہ آبادی نے نعتیہ شاعری میں بھی اپنی عقیدتوں کے بہت ہی خوشبودار پھول کھلائے ہیں۔ نعتیہ شاعری کے ساتھ انصاف کرنا کوئی آسان کام نہیں۔

اس میدان میں شاعر فنکار نہیں بلکہ غلام احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ راز رضوی الہ آبادی نے سرکارِ مدینہ کی غلامی کو اپنی شخصیت کی معراج سمجھا ہے۔ واقعی آپ نے نعت گوئی کا حق ادا کر دیا۔ نعت پاک کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

حشر کے دن کوئی آسرا چاہیے
گوشۂ دامنِ مصطفیٰ چاہیے
میرے ٹوٹے ہوئے دل کو کیا چاہیے
جلوہ گاہِ حبیبِ خدا چاہیے
ایک طرف خلد ہے اک طرف ان کا در
سوچتا ہوں کدھر دیکھنا چاہیے
یوں نہ سمجھو گے تفسیرِ قرآن کو
پہلے عشقِ حبیبِ خدا چاہیے
خاکِ طیبہ اُڑا کے کبھی لائے نہ تو
مجھ کو ایسا نہ بادِ صبا چاہیے
رازؔ تم کو خدا بخش دے گا مگر
ہاتھ میں دامنِ مصطفیٰ چاہیے

☆

میرے کملی والے کی شان ہی نرالی ہے
دو جہاں کے داتا ہیں اور ہاتھ خالی ہے
خلد جس کو کہتے ہیں یعنی دیکھی بھالی ہے
سبز سبز گنبد ہے اور سنہری جالی ہے
چھاؤں مہکی مہکی ہے دھوپ ٹھنڈی ٹھنڈی ہے
شہرِ مصطفیٰ تیری بات ہی نرالی ہے

☆

قطعہ

بر شان حضور مفتئ اعظم نوری قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

طالب نور مصطفائی ہے
دل میرا کاسہ گدائی ہے
دیکھکر شکل مفتئ اعظم
غوث اعظم کی یاد آئی ہے

٭

کہاں تک راز لکھو گے کرامت اپنے مرشد کی
زسرتا پا کرامت ہی کرامت مفتئ اعظم [1]

---

[1] جملہ کوائف حضرت راز الہ آبادی رضوی کے مکتوب سے ماخوذ ہیں۔ بنام راقم محررہ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۸۹ء، ۱۲ رضوی غفرلہ،

محققِ دوراں مولانا محمد جلال الدین قادری رضوی

تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پاکستان

ولادت

حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری رضوی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات (پاکستان) کے ایک گاؤں چوہدریں یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ/۲۹ جولائی ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے مولانا محمد جلال الدین کے والد ماجد مولانا خواجدین مجددی رحمۃ اللہ علیہ درویش منش اور متقی شخصیت تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا محمد جلال الدین نے ناظرہ قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے تایا مولانا فضل دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھیں۔ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ/مارچ ۱۹۵۸ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد درسِ نظامیہ پڑھنے کے لیے پہلے جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ پھر دار العلوم نقشبندیہ علی پور سیداں میں داخل ہوئے۔ دار العلوم غوثیہ نظامیہ وزیر آباد میں دورہ قرآنِ پاک پڑھا۔

فراغت

مولانا محمد جلال الدین نے محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمۃ سے دورۂ حدیث پڑھ کر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ/فروری ۱۹۶۱ء کو سندِ فراغت حاصل کی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمۃ

۲۔ حضرت مولانا غلام رسول گجراتی

۳۔ حضرت مولانا غلام یوسف گجراتی

۴۔ حضرت مولانا غلام رسول قادری نوشاہی

۵۔ حضرت مولانا محب النبی شیخ الحدیث دار العلوم غوثیہ نظامیہ وزیر آباد

۶۔ شیخ القرآن حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی (رحمہم اللہ)

بیعت وخلافت

مولانا محمد جلال الدین ۸ر محرم الحرام/ ۲۲ر جون ۱۹۶۱ء کو محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے۔ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ/اپریل ۱۹۶۵ء میں حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے اوراد واشغال، تمام سلاسل اور حدیث کی سند عطا فرمائی۔ [۱]

حضور مفتیٔ اعظم کا مکتوب گرامی

حضرت مولانا محمد جلال الدین نے ۷ر جب المرجب ۱۳۸۴ھ/ دسمبر ۱۹۶۴ء میں ایک عریضہ کے ذریعے حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کی خدمت میں چند معروضات پیش کیں، اس عریضہ کا جواب ۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ کو حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے کاتب سے یہ لکھوایا:

> برادرِ دینی ویقینی مولانا المکرم زید لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، طالب خیر بخیر وعافیت، محبت نامہ تشریف لایا۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو دین پر مستقیم

---

[۱] محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ص ۱۹ (ابتدائیہ از مکرمی علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہٗ)

رکھے، علمِ نافع عمل صالح سے نوازے اور برکاتِ دینی و دنیاوی سے مالا مال فرمائے، آمین۔ علیٰ برکۃ اللہ تعالیٰ آپ کو دلائل الخیرات شریف، و مجموعۂ اعمال کی اجازت ہے، مولیٰ تعالیٰ آپ کو اور آپ سے دوسرے اہلِ سنت کو اس سے نفع بخشے آمین۔ ماہِ مبارک سے کچھ پہلے سفر سے آیا ہوں۔ ڈاک بہت جمع ہے، جواب دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ میں آپ کو علیٰ برکۃ المولیٰ تعالیٰ اجازتِ قرآن و اجازتِ حدیث و اجازتِ سلاسل و مجموعۂ اعمال و اذکار و اشغال دیتا ہوں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہٗ شب ۳ رمضان ۱۳۸۴ھ [1]

درسی خدمات

شوال المکرم ۱۳۸۰ھ / اپریل ۱۹۶۱ء سے رجب المرجب ۱۳۸۵ھ / نومبر ۱۹۶۵ء تک مولانا محمد جلال الدین نے جامعہ حنفیہ قصور، دار العلوم اہلِ سنت مشین محلہ جہلم، جامعہ حنفیہ گلزار مدینہ ساہیوال اور جامعہ محمودیہ رضویہ لالہ موسیٰ میں درسِ نظامی پڑھایا۔ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ / جون سے تا دمِ تحریر گورنمنٹ ہائی اسکول سرائے عالم گیر اور کھاریاں میں خدمتِ تدریس انجام دے رہے ہیں۔ اسی دوران فاضلِ عربی اور ایف، اے کے امتحان پاس کیے۔

تصانیف

مولانا محمد جلال الدین بڑے ذہین اور انتھک محنت کرنے کے عادی ہیں۔ ان کی ذہانت اور محنت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے صرف ڈھائی سال میں درسِ نظامی پڑھ لیا، جب کہ دوسرے طلبہ عموماً سات آٹھ سال میں پڑھتے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا محمد جلال الدین متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ امام احمد رضا اکابر کی نظر میں (۱۹۷۷ء)

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدثِ اعظم پاکستان ص ۹۴

۲۔ اسلامی تعلیمی پالیسی پر ایک نظر (۱۹۷۷ء)

۳۔ خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس (۱۹۷۸ء) یہ کتاب تحریکِ پاکستان میں علماء اور مشائخ اہلِ سنت کی خدماتِ جلیلہ کا دستاویزی ثبوت ہے۔

۴۔ ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست

۵۔ امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم [1]

۶۔ سب سے بڑا کارنامہ محدثِ اعظم پاکستان ہے جس میں انھوں نے حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمۃ کی حیات کے ہر پہلو پر معلومات فراہم کی ہیں، اور آخر میں انتہائی اہم خطوط اور تحریرات کا عکس دے کر کتاب کی اہمیت کئی گنا بڑھا دی ہے۔ مستقبل میں محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی علیہ الرحمۃ پر لکھنے والا مؤرخ اس کتاب کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔

مولانا محمد جلال الدین میدانِ تحقیق میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے مختلف تحقیقی کتابوں پر مقدمہ بھی تحریر فرمایا اور پیش لفظ بھی قلم بند کیا۔ تصوف و طریقت پر ایک بسیط مقدمہ مولانا محمد جلال الدین نے تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ پر لکھا ہے جو راقم کی نظر سے گزر چکا ہے۔

مولانا محمد جلال الدین قادری ایک صاحبِ علم و فضل، اور سادگی پسند شخصیت ہیں۔ محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت ہے، اسی عقیدت کے پیشِ نظر وہ ہر لمحہ اسی میں سرشار رہتے ہیں جیسا کہ مولانا محمد جلال الدین کے خطوط سے یہ انکشاف ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدثِ اعظم پاکستان ص ۱۹، ۲۰

نوٹ: راقم السطور کی کوشش کے باوجود مزید حالات حاصل نہ ہو سکے اور نہ ہی تلامذہ کی فہرست حاصل ہو سکی۔

[2] مکتوبِ گرامی حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری رضوی کھاریاں پاکستان بنام راقم محررہ ۱۵ ربیع النور ۱۴۱۰ھ - ۱۲ رضوی غفرلہٗ

اُستاذ الاساتذہ مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی

سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف

فتح پور تال نرجا ضلع اعظم گڑھ یو۔پی میں ایک قدیم آبادی ہے۔ کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کے دورِ حکومت میں فتح محمد خاں نے اپنے بھائی عبدالحمید خاں کے ساتھ ملکر ان اطراف کے راجاؤں کو شکست فاش دی۔ پھر فتح محمد خاں نے فتح پور آباد کیا اور عبدالحمید خاں نے حمید پور آباد کیا دونوں گاؤں میں دو میل کا فاصلہ ہے۔

"تال نرجا ایک قدرتی تالاب ہے جس کے شمالی ساحل پر فتح پور آباد ہے اور مغربی ساحل پر حمید پور آباد ہے اور جنوبی ساحل پر نظام الدین پور وغیرہ کئی آبادیاں ہیں۔

فتح پور خالص پٹھانوں کی آبادی ہے۔ البتہ ان زمیندار پٹھانوں نے مچھلی کا شکار کرنے کے لیے ملاحوں کو آباد کیا اور کچھ تیلی وغیرہ بھی آباد کیے۔

ولادت

اس فتح پور تال نرجا میں شب آشورہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ میں حضرت علامہ مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی اعظمی کی ولادت باسعادت ہوئی۔ محمد نام رکھا گیا اور عرف جہانگیر قرار پایا اور تخلص احمد اختیار فرمایا۔

والد ماجد

مفتی جہانگیر خاں کے والد ماجد کا اسم گرامی فصاحت حسین خاں ہے

جناب فصاحت حسین خاں رحمۃ اللہ علیہ صوفی مشرب انسان تھے۔ عارف کامل حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کے مرید تھے اور ایسے پابند جماعت تھے کہ پنجوقتہ اذان خود کہتے تھے اگر اتفاق سے کسی دن دوسرے شخص نے اذان کہہ دی تو سخت ناراض ہوتے۔

بچپن کے حالات

جناب فصاحت حسین خاں کی اولاد میں سات بیٹوں اور چار بیٹیوں کے بعد مفتی جہانگیر خاں سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ والد محترم اس قدر محبت وشفقت فرماتے کہ بازار سے جب کوئی میٹھا وغیرہ نیاز و فاتحہ کے لیے لاتے یا یوں ہی بچوں کے لیے پھل وغیرہ لاتے تو تین سال کی عمر ہو جانے کے بعد اپنے اسی چھوٹے صاحبزادے کو تقسیم کا حکم فرماتے اور مفتی جہاں گیر خاں کا نام محمد ہونے کی وجہ سے آپ کے سب بھائی بہن بھی پیار و محبت سے یہی چاہتے کہ مفتی جہانگیر خاں کے ہی مبارک ہاتھوں سے ہم کو یہ تبرک ملے۔ چنانچہ اس ننھی سی عمر میں ایسے عدل وانصاف سے تقسیم فرماتے کہ کسی کا حصہ کم وبیش نہ ہوتا۔ اسی بنا پر سب لوگ آپ کو جہانگیر عادل کے نام سے پکارنے لگے۔

رسم بسم اللہ خوانی

چار برس چار ماہ چار دن کی عمر ہونے پر مجلس بسم اللہ شریف منعقد ہوئی۔ اس کے بعد والد محترم ہمیشہ اپنے ساتھ مسجد لے جاتے۔ مفتی جہانگیر خاں فرماتے ہیں کہ "والد صاحب کی برکت سے جہانگیر عادل بھی جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند ہوگیا۔"

تعلیم وتربیت اور اساتذہ

ابتدائی تعلیم حضرت مولانا حافظ علیم اللہ خاں نقشبندی علیہ الرحمہ سے پائی۔ قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد حفظ بھی انھیں سے شروع کیا۔ لیکن حفظ کی تکمیل مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڑھ میں جناب حافظ سیا من الدین اعظمی علیہ الرحمہ کی شفقت ومحبت سے ہوئی۔

حافظ ریاض الدین مفتی جہانگیر خاں سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ نماز کا وقت ہوتا تو خود نماز نہیں پڑھاتے۔ آپ سے پڑھواتے تھے۔ مفتی جہانگیر الامر فوق ادب کے تحت نماز پڑھاتے۔ حفظ کی تکمیل کے دوران ہی حضرت مولانا بدرالدین[1] رضوی (مصنف سوانح اعلیحضرت دامت برکاتہم القدسیہ سے فارسی کی پہلی اور دوسری پڑھی پھر مولانا خلیل احمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے گلستان سعدی، بوستاں سعدی، شرح مائتہ عامل اور ہدایۃ النحو تک کتابیں تین سال میں حفظ قرآن کریم کیساتھ پڑھیں۔ پھر بریلی شریف حاضر ہوکر دارالعلوم منظہر اسلام میں داخلہ لیا لیکن جس استاد کے پاس مفتی جہانگیر خاں کے اسباق تھے وہ آپ کے ہم سبق طلبہ سے کہتے کہ" جو لڑکا جین پور سے آیا ہے۔ اس سے میری صرفی و نحوی کمزوریاں دور ہو جائیں گی" جب طلبہ نے ان کا یہ مقولہ مفتی جہانگیر خاں سے کہا تو آپ نے ایک ہفتہ کے بعد دارالعلوم منظہر اسلام میں آنا چھوڑ دیا۔ اور فوقانیہ کے مدرسین کی خدمت کرکے خارج اوقات میں ان کی قیامگاہ پر پڑھنے لگے۔ مفتی جہانگیر خاں فرماتے ہیں کہ:

> " افقہ الفقہا حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین رضوی علیہ الرحمۃ سے بہت فیض پایا، نور الایضاح پڑھنے کے زمانے میں درمختار، اور عالمگیری وغیرہ سے مسائل استخراج کرائے جبھی سے فقہی بصیرت شروع ہوئی۔

باقی تعلیم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں ہوئی۔ اشرفیہ مبارکپور میں آپ متعلم بھی تھے اور معین المدرسین کی حیثیت سے معلم بھی۔

---

[1] حضرت مولینا بدرالدین صاحب اس زمانے میں شرح وقایہ یا قدوری وغیرہ پڑھاتے تھے۔

(نوٹ) حضرت مولانا حافظ علیم اللہ خاں صاحب حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمن گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ اور اعلیحضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شیدائی تھے ۱۲، رضوی غفرلہ،

چنانچہ اسی زمانے میں مفتی جہانگیر خاں کے فارسی کی پہلی اور دوسری کے اُستاذ حضرت مولانا بدرالدین رضوی نے مفتی جہانگیر خاں سے شرح جامی اور تجوید وقرأت پڑھی۔ مفتی جہانگیر خاں فرماتے ہیں کہ وہ مجھے سیدی کہتے جبکہ میں انہیں اُستاذی سے خطاب کرتا۔

شرکائے درس حدیث

حضرت مولانا بدرالدین رضوی کے شرکا درس دورۂ حدیث شریف نے بھی حضرت مفتی جہانگیر سے شرح جامی پڑھی۔ ان میں مشہور حضرات کے اسمار گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا مفتی سید حامد اشرف رضوی اشرفی کچھوچھوی صدرالمدرسین دارالعلوم محمدیہ بمبئی۔

۲۔ حضرت مولانا کاظم علی شیخ الحدیث تدریس الاسلام بستی

۳ اسی دوران میں مندرجہ ذیل حضرات مفتی جہانگیر خاں سے کافیہ پڑھتے تھے)

۴۔ شہزادۂ شیر بیشہ اہلسنت مناظر اسلام مولینا محمد شاہد رضا خاں رضوی حشمتی پیلی بھیتی

۵۔ مولینا شمس اللہ حشمتی رضوی صدیقی بستوی

۶۔ حضرت مولانا نذیر پیلی بھیتی

۷۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن بستوی

۸۔ حضرت مولانا سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی

۹۔ حضرت مولانا سید جمیل اشرف اشرفی جیلانی

۱۰۔ مولانا حکیم نعیم الدین رضوی گورکھپوری صدرالمدرسین دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

مؤخرالذکر تینوں حضرات اس زمانہ میں شرح جامی بحث فعل کسی اُستاد کے پاس پڑھتے تھے۔ وہ اُستاد چھٹی پر گئے ہوئے تھے۔ یا انتظامی امور میں انہماک کی وجہ سے کچھ ایام درس بند کر دیا تھا تو یہ تینوں حضرات مفتی جہانگیر خاں کے پاس کافیہ کے درس میں شریک ہوئے اور پھر ایسا تاثر ہوا کہ شرح جامی بحث فعل ترک کر کے باقاعدہ کافیہ کے درس میں شریک ہو گئے۔

فراغت

حضرت مفتی جہانگیر خاں نے ۱۳۷۳ھ میں دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات

سے فراغت پائی اور سند فراغت سے سرفراز کیے گئے۔

فتویٰ نویسی

فتویٰ نویسی کی ابتدا زمانہ تعلیم میں ہی ہوگئی تھی۔ بریلی شریف کے قیام کے زمانہ میں بحرالعلوم حضرت مفتی سید افضل حسین رضوی اور تاجدارِ اہلسنت فقیہہ اعظم حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے اصلاح لیتے۔

تاجدارِ اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ مفتی جہانگیر خاں کے اس بچپن کے افتاء سے بہت خوش ہوتے اور صحتِ جواب پر دعائیں دیتے۔ مفتی جہانگیر خاں فرماتے ہیں کہ ان دعاؤں کی برکت ہمیشہ پاتا ہوں۔ پھر اشرفیہ مبارکپور میں حضرت حافظ ملت مولینا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم سے فتویٰ نویسی میں بھی آپ کو حصّہ ملا۔ مفتی جہانگیر خاں معین المدرس کے ساتھ معین المفتی بھی تھے۔

اس کے بعد مفتی جہانگیر خاں دارالعلوم شاہ عالم احمدآباد میں بھی متعلم ہونے کے ساتھ مفتی و مدرس بھی تھے۔

بیعت

۱۳۶۴ھ میں حضرت صدرالشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے پھر وقتاً فوقتاً علم تصوف اور ہدایات سلوک بھی حضرت صدرالشریعہ سے لیتے رہے۔

اجازت وخلافت

۱۳۶۷ھ میں جب حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان کا وصال حق ہوگیا تو ۱۳۷۰ھ میں "تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ" کی خدمت میں قلب مضطرب کو لیکر حاضر ہوئے اور حصول فیض کے لیے طالب ہوئے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مفتی جہاں گیر خاں کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

اور دوسری سند خلافت قلمی ۱۳۷۶ھ میں تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے مفتی جہانگیر خاں کو عطا فرمائی

اساتذۂ کرام

مفتی جہانگیر خاں کے مشہور اساتذہ کرام کے اسمار گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ صدر الشریعہ حضرت مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی نور اللہ مرقدہ، (مصنف بہار شریعت)

۲۔ تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ،

۳۔ بحر العلوم حضرت مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری علیہ الرحمہ

۴۔ حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز رضوی علیہ الرحمہ بانی جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور

۵۔ شیخ العلمار حضرت مولینا غلام جیلانی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ

۶۔ حضرت مولینا حافظ عبد الرؤف عزیزی اعظمی علیہ الرحمہ

۷۔ شیخ الحدیث حضرت مولینا عبد المصطفےٰ امجدی اعظمی علیہ الرحمہ

۸۔ حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری علیہ الرحمہ

اشاعت علوم اور درس و تدریس

حضرت مفتی جہانگیر خاں کی ذات بابرکت کے ذریعہ اشاعت علوم کا آغاز تو اشرفیہ مبارکپور اور دار العلوم شاہ عالم گجرات میں زمانۂ طالب علمی میں ہی ہو چکا تھا۔ جیسا کہ سطور بالا میں گزر چکا، مگر باقاعدہ مسند نشینی درس انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔

۱۳۷۵ھ کے اواخر میں مفسر اعظم ہند حضرت مولینا الشاہ محمد ابراہیم رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں طلب فرمالیا۔ مفتی جہانگیر خاں از ۱۳۷۵ھ تا ۱۳۸۷ھ تقریباً بارہ سال مرکز اہلسنت منظر اسلام میں نائب صدر مدرس اور نائب مفتی کے منصب پر فائز رہے۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں ہزاروں تشنگانِ علوم دینیہ آپ کی ذات بابرکت سے

مستفید ہوئے۔

پھر ۱۳۸۸ھ میں دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد (گجرات) تشریف لے گئے۔ ۱۳۸۹ھ تک خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۳۹۰ھ میں اراکین مدرسہ انوار العلوم جبین پور کی دعوت پر دوبارہ تشریف لے گئے۔ تقریباً دو سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۹۱ھ اراکین انجمن تعلیم الاسلام اودے پور کی دعوت پر مفتی اہلسنت راجستھان کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ اور ۱۳۹۵ھ تک تقریباً پانچ سال وہاں فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۹۷ھ میں مدرسہ تدریس الاسلام ضلع بستی تشریف لے گئے۔ وہاں تقریباً ایک سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۹۸ھ میں ریحان ملت مولینا ریحان رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے دارالعلوم منظر اسلام میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کو بلالیا۔ ۱۳۹۸ھ کے آخر میں حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ سے رخصت لے کر بمبئی کے احباب مفتی اہلسنت بمبئی کی حیثیت سے مرکزی مینارہ مسجد لیگئے مفتی جہانگیر خاں ۱۳۹۹ھ سے ۱۴۰۱ھ تک مینارہ مسجد بمبئی میں رہے۔

چند تلامذہ

حضرت مفتی جہانگیر خاں کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ مگر ان میں سے مشہور و معروف تلامذہ کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ریحان ملت مولانا محمد ریحان رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سابق مہتمم منظر اسلام بریلی شریف۔

۲۔ جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی مدظلہ

۳۔ محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفےٰ امجدی رضوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور اعظم گڑھ

۴۔ مولانا زین الدین۔ شیخ الحدیث برہانپور

۵۔ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی صدر المدرسین جامعہ دیوان شاہ بھیمڑی

۶۔ مولینا منظر حسن امام صدر المدرسین جامعہ رضویہ سہوان (بہار)

۷۔ مولانا عبدالحکیم مفتی جامعہ امجدیہ ناگپور

۸۔ مولانا غلام رسول صدر المدرسین بحر العلوم کٹیھار (بہار)

۹۔ حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی ناناپاروی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی

۱۰۔ حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۱۱۔ مولانا قاری کفت علی قادری رضوی نائب شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۱۲۔ مولانا محمد فاروق رضا رضوی، ناظم تعلیمات الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۱۳۔ مولانا عبد الجبار اعظمی امام العسکر کشمیر

خلفاء

حضرت مفتی جہانگیر خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے خلفاء میں مندرجہ ذیل اسماء گرامی قابل ذکر ہیں:

۱۔ مولانا عبد الودود صاحب گورکھپوری

۲۔ جناب سید نذر محمد جہانگیری

۳۔ حافظ عبد الکریم امام مسجد میوہ فروش اودے پور

زیارت حرمین

حضرت مفتی جہانگیر خاں کی ۱۴۰۰ھ میں بمبئی ہی سے زیارت حج کے لیے بفضلہ تعالی منظوری آگئی۔ از ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ تا ۲۵ر ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ کا وقت سفر حج و زیارت حرمین شریفین میں گزار کے تین ماہ چار دن مدینہ منورہ میں قیام کیا اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم پر حاضری کا شرف حاصل ہوا اور دربار گوہر بار سے بیشمار قلبی روحانی مسرتوں سے شاد کام و سرفراز ہوئے۔

قطب مدینہ کی خدمت میں حاضری

مدینہ منورہ میں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین

احمد مدنی رضوی (خلیفۂ اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رضوی قدس سرہ نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرما کر سند خلافت عطا فرمائی۔

مفتی جہانگیر خاں فرماتے ہیں:

"ایک شب میں نے قطب مدینہ سے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ میری موت مدینہ منورہ میں ہو۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہو جاؤں تو جلال آگیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ نہیں تم جاؤ پھر آؤ، پھر جاؤ پھر آؤ، دس مرتبہ فرما کر کہا پھر مرو۔ ابھی تم سے ہندوستان میں بہت کام لینا ہے۔"

تصنیفات و تراجم

حضرت مفتی جہانگیر خاں کی زندگی کا پہلا بڑا حصہ تدریس و تقریر اور افتاء سے متعلق رہا۔ اس لیے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ کاش کوئی ادارہ تصنیف و تالیف مفتی جہانگیر خاں کی طرف متوجہ ہوتا کہ اخیر عمر شریف میں کچھ تصنیف کا کام ہو سکے۔ اب تک جو کام ہوا ہے اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ' انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء (مطبوعہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف)
۲۔ خطبات جہانگیری (مطبوعہ قادری اکیڈمی شتر خانہ رام پور)
۳۔ نسیم الوردہ ترجمہ قصیدۂ بردہ (مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ بریلی شریف)
۴۔ ترجمہ المعتقد المنتقد' (غیر مطبوعہ)
۵۔ حق پر ہم ہیں رد حق پر کون ہے؟ "
۶۔ ترجمہ سورۂ فاتحہ "
۷۔ اصول حدیث (عربی) (مطبوعہ رضا اکیڈمی رام پور)
۸۔ ترجمہ نور العین فی مشہد الحسین، تالیف امام ابو اسحاق اسفرائنی (مسودہ)

۹۔ ترجمہ قرۃ العین فی اخذ ثار الحسین، (مسودہ) [1]

زیارت حرمین شریفین کے مبارک موقع پر روضۃ الجنۃ میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے مبارک کی جانب بیٹھ کر ایک عام فہم ترجمہ قرآن کریم اور ترجمہ خلافۃ الوفا شروع کیا۔ سورۂ فاتحہ کا ترجمہ وہیں بیٹھ کر مکمل کیا۔ یہ ابھی تک نامکمل ہیں۔ رب کریم بوسیلہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کاموں کی تکمیل کے اسباب مہیا فرمائے۔ آمین۔

عقد مسنون

حضرت مفتی جہاں گیر کا عقد مسنون ۱۳۷۲ھ میں دوران تعلیم ہوا۔

ایک اہم مناظرہ

یہ مناظرہ واکانیر میں ہوا تھا جسکی کیفیت مفسر اعظم ہند مولینا محمد ابراہیم رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی ادارت میں نکلنے والا رسالہ ماہنامہ اعلیحضرت (بریلی) میں درج ہے وھو ھذا۔

"جناب عبد الغفار چولا کا خط آیا کہ واکانیر میں مناظرہ ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو طے ہو چکا ہے۔ وقت کم ہونے کے سبب مولوی برکت اللہ مبلغ منظر اسلام کو اور مفتی جہانگیر خاں کو جام نگرہ کاٹھیاواڑ بھیجا گیا۔ اگرچہ انھوں نے کوئی صرفہ آمد و رفت پیشگی نہیں روانہ کیا تھا۔ پھر بھی دار العلوم منظر اسلام کی طرف سے یہ دونوں مبلغ مناظر ایسے طویل سفر پر دور دراز روانہ کیے گئے۔ بہر حال مناظرہ ہوا اگرچہ ہونا بہت دور کی بات تھی۔ کیونکہ لوگوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ مناظرہ بالکل مت کرو۔ صرف دھمکی دو۔ مگر انھوں نے سمجھا کہ شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اعظم ہند مولانا مفتی حشمت علی خاں رضوی علیہ الرحمۃ مرحوم ہو گئے۔ اور نبیرۂ اعلیحضرت مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے آخری ایام ہیں (اس وقت آپ کی زبان بند ہو گئی تھی)

---

[1] جہانگیر خاں، مفتی: نسیم الداوہ ترجمہ قصیدہ بردہ ص ۲

مناظرہ کرے گا کون اس لیے گوریلا کرے کی طرح میدان میں آ کودے۔ جب جہانگیر خاں نے مناظرہ شروع کیا۔ ایک ایک تقریر کے بعد ہی میدان سے اس طرح بھاگے کہ ان کو میدان کی کوئی ضرورت نہیں کہ میدان ہو گیا۔ اور میدان میں میدان نہیں بلکہ اپنے گھر پہنچکر میدان (رفع حاجت) کر لیں گے۔ بلکہ راستہ میں ہو گیا ہو گا تو تعجب نہیں۔

ایک دیوبندی دوشیزہ نے کہا ہو گا۔ کہ برا ہو اس مفتی جہانگیر خاں بریلوی نگوڑے کا کہ اپنا مولوی اس طرح بھاگا کہ ... خطا ہو گیا۔ میدان میں لکیریں بن گیئں۔ جیسے آٹے کی بوری تو بات یہ ہے کہ شیخ نجدی نے شیخ نجدی کو خوب پمپ کیا تھا۔ مفتی جہانگیر خاں نے اس کا منہ بند کیا اور اذان نعت میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کا نعرہ مستانہ مارا تو انصرف الشیطان ۲۳۶ میلا لہٗ ضراطٌ اس مناظرہ کا چرچا کاٹھیاواڑ میں بہت ہوا۔ جس کا یہ انجام ہوا کہ جا بجا فتح کے جلسے ہوئے [1]

نمونۂ کلام

حضرت مفتی جہانگیر خاں شعر و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ عرس رضوی کے مشاعروں میں اکثر شرکت فرماتے ہیں اور اپنا کلام بھی سناتے ہیں۔ تخلص احمد فرماتے ہیں۔ چند اشعار درج ذیل ہیں۔

یا رسول اللہ دلِ ناشاد ہے — آپ سے فریاد فریاد ہے
نفس نے برباد کر ڈالا مجھے — آہ کتنا ظالم و جلاد ہے

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) ص ۳۳، ۳۴، ۳۵ ملخصاً بابت مئی ۱۹۶۳ء
(نوٹ) حوالہ جات کے علاوہ معلومات حیات جہانگیر از (علامہ مولانا سید شاہد علی رضوی رامپوری) سے ماخوذ ہیں ۱۴۲۰، رضوی غفرلہ،

ہائے کیسے لوگ ظالم ہوگئے — ان کا تو بے داد گویا داد ہے
آج کا صوفی ہے بندہ نفس کا — گویا وہ فرعون ہے شداد ہے
اس کی نفسیات اگر مانی نہیں — بس وہیں ویراں مرید آباد ہے
کہتا ہے روزے نمازیں چیز کیا — وہ تو پہنچا سید سے خلد آباد ہے
ہاں وہ پہنچا ہے مگر سمجھے کہاں — نار دوزخ بھی تو خلد آباد ہے
صلح کلی مولویوں کو کیا کہوں — اس کا مذہب دین سے آزاد ہے
آج لیڈر قوم کا ہے خوشنما — قول اس کا باد آباد ہے
قوم کیسی ہے وطن کیا چیز ہے — ملگئی کرسی جہاں آباد ہے
نیچری، ورافضی، چکڑالوی — سب کا مقصد ایک کفر آباد ہے
دیوبندی بدعتوں کو کیا کہوں — گھر ہی کا باؤ ڈور کیا کھاد ہے
یوں ہی تبلیغی جو اسکی شاخ ہے — بو رہا ہے کیمیاوی کھاد ہے
ان کی اسلامی جماعت نام کی — مسلموں کو کر رہی برباد ہے
نفس کے لائق مسائل چھاپ کر — بوالہوس مسلم کو کرکے شاد ہے
خشخشی داڑھی کو جائز کر دیا — اور سینما کو کیا آباد ہے
ساری گمراہی کے گرگے چل گئے — اہلسنت کو کیا برباد ہے
یا رسول اللہ دہائی آپ کی — ساری دنیا طالب امداد ہے
ایک تمنا رہ گئی ہے الغیاث — دل کی اس سے ہی آباد ہے

موت آئے آپ کے قدموں تلے
سب کہیں احمد کا دل اب شاد ہے [1]

---

[1] مکتوب گرامی مولینا مفتی محمد جہانگیر خاں رضوی فتحپوری بنام استاد گرامی مولینا سید شاہد علی رضوی محدث رام پوری ۱۲، رضوی عفرلہ،

ح

مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری رضوی قدس سرہٗ

واقع مزار شریف دھام نگر شریف اڑیسہ

ولادت

رئیس التارکین مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن ہاشمی عباسی رضوی قدس سرہٗ، قصبہ دھام نگر بالیسر صوبہ اڑیسہ میں بتاریخ ۸ محرم ۱۳۲۲ھ بروز شنبہ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کا نسبی علاقہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عم رسول انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم سے ہے۔

انگریزی تعلیم

حضرت مجاہد ملت کے والد ماجد کی دلی خواہش تھی کہ آخرت کے لیے دینی تعلیم دلائی جائے مگر ابھی اپنی خواہش کو عملی جامہ نہ پہنانے پائے تھے کہ اس دنیائے فانی سے عالم بالا کی طرف کوچ کر گئے اس وقت حضرت مجاہد ملت کی عمر شریف صرف نو سال کی تھی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد گھر کے لوگوں نے حضرت مجاہد ملت کو انگریزی تعلیم پڑھانا شروع کر دیا۔ جس کو حضرت مجاہد ملت نے بادلِ ناخواستہ قبول کر لیا۔ مگر چند دنوں بعد آپ نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا اور انگریزی پڑھنے کے درمیان اُس کی وضع قطع سے نفرت کرتے رہے [1]

---

[1] (الف) ماہنامہ تاجدار کائنات، رام پور ص ۱۳، شمارہ ۱۲، فروری ۱۹۸۲ء مضمون از مولانا عبد المبین نعمانی دار العلوم قادریہ چریا کوٹ (ب) محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۳

انگریزی تعلیم کا واقعہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مجاہد ملت ریونشا کالج ٹیٹ کٹک میں زیر تعلیم تھے۔ آپ کے ساتھ چچازاد بھائی شفاء الرحمٰن مرحوم بھی پڑھتے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ بھی آگیا اور قبل رمضان مجاہد ملت پر بخار کا سخت حملہ بھی ہوا جس میں پندرہویں دن ہوش آیا تھا۔ اس لیے جو مجاہد ملت کے سرپرست تھے انھوں نے روزہ رکھنے سے منع کر دیا۔ مگر آپ کا دل نہ مانا اور روزہ رکھنا شروع کر دیا اور اپنے بھائی شفاء الرحمٰن کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ ان کو دکھانے کے لیے ڈائننگ ہال سے باہر نمائشی طور پر ہاتھ دھو لیا کرتے تھے اور چھپ کر سحری بھی کرتے کہ بھائی شفاء الرحمٰن کو معلوم نہ ہو جائے۔ مجاہد ملت نے اس طرح پورا رمضان گذار دیا۔ جب عید کا دن آیا مجاہد ملت پر روزہ کی وجہ سے سخت نقاہت کا اثر تھا۔ آنے والی شدت گرمی سے دماغ متاثر ہو گیا۔ اس کا علاج کیا گیا اور انگریزی تعلیم چھڑا دی گئی۔

حصول علوم اسلامیہ

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کے والد ماجد کی خواہش کے مطابق دینی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مولینا ظہور حسام مانکپوری کو الہ آباد سے بلا کر مجاہد ملت کی تعلیم کے لیے مامور کیا گیا۔ اور ابتدائی تعلیم کا سلسلہ گھر پر ہی جاری رہا۔[1]

۱۳۴۱ھ میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں داخلہ لیا۔ چند سال وہاں تعلیم حاصل کی۔ مدرسہ سبحانیہ کے اساتذہ اور مہتمم مدرسہ سے علوم و فنون حاصل کیے۔ لیکن وہاں کے اساتذۂ کرام مجاہد ملت کے ذہن و صلاحیت کے مطابق زیادہ بافیض ثابت نہ ہو سکے۔ اس بنا پر مجاہد ملت زیادہ دنوں تک وہاں نہ رہ کر اجمیر شریف جامعہ عثمانیہ میں حاضر ہوئے، اساتذۂ دار العلوم معینیہ عثمانیہ سے اکتساب کیا۔ اور علم کی تکمیل کی اپنی علمی پیاس بجھا کر جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل حضرت مولینا الشاہ

---

[1] ماہنامہ تاجدار کائنات رام پور ص ۱۳، شمارہ ۱۲، فروری ۱۹۸۲ء

نعیم الدین رضوی مرادآبادی قدس سرہٗ کی خدمت گرامی میں حاضری دی اور علوم اکتساب کیا، پھر مرادآباد سے سلسلۂ تعلیم ختم کرکے الٰہ آباد تشریف لائے یہاں مجاہد ملت کا بحیثیت مدرس اوّل تقرر ہوا۔ اور بہت سے شائقین علوم نے آپ سے کسب فیض کیا۔

اساتذہ کرام

۱۔ صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ

۲۔ استاذالاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۲۶ھ)

۳۔ صدرالافاضل حضرت مولینا الشاہ نعیم الدین رضوی مرادآبادی علیہ الرحمہ

۴۔ ماہر علم ادب حضرت مولینا سید حامد حسین علیہ الرحمہ

۵۔ ماہر علم معقولات حضرت مولانا عبدالحیٔ سرحدی علیہ الرحمہ

۶۔ حضرت مولانا ابوالکافی علیہ الرحمۃ مہتمم مدرسہ سجانیہ الٰہ آباد

۷۔ حضرت مولانا ظہور حسام مانکپوری علیہ الرحمہ

عقد مسنون

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا عقد مسنون دوران تعلیم ۱۳۴۰ھ ۹ رجب المرجب کو ہوا۔ بعدہ' حج و زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔

بیعت وخلافت

مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو شرف بیعت واجازت پہلے حضرت شیخ مخدوم الشاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے حاصل ہوئی۔ اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ نے بھی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا[۱] پھر مزید تاجدار اہلسنت

---

[۱] (الف) ماہنامہ تاجدار کائنات رام پور (ب) محمود احمد قادری مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت، ص ۸۲۔

حضور مفتی اعظم کو حضرت علامہ مولینا مصطفےٰ رضا نوری قادری بریلوی قدس سرہ نے اجازت وخلافت عنایت فرمائی۔ حضرت مجاہد ملت سلسلہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ میں لوگوں کو بیعت فرماتے تھے[1] ملک کے طول وعرض میں لاکھوں مریدین ومعتقدین مجاہد ملت کے دامن کرم سے وابستہ ہیں۔

حضور مفتی اعظم کے مجدد ہونے پر مجاہد ملت کی تائید

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا۔

> "سرکار مفتی اعظم ہند قبلہ ادام اللہ تعالیٰ ظلہ النورانی تو اپنے زمانے کے شہنشاہ اولیا رہیں۔ فقیر ان کا کفش بردار ہے یہ ۱۳۹۹ھ چل رہی ہے۔ اگر انھوں نے پندرہویں صدی پائی تو وہ بے شک پندرہویں صدی کے مجدد ہیں۔[2]

مجاہد تبلیغ حق

حضرت مجاہد ملت ایک عرصہ دراز تک مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے صدر مدرس رہے بعدہ، آپ نے تبلیغ حق اختیار کی، مختلف دینی خدمات انجام دیں۔ اسلامی تحریکات سے وابستگی اور گمراہ فرقوں کی سرکوبی مجاہد ملت کا محبوب مشغلہ تھا۔ ملک بھر میں آپ نے دینی ادارے اور انجمنیں قائم کرنے کا ایک عظیم سلسلہ شروع کیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے مجاہد ملت کو دولت علم وعمل سے نوازا تھا وہیں دنیوی مال ومتاع سے بھی مالا مال کیا تھا۔ آپ کو دیکھ کر ان متقدمین کی یاد تازہ ہوتی ہے جنھوں نے رئیسانہ زندگی ترک کر کے فقیرانہ فاقہ کو پسند فرمایا اور نفس کو اپنے اوپر غالب نہیں ہونے دیا۔ مجاہد ملت نے کئی دیوبندیوں سے مناظرہ بھی کیا اور اس میں فتح وکامرانی ہوئی۔

---

[1] بروایت حضرت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی رضوی، ام استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

[2] امانت رسول نوری، قادری: "پندرہویں صدی کے مجدد" ص ۱۶، ۱۷

چند یادگاریں

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے دین کی خدمت اور اہل باطل کی سرکوبی کے لیے کئی ادارے قائم فرمائے۔ مندرجہ ذیل ادارے آپ کی یادگار ہیں۔

۱۔ جامعہ حبیبیہ اتر سوئیا الہ آباد

۲۔ مسجد اعظم الہ آباد اس جامعہ سے متعلق ہے، جو اہل ہنود کے محلے میں واقع ہے۔ اس مسجد کے سلسلے میں کئی بار جیل کی تکلیفیں برداشت کیں۔

۳۔ مکتبہ الحبیب الہ آباد کے نام سے عظیم اشاعتی ادارہ کو بھی قائم فرمایا جو روز بروز ترقی پذیر ہے۔

۴۔ حبیب المطابع پریس بھی جدید تقاضوں کے مطابق اہلسنت کی اشاعت کے لیے قائم فرمایا۔

۵۔ مدرسہ عربیہ غوث اعظم پاپنچپاڑہ کلکتہ اسی ادارے کے تحت اخبار نوائے حبیب بھی نکل رہا ہے۔

۶۔ اسلامی مرکز رانچی، جس کو بجا طور پر آندھیوں کی زد پر عشق کا چراغ کہا جا سکتا ہے اس میں مجاہد ملت نے بیس ہزار روپیہ عطا فرمایا۔

۷۔ تحریک خاکساران حق، یہ ایک تحریک ہے جو ہندوستان کے اجلاسوں ما کانفرنسوں کے اہتمام اور شر پسندوں کی شرارت کو دفع کرنے کے لیے قائم فرمائی۔

۸۔ مدرسہ قادریہ حبیبیہ بھدرک اڑیسہ

۹۔ مدرسہ قاسمیہ دھام نگر شریف صوبہ اڑیسہ

۱۰۔ مدرسہ حبیبیہ سکڑا درکیلا اڑیسہ

۱۱۔ مدرسہ غوثیہ حنفیہ بنارس

یہ قابل ذکر ادارے ہیں ان کے علاوہ بھی مجاہد ملت کی یادگاریں مرہون منت ہیں۔ اور یہ سب ادارے اپنے استحکام کے لحاظ سے مانند پہاڑ ہیں۔

رئیس التارکین کہنے کی وجہ تسمیہ

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے ریاست و امارت اور علم و فضل دونوں طرح کی نعمتوں سے حصہ پایا تھا۔ مگر علم و فضل اور عشق و عرفان کو دنیاوی امارت و ریاست پر ہمیشہ غالب رکھا۔ آپ کی زندگی کا سرسری مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تحائف و نذر کی صورت میں جو کچھ مجاہد ملت کے پاس آیا اس سب کو اللہ کے راستے میں بے دریغ خرچ فرما دیا کرتے تھے بلکہ مزید گھر سے بھی خرچ فرماتے۔ اسی وجہ سے مجاہد ملت کو زمانے کا رئیس التارکین اور رئیس اعظم اڑیسہ کہا جانے لگا۔ جو صرف ایک تعریفی خطاب نہ تھا۔ بلکہ آپ اس کے صحیح مصداق تھے ایک مرتبہ آپ نے پٹنہ میں ہونے والی کانفرنس میں اپنی اہلیہ محترمہ کے تمام زیورات کو لاکر پیش کر دیا۔ منتظمین کانفرنس نے جب ان زیورات کو قبول نہ کیا تو ارشاد فرمایا کہ

"اب تو یہ گھر سے نکل چکا ہے واپس نہیں جا سکتا ہے۔"

زیارت و حج

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے پوری زندگی میں متعدد بار کعبۃ المعظمہ اور مدینۃ المنورہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت مجاہد ملت نے حضرت شریف حسین والی عرب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں پہلا حج ادا کیا۔ اس کے بعد وہابی نجدی حکومت کے زمانے میں کئی بار حج ادا فرمائے۔

آخری حج چودہویں صدی ہجری کے اخیر میں ہوا۔ ۱۳۸۷ھ میں جو حج ادا فرمایا اس میں امام حرم کے پیچھے نماز نہ پڑھنے پر مباحثہ ہو..... ۱۳۹۳ھ میں حج کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا اور پولیس گرفتار کرکے قاضی کے پاس لے گئی اور نماز جماعت سے نہ پڑھنے پر مباحثہ و مکالمہ ہوا۔ جس میں مجاہد ملت کامیاب ہوئے۔[۱]

---

[۱] عاشق الرحمن حبیبی، مولانا: "مجاہد ملت کا حرف حقانیت" — (نوٹ) مولانا حبیب الرحمن علیہ الرحمہ کا مکالمہ جو عرب شریف میں گرفتاری پر ہوا تھا وہ "مجاہد ملت کا حرف حقانیت" میں درج ہے تفصیل کے لیے اسکی طرف رجوع کریں۔ ۱۲، رضوی عفرلہ،

ظلم و بربریت کی کہانی مجاہد ملت کی زبانی

۱۳۹۹ھ میں یہ وہابی نجدی عہد حکومت میں چوتھا حج تھا۔ اس میں ہونے والا واقعہ قید و بند اور مصائب و آلام کی صعوبتوں کو خود مجاہد ملت نے مختصر قلم بند فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں۔

میرے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آٹھویں دن بعد نماز عشاء مواجہ شریف میں سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ وہاں حضرت مولانا الحاج الشاہ سید حامد اشرف جیلانی رضوی مفتی مہاراشٹر سے ملاقات ہوئی۔ سلام عرض کرنے کے بعد جب ہم لوگ لوٹے، اصحاب صفہ کے چبوترے سے گزر چکے تھے۔ پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی "مولینا او مولینا"۔ ہم سب متوجہ ہو گئے۔ حضرت مولانا سید حامد اشرف جیلانی رضوی سے متوجہ ہو کر کہا۔

"آپ پیر ہیں اپنے مریدوں کو منع نہیں کرتے یہ لوگ انسانوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔"

اس پر میں نے کہا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جائز ہے۔ اس نے کہا کہ "قرآن میں ہے یا حدیث میں"۔ تو میں نے کہا فقہ کی کتابوں میں جائز لکھا ہے۔ اس پر اس نے دھمکایا کہ "ہم اسے بند کریں گے" تو میں نے کہا بند کرو گے دیکھا جائے گا۔ یہ کہہ کر ہم لوگ چلے آئے۔

پھر دوسرے دن نماز عشاء اپنی جماعت سے پڑھنے کے بعد جب میں وتر پڑھنے کھڑا ہوا تو ویسے ہی ایک شخص آیا جو صورت میں غالباً ہندوستانی یا پاکستانی تھا۔ اس نے پوچھا کہ "تم دیر سے آئے تھے اس لیے جماعت کی؟" میں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ دیر سے آنے کی وجہ سے جماعت کیا یا ان اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں؟ میں نے کہا دونوں بات ہے۔ اس پر اس نے جا کر پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس مجھ کو گھسیٹ کر حرم کے کسی پولس افسر کے پاس لے گئی۔ اس سے گفتگو ہوئی میں نے وہاں بھی وہابی امام کے پیچھے نماز پڑھنے

کو ناجائز کہا تو اس نے مسجد نبوی شریف کے خطیب و امام اور قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا۔ اس نے پوچھا تم امام حرم کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیوں نہیں پڑھتے میں نے کہا۔ اختلاف عقائد کی بنا پر، اس نے پوچھا کیا اختلاف ہے۔ میں نے کہا ہم توسل بالانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو جائز کہتے ہیں اور تم اسے (وسیلہ) شرک بتاتے ہو۔ لہٰذا تم میں شرک و عدم شرک کا فرق ہو گیا، فوراً اس نے کاتب (محرر) کو بلوا کر کہا۔ اس کا بیان لکھو، اس نے میرا بیان لکھا۔ جب دستخط کرنے کے لیے قاضی القضاۃ عبدالعزیز نے سامنے رکھا تو میں نے کہا۔ مطلقاً امام حرم کے پیچھے نماز پڑھنے سے مجھے انکار نہیں ہے بلکہ حرم کا جو امام وہابی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام سمجھتا ہوں ۔ ——— اس لیے میرے بیان میں امام کے ساتھ لفظ وہابی کا اضافہ کیا جائے۔ تو اس نے کہا کہ "تم لفظ وہابی کا اضافہ کردو" میں نے کہا کہ تمہاری تحریر میں میں کیوں اضافہ کردوں تو قاضی عبدالعزیز نے اپنے ہاتھ سے لفظ وہابی کا اضافہ کر کے اور میرے دستخط کرا کے چھوٹے قاضی کے پاس بھیج دیا۔ رات زیادہ ہوگئی تھی وہ موجود نہ تھا۔

دوسرے دن بعد نماز عشاء چھوٹے قاضی کے پاس پیشی ہوئی اور اس قسم کی گفتگو اس سے بھی ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ وسیلہ کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ تو اس نے کہا کہ اس سے تو عمل صالح مراد ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ وہ بھی تو غیر اللہ ہے۔ اس نے دوسرا سوال کیا ہمارے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ تم مکفر المسلمین ہو، سب مسلمانوں کو بلاوجہ کافر کہتے ہو۔ تمہارے قول کی بنا پر سلف سے لے کر خلف تک (یعنی) آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک بلکہ قیامت تک آنیوالے مسلمانوں کا کافر ہونا لازم آتا ہے۔ مثلاً توسل انبیاء والمرسلین کو تم شرک کہتے ہو۔ حالانکہ خلف سے لیکر سلف تک سب اسی پر متفق ہیں اور

اسی کے قائل ہیں۔ تمہارے قول کی بنا پر سب مشرک ٹھہرے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ جس کے قول سے سب مسلمانوں کا کافر ہونا لازم آئے وہ قول خود کفر ہے۔ لہٰذا تم پر کفر لازم آتا ہے "فقہا فرماتے ہیں" جس کے قول کی بناء پر قائل پر کفر لازم آئے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔"

اس نے پوچھا کس مدرسہ میں پڑھے ہو میں نے جواب دیا مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد، جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف، جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔ اس نے سوال کیا کہ تم بریلی کے مدرسہ میں نہیں پڑھے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ اس کے بعد حکم سُنا دیا کہ تم کو حج ادا نہیں کرنے دیا جائے گا۔ کیونکہ تم توسل بالانبیا والمرسلین کو جائز سمجھتے ہو، یہ شرک ہے تم مشرک ہو، مشرک پر حج کچھ نہیں۔ میں نے کہا، اگر توسل کی بنار پر ایسا مشرک ہو جاتا ہے کہ بغیر حج کیے اس کو واپس بھیج دیا جائے تو شیعہ بھی مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے توسل کرتے ہیں ان کا حج کیسے جائز رکھا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے شرک معاف ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی دین ہے، یہ کوئی مذہب ہے، یہ کوئی اسلام ہے، بغیر توبہ کیے تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے شرک معاف ہو جاتا ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم معاذ اللہ۔

اس پر اس نے حکم لکھ دیا۔ اس کا ملخصاً ہے:

الفقیہ امتناعہ عن الصلوٰۃ مع الجماعۃ واعتقادہ بالتوسل بالانبیاء والمرسلین وقد صدر بحقہ الفراس الشرعی۔ رقم ۲۱۶۲/ مورخہ ۱۹/۱۹ ۱۱ ۱۳۹۹ھ لعدم تمکنۃ والحج وتوجیہ

اس کے بعد اس نے مجھے جیل بھجوا دیا۔ جہاں مجھ کو ہتھکڑی پہنا کر تیز دھوپ میں دروازہ کے ساتھ باندھ دیا گیا، اور پتھر مارا گیا جس سے میرے سر میں چکر آگیا

کچھ سکون کے بعد میں نے الحمدللہ کہا اس کے بعد طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں
اور حج سے دو تین دن پہلے مجھے جبراً ہندوستان واپس کر دیا گیا [1]

مدینہ سے روانگی

حضرت مجاہد ملت کو تین ذوالحجہ کی شام کو مدینہ منورہ کی جیل تبر علی سے مقام ترحیل جلد منتقل کر دیا گیا چھٹی شب کو جدہ سے کراچی برائے ہندوستان روانہ کر دیا گیا۔ ۷ ذی الحجہ بروز دوشنبہ بوقت پونے چار بجے، سہ پہر کراچی سے روانہ ہو کر منگل کی رات میں بمبئی تشریف لائے۔ [2]

مجاہد ملت کی استقامت

موسم حج میں حضرت مجاہد ملت کی ذات گرامی کے ساتھ یہ عجیب وغریب واقعہ پیش آیا محض نجدی وہابی امام کے پیچھے اسکی بدعقیدگی کی وجہ سے نماز نہ پڑھنے کی بنا پر نجدی حکومت نے مجاہد ملت پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے۔ اسی سال بوڑھے مجاہد کو دھوپ میں کھڑا کیا اور مزید برآں جیل میں بند کر دیا۔ اس پر بس نہیں بغیر حج ادا کیے ہندوستان واپس کر دیا۔ مگر حضرت مجاہد ملت نے ان تمام مظالم کو محض مذہب حق کی پاسداری اور پیارے آقائے مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی میں برداشت کیا۔ اور اس کی آفتدا کو ناگوارہ نہ فرمایا کہ جو نبی کی بارگاہ کا گستاخ ہو۔ اس کی امامت قبول کرلیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور جیل میں استقامت کے پیکر بنے رہے۔ مگر پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت پر دھبہ نہ آنے دیا۔ آپ آٹھ مرتبہ جیل کو تشریف لے گئے۔ [3]

نجدی حکومت نے معافی مانگی

جب سارے ممالک نے ملک عرب کے بادشاہ وقت کو برا بھلا کہا۔ دنیا کے سارے جدیدوں میں

---

[1] ماہنامہ استقامت کانپور، ص ۱۰۱، ۲۰۲، جنوری ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ

[2] ایضاً

[3] بروایت حضرت علامہ سید شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

حکومت عرب کے قدم کو شریعت سے ہٹتے ہوئے دیکھا تو ساری دنیا میں تہلکا مچ گیا۔ آخر کار حضرت مجاہد ملت سے معافی کی درخواست کی اور دوسرے حج کے لیے دعوت دی۔ آپ تشریف لے گئے اور شان وشوکت سے بارگاہ نبوی میں حاضری دی۔ نجدی حکومت کو چوں کرنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ امسال بھی نجدی وہابی امام کی اقتدا قبول نہ کی اور اپنی نماز علیحدہ پڑھی۔ مجاہد ملت کو شاہانہ فتح ونصرت نصیب ہوئی۔

لفظ حامد رضا کی تعظیم

ایک مرتبہ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ بریلی شریف اپنے مرشد اعظم حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہ، کی بارگاہ میں بغرض ملاقات تشریف لائے۔ قیام کے بعد واپسی کا قصد فرمایا۔ اسٹیشن جانے کے لیے رکشا منگوائی۔ لوگوں کا ایک ہجوم روانہ کرنے کے لیے کچھ دور پیدل گیا۔ معتقدین نے قدمبوسی کی پھر مجاہد ملت نے اپنا داہنا پیر رکشا میں رکھا اور دوسری طرف لوگوں سے باتوں میں مشغول ومنہمک تھے۔ کچھ دیر تک قدم رکشے میں رکھے رہے پھر معلوم کیا" اے رکشے والے تمہارا نام کیا ہے؟"

اُس نے عرض کیا حضور نام سے کیا لینا ہے رکشے میں تو تشریف رکھیں، حضرت مجاہد ملت نے فرمایا تم اپنا نام بتاؤ۔ عرض کیا۔ حضور میرا نام حامد رضا ہے۔ فوراً اپنا قدم کھینچ لیا ——— اور زار وقطار ——— رونے لگے اور اپنی غلطی کی معافی مانگی، پھر فرمایا۔ اسٹیشن تک کا تم کتنا کرایہ لیتے ہو۔ اس نے روپئے بتائے۔ مجاہد ملت نے ایک روپیہ زائد کرکے اسے عنایت فرمایا۔

حضرت مجاہد ملت کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، نیازمندوں کی بھیڑ تھی۔ سارا مجمع اپنے اس مجاہد کو بھری ہوئی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ لوگوں نے جب یہ حال دیکھا تو سکتہ کا عالم طاری ہوگیا لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو مجاہد ملت نے فرمایا میرے پیرومرشد کا نام بھی حامد رضا ہے میں اپنے مرشد کے ہم نام کے رکشے پر بیٹھ کر جاؤں یہ مجھے گوارہ نہیں، اگر قیامت کے دن میرے پیرو مُرشد حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ حامد رضا قدس سرہ، نے پوچھا کہ اے حبیب الرحمٰن تجھے غیرت نہیں آئی کہ میرے ہم نام رکشے والے کو تکلیف دی تو میں اُس وقت کیا جواب دوں گا۔

جب مجاہد ملت کے دل میں مرشد کا ادب واحترام اس درجہ رچ بس گیا تھا تو پھر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارفتگی کا کیا عالم ہوگا ؎

علم وفضل

حضرتِ مجاہد ملت علیہ الرحمہ نہایت ذہین، دقیقہ رس، دور اندیش اور معاملہ فہم تھے۔ درس نظامی کے جملہ فنون میں ماہر کامل اور فائق الاقران، علم وفضل کا چرچہ پورے ملک ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے۔ تشنگان علوم کو تشفی بخش درس دیتے تھے۔ مجاہد ملت نے دیوبندیوں سے اپنی حاضر جوابی منوالی تھی۔ دیوبندیوں سے کئی مناظرے بھی کیے اور ہر بار فتح ونصرت نے بڑھ کر آپ کے قدم چومے۔

مولوی عبد السلام نے بھیونڈی کے مناظرہ میں دس سوال کیے۔ مجاہد ملت نے اس کا ایسا شافی جواب عنایت فرمایا جس نے مخالفین کے منھ پر تالے کا کام کیا۔ پھر آپ نے مزید عبد السلام لکھنوی پر گیارہ سوال کیے۔ ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۹۳ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۷۳ء بروز چہار شنبہ کو اس کا جواب خود مجاہد ملت نے تحریر فرمایا ؏ مگر آج تک ان دیوبندیوں نے جواب نہ دیا۔ ان کے سروں پر یہ سوالات بوجھ کی طرح لدے ہوئے ہیں اور امید ہے کہ صبح قیامت تک جواب نہ دے سکیں گے

مجاہد ملت اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے۔ اسی وجہ سے مناظرہ کے اجلاس کی صدارت مجاہد ملت کے سپرد کی جاتی تھی۔ بریلی شریف میں ہونے والا تاریخی مناظرہ جس کی صدارت مجاہد ملت ہی نے کی، مناظرہ کی فتح کے بعد محدث اعظم پاکستان حضرت مولینا سردار احمد رضوی قدس سرہٗ کے ساتھ ساتھ مجاہد ملت کو مناظرہ کا دولہا بنایا گیا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ نے فتح کی مبارکباد اور عمامہ وجبہ عنایت فرمایا ؏

؎ بروایت شیخ المعقولات حضرت مولانا نعیم اللہ خاں رضوی صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

؏ تفصیل کے لیے دیکھئے، مکاشفہ ظفر الدین ۱۳۹۲ھ مطبوعہ مکتبۃ الحبیب الٰہ آباد، ۱۲، رضوی غفرلہٗ

؏ تفصیل کے لیے دیکھئے روداد مناظرہ بریلی مصنفہ فقیہہ محمد حامد شافعی، ۱۲، رضوی غفرلہٗ

مشہور تلامذہ وخلفاء

۱۔ مولانا مفتی عبدالرب ازہری حبیبی دین نگر پور مرادآباد

۲۔ علامہ مفتی نظام الدین رضوی بلیاوی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ خیریہ سہسرام

۳۔ مولانا نعیم اللہ خاں الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ

۴۔ حضرت الشیخ العلام سید علوی مالکی مکی مدظلہ العالی استاذ الحدیث مسجد حرام مکہ معظمہ

۵۔ قاری مقبول حسین حبیبی الٰہ آبادی

۶۔ قاری نعمت اللہ حبیبی اڑیسوی

۷۔ مولانا عبدالقدوس بھدرکی

۸۔ ماہر ہفت لسان مولینا عاشق الرحمان شیخ جامعہ حبیبیہ الٰہ آباد

۹۔ مولانا سید شاہ فضل الرحمٰن

۱۰۔ مولانا شمس عالم حبیبی

۱۱۔ مولانا قاری عبدالتواب حبیبی اڑیسوی

۱۲۔ قاری سراج احمد حبیبی

۱۳۔ مولانا شاہ نور محمد حبیبی

۱۴۔ مولانا مدثر حسین ناظم تبلیغ سیرت مغربی بنگال

۱۵۔ مولانا سید صدر عالم حبیبی علیہ الرحمہ

۱۶۔ مولانا محمد سلیم حبیبی سلطان پوری

۱۷۔ علامہ مشتاق احمد رضوی نظامی مہتمم غریب نواز الٰہ آباد

۱۸۔ مولانا سید کاظم پاشاہ حیدرآباد

۱۹۔ مولانا الحاج محمد علی جناح ناظم مکتبۃ الحبیب الٰہ آباد

۲۰۔ خطیب الہند حافظ عبیداللہ خاں رضوی اعظمی

۲۱۔ مولانا غلام عبدالقادر حبیبی۔

۲۲۔ مولانا ارشد علی حبیبی اجمیری

۲۳۔ ڈاکٹر مولانا سید شمیم گوہر الٰہ آبادی

۲۴۔ سید محمد محسن حبیبی علیہ الرحمۃ[1]

۲۵۔ مولانا صوفی مسعود حسن حبیبی مرادآبادی

۲۶۔ حافظ محمد خلیل الرحمٰن حبیبی امام مسجد آر سیکرے

انتقالِ پُر ملال

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا انتقال ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ / ۱۳ر مارچ ۱۹۸۱ء بروز جمعہ شام اسمٰعیل ہوٹل بمبئی میں ہوا۔ وہاں سے نعش مبارک بذریعہ طیارہ کلکتہ لائی گئی۔ پھر وہاں سے آپ کے وطن مالوف کٹک اڑیسہ لیجائی گئی۔ اور تیسرے دن اتوار کی شام تقریباً ۵ بجے دھام نگر خانقاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

جنازہ کی کرامت

عام لوگوں کے جنازہ کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر ذرا تاخیر کے بعد تدفین ہوئی تو بو آنے لگتی ہے۔ مگر مجاہد ملت کے جنازہ شریف کا تو عجیب ہی حال تھا عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ اس قدر طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی نعش مبارک بالکل ترو تازہ اور صحیح حالت میں تھی بلکہ بمبئی سے جب تابوت میں مجاہد ملت کو لایا گیا تھا جب وہ کھولا گیا تو پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرات نمایاں تھے۔ جیسا کہ زندوں کی پیشانی پر گرمی سے پسینے کے قطرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ جو مجاہد ملت کی حیات جاودانی کی کھلی کرامت تھی[2]

---

[1] عبد المجتبیٰ رضوی، مولانا: تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۱۸

[2] ماہنامہ تاجدار کائنات رام پور ص ۱۶، فروری ۱۹۸۳ء

صوفی باصفا مولینا محمد حبیب رضا قادری بریلوی

ناظم اعلیٰ ادارہ سنی دنیا ۸۲۔ سوداگران بریلی شریف

ولادت

نور دیدہ مفتی اعظم عالم باعمل مولانا صوفی محمد حبیب رضا قادری رضوی بن مولینا حسنین رضا بن استاذ زمن مولینا حسن رضا بریلوی (برادر خورد امام احمد رضا فاضل بریلوی) ذی الحجہ اگست ۱۹۳۳ء کو محلہ کانکر ٹولہ پرانا شہر بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

حلیہ اور ملبوسات

رنگ، گھنی داڑھی قدرے سفید، درمیانہ قد، آنکھوں پر کبھی کبھی عینک، مسکراتا چہرا پر مروت و شرافت کا خازہ نمایاں، کلی دار کرتا، بڑی مہری کا علی گڑھ کاٹ پاجامہ، دوپلی ٹوپی، کبھی کبھی شیروانی بھی زیب تن فرماتے ہیں۔ آپ کی شخصیت میں مکمل طور پر بزرگانہ کشش پائی جاتی ہے۔

خاندانی حالات

مولانا صوفی حبیب رضا کے والد ماجد حضرت مولینا حسنین رضا بن حسن رضا بریلوی امام[1]

---

[1] مولانا حسن رضا خاں قدس سرہٗ مولانا حسنین رضا کے حالات حضرت مولانا حبیب رضا کے برادر اکبر حضرت علامہ تحسین رضا قادری کے باب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے حقیقی بھتیجہ اور شاگرد و خلیفہ تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں بعض زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

حضور مفتی اعظم اور مولینا حسنین رضا علیہ الرحمہ ہمسن تھے، دونوں کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوئی اور دونوں میں برادرانہ دوستانہ تعلقات تھے۔ دونوں ایک دوسرے سے نہایت محبت کے ساتھ ملتے۔ ایسی محبت کہ جس کی نظیر اس زمانہ میں حقیقی بھائیوں میں نہیں ملتی۔ ہم عمر ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے جس کو دیکھنے والے حیرت کرتے تھے۔

مولینا حبیب رضا بریلوی کے نانا جناب عبدالغنی خاں سب انسپکٹر پولس بدایوں تھے۔ جو محکمہ پولس کی ملازمت کے باوجود پابند شرع تھے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جس سے کسی کے یہاں تفتیش کے لیے جاتے اُس کے یہاں کا پانی بھی پینا گوارہ نہ فرماتے۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا حبیب رضا نے ابتدائی تعلیم گھر پر والدہ ماجدہ اور والد بزرگوار سے حاصل کی فارسی تعلیم کے لیے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں داخلہ لیا اور عربی فارسی کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں۔ سلوک اور تصوف میں والد ماجد سے اکتساب فیض کیا۔ وقتاً فوقتاً مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض ظاہری و باطنی سے مالامال ہوئے۔ حضور مفتی اعظم کے وصال تک انہیں کی خدمت میں رہ کر نوری علم نوری زہد نوری تقویٰ سے سرشار ہوتے رہے دارالعلوم منظر اسلام سے فراغت ہوئی۔

اساتذہ کرام

۱۔ حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

۲۔ حکیم العلماء مولینا حسنین رضا خاں رضوی بریلوی

۳۔ صدر العلماء مولینا غلام جیلانی رضوی اعظمی

۴ ۔ سید الاتقیا، مولینا تحسین رضا قادری بریلوی

۵ ۔ حافظ انعام اللہ رضوی سابق مدرس شعبۂ فارسی منظر اسلام

۶ ۔ حضرت مولانا سید احمد علی رام پوری

۷ ۔ حضرت مولانا غلام یٰسین پورنوی

خدمات دینیہ اور فتویٰ نویسی

مولینا صوفی حبیب رضا قادری نہایت سادگی پسند، خوش اخلاق، کم گو، اور فقیہہ ہیں ۔ باضابطہ طور پر کسی مدرسہ میں درس و تدریس کا موقع نہیں ملا ۔ بعد فراغت آپ حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کے دولت کدہ پر رہتے اور آئے ہوئے ملک اور بیرون ملک کے فتاوے اور خطوط کے جواب عنایت فرماتے ۔ نیز حضور مفتی اعظم کے اکثر فتاوی کی نقل بھی آپ کے ذمہ تھی ۔ اس نقل افتاد نے مولینا صوفی حبیب رضا کو ایک ماہر جزئیات فقہ اور متبحر عالم دین بنا دیا ۔ حضور مفتی اعظم کی صحبت کیمیا اثر نے وہ گل کھلائے جو کسی شیخ کامل کی بارگاہ میں برسہا برس رہنے سے بھی نہیں مل سکتا تھا مولینا حبیب رضا قادری نے ۱۹۷۸ء میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا اور اصلاح حضور مفتی اعظم سے لیتے تھے ۔

مفتی اعظم قدس سرہ، کے وصال کے بعد جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری القادری دامت برکاتہم القدسیہ نے مرکزی دار الافتاء کی بنیاد رکھی، اس میں خود بھی جانشین مفتی اعظم تحریر فرماتے، اور مولینا حبیب رضا بھی فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں ۔ اور ساتھ ہی ساتھ ادارہ سنی دنیا کے اہتمام و انتظام کے فرائض انجام دے رہے ہیں آپکی صلاحیتوں نے اس ادارہ میں چار چاند لگا دیئے ۔ مولینا کی سادگی نے گم نامی کی دنیا میں جا پہنچایا ۔

حضور مفتی اعظم کی محبت

حضرت مولانا حبیب رضا بریلوی کے گھر سے مفتی اعظم کو جو تعلق تھا ۔ اس کو دیکھنے والے آج بھی بکثرت موجود ہیں ۔ پرانا شہر بریلی مسلمانوں کی ایک بہت بڑی بستی ہے ۔ جو کئی محلوں میں

پھیلی ہوئی ہے۔ مفتی اعظم قدس سرہ، اس پوری بستی میں کہیں بھی تشریف لاتے تو مولینا حبیب رضا کے گھر ضرور تشریف لاتے، آپ کی شادی حضور مفتی اعظم کی نواسی سے ہوئی اور یہ بھی خوش نصیبی کہ حضرت کے دولت کدہ سے ہوئی۔ وہ بھی اس محبت کا بین ثبوت ہے۔

نیز خطوط جو حضور مفتی اعظم نے مولینا حبیب رضا کے نام مختلف سفروں میں لکھے ان سے بھی آپ سے محبت و شفقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک خط میں حضور مفتی اعظم تحریر فرماتے ہیں:

برخوردار نور الابصار حبیب میاں سلمہ الرحمٰن

وعلیکم والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

طالب خیر بحمدہ تعالیٰ مع الخیر والعافیہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ وہاں بھی تم سب کو بخیر وعافیت رکھے، تمہارے والدین کا سایہ رحمت تمہارے سروں پر بامن و عافیت رکھے، تمہاری والدہ کو صحت وطاقت وقوت عطا فرمائے۔ آمین

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ،

دوسرے خط کے سرے میں یوں رقمطراز ہیں:

برخوردار راحت جان حبیب میاں سلمہ الرحمٰن

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تمہارا خط ملا خیریت معلوم ہوکر مسرت واطمینان ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو مع الخیر رکھے میں بھی بفضل تعالیٰ بخیر ہوں۔

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ،

حضرت مولانا حبیب رضا ہزاروں میں وہ خوش نصیب شخص ہیں کہ مفتی اعظم نے آپ کو اپنا بیٹا سمجھا اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا کیا تھا مگر وہ حالت طفلی ہی میں چلا گیا اگر خدا کسی شخص کو بیٹا دے تو حبیب میاں جیسا۔ مفتی اعظم کے یہ کلمات آپ سے محبت کا بیّن ثبوت ہیں۔

حضور مفتی اعظم کی خصوصیات

مولانا حبیب رضا قادری حضور مفتی اعظم کے متعلق

اپنے ایک مکتوب میں راقم کے نام تحریر فرماتے ہیں جو لائق توجہ ہے کیونکہ آپ نے مفتی اعظم قدس سرہٗ کے روز و شب دیکھے، خلوت و جلوت میں ساتھ رہے۔ اس لیے ان کا یہ عینی مشاہدہ، جسے غور سے پڑھیے لکھتے ہیں:

حضور مفتی اعظم احکام شریعت پر عمل کی تاکید فرماتے تھے۔ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کے علاوہ داڑھی کی بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے۔ مسلمانوں کو اسلامی لباس میں دیکھنا پسند کرتے جس سے اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہو۔ قہقہہ لگا کر ہنسنا، گلے کے بٹن کھلے رکھنا، آستین چڑھی ہونا، مغرورانہ انداز میں بیٹھنا مغرورانہ انداز سے چلنا ناپسند فرماتے، ٹائی باندھنا سخت ناپسند تھا۔ نیز فرماتے قرآن کا رد ہے۔ انگریزوں کے سخت مخالف تھے۔ قریب بیٹھے ہوئے مسلمان کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھنا اور پاؤں پھیلانا ناپسند تھا۔ جلسہ وعظ یا محفل میلاد وغیرہ کے علاوہ اگر کوئی کرتا تو فوراً ٹوکتے۔ عورتوں کا بے پردہ گھومنا، بلکہ بلا کسی خاص حاجت کے گھر سے نکلنا ناپسند تھا، کچہری کو عدالت، سکھ کو سردار، گورنمنٹ کو سرکار کہنے سے منع فرماتے [۲]

---

[۱] حضور مفتی اعظم کے والد ماجد امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر انگریز نوازی کے بہتان کا تحقیقی اور بے لاگ جائزہ محقق وقت پروفیسر محمد مسعود احمد مظہری مدظلہ العالی نے اپنی کتاب "گناہِ بے گناہی" میں لیا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے پڑھنے کے بعد منصف ذہن رکھنے والے شخص کی دنیا بدل جائے گی۔ پروفیسر صاحب نے حقائق، دلائل و شواہد کی روشنی میں بے غبار ثابت کیا ہے۔ حریت پسند اس کا ضرور مطالعہ کریں۔ مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اب کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ آپ کا انداز تحریر نہایت ہی دلچسپ اور فاضلانہ ہے۔ اس کے متعدد ایڈیشن ہند و پاک میں شائع ہو چکے ہیں۔

[۲] مکتوب حضرت مولانا حبیب رضا بریلوی، ۱۲ رضوی غفرلہ

بیعت وخلافت

مولانا صوفی حبیب رضا نے ۲۵ر صفر المظفر ۱۳۶۵ھ کو عرس رضوی بریلی میں حضور مفتی اعظم سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور ۱۵ر صفر ۱۳۹۶ھ کو مفتی اعظم مولینا مصطفٰے رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔[1]

---

[1] مکتوب حضرت مولینا حبیب رضا بریلوی بنام راقم محررہ ۱۹۸۹ء ۱۲ رضوی غفرلہ،

قاطع نجدیت مولینا محمد حسن علی رضوی میلسی

بانی انوار رضا اہلسنت میلسی، پاکستان

ولادت

قاطع کفر و بدعت حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی کی ولادت تقسیم ہند اور قیام پاکستان سے کچھ پیشتر ہریانہ شہر ہانسی شریف ضلع حصار انبالہ ڈویژن میں ہوئی۔ جو دہلی سے ۸۰ میل جانب مغرب میں روہتک سے کچھ آگے ہے۔ جہاں تارا گڑھ اجمیر مقدس کے بعد پرتھوی راج کا دوسرا بڑا قلعہ تھا۔ جس کو سلطان اسلام شہاب الدین محمد غوری نے فتح کیا تھا۔

یہ شہر اولیاء اللہ کا مرکز و مسکن رہا ہے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خواجہ مسعود علیہ الرحمۃ یہاں بارہ سال رونق افروز رہے۔ قلعہ پر حضرت میراں نعمت اللہ ولی شہید رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اور شہر ہانسی کے مغرب میں شمالی ہند کی عظیم درسگاہ چار قطب آستانہ خواجہ قطب جمال ہے۔ جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے اولین و محبوب ترین خلیفہ و مجاز مہر ولایت تھے۔

پاکستان آمد

علامہ مولینا حسن علی ۱۹۴۷ء کو ہجرت کر کے والدین کے ہمراہ میلسی ضلع ملتان (پاکستان) تشریف لائے۔ میلسی پاک پتن سٹر ریلوے لائن پر آپ کے والدین آباد ہوئے۔

تعلیم و تربیت

مولینا حسن علی رضوی نے ابتدائی تعلیم میلسی ہی میں حاصل کی، پھر ۱۹۵۸ء کو جامعہ مظہر اسلام فیصل آباد میں داخلہ لے کر محدث اعظم پاکستان مولینا محمد سردار احمد رضوی سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی کی خدمت میں تکمیل علوم و فنون کیا۔

خدمات دینیہ

میلسی شہر میں سنیت اور رضویت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مولانا محمد حسن علی نے سب سے پہلے انجمن خدام الاولیاء قائم کی۔ جس نے ضلع ملتان میں علماء اہلسنت کی تصانیف کو عام کرنے کے لیے انتھک کوششیں کیں اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مسلک کی تبلیغ میں ایک اہم مقام حاصل کیا۔ متعدد جلسے کرائے۔ ماہانہ گیارہویں شریف کا اہتمام وانتظام کیا۔ لبعد ازاں حاجی محمد سلیمان، مولینا ابوالمختار اور مولوی عبدالجبار کے تعاون سے آپ نے جامعہ رضویہ سراج العلوم قائم فرمایا۔ لیکن محدث اعظم پاکستان نے اس کا نام مدرسہ حنفیہ رضویہ مصباح العلوم رکھ دیا۔ اور فرمایا:

> "مولینا سراج العلوم ہمارا مدرسہ گوجرانوالہ میں ہے اس
> لیے اس کا نام بدل دیا۔"

حضرت مولینا محمد حسن علی نے اپنی انجمن خدام الاولیاء کا نام فیصل آباد میں مولینا سردار احمد رضوی کی انجمن کے نام پر ایک فدایان رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) رکھ دیا۔ اور آپ درس دینے کے لیے مظہر اسلام فیصل آباد تشریف لے گئے۔ وہاں پر محدث اعظم پاکستان کی سرپرستی میں مسند درس پر فائز رہ کر تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھایا اور بیشمار تشنگان علم آپ سے فیضیاب ہوئے۔

مولانا سردار احمد رضوی کے وصال کے بعد مولانا مختار احمد نعیمی کے ساتھ مل کر داتا دربار

لاہور سے ماہنامہ آستانہ فیض عالم جاری کیا۔ پھر محدث اعظم مولانا سردار احمد کے خلف اکبر صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی کے حکم پر جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد کے ہفتہ وار ترجمان محبوب حق میں بحیثیت نائب مدیر کے خدمات انجام دیں۔ محدث اعظم پاکستان کی یادگار میں مسلک اعلیحضرت کی ترویج واشاعت کے لیے سیلسی میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ انوار رضا قائم کیا جس نے کافی عرصہ تعلیمی تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ انجمن خدام رضا اہلسنت، بزم انوار رضا جیسے اہم اداروں کی کارکردگی میں آپ کی سرپرستی قابلِ تحسین ہے، شہر سیلسی میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا عرس سب سے پہلے آپ ہی نے شروع کیا۔

تصانیف

ضرورت زمانہ کے تحت مخالفین اہلسنت بے دینوں، بدمذہبوں کے رد ابطال میں ان کی معرکۃ الآرا کتابوں کا مدلل ومفصّل اور محقق جوابات کے تحریر کرنے میں مولانا محمد حسن علی کا ایک قابلِ قدر کارنامہ ہے۔ رد ابطال پر آپ کا قلم شمشیر برہنہ نظر آتا ہے۔ آپ کا انداز نگارش دیابنہ وہابیہ کے الزامات کے تعاقب میں اپنا جواب آپ ہے۔ تقریباً ۴۵ کتابوں کی تصنیف کا سہرا مولانا محمد حسن علی کے سر ہے جن میں سے مشہور کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ برہان صداقت بر دنجدی لبطالت

۲۔ قہر خداوندی بر دھماکہ دیوبندی

۳۔ برق آسمانی بر فتنہ شیطانی

۴۔ سیف الجبار علی منن الافتخار

۵۔ انوار حق بجواب اظہار حق

۶۔ اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ

۷۔ تنبیہہ الجہال

۸۔ آئینہ حق وباطل

۹۔ تذکرۂ محدث اعظم پاکستان

۱۰۔ جرم وسزا

حضرت مولینا محمد حسن علی کے مضامین ومقالات ماہنامہ نوری کرن بریلی میں چھپتے تھے اور اب سنی دنیا بریلی میں اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل مولانا کا مشغلہ تصنیف وتالیف ہے اور ساتھ ہی ساتھ جامع مسجد فریدیہ بلدیہ میونسپل پارک میلسی ضلع ملتان میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں

بیعت وخلافت

مولانا محمد حسن علی رضوی کو حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی سے ارادت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

آپ کو محدث اعظم مولانا سردار احمد رضوی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری اور مفسر اعظم ہند مولینا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی سے بھی اجازت وخلافت حاصل ہے [۱]

---

[۱] یہ جملہ کوائف حضرت مولانا حسن علی رضوی میلسی نے راقم کی درخواست پر مہیا فرمائے۔ راقم تہ دل سے ممنون ہے۔ مکتوب بنام راقم ــــــــــــ ۱۲ رضوی غفرلہ،

شیر بیشۂ اہلسنت مولینا حشمت علی رضوی پیلی بھیتی

واقع مزار بھورے خاں پیلی بھیت

ولادت

شہر لکھنؤ پر شیر بیشۂ اہلسنت مناظر اعظم ہند عبید الرضا مولینا حشمت علیخاں رضوی قدس سرہ، کی ولادت ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ شیر بیشۂ اہلسنت قدس سرہ "سگ درگہ بغداد" اپنی تاریخ ولادت فرماتے تھے۔ شیر بیشۂ اہلسنت کے والد حافظ نواب علی خاں نوری حضرت ابوالوقت مولانا ہدایت رسول نوری رامپوری (خلیفہ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی) قدس سرہ، سے بیعت تھے۔

تعلیم و تربیت

شیر بیشۂ اہلسنت نے لکھنؤ میں نشو و نما و تربیت پائی۔ حضرت مولانا سید عین القضاۃ لکھنوی مہتمم مدرسہ فرقانیہ کے اساتذہ سے دس برس کی عمر شریف میں قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید کی سند بروایت حفص بارہ برس کی عمر میں حاصل کی، اور تیرہ برس کی عمر میں سند قرأت سبعہ اور چودھویں سال سند عشرہ حاصل فرمائی۔ شیر بیشۂ اہل سنت کے والد ماجد نے اپنے پیر و مرشد ابوالوقت مولانا ہدایت رسول نوری رام پوری کے حکم پر تحصیل علم کے لیے شیر بیشۂ اہلسنت کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی بھیجا۔

مولینا حشمت علی رضوی کی والدہ ماجدہ جب مولینا ہدایت رسول نوری رام پوری سے

بیعت ہوئیں تو مولینا ہدایت رسول قدس سرہ، نے امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کا رسالہ تمہید ایمان اور چند رسالے عطا فرمائے۔ اس پر والدہ ماجدہ نے عرض کیا کہ صاجزادے کی روش بہت غلط ہے۔ ارشاد فرمایا رکھو کام آئیں گی۔ مرشد کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات نے دل پر گہرا اثر کیا۔ ہر سال دھوپ میں سکھایا کرتی تھیں۔ ادھر مدرسہ فرقانیہ کے اساتذہ تعلیم کے ساتھ ساتھ بدعقیدگی کا زہر بھی شیر بیشۂ اہلسنت کو پلا رہے تھے۔ فاتحہ وغیرہ کو شرک اور بدعت کہنا شروع کر دیا تھا۔ اور گھر پر ان امور کو روکنے کی کوشش شروع کر دی۔

والدہ ماجدہ شیر بیشۂ اہلسنت کا یہ رویہ دیکھ کر بہت پریشان رہا کرتی تھیں اور اکثر حافظ نواب علی سے کہا کرتی تھیں کہ لڑکے کو کیا ہوگیا ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ مدرسہ سے پڑھ کر دوپہر کے وقفہ میں گھر پہنچے ـــ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی کتابیں سوکھ رہی تھیں۔ ان کتب کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور فوراً تمہید ایمان ہاتھ میں لی۔ ورق گردانی کے بعد کتاب "تمہید ایمان" پڑھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ

"یقیناً کافر ہیں یقیناً کافر ہیں ــــ"

آپ کی والدہ ماجدہ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد شیر بیشۂ اہلسنت نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا کچھ دنوں بعد حافظ نواب علی نے مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ کرا دیا اور یہیں مستقلاً تعلیم حاصل کرنے لگے[۱]

دوران تعلیم منظر اسلام شیر بیشۂ اہلسنت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کی بارگاہ میں زیادہ اوقات گزارتے تھے۔ اس بنا پر صدر الشریعہ مفتی امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ نے نواب علی سے شکایت کی کہ

> یہ صاجزادے پڑھنے لکھنے کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتے۔ دن رات اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔"

---

[۱] حشمت علی خاں رضوی، مولانا: مناظرہ ملتان ص ۴، ۵، ۶ ملخصاً مطبوعہ پیلی بھیت

حافظ نواب علی نے مولانا امجد علی رضوی اعظمی کو بڑا ہی عاشقانہ اور عارفانہ، جواب دیا کہ :

"حضرت جو آپ بانٹ رہے ہیں وہ تو بعد میں مل سکتا ہے
اور جو اعلیٰحضرت قدس سرہ، بانٹ رہے ہیں وہ بعد میں
کہاں ملے گا ۔"

فراغت از علم

چونکہ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کا وصال شیر بیشۂ اہلسنت کے دوران تعلیم ہی میں ہو چکا تھا۔ منظر اسلام کا سارا اہتمام و انتظام حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ، کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ شعبان المعظم[۱] ۱۳۴۲ھ کے جلسۂ دستار فضیلت میں علماء و فضلاء کی موجودگی میں حضرت حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم نے دستار باندھی ۔

اساتذہ کرام

۱۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ،
۲۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ،
۳۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی قدس سرہ،
۴۔ اُستاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی منگلوری قدس سرہ،
۵۔ تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم نوری بریلوی قدس سرہ،

شیر بیشہ اہلسنت نے حضور مفتی اعظم سے بخاری شریف کا دورہ کیا اور مزید حدیث کی کتابیں پڑھیں[۲]

---

[۱] محمود احمد قادری، مولانا : تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۲ ۔
[۲] قلمی یادداشت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی

بیعت وخلافت

حضرت مولانا حشمت علی بریلی شریف پہونچنے سے پہلے فرنگی محلی لکھنؤ میں صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہ' سے ارادت حاصل کر چکے تھے [۱] امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا [۲] پھر ۱۳۴۰ھ کے جلسۂ دستار بندی منظر اسلام میں حجۃ الاسلام قدس سرہ' نے اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا [۳]

جب شیر بیشۂ اہلسنت حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے' وہاں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رضوی قدس سرہ' نے بھی خلافت واجازت سے نوازا [۴] مزید خلافت واجازت حضور مفتی اعظم نوری بریلوی قدس سرہ' نے عطا فرمائی۔ [۵] مذکورہ بزرگوں کے علاوہ ابوالمساکین حضرت مولینا ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ سے

---

[۱] محمود احمد قادری، مولانا : تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۸۲

[۲] عبدالمجتبیٰ رضوی، مولانا : مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۶۴ بحوالہ امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں از مولانا لیسین اختر اعظمی

[۳] عبدالمجتبیٰ رضوی، مولانا : تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ۴۶۴

[۴] عبدالمجتبیٰ رضوی، مولانا : تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ ص ۴۶۴

[۵] (الف) قلمی یادداشت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی۔

(ب) بروایت مولانا مفتی محمد یعقوب رضوی حشمتی دھانے پوری مدظلہ'

(ج) بروایت مولانا محمد احمد رضوی کانپوری

(د) بروایت الحاج قادری محمد امانت رسول نوری پیلی بھیتی

(ح) بروایت حضرت مولینا حبیب رضا خاں قادری بریلوی

کی اجازت حاصل تھی ملے

منظر اسلام سے وظیفہ

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی نے ۱۹۳۸ء میں انیس ۱۹ سال کی عمر میں شیر بیشۂ اہلسنت کو حکم دے کر ہلدوانی ضلع نینی تال مناظرہ کے لیے روانہ فرمایا۔ جس میں دوسری جانب مخالف مولوی یٰسین خام سرائی تھے۔ ہلدوانی ضلع نینی تال میں مولوی یٰسین خام سرائی سے مناظرہ ہوا۔ اس ننھی سی عمر کے لڑکے نے ساٹھ سال کے بوڑھے مرد کو شکست فاش دی اور فتح و نصرت کا سہرا شیر بیشۂ اہلسنت کے سر رہا۔ بریلی آکر مناظرہ کی ساری روداد امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کو سنائی۔ اس مناظرہ کی فتح پر پانچ روپے بطور انعام عطا فرمائے۔ نیز امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنی طرف سے پانچ روپے ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ اور مدرسہ منظر اسلام کا رجسٹر منگواکر خود امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے دست فیض سے تحریر فرمایا کہ:

> مولانا حشمت علی خاں سلمہ، میرا روحانی بیٹا ہے، ان کو
> پانچ روپیہ ماہانہ وظیفہ میری طرف سے ہمیشہ دیا جائے
> (فقیر احمد رضا قادری غفرلہ)

ملے برروایت ڈاکٹر محترم قربان علی رضوی ابن مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری رحمۃ اللہ علیہ۔ ناظم اعلیٰ مکتبہ رضا ۳۱۹ گھیر شیخ مٹھو بریلی

(نوٹ) مذکورہ حوالہ جات کے علاوہ مولانا حشمت علی خاں رضوی کے شجرۂ طریقت میں خود اُن ہی کے قلم سے مذکورہ بزرگوں کے نام درج ہیں۔ تفصیل کے لیے رجوع کریں راقم کو استادگرامی مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری کے توسط سے شجرۂ مبارکہ کی ایک کاپی دستیاب ہوئی۔ راقم ان کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ،

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ، کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ، اور نبیرہ امام احمد رضا مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی علیہ الرحمۃ شیر بیشۂ اہلسنت کو زندگی بھر پوری پابندی کے ساتھ یہ وظیفہ ادا فرماتے رہے [1]

بارگاہ امام احمد رضا سے دو عظیم خطاب

ہلدوانی کے مناظرہ سے واپسی پر اپنے شیخ کامل امام احمد رضا فاضل بریلوی کی بارگاہ میں حاضری دی اور پوری تفصیل سے مناظرہ کی کیفیت سنائی تو امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی اپنے شیر کے اس جرأت اور فتح مندانہ قدم کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ نیز دستار عنایت فرمائی اور غیظ المنافقین، والد المرافق ابوالفتح کے بے نظیر لاثانی خطابات عطا فرمائے۔ ابوالفتح کا خطاب شیر بیشۂ اہلسنت کو بہت پسند تھا۔ اس لقب کو اپنے نام کے ساتھ اپنے قلم سے تحریر فرماتے، لکھنے کا انداز یہ ہوتا۔ پہلے ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں رضوی تحریر فرماتے، علماء ہندوستان نے شیر بیشۂ اہلسنت کو معلوم نہیں کتنے خطابات سے نوازا تھا۔ کسی نے سلطان المناظر، کسی نے مناظر اعظم ہند، کسی نے مظہر اعلیحضرت، کسی نے معراج الواعظین وغیرہ۔ بہر حال ہزاروں علماء و مشائخ نے اپنے نئے خطابات سے نوازا۔ مگر شیر بیشۂ اہلسنت کو اپنے شیخ کامل کا عطا کردہ خطاب ہی زیادہ عزیز تھا۔

شدھی تحریک کی آگ سرد ہوگئی

شیر بیشۂ اہلسنت نے سیاسی، مذہبی، تحریکوں میں خوب حصہ لیا، خلافت کمیٹی، جمعیۃ العلماء میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ شدھی تحریک کے رد میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کے شانہ بشانہ، قدم بہ قدم رہے۔ اور ہندوستان میں شدھی مذہب تحریک نے بڑا فتنہ برپا کیا تھا۔ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے پھیرنے کی بڑی بڑی اسکیمیں بنائی تھیں مگر

---

[1] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علماء اہلسنت ص: ۸۳

لاکھوں راجپوتوں کا ایمان حضور مفتی اعظم کی ذات نے محفوظ و مامون رکھا حضور مفتی اعظم کے ساتھ شیر بیشہ اہلسنت نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ گاؤں گاؤں جاکر تبلیغ دین کی، اب حضور مفتی اعظم کے قلم فیض رقم سے شیر بیشہ اہلسنت کی فتحیابی ملاحظہ ہو۔

نوگانواں (مضافات آگرہ) اس نواح میں ایک بڑا گاؤں ہے اور یہاں تخمیناً تین ہزار راجپوت آباد ہیں۔ اس گاؤں میں آئے دن کوئی نہ کوئی آریہ پہنچتا رہا ہے۔ ۲۳ رجب ۱۳۴۱ھ کو آٹھ دس آریہ پہنچے۔ باواجی استھل (جو ایک مندر ہے) پر راجپوتوں کو جمع کیا۔ غالباً انہیں پہلے سے تیار کیا ہوگا۔ ہمارے وفد کو اطلاع ملی کہ ساٹھ ستر راجپوت شدھی کرنے کے لیے جمع کیے گئے۔ اگنی کنڈ کھودا گیا ہے، آگ جلائی گئی۔ پنڈت مستعد ہیں۔ یہ سنتے ہی مولوی حشمت علی خاں وہاں پہونچے دیکھا کہ گڈھا کھدا ہوا ہے اور اس میں آگ جل رہی ہے۔ آٹھ دس آریہ پنڈت راجپوتوں کی ایک جماعت کو مندر کے چبوترے پر گھیرے بیٹھے ہیں۔

مولانا (حشمت علی خاں) بھی بیٹھ گئے۔ آریوں نے انکے وہاں آنے سے اعتراض کیا اور کہا کہ "آپ یہاں کیوں آئے ہیں جہاں ہم پہنچتے ہیں وہاں آپ آجاتے ہیں اس کا باعث؟

مولانا نے فرمایا۔ آپ اپنے جانے کی صحیح اطلاع نہیں دیتے۔ ورنہ جہاں آپ جاتے وہاں ہم پہنچنے کا پابندی سے التزام رکھیں۔ ہمارے آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ آپ کیا کریں گے۔

کہنے لگے۔ راجپوت ہمارے بھائی ہیں ہم سے ملنا چاہتے

ہیں۔ ہم انہیں ملانا چاہتے ہیں آپ کے پیٹ میں کیوں درد ہوتا ہے۔

مولانا نے فرمایا۔ کہ راجپوت تو آپ کے بھائی نہیں ہیں ہیں۔ اور وہ ملنا چاہتے تو آپ کیوں اتنی محنتیں اُٹھاتے سکھاتے سمجھاتے لالچ دلانے کی کیا ضرورت ہوتی۔ اگر آپ انہیں کوئی سچی تعلیم دینا چاہتے ہیں، آپ کے زعم میں وہ سچی تعلیم ہے تو ہماری موجودگی سے کیا اندیشہ ہے، اور اگر سچی نہیں ہے تو بھائی بنا بنا کر غلط راستے بتاتے ہو۔ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اگر آپ کوئی غلط راستہ بتائیں تو میں اپنے بھائیوں کو آگاہ کر کے ان کی رہنمائی کروں، اور اگر اس پر بھی آپ کو میرا حاضر رہنا ناگوار ہے تو چلا جاؤں۔

اب آریوں نے مولانا کو بیٹھنے کی اجازت دی اور بحث شروع کر دی۔ اسلام پر اعتراض کرتے رہے، مولینا جواب دیتے رہے۔ دیر تک تقریر رہی۔ اثنائے تقریر میں کئی موقعوں پر اپنی غلطی اور کبھی اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنا پڑا۔ آخر کار آریہ لاجواب ہو گئے۔ اور پنڈت شام لال (بانی شدھی مذہب) نے کہا۔

معاف کیجئے، ہمیں اپنا کام کرنے دیجئے ہم ہار گئے یہ کہہ کر آریہ راجپوتوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور کہا یہ باتیں تو ہو چکیں اب تم شدھی ہو جاؤ، راجپوتوں کی جماعت میں سے ایک شخص نورنگ سنگھ نمبردار نے جواب دیا۔

"ہمارا مولوی ایک تھا تم دس تھے اس ایک نے تم سب کو ہرا دیا اگر دو چار ہوتے تو تمہارے ہوش بھی ٹھیک رہتے۔"

اس طرح آریہ ناکام ہوئے۔ [1]

قاتلانہ حملہ

۱۳۴۸ھ میں اہل کانپور کے اصرار پر شیر بیشۂ اہلسنت وہاں تشریف لے گئے۔ بروز دوشنبہ ۲ ر جمادی الآخر ۱۳۴۸ھ شب کو محلہ بڑے بوچڑ خان میں بیان مقرر تھا۔ وہابیہ تھانہ میں رپورٹ کرآئے کہ آج کے بیان میں ہمیں کچھ فساد کا اندیشہ ہے۔ اپنی جان کا خطرہ ہے۔ وہابی چاقو، بھالا وغیرہ لے کر جلسہ گاہ میں آگئے۔ کانپور کے ایک مدرسہ کے طالب علم قاری عبدالرحیم قابل ذکر ہے۔ نو بجے تقریر شروع ہوئی۔ خطبہ، نعت، تمہید کے بعد وہابیہ کا رد شیر بیشہ اہلسنت نے شروع کردیا اور درمیان تقریر فرمایا کہ

> "لوگ اگر نہ سننا چاہیں تو تشریف لے جائیں۔ اعتراض کا شوق ہو تو نوٹ کرتے جائیں۔ بیان کے ختم پر یا کل پرسوں جب چاہیں تنہائی یا مجمع میں اپنے شکوک رفع کرلیں۔ مگر مجمع کو بگاڑیں نہیں۔"

اتنا ہی فرمانا تھا کہ وہابی مولوی عبدالمجید بول پڑے کہ ہم گالیاں سننے نہیں آئے ہیں شیر بیشہ اہل سنت نے فرمایا، میں نے کون سی گالی بکی۔ جب پر آپ کو اس قدر غصہ ہے۔ بس پھر کیا تھا قاری عبدالرحیم اچھل کر تخت پر آگئے اور بڑی بھاری بُجالی سے (جو وہ اپنے کپڑوں میں چھپا کر لائے تھے) شیر بیشہ اہلسنت پر حملہ کردیا۔ قریب تھا کہ شہادت ہو جاتی۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا کہ شیر بیشۂ اہلسنت کو ہم اہلسنت کے لیے افادہ کے طور پر ابھی قائم و باقی رکھا جائے۔ اس لیے بچالیا۔ اور چند آدمیوں نے قاری عبدالرحیم کو حملہ کرتے دیکھ کر اس کو دھکا دیکر کھینچ لیا اور اس کی بُجالی چھین لی جو بعد میں پولیس کے حوالے کردی گئی۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ تمام وہابیہ

---

[1] فضل حسن صابری، شاہ، مدیر دبدبۂ سکندری رام پور ص ۷، اپریل ۱۹۲۳ء/۴/۱۳۴۱ھ

دیوبندیہ جو لاٹھیوں سے مسلح ہوکر اہلسنت اور آپ پر حملہ کرنے آئے تھے سب فرار ہوگئے اور تھانہ میں جاکر پولیس المدد کو توال الغیاث کا شور مچایا۔

صبح کو داروغہ عبدالجلیل تفتیش کے لیے آئے تو قاری عبدالرحیم نے بیان کیا کہ حشمت علیخاں نے لوگوں کو اشتعال دلایا اور ڈیڑھ سو آدمیوں نے مجھ کو مارا اور زدوکوب کیا۔ تمام لوگ اس پر نفرت و ملامت کرتے رہے۔ آخر کار داروغہ عبدالجلیل نے کہا۔ مجھے تعجب ہے کہ ڈیڑھ سو آدمیوں نے آپ کو زدوکوب کیا اور آپ کے بدن پر کہیں خراش بھی نہ آئی۔

قاری عبدالرحیم نے کہا کہ حشمت علی خاں نے خطبہ اور غزل میں گالیاں دیں۔ داروغہ عبدالجلیل نے کہا افسوس! خطبۂ مبارک اور غزل ساری کی ساری حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد جلیلہ و مدائح جمیلہ سے دونوں پُر ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بھی دیوبندی دھرم میں گالیاں ہیں؟ (والعیاذ باللہ)

شیر بیشۂ سنت سے لوگوں نے عرض کیا کہ عبدالرحیم دیوبندی پر اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیجئے۔ فرمایا نہیں ہمارا استغاثہ خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار میں ہے ہمارا دعویٰ بغداد کی عدالت میں دائر ہیں۔ جہاں کے فیصلے کی اپیل نہیں۔ الغرض اس واقعہ نے کانپور کے بھولے بھالے سنی مسلمان کو بتا دیا کہ دیوبندی نے جیسے اپنے ایمان کو شیخ نجدی پر قربان کر دیا ہے۔ ویسے ہی حیا و شرم انسانیت غیرت سب کو اس پر بھینٹ چڑھا دیا ولاحول ولاقوۃ [1]

آریوں کی کوشش ناکام

ضلع آگرہ سے تقریباً سات کلو میٹر دور پر ایک موضع اوندی ہے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ اور شیر بیشۂ اہلسنت تحریک شدھی مذہب کی رد کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اوندی کے

---

[1] فضل حسن صابری مدیر دبدبۂ سکندری رام پور ص ۷۹-۱۰ بابت ۱۸ ر نومبر ۱۳۴۲ھ جلد ۶۷ مضمون از عبدالکریم کانپوری

اس واقعے کے سلسلے میں خود حضور مفتی اعظم رقم طراز ہیں

"ایک سر برآوردہ شخص اجے چند کا انتقال ہوا، جس کا اسلامی نام حبیب الرحمٰن تھا۔ ان اطراف میں اکثر لوگوں کے دو نام ہوتے ہیں ایک ہندوانی دوسرا اسلامی، متوفی چوٹی نہ رکھتا تھا۔ کبھی کبھی نماز پڑھتا تھا، باوجود اس کے یہ کوشش کی گئی کہ اسکی نعش کو ہندوؤں کے طریقہ پر پھونکا جائے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اس کا بھتیجہ آریہ خیال کا تھا۔ اس کی وجہ سے آریوں کو چڑھ دوڑنے کا موقع ملا۔ مگر یہ کوشش کامیاب نہ ہوسکی اور گاؤں کے لوگوں نے کسی طرح سے گوارا نہ کیا ہمارا وفد وہاں موجود تھا۔ مولانا مولوی حافظ قاری حشمت علی خاں لکھنوی جو اس حصۂ وفد کے سرگروہ تھے۔ انھوں نے میت کے غسل و تکفین میں شرکت کی اور باقاعدہ مسلمانوں کے طریقے پر نماز پڑھا کر دفن کیا۔ گاؤں والوں نے اس سے بہت اچھا اثر لیا، اور وہاں کے چھوٹے بڑے، مولانا کی نماز پڑھانے کو متوفی کی خوش قسمتی بتاتے تھے۔ کتنا ظلم ہوتا اگر اس میت کو پھونک دیا جاتا۔"[1]

شیر بیشۂ اہلسنت ملک بنگال میں

۲۷ر شوال المکرم ۱۳۴۲ھ صبح یکشنبہ کو صدر الشریعہ مولٰینا امجد علی اعظمی قدس سرہ، شیر بیشۂ اہلسنت نے ملک بنگال کا سفر کیا۔ ۲۸ ریوم دوشنبہ کو صبح سات بجے پنجاب میل سے کلکتہ

---

[1] فضل حسن صابری، شاہ، مدیر: ہفتہ وار دبدبہ سکندری رام پور ۹ر اپریل ۱۹۲۳ء مضمون از: مفتیٔ اعظم قدس سرہ،

پہونچے۔ وہاں کے لوگوں نے کثیر تعداد میں استقبال کیا۔ حضرات علماء کے جانے سے پہلے پنڈت شردھانند جی نے بہت پروپیگنڈہ پھیلا رکھا تھا۔ پنڈت شردھانند کو جب مسلمانوں کی بیداری معلوم ہوئی۔ سبھا میں کھنڈرات نظر آنے لگے تو گھبرائے اور خیال کیا کہ کسی طرح اہل اسلام غافل ہو جائیں اور اپنا فریب چل جائے۔ جھٹ یہ چال چلے کہ اپنا پروگرام بدل دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ اب ہم سراج گنج نہیں جائیں گے۔ جب اہلسنت کو معلوم ہوگا تو پنڈت جی سبھا میں شریک نہ ہوں گے تو مناظرین علماء کو کیوں تکلیف دیں اور پھر پنڈت جی میدان خالی پاکر خوب زور کے مناظرہ کا اعلان کر سکیں گے۔ یہ من گڑھت منصوبے ٹھانکر پروگرام بدلنے کے بعد پنڈت جی خفیہ طور پر سراج گنج روانہ ہو گئے۔

مگر پنڈت جی کی ساری کارروائی برباد ہو گئی۔ علماء کے کلکتہ پہنچنے پر فوراً مسلمانان سراج گنج کو تار دیا۔ یہ خبر وہاں بہت تیزی کے ساتھ پھیل گئی اور جب پنڈت جی کو معلوم ہوا کہ جو مصیبت ہندوستان میں پیش آئی تھی وہی بنگال میں، وہ رات ہی کو فرار ہو گیا بغیر مناظرہ کیئے محض رعب حقانی سے فتح مبین حاصل ہوئی۔ علمائے اسلام سراج گنج میں داخل ہوئے تو اللہ اکبر اسلام کی فتح کے نعروں سے استقبال ہوا۔ اور شیر بیشۂ اہلسنت نے وہاں خوب جم کر کے تقریریں کیں [1]

ضلع فیض آباد کا تاریخی مقدمہ

شیر بیشۂ اہلسنت نے ضلع فیض آباد کے علاقہ قصبہ بھدرسہ اور اس کے قرب وجوار میں ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء تا ۷ جون ۱۹۴۶ء مسلسل تقریریں فرمائیں۔ جن میں شیر بیشۂ اہلسنت نے مذہب اسلام کی تبلیغ اور سنی مسلمانوں و دیگر حاضرین کی نصیحت وہدایت کے لیے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے مضامین پڑھ کر سناتے رہے۔ وہابیوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ کرنے کے لیے تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، اور مختصر سیرت نبویہ کی عبارات کفریہ

---

[1] مفضل حسن صابری، شاہ، مدیر: ہفتہ وار دبدبہ سکندری رامپور ص ۱۰ جلد ۶۷، اکتوبر ۱۹۲۴ء

کتاب کھول کھول کر لوگوں کو دکھلاتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے وہابی دیوبندی جو بیچارے اپنے پیشواؤں کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہ تھے توبہ کر کے سنی مسلمان ہو گئے۔ جب گھاگ وہابیوں نے دیکھا کہ شیر بیشۂ اہلسنت کے ہاتھوں وہابیت کی مٹی پلید ہوتی جارہی ہے تو انھوں نے اپنے علماء سے سازش کر کے شیر بیشۂ اہلسنت کے خلاف مہابیر پرشاد اگروال مجسٹریٹ درجہ اول شہر فیض آباد کے اجلاس میں استغاثہ دائر کر دیا۔ جس میں یہ الزام تھا۔

ملزم (شیر بیشۂ اہلسنت) نے بتاریخ ۸ر جون ۴۶ ۱۹ء وقت ۹ بجے شب لغایت ۱۲ بجے شب ایک تقریر کی۔ جس کے دوران میں ملزم نے مدعیان کے مذہبی عقائد مجروح کرنے نیز فرقہ وارانہ فساد برپا کرنے کی غرض سے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالشکور کاکوروی کافر مرتد بیدین ہیں۔ ملزم کی تقریر مذکور سے مدعیان اور ان کے علماء دین کی سخت توہین اور دل آزاری ہوئی۔

عالی جاہا۔ ملزم نہایت ہی مفسد آدمی ہے اور جو جرم (دفعات ۲۹۸، ۵۰۰، ۱۵۳) الف کا مرتکب ہے۔ لہٰذا تدارک ملزم حسب دفعات بالا فرمایا جائے۔

عرضی: فدویان: عبدالحمید خاں، سراج الحق خاں، حبیب اللہ مدعیان ساکنان قصبہ ٹھدرسہ ضلع فیض آباد۔ مورخہ ۱۲ر جون ۴۶ ۱۹ء۔

کارروائی استغاثہ کے مطابق شیر بیشۂ اہلسنت جب کورٹ میں پہنچے تو مجسٹریٹ نے استغاثہ کے متعلق جواب طلب کیا۔ شیر بیشۂ اہلسنت نے اجلاس تحذیر الناس، براہین قاطعہ حفظ الایمان، فوٹو فتویٰ مہر دستخطی گنگوہی، مختصر سیرت نبویہ پیش کیا اور ان کی عبارات کفریہ سے مجسٹریٹ کو آگاہ فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ہی شیر بیشۂ اہلسنت نے مجسٹریٹ پر یہ بھی واضح کر دیا کہ دنیائے سنیت کے عظیم جلیل پیشوا اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، نے تھانوی، نانوتوی، گنگوہی انبیٹھوی مولویوں پر ان کے عقائد کفریہ یقینیہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے۔ جو مقدس کتاب حسام الحرمین میں چھپ کر پورے پاک و ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے اور اس فتویٰ کی تصدیق عرب شریف کے

اکابر پیشوائے عظام اور ہندوستان کے دو سو اڑسٹھ علمائے اسلام اپنی مہری اور دستخط کے ساتھ کر چکے ہیں۔

حسام الحرمین کے ایک فتویٰ میں ایک حکم شرعی یہ بھی ہے کہ جو شخص مولویان مذکورین بالا کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے یا اُن کے کافر ہونے میں شک کرے تو بحکم قانون شرع وہ بھی کافر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مبلغ وہابیہ کی زاری میں ہندوستان کے چورانوے علمائے اسلام نے شرعی فتویٰ دیا کہ عبدالشکور کاکوری نے اپنی کتاب نصرت آسمانی ص ۱۵ ۲۷، ۴۷، ۸۴ میں تھانوی انبیٹھوی کی کفری عبارتوں کی حمایت وطرفداری کی ہے۔ لہٰذا مولوی عبدالشکور کاکوری بھی بحکم شریعت اسلامیہ کافر و مرتد بیدین ہیں۔

پھر شیر بیشۂ اہلسنت نے اپنے بیان کی تصدیق نیز مجسٹریٹ کے اطمینان کے لیے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہ کتابیں پیش فرمائیں اور ان کے ساتھ ایک طویل تحریری بیان بھی پیش کیا اور عبارات کفریہ کی سندی کی چندی کر کے ان کو اتنا عام فہم بنا دیا کہ انگریزی داں غیر مسلم مجسٹریٹ بھی پوری طرح سمجھ گیا کہ مولوی تھانوی وغیرہ نے ضرور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلی گستاخی اور بے ادبی ہے اور یہ لوگ یقینی طور پر حسام الحرمین کے فتوے کے مطابق کافر و مرتد ہو چکے ہیں۔

اس مقام پر وہابی حضرات ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ کسی نے مجسٹریٹ کے سامنے المہند کا مضمون نہیں سنایا اور نہ کسی نے اجلاس میں پیشوایان وہابیہ تھانویہ وغیرہ کا مسلمان ہونا ثابت کیا۔ اس لیے کہ اس تاریخی مقدمہ میں وہابیوں کے مشہور عالم چرب زبان مقرر ابوالوفا شاہجہانپوری وہابیت کے اکسپرٹ عالم کی حیثیت سے پیش کیے گئے اور سراسر اجلاس مجسٹریٹ کے سامنے شیر بیشۂ اہلسنت اور مولوی ابوالوفا شاہجہانپوری کے درمیان ایک طویل وعریض مناظرہ ہوا۔ جس میں پیشوایان وہابیہ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے دیوبندی میگزین کے نئے اور پرانے جتنے بھی ہتھیار تھے۔ وہابیت کے اس اکسپرٹ عالم نے وہ سب استعمال کر ڈالے۔ لیکن احمد رضا کے شیر بیشۂ اہلسنت نے حرمین کے حسام براں سے کفر وارتداد کے قلب وجگر کو کاٹ کے پھینک دیا اور بارگاہ رسالت کے گستاخ باغیوں

کی طرف دارالبوالوفا شاہجہانپوری کولوہے کے چنے چبوا دیئے اور دلائل شرعیہ کے کانٹے پر پیشوایانِ وہابیہ کا کافر و مرتد ہونا ایسا بے نقاب فرمایا کہ مولوی ابوالوفا جیسا گھاگ ہوشیار، مشاق علم، مجبھی مجسٹریٹ کے سامنے دیوبندی کفریات پر پردہ ڈالنے میں ہر طرح ناکام رہا اور پیشوایانِ وہابیہ کا مسلمان ہونا ثابت نہ کرسکا ؎

واضح ہو کہ وہابیوں کا دائر کردہ مقدمہ دو برس تین ماہ تیرہ دن جاری رہ کر ۲۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ختم ہوا۔ پھر ان کی اپیل کا فیصلہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء کو ہوا۔ فرحت افزا فتح مبین میں پوری تفصیل مذکور ہے

مناظرہ لسٹڈیلہ

شیر بیشۂ اہلسنت کا لسٹ ڈیلہ میں مناظرہ ہوا۔ جس میں وہابیوں کا ایک بہت ہی خرانٹ اور مشہور مناظر تھا۔ حسام الحرمین میں علمائے عرب نے اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے لیے جو دعائیہ کلمات لکھے اور امام احمد رضا قدس سرہ، کی تعریفیں لکھیں وہ عبارتیں آپ پڑھ رہے تھے۔ عربی میں ایک جگہ یہ تھا۔ ادام اللہ برکاتہ، اللہ ان کی برکتیں ہمیشہ ہم پر رکھے۔

شیر بیشۂ اہلسنت نے یہ عبارت پڑھی اس پر وہ وہابی مولوی، فاضل بے نفل بولا۔ مولانا (حشمت علیخاں) ادام اللہ برکاتہ، برکاتہ، برکاتہ،

مولانا حشمت علی خاں نے فرمایا۔ میرا اعراب پکڑ رہے ہو، برکاتہ، جمع مونث سالم ہے اس کو حالت نصب میں جر ہوتا ہے۔ بھول گئے، پھر جو پانی مولوی بے نفل پر پڑا ہے۔ چکنے گھڑوں پر تو یہ معلوم بھی نہ ہوتا تھا کہ ان پر کبھی پانی بھی پڑا ہے ؎

؎ بدرالدین احمد رضوی، مولانا: سوانح اعلیحضرت ص ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵ مطبوعہ رضا (بہار)

(نوٹ) مجسٹریٹ کے فیصلے کی طویل بحث سوانح اعلیحضرت کے ص ۲۴۶ تا ۲۸۳ پر تحریر ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ،

؎ عبدالمجید رضوی، جناب، مدیر ماہنامہ اعلیحضرت بریلی ص ۴ بابت جون ۱۹۶۲ء محرم الحرام ۱۳۸۱ھ مضمون سید العلما حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ

تصانیف

شیر بیشۂ اہلسنت کی ساری زندگی وہابیہ سے مناظرہ کرنے میں گذری، مناظرہ کا حق ادا کردیا صحیح معنوں میں مناظر اعظم کہلانے کے حقدار شیر بیشۂ اہلسنت ہی ہیں، فرمایا کرتے تھے۔ اے وہابیو تم جس فن میں مناظرہ کرنا چاہو میں اس میں مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ ہو سکی۔ آخری ایام میں تصنیف کی طرف توجہ دی اور تقریباً سو کے قریب مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا۔ خصوصاً رد فرقۂ باطلہ پر۔

دیوبندی، وہابی، چکڑالوی فرقۂ باطلہ وغیرہ شیر بیشۂ اہلسنت کے نام سے تھراتے تھے۔ اگر کہیں کسی نے کہہ دیا کہ مناظرہ کو حشمت علیخاں آرہے ہیں تو بڑے سے بڑا مناظر میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا۔

راقم السطور نے پیلی بھیت شریف کو کافی خطوط لکھے مگر کسی ایک خط کا جواب نہ موصول ہوا۔ افسوس کے ساتھ ان کلمات پر ہی اکتفا کیا۔

شیر بیشۂ اہلسنت کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ انوار الغیبیہ — مطبوعہ پیلی بھیت

۲۔ القلادۃ اطیبہ المرصعہ

۳۔ صمصام حیدری وہابی بیدین سبکو ہری

۴۔ شمع منورہ نجات — مطبوعہ بمبئی

۵۔ قہر واجد دیان

۶۔ رادالمہند

۷۔ تقریر منیر قلب — مطبوعہ مکتبہ المصطفے بریلی

۸۔ مبلغ وہابیہ کا گریز

۹۔ لطمۃ شیر بر نجدی زادہ النذیر

۱۰۔ راندیر میں سنیوں کی فتح عجیب

۱۱۔ امداد الدیان فی تفسیر القرآن (تفسیر حشمتی) مطبوعہ پاکستان کراچی

۱۲۔ مباحثہ اہلسنت و وہابیہ

۱۳۔ جمال الایمان والایقان

۱۴۔ اہل الرشاد اہل ارشاد

۱۵۔ صمصام سنت بر گلوئے کاندھیت

۱۶۔ القول الازہر — مطبوعہ کتب خانہ اہلسنت پیلی بھیت

۱۷۔ الصوارم الہندیہ — مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، مکتبۃ الجمال آستانہ جمالیہ رام پور

۱۸۔ مناظرۂ ہلدوانی — غیر مطبوعہ۔ جدید ترتیب از: محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

۱۹۔ مناظرہ جاجاد سمدھن

۲۰۔ مناظرہ سنبھل — مطبوعہ پیلی بھیت

۲۱۔ مناظرہ لاہور — " " "

۲۲۔ مناظرہ پنجاب — " " "

۲۳۔ مناظرہ ملتان — " " "

۲۴۔ مناظرہ دھانے پور، غیر مطبوعہ

۲۵۔ سنی وہابی کا مناظرہ

۲۶۔ مناظرہ سنتیا

۲۷۔ مناظرہ ٹڈبرا

۲۸۔ مناظرہ الہ آباد — غیر مطبوعہ

۲۹۔ احکام دین مصطفےٰ — مطبوعہ کتب خانہ اہلسنت پیلی بھیت

خلفاء اور تلامذہ

شیر بیشۂ اہلسنت کے خلفاء و تلامذہ کی صحیح فہرست حاصل نہ ہو سکی۔ مگر مختصر خلفاء و تلامذہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مناظر اعظم مولینا شاہد رضا خاں رضوی حشمتی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ رضویہ حشمتیہ پیلی بھیت شریف

۲۔ علامہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی گورکھپوری شیخ الحدیث غوثیہ بڑھیا بستی

۳۔ مولانا مفتی محمد یعقوب رضوی حشمتی دھانے پور

۴۔ مولانا محمد ادریس رضا خاں حشمتی پیلی بھیت صاحبزادہ

۵۔ مولانا محمد احمد رضوی کانپوری

۶۔ مولانا محمد مشہود رضا حشمتی صاحبزادہ

۷۔ مولانا معصوم رضا خاں حشمتی صاحبزادہ

۸۔ مولانا ناصر رضا خاں حشمتی صاحبزادہ

۹۔ مولانا محمد اصغر علی حشمتی صدر مدرس حشمت الرضا پیلی بھیت

۱۰۔ الحاج سیٹھ محمد عمر ڈوسا رضوی حشمتی بمبئی

انتقال پُرملال

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمہ دو سال صاحب فراش رہے۔ وہابیوں دیوبندیوں کی زہر خورانی کیوجہ سے آپکے حلق میں تکلیف ہو گئی تھی۔ وہ بھی بہت زیادہ نہیں — آسانی کے ساتھ کلام فرماتے۔ اور اوراد و وظائف، نماز حسب معمول ادا فرماتے۔ وصال سے تھوڑی دیر پہلے علاقہ کاٹھیاواڑ کے سیٹھ جناب عبدالرزاق حبیب موسیٰ صاحب کو داخل سلسلہ فرمایا۔ اخیر وقت تک کلمہ شریف پڑھتے ہوئے ۸ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ کو جوار رحمت میں جا بسے۔ [۱]

---

[۱] بروایت محب محترم محمد نجم الرضا حشمتی پیلی بھیتی۔ مورخہ ۱۰ صفر مظفر ۱۳۸۰ھ

نوٹ:۔ مذکورہ حالات کے سلسلے میں مکرمی محترمی مولانا محمد مامون رضا حشمتی برکھیڑہ ضلع پیلی بھیت کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انھوں نے حالات کے حصول میں راقم کی مدد فرمائی۔

رضوی غفرلہ

خ

زبدۃ السالکین صوفی مولینا خالد علیخاں قادری رضوی

مہتمم دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ بریلی

ولادت

حضرت مولینا صوفی خالد علی خاں رضوی بن مولینا ساجد علی خاں بریلوی محلہ گڑھیا بریلی شریف میں ۱۸؍ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے چار سال کی عمر میں بسم اللہ خوانی کرائی۔

خاندانی حالات

مولینا صوفی خالد علی خاں بریلوی کے والد ماجد مولینا ساجد علی خاں علیہ الرحمہ بڑے ہی متورع شخصیت تھے ان کے انتظام نے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی کو بام عروج تک پہنچا دیا، جد امجد واجد علیخاں بن بخش اللہ خاں بہت بڑے زمیندار تھے۔ استیاھر ضلع بدایوں شریف میں تقریبًا چار سو بیگہ زمین کے مالک تھے۔

تعلیم و تربیت

مولینا خالد علی رضوی نے قرآن پاک اپنے والد ماجد اور والدہ محترمہ سے گھر ہی پر پڑھا اور اسکول کی بھی کچھ تعلیم حاصل کی۔ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے والد ماجد نے اپنے مدرسہ (منظہر اسلام) میں داخل کر دیا اور ابتدا سے لیکر انتہا تک منظہر اسلام بریلی کے ماہر زمانہ

اساتذہ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ ۱۹۵۹ء میں منظر اسلام سے سند فراغت حاصل کی علماء و مشائخ کے علاوہ حضور مفتی اعظم نے دستار باندھی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ صدر الشریعہ حضرت مولینا امجد علی رضوی اعظمی

۲۔ حضرت مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

۳۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی رضوی فیصل آباد

۴۔ شیخ العلماء مولینا غلام جیلانی رضوی اعظمی

۵۔ بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری

۶۔ حکیم العلماء حضرت مولینا حسنین رضا خاں قادری بریلوی

۷۔ بقیۃ السلف مولینا حاجی مبین الدین رضوی محدث امروہوی

۸۔ سید الاتقیاء علامہ تحسین رضا خاں قادری بریلوی محدث جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی

۹۔ حضرت مولانا مجیب الاسلام نسیم رضوی اعظمی

۱۰۔ حضرت مولانا غلام یزدانی رضوی

۱۱۔ حضرت مولینا ثناء اللہ رضوی اعظمی

۱۲۔ حضرت مولانا مفتی شریف الحق رضوی امجدی اشرفیہ مبارکپور

عقد مسنون

مولینا صوفی خالد علی کی پہلی شادی ۱۹۶۵ء میں حکیم مولوی محمد صالح خاں شاہجہانپوری کی دختر سے ہوئی۔ دوسری شادی ۱۹۷۳ء میں مولینا ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں کی صاحبزادی یعنی حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی نواسی سے ہوئی۔ جن سے آپ کی پانچ اولاد ہوئیں۔ صاحبزادگان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مجاہد رضا خاں رضوی

۲۔ سیفی رضا خاں رضوی

۴۔ انس رضا خاں رضوی

اور دو لڑکیاں

خدمات

حضرت مولینا خالد علیخاں نے والد ماجد کے انتقال کے بعد حضرت مفتی اعظم کے حکم پر دار العلوم منظہر اسلام بریلی کے اہتمام کی باگ ڈور سنبھالی۔ تادم تحریر اسی ادارہ منظہر اسلام جو کہ حضرت مفتی اعظم نے قائم فرمایا تھا اس کے مہتمم اور ناظم اعلیٰ ہیں۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اداروں کے سرپرست بھی ہیں۔

۱۔ انجمن رضائے مصطفےٰ موضع بلاری ضلع مرادآباد

۲۔ رضوی دار العلوم سنی بریلی شریف

۳۔ رضائے مصطفےٰ چندوسی ضلع مرادآباد

بیعت و خلافت

حضرت مولانا خالد علی خاں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے دست حق پرست پر زمانہ طفلی میں بیعت و ارادت حاصل کر چکے تھے، ۱۹۶۲ء میں مولینا مفتی اعظم الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے سلسلہ نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اجازت و خلافت عطا فرمائی نیز تعویذات کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

خلفاء

۱۔ مولینا محمد فاروق رضوی اندوروی

۲۔ مخدوم گرامی مولینا جمال رضا خاں قادری، محلہ سوداگران بریلی شریف [1]

---

[1] یہ جملہ کوائف راقم نے بالمشافہ حضرت مولانا خالد علیخاں بریلوی سے حاصل کیے۔ بمورخہ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء، ۱۲، رضوی غفرلہ،

شیخ الحدیث مولانا خادم رسول رضوی بہاری

جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

قصبہ مہراج گنج (ضلع اورنگ آباد صوبہ بہار) یہ قصبہ شہر اورنگ آباد سے تقریباً ۲۵ کلومیٹر جانب جنوب رانچی روڈ پر آباد ہے، اور بہت پرانا قصبہ ہے۔ انگریزوں کے دورِ حکومت میں بھی غیر معمولی شہرت یافتہ قصبہ تھا۔

ولادت

اسی سرزمین مہراج گنج ضلع اورنگ آباد بہار میں حضرت مولانا خادم رسول رضوی ۱۱ رمئی ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے، اور والدین کریمین نے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام رکھا، اور پرورش بھی والدین کی آغوش میں ہوئی۔ مولانا خادم رسول اپنے حسب و نسب کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:

> کئی پشتوں سے ہمارے آباد و اجداد اپنے کو انصاری کہلاتے تھے، آیا نسباً کیا تھے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے، میں بھی اپنے آپ کو انصاری کہتا ہوں۔

والد ماجد

حضرت مولانا خادم رسول کے والد ماجد مڈل اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے، اور انگریزوں کے دورِ حکومت میں اسی عہدے پر رہ کر ریٹائر ہو گئے۔ اور مولانا خادم رسول کے دادا محترم کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور اپنے علاقے میں معزز رئیس سمجھے جاتے تھے، علم طب سے کچھ واقفیت تھی جس سے قوم کی بلا معاوضہ علاج معالجہ سے خدمت کیا کرتے تھے۔

بسم اللہ خوانی

مولانا خادم رسول کی بسم اللہ خوانی قصبہ کے ایک بزرگ حافظ عبد السبحان نے کرائی جو قصبہ اور مضافات کے قاضی اور جامع مسجد کے امام تھے۔ مولانا خادم رسول کے دو بھائی اور ہیں ایک بڑے۔ جو

حافظِ قرآن ہیں اور ایک چھوٹے جو حافظ، قاری کے ساتھ عالم بھی ہیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا خادم رسول کی تعلیم کا آغاز پانچ چھ برس کی عمر میں اپنے قصبہ میں ہوا۔ ناظرہ قرآن مجید ختم کرکے اور کچھار، دو کی تعلیم حاصل کرکے درجۂ پنجم تک ہندی کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد اردو سے مڈل پاس کرنے کا اتفاق ہوا، درسِ نظامیہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کی طرف رُخ کیا اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا۔ تقسیم ہند سے قبل جس وقت مولانا خادم رسول دار العلوم اشرفیہ میں تحصیلِ علم میں مشغول تھے اس وقت اشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ میں حافظِ ملت مولانا عبد العزیز رضوی مراد آبادی وغیرہ تھے۔ زمانۂ تعلیم اشرفیہ میں مولانا خادم رسول نے ہدایہ آخرین، مسلم الثبوت کا امتحان صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ کو دیا۔ دوسرے سال دورۂ حدیث میں شرکت کرکے محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی رضوی علیہ الرحمۃ کو دورۂ حدیث شریف کا امتحان دیا۔ تحصیلِ علم کی غرض سے کچھ دنوں کے لیے جامعہ عربیہ ناگپور میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔

فراغت

مولانا خادم رسول نے ۱۹۵۰ء میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے فراغتِ علم حدیث کی سند حاصل فرمائی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حافظِ ملت حضرت مولانا عبد العزیز رضوی مراد آبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

۲۔ حضرت شاہ مولانا فیض الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ شاگرد صدر الشریعہ قدس سرہٗ

۳۔ حضرت مولانا سراج الہدیٰ سجادہ نشین آستانہ بیت الانوار گیوال بیگہ گیا بہار

۴۔ حضرت مولانا شمس الحق سابق صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

۵۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ رضوی ازہری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان

۶۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کتب کثیرہ

۷۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف اعظمی علیہ الرحمۃ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور

۸۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

۹۔ حضرت قاری محمد یحییٰ اعظمی

درسی خدمات

ابتداءً مولانا خادم رسول نے مدرسہ عین العلوم گیا میں تعلیم دی، پھر جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس میں درس دیا، اس کے بعد جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں آکر شائقینِ علم کو درس دیا، پھر فیض العلوم جمشید پور بہار کے اراکین نے دعوت دی، مولانا خادم رسول نے وہاں آنے کی دعوت قبول فرمائی۔ یہاں آکر کچھ دنوں تک درس وتدریس میں مشغول رہے، بعدہٗ مدرسہ انوار العلوم کاشی پور، مدرسہ سراج العلوم مہراج گنج میں درسی خدمت میں مشغول رہے۔ مولانا خادم رسول نے سوچا کہ اب میں بہت مدارسِ اسلامیہ کی تبدیلی کرچکا ہوں، اب دوسرے ملک میں جاکر بھی کچھ تلامذہ کی جماعت چھوڑوں۔ مولانا خادم رسول اپنے استاد علامہ عبدالمصطفیٰ رضوی ازہری اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق دارالعلوم امجدیہ کراچی تشریف لے گئے اور وہاں اپنے علم کا دریا بہایا۔ مولانا خادم رسول کے درس میں کافی طلبہ شرکت کرتے تھے۔ جس جماعت کو پڑھاتے ہوتے اس کے علاوہ بطورِ سماعت دوسری جماعت کے طلبہ شریک رہتے۔

کچھ عرصے کے بعد جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف کے اراکین نے جد و جہد کی کہ مولانا خادم رسول ہمارے مدرسہ میں تعلیم دینے کی دعوت قبول فرمائیں۔ اراکین مسعود العلوم بہرائچ کی دعوت قبول ہوئی، اور پاکستان سے ہندوستان تشریف لائے اور مدرسہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ میں درس دینا شروع کیا، اور آپ شیخ الحدیث کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ اس وقت یہیں درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

عقدِ مسنون: حضرت مولانا خادم رسول کا عقدِ مسنون فراغتِ علمِ حدیث کے بعد

۱۹۵۱ء میں مولانا فیض الہدیٰ کی نیک سیرت صاحبزادی کے ساتھ ہوا، اور چھ اولادیں یادگار ہیں، (۱) شاہدہ خاتون (۲) ماجدہ خاتون (۳) واجدہ خاتون (۴) مولوی فضل رسول (۵) طاہرہ خاتون (۶) عابدہ خاتون۔

امتحانات بورڈ

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ بورڈ سے الحاق کے بعد سب سے پہلے سال میں مولانا خادم رسول نے عالم کا امتحان دے کر سیکنڈ ڈویژن سے کامیابی حاصل کی گویا کہ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے بورڈ کے امتحان میں اوّلیت کے حامل ہیں۔

بیعت و خلافت

سلسلۂ قادریہ میں مولانا خادم رسول حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ سجادہ نشین خانقاہ بیت الانوار گیا بہار سے بیعت و ارادت رکھتے ہیں، اور حضور مفتیٔ اعظم الشاہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ کو سندِ اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

تلامذہ

۱۔ مولانا شمس الدین احمد رضوی صدر المدرسین مسعود العلوم بہرائچ

۲۔ مولانا حافظ عبد الشکور مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

۳۔ شہزادۂ شمس العلماء مولانا محی الدین احمد ہشام رضوی جون پوری

۴۔ مولانا یامین رضوی مرادآبادی مدرس جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس

۵۔ مولانا غیاث الدین انٹر کالج پانڈو پلاموں بہار

۶۔ مولانا عالم خاں مرزاپوری حمیدیہ رضویہ بنارس

۷۔ مولانا صدیق حسن مدرس مدرسہ اسلامیہ بڑھنی ضلع بستی

۸۔ مولانا غلام احمد نواز سیوانی حمیدیہ رضویہ بنارس

۹۔ مولانا محمد علیم الدین مدرس عزیز العلوم کچہری پلاموں، بہار

۱۰۔ مولانا غلام یٰسین نیپالی

۱۱۔ مولانا فاروق احمد گجراتی

۱۲۔ مولانا محمد مسلم مدرس حمیدیہ رضویہ مدنپورہ

۱۳۔ مولانا محمد حنیف صدر مدرس فیض العلوم جمشید پور، بہار

۱۴۔ مولانا ذکاء اللہ بچھڑ والبستی

۱۵۔ مولانا محمد زماں بستوی

۱۶۔ مولانا ڈاکٹر محمد سعید بستوی

۱۷۔ مولانا نصیر احمد بچھڑا ضلع بستی

۱۸۔ مولانا مطلوب احمد اورنگ آبادی بہار

۱۹۔ مولانا محمد خالد اورنگ آبادی بہار

۲۰۔ مولانا غلام یٰسین اورنگ آبادی بہار

۲۱۔ مولانا نعیم الہدیٰ مہتمم عین العلوم گیا بہار [1]

---

[1] مکتوب گرامی حضرت مولانا خادم رسول بنام راقم محررہ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء ۱۲ رضوی غفرلہٗ

استاذ العلماء مفتی محمد خلیل خان برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ

شیخ الحدیث دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

ولادت

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی رضوی بن عبدالجلیل خان ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں بمقام کھریری ضلع علی گڑھ پیدا ہوئے۔

خاندان

حضرت مفتی محمد خلیل خاں کا تعلق لودھی پٹھان خاندان سے ہے۔ آباء و اجداد کا زیادہ رجحان فوجی ملازمت کی طرف تھا۔ علاوہ ازیں زمینداری کا پیشہ بھی اختیار کیا جاتا تھا، جبکہ آپ کے نانا مولانا عبدالرحمٰن خان عرف لال خان ایک جید عالم دین تھے اور حضرت علامہ لطف اللہ علی گڑھی کے تلمیذ رشید تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مفتی محمد خلیل خان کے والد ماجد بچپن ہی میں انتقال فرماگئے تھے، اس لیے آپ کی پرورش ننھیال کے ہاں افغان روڈ محلہ کمبوہ مارہرہ شریف ایٹہ یوپی میں ہوئی۔ اسی دوران مفتی محمد خلیل خاں نے مارسین اسلامیہ ہائی اسکول مارہرہ شریف سے مڈل تک اردو کی تعلیم پائی۔

اس کے بعد درس نظامی میں شامل فنون اور حدیث کی کتب حضرت صدر الشریعۃ مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر مدرسہ عربیہ حافظیہ علی گڑھ (یوپی) ریاست دادوں سے سند فراغ و دستار فضیلت حاصل کی۔

درس و تدریس حضرت مفتی محمد خلیل خاں نے تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ قاسم العلوم مارہرہ

شریف سے کیا۔ کچھ عرصہ قمر المدارس میرٹھ میں پڑھایا اور تاحیات دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد (پاکستان) میں مہتمم اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ تدریس کے علاوہ دو سال جامعہ برکاتیہ اور ڈیڑھ سال جامع مسجد محلہ شیشگراں مارہرہ شریف میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ پاکستان تشریف لانے کے بعد ایک سال مسجد کھارادر (کراچی) اور چودہ سال مسجدِ خضرا حیدر آباد میں خطابت فرمانے کے بعد کئی سالوں تک مسجدِ اقصیٰ لطیف آباد حیدر آباد میں فریضۂ خطابت ادا فرمایا۔

تحریکِ پاکستان

تحریکِ پاکستان کا دور مفتی محمد خلیل خاں کا زمانۂ طالب علمی تھا، چنانچہ آپ نہایت ولولے اور جوش کے ساتھ مسلم لیگ کے جلسوں اور جلوسوں میں شریک ہو کر تقاریر فرماتے اور منظوم کلام کے ذریعے مسلمانوں میں تحریک کے لیے جوش و خروش پیدا کرتے رہے۔

بیعت و خلافت

حضرت مفتی محمد خلیل خاں زمانۂ طالب علمی میں ہی تاج العلماء سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی کے ہاں بیعت سے مشرف ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ کو حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے تمام سلاسل میں خلافت حاصل ہے۔

تصانیف

مفتی محمد خلیل خاں صاحبِ قلم شخصیت تھے، چنانچہ آپ کی تالیفات و تصنیفات کے مجموعی صفحات دو ہزار پانچ صد کے لگ بھگ ہیں، جن میں سے بعض تیس یا چالیس صفحات پر مشتمل رسائل ہیں اور بعض کتب ضخیم ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ہمارا اسلام (پانچ حصے) (عقائد و مسائل کا مجموعہ)
۲۔ ہماری نماز (مکمل) (مسائلِ نماز)
۳۔ بہارِ نسواں (عورتوں کے حقوق و فرائض)

۴۔ روشنی کی طرف (ترجمہ المنقذ من الضلال)

اس کے علاوہ قرآنِ پاک پر ایک تشریحی نوٹ، دس پارے مطبوعہ ہیں، تفسیر اٹھارہ پاروں تک ہو چکی ہے۔ منظوم کلام کچھ طبع ہو چکا ہے اور کچھ غیر مطبوعہ ہے۔

مشہور تلامذہ

مفتی محمد خلیل خاں کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے جن میں مشہور شاگردوں کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن شاہ	آزاد کشمیر
۲۔ حافظ محمد سعید	"
۳۔ مولانا غلام محمد	بلوچستان
۴۔ مولانا محمد وارث	"
۵۔ مولانا غلام مصطفیٰ	"
۶۔ مولانا قادر بخش	"
۷۔ مولانا عبد الکریم	سندھ
۸۔ مولانا خیر محمد	"
۹۔ مولانا ہدایت اللہ	"
۱۰۔ مولانا عزیز اللہ	"

اولاد

حضرت مفتی محمد خلیل خاں کے دو صاحبزادے اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا غلام محی الدین احمد میاں برکاتی دار العلوم احسن البرکات میں نائب مفتی ہیں، کچھ عرصہ "ترجمانِ اہلِ سنت"، کراچی کے نائب مدیر بھی رہے ہیں۔ بی اے تک تعلیم رکھتے ہیں، بہترین قاری اور حافظِ قرآن ہیں۔ ترجمانِ اہلِ سنت کا جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر اور نظامِ مصطفےٰ نمبر انہی کی ادارت میں شائع ہوئے۔ [1]

---

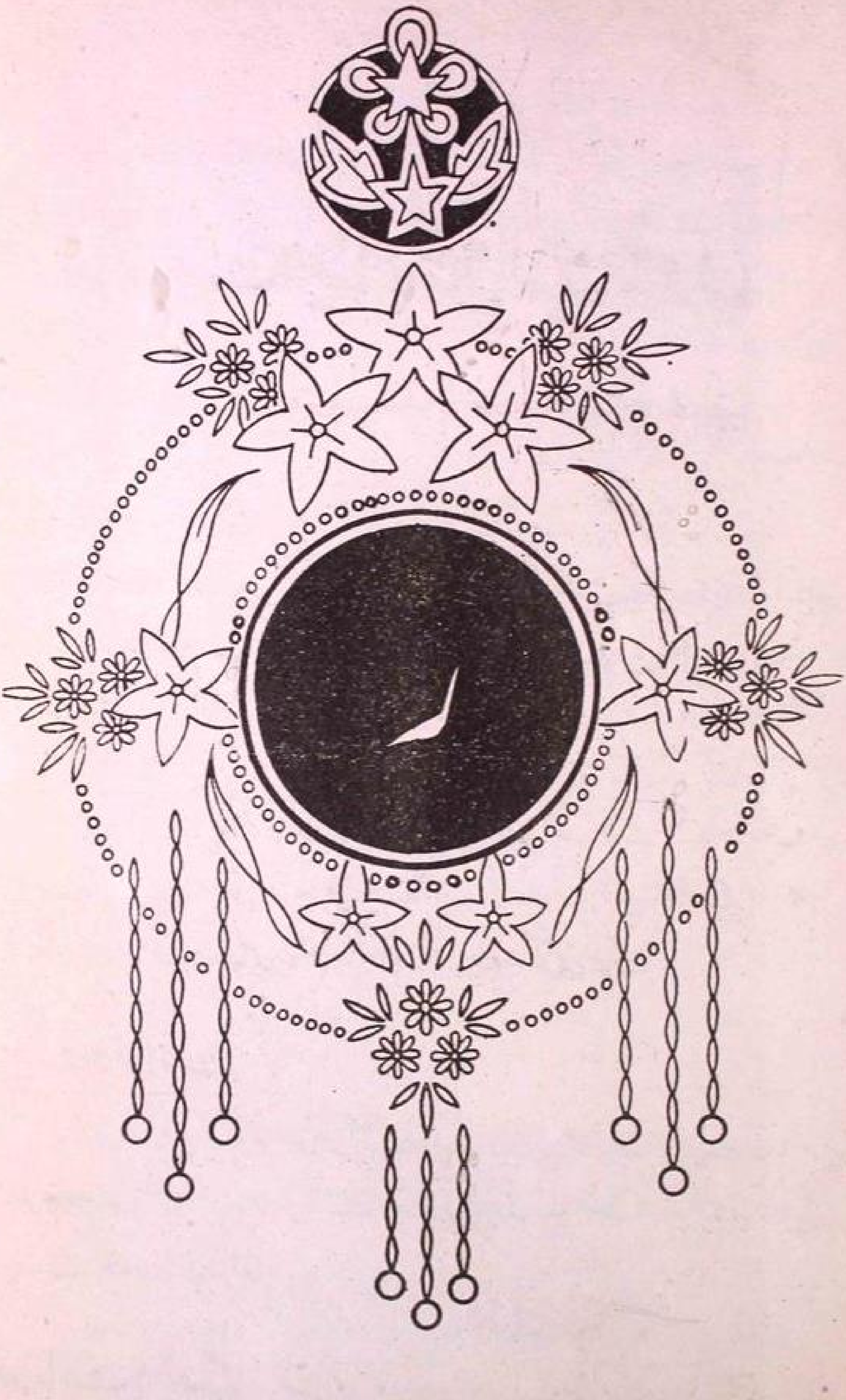
[1] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماءِ اہلِ سنت ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳

انتقال

علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہر حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ کا انتقال ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ / ۱۸ جون ۱۹۸۵ء کو حیدرآباد میں ہوا، اور سرکار غوث اعظم حضرت محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت الشیخ سید عبدالوہاب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ مقدسہ (جو حیدرآباد سندھ، پاکستان میں واقع ہے) میں تدفین ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں آدمیوں نے شرکت کی جس میں بڑے بڑے وزرائے مملکت بھی شامل ہیں۔ مفتی محمد خلیل برکاتی کے انتقال سے جو علمی خلا پیدا ہوا، اس کا پُر ہونا مشکل ہے۔ [1]

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رضوی علیہ الرحمۃ کو احسن العلماء مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے بھی اجازت حاصل ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ
(مکتوب گرامی ڈاکٹر مولانا سید محمد امین میاں برکاتی رضوی ولی عہد درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ بنام راقم محررہ ۱۹ مارچ ۱۹۹۰ء / ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ بروز پیر شریف)



ناشر سنیت مولینا محمد رفیع الدین رضوی

ساکن فرید پور ضلع بریلی شریف

ولادت

حضرت مولینا محمد رفیع الدین رضوی قصبہ فرید پور ضلع بریلی شریف کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، اور والدین کے سایۂ عاطفت میں نشوونما پائی۔ (تاریخ ولادت حاصل نہ ہوئی)

تعلیم وتربیت

مولینا رفیع الدین رضوی بریلوی نے ابتدائی تعلیم قرآن پاک، ہندی، اردو اور حساب وغیرہ کی تعلیم اپنے گھر ہی پر حاصل کی۔ مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بریلی شریف کا قصد کیا اور حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ، کی خدمت میں رہ کر منظر اسلام، منظر اسلام سے تکمیل علم کی۔

بیعت وخلافت

مولانا محمد رفیع الدین کو حضور مفتیٔ اعظم سے بیعت وارادت کا شرف حاصل ہے اور ۹ر شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ کو مفتی اعظم علامہ مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

خدمات دینیہ

مولینا محمد رفیع الدین فراغت کے بعد احمد آباد گجرات کی مشہور خانقاہ

اشرفی رکھیلا روڈ میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے حکم پر تدریس کا کام انجام دیا۔ آپ وہاں نائب صدر مدرس کی حیثیت سے تین سال تک فرائض انجام دیتے رہے۔ بعدہٗ موضع رستم نگر عرف چمروا ضلع رام پور کے اہلسنت کی فرمائش پر مدرسہ نورالاسلام کی بنیاد رکھی یہاں پچھ سال رہ کر نورالاسلام چمروا رام پور کی تعمیری اور تعلیمی ترقی میں مصروف رہے۔

مولٰنا محمد رفیع الدین نے بغرض تبلیغ دین متین جمبئی، گجرات، بہار، بنگال، کشمیر اور پاکستان کا دورہ بھی کیا۔

برکات العلوم کا قیام

مولٰنا محمد رفیع الدین نے دینی مذہبی جذبے کے تحت دہلی کی زرخیز زمین مصطفٰے آباد دہلی پر مدرسہ رضویہ برکات العلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس کے ذریعہ سے مسلک اہل سنت کی اشاعت ہو رہی ہے۔ دہلی کی کئی مسجدوں میں سنی امام کا بندوبست کیا۔ نیز مسجد محبوب الٰہی مصطفٰے آباد، مسجد غوثیہ چاند باغ، برکاتی مسجد مصطفٰے آباد، مسجد رضائے غوث مصطفٰے آباد اور مسجد غریب نواز برہمپوری دہلی میں آپ کی کارکردگی نمایاں ہیں۔[1]

---

[1] مکتوب مولٰنا محمد رفیع الدین رضوی بریلوی بنام راقم محررہ مئی ۱۹۹۰ء/ ۱۴۱۰ھ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ریحانِ ملت مولانا محمد ریحان رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف و مہتمم مدرسۃ منظر اسلام

ولادت

حضرت مولانا محمد ریحان رضا خاں قادری بن مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں بن حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۳۴ء کو محلہ خواجہ قطب بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت ریحانِ ملت مولانا محمد ریحان رضا علیہ الرحمۃ کی ولادت سے پورے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ خاندان کے ہر فرد کا چہرہ مسکرانے لگا۔ چونکہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر اعظم ہند کے یہاں یہ پہلی ولادت تھی، کانوں میں اذان و تکبیر پڑھی گئی۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا علیہ الرحمۃ نے اپنا لعاب دہن عطا فرمایا، جو منہ میں رکھ دیا گیا، جدِ امجد حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے محمد نام رکھا، بعدہٗ پکارنے کے لیے ریحان رضا تجویز فرمایا، اسی واقعہ کی طرف نشان دہی کراتے ہوئے حضرت ریحانِ ملت نے اپنے نعتیہ کلام میں تحریر فرمایا ہے ؎

نام یہ جس نے دیا اس کو خبر تھی شاید
ان کا ریحان زمانے میں چمکتا ہوگا

سراپا

رنگ گندمی، پیشانی کشادہ، چہرہ نورانی، قد لمبا، آنکھیں سرمگیں، حضرت ریحانِ ملت کے چہرے سے جلال دینی عیاں تھا، کافر و مرتد، مشرک وغیرہم بدمذہب و بددین پُرجلال و بارعب چہرہ دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتے تھے۔

تعلیم و تربیت

پیدائش کے بعد ریحانِ ملت نے طفولیت کے ایام علم و حکمت معرفت و طریقت کے خوش گوار ماحول میں گزارے۔ بچپن ہی سے علم و ادب کے دلدادہ تھے۔ اعلیٰ ذہانت و فطانت رکھتے تھے۔ ریحانِ ملت کی تعلیم گھر پر ہوئی حسب الحکم والد ماجد مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ لائل پور پاکستان تشریف لے گئے۔ وہاں پر جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام میں داخلہ لے کر محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی لائل پوری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تین سال مسلسل رہ کر معیاری کتابوں کا درس حاصل کیا، پھر وہاں سے واپسی کے بعد دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف سے باقاعدہ دستار بندی ہوئی، اور سندِ فراغت پائی۔

اساتذہ

حضرت ریحانِ ملت کے اساتذۂ کرام میں مندرجہ ذیل حضرات کے اسماءِ گرامی قابلِ ذکر ہیں، جنھوں نے شب و روز محبت و شفقت کے ساتھ علمِ دین پڑھایا، اور معرفت و حکمت، علوم و فنون عطا فرما کر مستند عالم بنایا:

۱۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمۃ
۲۔ تاجدارِ اہلِ سنت حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ
۳۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی لائل پوری علیہ الرحمۃ
۴۔ مفسرِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی بریلوی علیہ الرحمۃ
۵۔ امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ
۶۔ محدث منظرِ اسلام حضرت مولانا احسان علی رضوی علیہ الرحمۃ
۷۔ بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری علیہ الرحمۃ
۸۔ حضرت مولانا مفتی جہانگیر خاں رضوی اعظمی مدظلہٗ، [۱]

---

[۱] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۸، بابت ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ مضمون از الحاج سبحان رضا خاں قادری بریلوی

درس و تدریس

حضرت ریحانِ ملت سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد منظرِ اسلام بریلی میں بحیثیتِ مدرس بارہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، اور زبانِ فیض ترجمان سے گوہر فشانی کرتے رہے، اس دوران ریحانِ ملت نے درسِ نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ ادب سے زیادہ دلچسپی تھی۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ دار العلوم منظرِ اسلام کی نظامت کا بار جب ریحانِ ملت کے کاندھے پر آیا تو ان فرائض کی انجام دہی اور سماجی، سیاسی امور میں منہمک ہونے کی وجہ سے کافی عرصہ تک درس و تدریس سے علیحدہ رہے۔ ایک طویل مدت کے بعد مدرسین کی کمی کی وجہ سے دوبارہ ۱۳۸۲ھ سے لے کر ۱۳۸۵ھ تک دار العلوم منظرِ اسلام میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور دیگر کتابوں کا درس دیا۔ دار العلوم منظرِ اسلام کے طلبہ حضرت ریحانِ ملت کی قابلیت کے معترف تھے، حالانکہ سلسلۂ درس و تدریس کافی دنوں تک موقوف تھا۔

فنِ وعظ گوئی

حضرت ریحانِ ملت وقت کے بہترین مقرر اور مایۂ ناز خطیب تھے۔ کبھی بھی تقریر کرنے سے قبل ذہن میں مضامین کی ترتیب نہیں دی اور نہ ہی تقریر کو لکھ کر یاد کیا بلکہ فی البدیہہ تقریر فرماتے۔ ریحانِ ملت اپنی وعظ گوئی اور تقریر کا ابتدائی حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

> والد ماجد حضرت مفسرِ اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جب میری دستار بندی ہوئی اور مجھے تقریر کے لیے پکارا گیا، تو میں اس وقت تقریر نہیں کیا کرتا تھا، مگر تقریر کے لیے میرا اعلان کر دیا گیا۔ یہ اعلان سن کر میں دنگ رہ گیا، اور سب سے پہلے جد امجد سرکار سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہو کر عرض کیا حضور اگر آج میری تقریر کامیاب نہیں ہوئی تو میں زندگی بھر کبھی تقریر نہیں کروں گا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے استعانتِ روحانی حاصل کی، حضور اعلیٰ حضرت کے روحانی تصرف سے یہ تقریر بہت کامیاب

رہی، اس کے بعد سے معیاری تقریریں ہوتی رہیں جو لوگوں کے لیے دلپذیر ثابت ہوگئیں۔ ۱؎

ریحانِ ملت کی زندگی کے چند اہم گوشے

دار العلوم منظرِ اسلام کی تدریسی خدمات سے حضرت ریحانِ ملت بر بنائے معاشی پریشانی مستعفی ہوگئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۵ء کے درمیان دار العلوم منظرِ اسلام پر شدید مالی کمی واضح ہوتی تھی، تمام مدرسین و ملازمین کی تنخواہیں باقی رہنے لگی تھیں، مفسرِ اعظم مولانا ابراہیم رضا بریلوی بہت متفکر اور پریشان حال تھے، حتیٰ کہ انھوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کا زیور بیچ کر مدرسین کی تنخواہیں پوری فرمائیں، عسرت و تنگی کی وجہ سے ریحانِ ملت دار العلوم منظرِ اسلام سے مستعفی ہونے کے بعد ربر فیکٹری فتح گنج بریلی شریف اسٹینو گرافر کے عہدے پر بحال ہوگئے۔ یہاں پر یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ ریحانِ ملت جہاں دینی اور مذہبی علوم سے آراستہ و پیراستہ تھے وہیں دنیاوی علوم سے بھی آشنا تھے۔

ریحانِ ملت نے مروّجہ تعلیم بھی حاصل کی اور امتحانات بھی دیئے تھے۔ انگلش اور ہندی میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ شارٹ ہینڈ (مختصر نویسی) ایک مشکل فن ہے، ریحانِ ملت نے اسے بھی سیکھا تھا، جس کی بنا پر ملازمت اسٹینو گرافر کی جگہ پر ملی۔ کچھ عرصہ تک اس پوسٹ پر کام کیا لیکن رجحان قلبی اس سے متنفر تھا۔ پھر اس سے بہت جلد دستبردار ہوگئے۔ مفسرِ اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا بریلوی کے وصال کے بعد دار العلوم منظرِ اسلام بریلی کے مہتمم بنے۔ مہتمم بننے کے بعد ریحانِ ملت نے دار العلوم منظرِ اسلام کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کر دی، دار العلوم کی تمام کمیوں کو دور فرمایا، اور اپنی صلاحیت و ذہانت سے چند سال کے عرصہ میں کچھ سے کچھ کر دیا۔ دار العلوم کی بوسیدہ عمارت کو منہدم کرا کے سہ منزلہ عمارت کی بنیاد ڈالی۔ اس کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد رضوی افریقی دار الاقامہ

۱؎ ماہنامہ قاری دہلی، امام احمد رضا نمبر ص ۵۲۲ شمارہ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ/اپریل ۱۹۸۹ء مضمون الحاج سبحان رضا خاں قادری بریلوی

طلبہ کے ٹھہرنے کے لیے تعمیر کرایا، مدرسین و ملازمین میں اضافہ کیا، رضا مسجد کی تعمیرِ جدید کرائی، نشر و اشاعت کے لیے رضا برقی پریس لگوایا۔ اِس طرح کی غیر معمولی ترقیاں ہر دن ہوتی رہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا نقشہ بدل گیا۔ ریحانِ ملت کے حسنِ نظامت اور قابلِ قدر کارکردگیوں سے لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ لہ

سیاسی سرگرمیاں

۱۹۷۶ء میں عوام و خواص بالخصوص علماءِ کرام کے انبوہِ کثیر نے حضرت ریحانِ ملت کی ذہانت، فطانت، بالغ نظری، دور اندیشی دیکھ کر بالجبر ریحانِ ملت کو میدانِ سیاست میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑا کیا، کیونکہ اس وقت پارلیمنٹ اور اسمبلی میں کوئی حق بات کہنے والا نہیں تھا، کوئی نمائندہ ایسا نہیں تھا جو مسلمانوں کی صحیح قیادت کر سکے۔ انھیں حالات کے پیشِ نظر لوگوں کے اصرار پر راضی ہوئے، میدانِ سیاست میں رہ کر کارہائے نمایاں انجام دیئے جو اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت ریحانِ ملت کی کارکردگی دیکھ کر حکومت کے کارندے جناب اکبر علی خاں گورنر اترپردیش نے جنوری ۱۹۷۵ء کو یوپی قانون ساز کونسل کا ممبر نامزد کیا۔ ریحانِ ملت کی نمایاں کارکردگی دیکھ کر دوبارہ ۱۹۸۱ء میں ایم۔ایل۔سی (.M. L. C) نیز یوپی کانگریس آئی کا نائب صدر منتخب کیا۔ اس میدان میں بڑے بڑے دانشوروں کے قدم لغزش کھا جاتے ہیں، مگر ریحانِ ملت نے اٹھارہ سال کا طویل عرصہ میدانِ سیاست میں گزارا۔ کہیں بھی کسی قسم کا لوچ یا دامن پر بدنمائی کا داغ نہیں لگنے دیا، بلکہ کونسل اور اسمبلی میں ایسی بے باکی اور دلیری سے تقریریں کیں کہ خود کانگریس آئی کے ممبروں کے دانت کھٹے ہو گئے۔

جلوسِ محمدی کا دوبارہ آغاز

ہندوستان کی آزادی سے پہلے جلوسِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بریلی میں نہایت

لہ ماہ نامہ قاری دہلی کا امام احمد رضا نمبر ص ۲۲۳ شمارہ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ / اپریل ۱۹۸۹ء

ہی تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا تھا، اور لوگ شان و شوکت کے ساتھ جلوس میں شریک ہوتے تھے، لیکن ۱۹۴۷ء سے جلوس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکلنا بند ہوگیا تھا۔ لوگوں کے پیہم اصرار سے ریحانِ ملت نے بغیر سوچے سمجھے اچانک ۱۹۸۰ء میں ۱۲ ربیع الاول شریف کے موقع پر جلوس محمدی نکالنے کا اعلان کر دیا۔ پولیس والوں نے انتھک کوشش کی کہ جلوسِ محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ نکالا جائے لیکن ریحانِ ملت نے فرمایا:

> ہرگز نہیں! جلوس ضرور نکلے گا۔ آج ہمارے رسول سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یوم ولادت ہے، ہم اس خوشی میں جلوس نکالتے ہیں اور نکالتے رہیں گے چاہے اس کے لیے ہمیں جیل بھی جانا پڑے [1]

تبلیغی دورے

حضرت ریحانِ ملت نے عرب، افریقہ، ہالینڈ، برطانیہ، سرینام، امریکہ، مانچسٹر، نیوجرسی، ماریشس، سری لنکا، نیپال، پاکستان وغیرہ کے دورے بھی کیے، جنوبی افریقہ کے تبلیغی دورے میں ریحانِ ملت نے ردِّ وہابیت اس طرح کیا کہ وہاں کے لوگ دنگ رہ گئے، بڑے بڑے سرمایہ داروں نے ریحانِ ملت کو خریدنے کی کوشش کی، لاکھوں روپے کا لالچ دیا لیکن قربان جائیے ریحانِ ملت کی خودداری اور اعلیٰ ظرفی پر ـــــ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

> احمد رضا کا یہ نبیرہ جنوبی افریقہ میں دینِ اسلام بیچنے نہیں آیا ہے بلکہ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے آیا ہے، دولت دنیا لینے نہیں آیا ہے بلکہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لوگوں کے قلوب جگمگانے آیا ہے۔

چنانچہ سرمایہ داروں نے ریحانِ ملت کی بھرپور مخالفت کی لیکن آپ نے اس کی کوئی

---

[1] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۳۳ بابت ستمبر ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ

پرواہ نہیں کی۔ جنوبی افریقہ سے اگرچہ دولت و ثروت نہیں ملی لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کا نام اور مسلکِ اہلِ سنت و جماعت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں رائج ہوگیا، جس کا چرچا اب تک ہو رہا ہے۔

پاکستانی دورے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علامہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی ضلع ملتان (پاکستان) رقم طراز ہیں:

جب حضرت ریحانِ ملت فقیر کی دعوت پر پاکستان رونق افروز ہوئے تو موصوف کا لاہور میں زبردست استقبال کیا گیا، موٹروں کاروں کا بہت لمبا جلوس تھا۔ حضرت ریحانِ ملت نے جہاں بھی نماز ادا فرمائی لاوڈاسپیکر بند کرادیا گیا۔ ریحانِ ملت کی تشریف آوری سے قبل لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد وغیرہ کی سیکڑوں سنّی انجمنوں نے اشتہارات شائع کیے، جدھر گزر جاتے جلوس بن جاتا، جہاں قیام کرتے جلسہ کی صورت بن جاتی۔ [1]

ملک ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں ریحانِ ملت نے دورہ نہ کیا ہو، ہر جگہ ہر مقام پر رشد و ہدایت کی باتیں کی ہیں، اور مسلکِ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ترویج و اشاعت کا خوب چرچا کیا ہے۔

بیعت و خلافت

حضرت ریحانِ ملت بیعت و ارادت حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ سے رکھتے تھے۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء کو جدِ امجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے ماذون و مجاز فرمایا [2] ——— ۱۵/ جنوری ۱۹۶۲ء/۱۳۸۱ھ کو حضور مفتی اعظم مولانا

---

[1] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت، بریلی ستمبر ۱۹۸۹ء مضمون از حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی پاکستان

[2] محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدثِ اعظم پاکستان ص ۲۶ مضمون از مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی مانچسٹر

مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے ریحانِ ملت اور جانشینِ مفتیِ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ کو ساتھ ہی ساتھ خلافت واجازت عطا فرمائی، اور یہ خلافت میلاد شریف کی مبارک محفل میں عطا ہوئی۔ خلافت کے وقت شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری جونپوری علیہ الرحمۃ بھی رونق افروز تھے [۱] اور علاوہ ازیں والدِ ماجد مفسرِ اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا بریلوی علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت حاصل تھی۔

خلفاء

حضرت ریحانِ ملت کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے، بہت سے علماء کو خلافت سے بھی نوازا ہے، لیکن صد حیف کہ اس کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہ ہو سکا، جس کی وجہ سے ہر ایک کا نام شمار کرنا مشکل ہے البتہ جن لوگوں کے نام راقم السطور کو معلوم ہو سکے ان کے اسماءِ گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان [۲]
۲۔ سیاحِ ایشیا مولانا توصیف رضا قادری بریلوی [۳]
۳۔ مولانا محمد کلیم رحمانی رضوی ہزاردی ترچنا پلی بہار
۴۔ مولانا عبد الرحمٰن رضوی گلشن آبادی
۵۔ مولانا سید ضیاء الحسن جیلانی پاکستان
۶۔ مولانا سید اسد علی رضوی خیر آباد
۷۔ مولانا مختار احمد رضوی بہیڑی ضلع بریلی شریف [۴]

---

[۱] عبد المجید رضوی، جناب: مولانا ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۱ جنوری ۱۹۶۲ء / شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ
[۲] مکتوبِ گرامی حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری بنام راقم
[۳] مولانا توصیف رضا قادری بریلوی سے راقم کی ایک ملاقات مورخہ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء ۱۲ رضوی غفرلہٗ
[۴] ماہ نامہ قاری امام احمد رضا نمبر بابت رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ / اپریل ۱۹۸۹ء

چند تلامذہ

۱۔ حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی

۲۔ حضرت مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی رضوی مفتی مرکزی دار الافتاء بریلی

۳۔ مولانا راشد القادری

۴۔ مولانا برکت اللہ رضوی

۵۔ مولانا راحت علی رضوی

۶۔ مولانا نور الدین رضوی

۷۔ مولانا داؤد رضوی

۸۔ مولانا عبد الصمد رضوی

۹۔ مولانا بدر الدین

۱۰۔ مولانا مخدوم رضوی

اولادِ امجاد

حضرت ریحانِ ملت نے سات یادگاریں چھوڑی ہیں جن میں پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا الحاج محمد سبحان رضا خاں قادری دامت برکاتہم مہتمم دار العلوم منظر اسلام بریلی

۲۔ مخدومِ گرامی محمد عثمان رضا انجم قادری بریلوی ناظم اعلیٰ مکتبہ رحمانیہ رضویہ سوداگران بریلی شریف

۳۔ مخدومِ گرامی محمد توقیر رضا قادری بریلوی

۴۔ مولانا الحاج توصیف رضا قادری بریلوی صدر سنی جمعیۃ العوام بریلی

۵۔ مخدومِ گرامی قاری محمد تسلیم رضا شیراز نوری ناظم اعلیٰ مکتبہ ریحان نوری سوداگران بریلی شریف

نمونۂ کلام

ہوا یہ چل گئی کیسی جلی فصلِ بہار اپنی
گلستاں کا یہ عالم دیکھ کر حالت ہے زار اپنی

ہمیں یہ سنگدل کیوں چین سے جینے نہیں دیتے
ہوئی کس جرم میں خواری مرے پروردگار اپنی

نہ مسلو ظالمو! کلیاں چمن کی پھول مت توڑو
یہ اپنا ہی گلستاں ہے یہ ہے فصلِ بہار اپنی

بنامِ باغبانی پھول تم نے ذبح کر ڈالے
بڑے تم سورما ہو، روک لو اب تو کٹار اپنی

نہتوں پر نہ دیکھو آزما کر دھار خنجر کی
یہ دُنیا کیا کہے گی یوں کرو حالت نہ خوار اپنی

نہ دو الزام گلچیں کو چمن کے باغباں تم ہو
تمھارے دَور میں کیسے کٹی فصلِ بہار اپنی

نشاں بھی اب مٹانا چاہتے ہو میرا گلشن سے
یہ میرا ظرف تھا کہ بخش دی تم کو بہار اپنی

میں گلشن میں جہاں چاہوں بناؤں آشیاں اپنا
یہ گل اپنے، کلی اپنی، چمن اپنا، بہار اپنی

ستم یہ ہے کہ سب کچھ جان کے انجان بنتے ہیں
وہ جن کے غم میں آنکھیں نم ہوئی ہیں بار بار اپنی

ستمگر بیوفا و سنگدل میں نے تجھے چاہا
خطا میری بھی ہے لیکن ادائیں کر شمار اپنی

مناسب ہے یہی ریحاںؔ عنادل فیصلہ کرلیں
کہ اب ہم خود ہی دیکھیں گے چمن اپنا بہار اپنی [۱]

انتقال

حضرت ریحانِ ملت مولانا ریحان رضا خاں قادری بریلوی اپنی تمام تر خوبیاں اور رعنائیاں لے کر رمضان المبارک کی ۱۸ تاریخ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء کو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر کے ہمیں داغِ مفارقت دے کر ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت ریحانِ ملت کا مزار شریف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی اور حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی کے مابین بنا ہوا ہے۔

---

[۱] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۹ اکتوبر ۱۹۸۹ء / صفر، ربیع الاول ۱۴۱۰ھ شمارہ ۱۰، جلد ۲۱

مادۂ تاریخ وصال

از ملک التدریس عالمِ باعمل مولانا انور علی رضوی بہرائچی استاذ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی

ریحانِ ملت برکاتی ، زحصت عادل

—— ۱۴۰۵ھ —— —— ۱۴۰۵ھ ——

خطیبِ شجاعت ، آج سرمایۂ انجمن خالی شد

—— ۱۴۰۵ھ —— —— ۱۴۰۵ھ —— [1]

[1] قلمی یادداشت مولانا انور علی رضوی بہرائچی نزد راقم ۱۲ رضوی غفرلہ

علمبردارِ اہلِ سنت مولانا سید ریاست علی قادری رضوی

بانی و صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، پاکستان

ولادت

جاں نثار امام احمد رضا و ناشرِ مسلکِ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا سید ریاست علی قادری رضوی بن سید واحد علی رضوی ۲۷؍ جون ۱۹۳۲ء کو محلہ شاہ آباد بریلی شریف کے علمی خانوادے میں پیدا ہوئے اور والدین کریمین کے سایۂ عاطفت میں رہ کر پرورش پائی۔

خاندانی حالات

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے منظورِ نظر مرید و تلمیذ حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی مولانا سید ریاست علی کے نسبتی ہمشیرزادہ تھے۔ مولانا سید ایوب علی رضوی بن سید شجاعت علی بن سید تراب علی بن سید ببر علی بہاری پور بریلی میں پیدا ہوئے۔ مڈل اسکول میں مڈل کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ اسلامیہ اسکول بریلی میں پڑھاتے رہے۔ پھر جب امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تو اپنے آپ کو بارگاہِ رضویت کے لیے وقف کر دیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے رکن رکین رہے اور حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے ساتھ شدھی تحریک کے انسداد میں حصہ لیا، اور اس کی رپوٹیں ہفت روزہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، ماہنامہ یادگارِ رضا بریلی میں نکالتے رہے۔ روداد جماعت رضائے مصطفیٰ مولانا سید ایوب علی ہی ترتیب دیتے تھے۔ آپ نے شعر و شاعری سے بھی لگاؤ رکھا تھا، محرّر اور مصنف تھے۔

۲۶؍ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/ ۲۶؍ نومبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ الوداع نماز فجر سے قبل مولانا

سید ایوب علی رضوی کا وصال ہوا، میانی صاحب لاہور کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولانا سید ریاست علی قادری کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بیعت تھے اور نہایت ہی متقی و پرہیز گار تھے۔ والدہ ماجدہ ابھی باحیات ہیں، وہ بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے بیعت ہیں (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے)۔

سید الطاف علی بریلوی مولانا قادری کے ماموں تھے جن کا انتقال ۱۴۰۸ھ کو کراچی میں ہوا، سید الطاف علی بریلوی آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری جنرل اور سہ ماہی "العلم" (کراچی) کے مدیر تھے۔ موصوف نے امام احمد رضا بریلوی کا زمانہ پایا اور ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔ مسلکاً بریلوی نہیں تھے۔

تعلیم و تربیت اور پاکستان آمد

حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نے قرآن کریم اردو کی تعلیم اپنے محلے ہی میں حاصل کی، اور اسلامیہ ہائی اسکول بریلی سے میٹرک پاس کیا۔ میٹرک کے فوراً بعد ۱۹۴۸ء میں پاکستان ہجرت کر گئے۔ یہاں پر انٹرمیڈیٹ اور بعد میں الیکٹرک ڈپلومہ انجنیئرنگ کیا۔ جرمن لینگویج کورس فرام میونخ ویسٹ جرمنی گوتھے انسٹی ٹیوٹ کی تعلیم کراچی میں حاصل کی، بعدہٗ ٹیلے کمیونیکیشن سرٹیفکیٹ فرام میونخ ویسٹ جرمنی میسرز سمین اے۔ جی۔ مبنذ ڈی۔ ڈی۔ دی کی ٹریننگ کی۔ پاکستان تشریف لے جانے کے بعد مترجم کی حیثیت سے جرمنی سے انگریزی میں ٹرانسلیشن کا کام کیا۔ بعد میں محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کی اور ٹیلی فون سیلس ڈیپارٹمنٹ میں بحیثیت منیجر فرائض انجام دیئے۔

مولانا سید ریاست علی اردو، فارسی، عربی، انگلش جرمنی وغیرہ زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ آپ چار سال کے لیے جرمنی بھی تشریف لے گئے اور وہاں پر جرمنی سے انگلش مترجم کی حیثیت سے کام کیا۔ عربی فارسی کی تعلیم ہندوستان و پاکستان کے جید علماء و مشائخ سے حاصل کی۔

مقالات اور مضامین

مولانا سید ریاست علی صحافی، مقرر، مضمون نگار، ادیب، مقالہ نگار، محقق اور مبصر ہونے

کے ساتھ مسجد الحسین اسلام آباد (پاکستان) کے خطیب بھی ہیں۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے مضامین لکھنے کا شوق ہو گیا تھا اور اسی زمانے میں اپنے معاصرین میں کہنہ مشق ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ مندرجہ ذیل کانفرنس میں مندوب، مقرر اور مقالہ نگار کی حیثیت سے شرکت کی۔

(۱) سیرت کانفرنس (منعقدہ ۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۸ء) زیر اہتمام وزارت مذہبی امور پاکستان اسلام آباد

(۲) شاہ عبداللطیف بھائی کانفرنس کراچی

(۳) اولیاء کانفرنس کراچی

(۴) میلادِ مصطفیٰ کانفرنس فیصل آباد

(۵) میلادِ مصطفیٰ کانفرنس ملتان

(۶) 〃 〃 حیدرآباد

(۷) 〃 〃 لاہور

(۸) 〃 〃 کراچی

(۹) 〃 〃 اسلام آباد

(۱۰) 〃 〃 سکھر

(۱۱) تصوف کانفرنس ٹھٹھہ

(۱۲) 〃 〃 کراچی

مولانا سید ریاست علی قادری ایک اچھے اہلِ قلم ہیں، سیرت و صورت میں بھی شرع کے پابند ہیں، گاہے بگاہے مختلف عنوانات پر مضامین لکھتے رہتے ہیں جو عوام و خواص میں خاصے مقبول ہیں۔ مندرجہ ذیل اخبار، رسائل اور جرائد میں مستقل آپ کے مضامین اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ مولانا قادری کے مضامین و مقالات محققانہ اور معلوماتی ہوتے ہیں جن کے پڑھنے سے قاری کا ذہن یک بیک پلٹ جاتا ہے۔

ماہنامہ سُنّی دنیا بریلی، روزنامہ جنگ کراچی، مشرق کلکتہ، نوائے وقت کراچی، امن، حریت اسلام آباد، نقوش لاہور، روحانی ڈائجسٹ، افق، تاجدارِ حرم کراچی، لاہور، نوائے نعت،

سالنامہ معارفِ رضا کراچی، استقامت کانپور۔

مولانا ریاست علی کے مضامین و مقالات کی تعداد تین سو سے زائد ہے

انعامات وغیرہ

حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نے آل پاکستان حمد و نعت مقابلہ زیر اہتمام حبیب بینک لمیٹڈ کراچی منعقدہ ۱۹۸۴ء (تا) ۱۹۸۸ء بحیثیت منصف کے خدمات انجام دیں اور ریڈیو پاکستان کراچی، ریڈیو پاکستان راولپنڈی میں مقرر کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں۔

سیرت کانفرنس، ۱۹۸۰ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد میں میڈل، شاہ لطیف بھائی کانفرنس ۱۹۸۶ء کراچی میں شیلڈ، اور اولیاء کانفرنس کراچی میں سند وغیرہ کے انعامات حاصل کیے اور تمغات سے نوازے گئے۔

تصانیف و مرتبات

مولانا سید ریاست علی ذی علم، دانش مند، محقق، اور بلند پایہ مصنف بھی ہیں۔ آپ کی تصنیفی و ترتیبی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں جو خاص و عام میں مقبول ہیں۔ آپ نے مختلف کتابوں پر تقاریظ، پیش لفظ، مقدمے اور اداریے لکھے جو علمی دنیا میں سدابہار کا درجہ رکھتی ہیں۔

۱۔ تحریکِ آزادیِ ہند مصنفہ پروفیسر حسنین کاظمی

۲۔ لوگارثم (علم ریاضی کی ایک شاخ)

۳۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نازک لمحات کی میزان پر

۴۔ مفتیِ اعظم ہند (سوانح حیات مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی)

۵۔ امام احمد رضا کے نثری شہ پارے

۶۔ سالنامہ معارفِ رضا کراچی

۷۔ مجلہ سیرت وزارت مذہبی امور حکومتِ پاکستان اسلام آباد

۸۔ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اہم ذمہ داریاں

مولانا سید ریاست علی کی زندگی ہمہ رنگ ہے، گوناگوں مصروفیات کے باعث ان اہم ذمہ داریوں کو بھی بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، جو مولانا قادری کی اعلیٰ صلاحیت وقابلیت کا بین ثبوت ہے۔

۱۔ اعزازی مشیر مجلہ رحمۃ للعالمین (سالنامہ) اسلام آباد
۲۔ مشیر اعلیٰ ماہنامہ نوائے نعت کراچی
۳۔ ممبر مجلس ادارہ سالنامہ معارفِ رضا کراچی
۴۔ جنرل سکریٹری تصوف اکیڈمی آف پاکستان (کراچی)
۵۔ ممبر وفاق الصوفیہ کراچی
۶۔ ممبر دائرۃ المصنفین کراچی

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کا قیام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے حلقۂ ارادت اور عقیدت مندوں نے بتوفیقِ ایزدی اپنے رفیق و رہنماؤں کی زندگی اور مشن کو عام کرنے کے لیے برصغیر پاک وہند، اور اطراف واکنافِ عالم میں انجمن، حلقے، دائرہ ہائے فکر، کتب خانے، اشاعتی ادارے، اور ریسرچ سینٹر قائم کیے اور اپنے محدود مادی ومالی وسائل کے باوجود گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں، ان میں مولانا سید ریاست علی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایک برین سیل (BRAIN CELL) کی سطح پر کراچی میں ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی ۱۹۷۴ء میں بنیاد ڈالی، جو ۱۹۸۰ء سے اس صدی کے جلیل القدر اور قابلِ احترام روحانی، علمی رہبر ورہنما امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کارناموں کو اپنے محدود مالی ومادی وسائل کے باوجود متعارف کرانے کے لیے حسبِ توفیق خالص علمی وادبی کام کر رہا ہے، مدیر مجلہ امام احمد کانفرنس ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء مولانا سید ریاست علی قادری کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اگر ایک جسد سے تعبیر کیا جائے تو ہمارے سید صاحب (ریاست علی قادری) اس کی روح ہیں، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی یہ شہ رگ اور ایک وین ہیں کہ اس کے سارے جسم میں اس کے ذریعے خون پہنچ رہا ہے۔

سالنامہ معارفِ رضا

حضرت مولانا سید ریاست علی نے آج سے پانچ چھ سال پہلے بے سرو سامانی کے عالم میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے جذبۂ فداکاری سے سرشار ہو کر معارفِ رضا کا پہلا شمارہ نکالا تھا۔ اس وقت ماہر رضویات، محقق وقت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر، حضرت مولانا شمس الحسن شمس بریلوی حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی اور جناب محمد شفیع قادری نے آپ کا بھرپور تعاون کیا۔ سید ریاست علی کی شب و روز کی جانکاہ محنت نے مجلہ معارفِ رضا کو کامیاب بنایا۔ اس میں بڑے بڑے پروفیسر، محققین اور دانشوروں کے مقالات ہوتے ہیں جو امام احمد رضا کے یوم وصال پر ہر سال پابندی اور بلند معیاری کے ساتھ نکل رہا ہے۔

امام احمد رضا کانفرنس جناب مولانا سید ریاست علی کے نصب العین کی ایک ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آئی۔ اپنوں اور غیروں نے بے حد سراہا۔ دانش ور طبقہ اس کانفرنس کی بدولت امام احمد رضا بریلوی اور ان کے پائیگاہ علم اور ان کے تبحر سے آگاہ ہوا، اور اس کانفرنس کے بڑے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ آپ نے راقم کے نام ایک خط میں لکھا کہ:

> میں نے اپنی زندگی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت کے مشن کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دی ہے۔

دنیائے رضویت مولانا ریاست علی کی ذات پر نازاں ہے اور ان کے فروغِ عمل کے لیے دعاگو ہے آپ کا قائم کردہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا پورے ملک پاک و ہند میں اعلیٰ حضرت پر اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جو اعلیٰ حضرت پر تحقیق کر رہا ہے۔ اس ادارے نے دنیا بھر میں مسلم اور غیر مسلم

دانش وروں کو اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کیا ہے۔ دنیا بھر میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں اور ان کے کارناموں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔

بیعت و خلافت

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۶ء میں مولانا سید ریاست علی قادری پاکستان سے بریلی شریف حاضر ہوئے۔ حضور مفتیٔ اعظم نوری قدس سرہٗ کو قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا تو آپ کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور فوراً شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اگرچہ عقیدت آستانۂ رضویہ سے پہلے ہی سے تھی اس لیے کہ مولانا ریاست علی کے والد سید واحد علی رضوی کو امام احمد رضا سے شرفِ بیعت حاصل تھا جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر مواقع پر اعلیٰ حضرت اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت کا ذکرِ خیر ہوا کرتا تھا۔ اس لیے مولانا قادری آستانۂ رضویہ سے متعارف تھے۔

۱۹۸۰ء میں حضرت مفتیٔ اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی نے سلسلۂ قادریہ، برکاتیہ، نوریہ، رضویہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ نیز اپنا عمامہ، جبہ، ٹوپی، جائے نماز، رومال اور دیگر تبرکات عنایت فرمائے۔

جاں فشانی کا نتیجہ

حضرت مولانا سید ریاست علی نے حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ کو بھی دیکھا تھا۔ مولانا محمد حامد رضا بریلوی آپ کے دولت خانے پر تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ "میں نے زندگی میں ان سے زیادہ خوبصورت اور حسین شخصیت نہیں دیکھی۔ وہ بہت ہی حسین و جمیل اور خوبرو تھے"۔

جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ، استاذ العلماء مفتی تقدس علی خاں رضوی علیہ الرحمۃ، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری اور حضرت علامہ شمس بریلوی کے دل میں آپ کی بے حد قدر و منزلت ہے۔ ۱؎

(باقی اگلے صفحہ پر)

؎ مذکورہ حالات مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ ص ۲۵، تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان ص ۱۰۸، گناہ بے گناہی ص ۳۴، اور زیادہ تر حالات حضرت علامہ مولانا سیّد ریاست علی رضوی کے مکتوبِ گرامی سے ماخوذ ہیں بنام راقم محررہ ۲۹ مارچ ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ز

مخدومِ اہلِ سُنّت مولانا سیّد زاہد علی قادری رضوی علیہ الرحمۃ

خطیب جامع مسجد بغدادی گلبرگ فیصل آباد (پاکستان)

ولادت

حضرت مولانا علامہ ابوالفیض سید زاہد علی شاہ قادری رضوی بن سید شاہد علی ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء میں پیلی بھیت (یوپی انڈیا) کے محلہ کھکراہیں سادات کے ایک علمی و روحانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مولانا سید زاہد علی کے جدِّ امجد مولانا حافظ سید شوکت علی پیلی بھیت کی مشہور شخصیت تھے۔ مرکزی جامع مسجد کی خطابت و امامت کے علاوہ ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا ہوا تھا۔ جہاں کثیر تعداد میں طلبہ اکتسابِ فیض کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت اور اساتذہ

حضرت مولانا سید زاہد علی قادری نے اُردو کی ابتدائی اور تجوید و قراءت کی تعلیم پیلی بھیت کی جامع مسجد میں اپنے جد امجد مولانا حافظ سید شوکت علی، مولانا قاری عبدالحفیظ (خطیب سنہری جامع مسجد پیلی بھیت) اور قاری نوشے علی سے حاصل کی۔

۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے سکھر (پاکستان) تشریف لائے۔ اور ۱۹۵۳ء میں جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ فارسی اور صرف کی ابتدائی کتابیں مولانا سید منظور حسین شاہ سے پڑھیں، جبکہ اصول الشاشی اور سلم العلوم حضرت مولانا عبدالقادر سے، شرح ملا جامی مولانا حافظ احسان الحق سے، مختصر المعانی اور حسامی حضرت مولانا مفتی مختار احمد سے، ہدایہ مولانا مفتی محمد امین سے، مشکوٰۃ شریف، میرزاہد اور رسالہ قطبیہ حضرت مولانا مفتی نواب الدین سے، ہدیہ سعیدیہ و میبذی حضرت مولانا علامہ ولی النبی سے اور توضیح تلویح، سراجی، شرح عقائد اور دورۂ حدیث (کتب احادیث) حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ

علیہ سے پڑھ کر ۱۹۶۲ء میں سندِ فراغت و دستارِ فضیلت حاصل کی۔

پنجاب یونیورسٹی سے عربی کا پہلا امتحان (ادیب عربی) بھی پاس کیا۔

امامت و خطابت فراغت سے لے کر تا دمِ زیست مولانا سید زاہد علی جامع مسجد بغدادی گلبرگ فیصل آباد میں فرائضِ خطابت انجام دیتے رہے۔

تدریس مولانا سید زاہد علی نے تدریس کا آغاز جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد سے کیا۔ ایک سال بعد حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے حکم سے جامع مسجد بغدادی میں دار العلوم نوریہ رضویہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جہاں آپ نے وقتاً فوقتاً درسِ نظامی کے تمام اسباق پڑھائے۔ اس وقت جامعہ ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے جہاں دس مدرسین اور ڈیڑھ سو طلباء درسِ نظامی، تجوید و قراءت اور حفظِ قرآن کے شعبوں میں تعلیم و تعلم میں مصروف ہیں۔ دینی درس گاہ کے علاوہ آپ نے ایک پرائمری اسکول بھی قائم کیا جہاں قرب و جوار کے بچے اردو تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

تبلیغی دورہ مولانا سید زاہد علی تبلیغ دین کے سلسلے میں ملک کے تقریباً ہر حصے میں تشریف لے جاتے۔ کوئٹہ، کراچی اور پشاور تک، آزاد کشمیر میں عباس پور، راولاکوٹ اور مظفر آباد میں مولانا سید زاہد علی نے تبلیغی دورے کیے۔

سیاسی کردار مولانا سید زاہد علی نے تحریکِ ختمِ نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ سیاسی طور پر آپ کا تعلق سوادِ اعظم کی نمائندہ جماعت جمعیتِ علماءِ پاکستان سے تھا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے موقع پر آپ جمعیتِ علماءِ پاکستان فیصل آباد شہر کے صدر تھے۔ انتخابی سرگرمیوں کے سلسلے میں جگہ جگہ تقاریر کر کے جمعیت کے منشور، نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ کے تحفظ سے عوام کو روشناس کرایا۔

مکتبہ نوریہ رضویہ مولانا سید زاہد علی نے دینی کتب کی نشر و اشاعت کی خاطر مکتبہ نوریہ رضویہ قائم فرمایا۔ اس مکتبہ کے ذریعے ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۵ء تک اردو کتب کی طباعت ہوتی رہی اور اب ۱۹۷۵ء سے یہ مکتبہ نایاب

عربی کتب کی طباعت کا اہتمام کر رہا ہے۔

الحمد للہ! حضرت مولانا سید زاہد علی کی شبانہ روز محنت سے بہت سی نایاب عربی کتب چھپنے سے اہلِ علم حضرات کے لیے اچھا خاصا علمی ذخیرہ مہیا ہو چکا ہے۔ مولانا سید زاہد علی نے جن نایاب عربی کتب کی طباعت کا انتظام کیا وہ یہ ہیں:

۱۔ الحاوی للفتاویٰ ۲۔ الخصائص الکبریٰ

۳۔ حجۃ اللہ علی العلمین ۴۔ شفاء السقام

۵۔ الحدیقۃ الندیہ فی شرح الطریقۃ المحمدیہ

۶۔ مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات

۷۔ جلاء الافہام فی صلوٰۃ خیر الانام

۸۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

بیعت و خلافت

مولانا سید زاہد علی نے حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر ۱۹۶۱ء میں کسی دینی کام سے بریلی شریف حاضری ہوئی تو حضرت محدثِ اعظم کے حکم پر موقع کو غنیمت جانتے ہوئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا علامہ مصطفیٰ رضا نوری سے نسبتِ روحانی حاصل کی۔ حضرت مفتیٔ اعظم نے مولانا سید زاہد علی کو تمام وظائف، اوراد و اعمال اعلیٰ حضرت و سلسلۂ قادریہ کی اجازت و سندِ خلافت بھی عطا فرمائی۔

حج و زیارت

مولانا سید زاہد علی نے چار مرتبہ حج بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

انتقال

مولانا سید زاہد علی فروری ۱۹۷۸ء میں جامعہ امجدیہ کراچی کی دعوت پر امام اہلِ سنت الشاہ

احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے عرس مبارک میں شمولیت کی خاطر کراچی تشریف، وہاں پہنچتے ہی دل کا دورہ پڑا اور مولانا سید زاہد علی نے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ [۱]

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماء اہل سنت ص ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵

س

مخدوم اہلسنت مولینا سبطین رضا قادری بریلوی

انجمن اسلامیہ کانکیر ضلع بستر ۔ ایم ۔ پی

ولادت

مخدوم ملت منبع العلم حضرت علامہ مولینا سبطین رضا قادری رضوی بریلوی بن حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا بن استاد زمن مولینا حسن رضا برادر اصغر امام احمد رضا بریلوی بن امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں برکاتی اوائل نومبر ۱۹۲۷ء کو محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔

آبائی مکان

مولینا سبطین رضا کی پرورش و تربیت والدین کریمین نے فرمائی۔ جائے پیدائش آپ کا آبائی مکان جو خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کے عقب میں واقع ہے اور جس میں ایک عرصہ تک مولینا سبطین رضا کے جد امجد مولینا حسن رضا بریلوی سکونت پذیر رہے، بعد ازاں والد ماجد مولینا حسنین رضا بریلوی رہتے رہے۔ مولینا حسنین رضا بریلوی کسی وجہ سے پرانا شہر محلہ کانکر ٹولہ بریلی میں منتقل ہو گئے تھے۔ آج مولینا سبطین رضا کا یہی مسکن ہے۔

جد امجد مولانا حسن رضا بریلوی کے مکان عقب خانقاہ رضویہ میں آپ کے تایا حکیم حسنین رضا خاں ۱۹۴۷ء تک سکونت پذیر رہے۔ اور اس وقت کے ہنگامی حالات میں ان کی عدم موجودگی میں ایک پنجابی زبردستی اس پر قابض ہو گیا تھا۔ جو کم و بیش بیس سال تک رہتا رہا۔ جس کو آج سے آٹھ سال قبل مولینا منان رضا قادری بریلوی نے کوشش کر کے

خالی کرایا اور اس کی مرمت نیز کچھ حصہ تعمیر کرایا اور اب مولینا منان رضا خاں قادری اس کے مالک اور قابض ہیں۔

تسمیہ خوانی

جب مولینا سبطین رضا بریلوی سن شعور کو پہنچے تو والدین کریمین نے اس کا خصوصی انتظام فرمایا۔ اچھے اچھے کپڑے سلوائے گئے، دولہا بنایا گیا اور آپ کے چھوٹے دادا حضرت مولانا محمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے بسم اللہ پڑھائی۔ اور اس تقریب میں بہت سے اعزا اور والد ماجد کے بہت سے احباب جن کا حلقہ بہت وسیع تھا شریک ہوئے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولینا سبطین رضا کا بچپن بفضلہ تعالیٰ والدین کی بے پناہ شفقت و محبت کے سایہ میں نہایت خیر و خوبی سے گزرا۔ مولینا حسنین رضا بریلوی نے تعلیم و تربیت اور نشو و نما کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ محلے کے شریر اور کھلاڑی بچوں سے ملنے کی سخت ممانعت تھی۔ اس کی نگرانی رکھی جاتی تھی ایک طرف والد ماجد کا یہی مکان جو اس وقت ان کی مردانہ نشست گاہ تھی۔ اگر والد ماجد نہ ہوتے تو ان کا خادم جسے انھوں نے بچپن سے پالا تھا۔ اس کو حکم تھا کہ میری عدم موجودگی میں ان کی نگرانی رکھو اور یہ گھر سے باہر نہ جانے پائیں۔ اس کے علاوہ ایک جانب نانا جان کی بیٹھک تو دوسری جانب ماموں صاحب کی نشست گاہ اور یہ سب بزرگ بطور خاص نگرانی کرتے۔

مولینا سبطین رضا رضوی بریلوی کی تعلیم کا آغاز گھر ہی سے ہوا۔ ابتدائی اُستاد والدین ہیں۔ نیز قرآن پاک حافظ سید شبّیر علی رضوی بریلوی سے پڑھا۔ ابتدائی فارسی اردو اور خوش نویسی کی مشق خود والد ماجد نے کرائی۔ خطوط نویسی اور کچھ فارسی ماموں مرحوم سے بھی پڑھی۔ شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری[1] سے میزان، منشعب وغیرہ کتابیں

---

[1] جو اس وقت جامعہ رضویہ واقع مرزائی مسجد محلہ گھیر جعفر خاں پرانا شہر بریلی میں مدرس تھے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

پڑھیں۔ مولینا سبطین رضا مولانا قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری کے ہمراہ روزانہ مدرسہ جایا کرتے تھے۔ ان کی صحبت کیمیا اثر نے علم کا کندن بنا دیا، بچپن ہی سے فقہ وغیرہ میں مہارت حاصل کر لی تھی۔

مولینا سبطین رضا نے کچھ دنوں بعد دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ لیا اور ابتداء سے انتہا تک جملہ کتب متداولہ کی یہیں پر تعلیم حاصل کی۔ دو سال کے لیے آپ اپنے رفیق درس مولینا فیضان علی رضوی بیسلپوری (ابن مولانا عرفان علی رضوی بیسلپوری علیہ الرحمہ) کے ہمراہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تشریف لے گئے، اور جدید علوم میں ماہرین علوم سے اکتساب فیض کیا۔

اساتذۂ کرام

۱۔ صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی

۲۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی فیصل آباد

۳۔ حکیم الاسلام مولینا حسنین رضا قادری بریلوی

۴۔ شیخ الادب مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی

۵۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف رضوی بلیاوی

۶۔ شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری

۷۔ حضرت مولانا مفتی وقار الدین رضوی دار العلوم امجدیہ کراچی

۸۔ پروفیسر مولینا سید ظہیر الدین رضوی زیدی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۹۔ حضرت مولانا غلام یٰسین رضوی پور نوی

خدمات دینیہ

مولینا سبطین رضا بریلوی درس نظامیہ کی کتب میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ تدریسی زندگی کا آغاز دار العلوم منظر اسلام بریلی سے ہوا۔ بعدہٗ قاری غلام محیی الدین رضوی ستیری کے مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی ضلع نینی تال میں تین سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اسی دوران مدارس

اسلامیہ کے سالانہ امتحانات میں ممتحن کی حیثیت سے شرکت کی۔ مولینا سبطین رضا جامعہ عربیہ ناگپور میں درسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اس وقت مدرسہ فیض الاسلام کشیدکل ضلع بستر میں تقریباً پندرہ سال سے خدمت دینی میں مصروف ہیں اور رائے پور میں ادارہ اہلسنت کی سرپرستی بھی آپ کے ذمہ ہے۔

عقد مسنون

حضرت مولینا سبطین رضا کا عقد مسنون مفتی عبدالرشید فتح پوری کی دختر سے ۷، مارچ ۱۹۵۷ء میں ہوا۔ یہ رشتہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے حسب الانتخاب سے ہوا۔ سات بچے تولد ہوئے جن میں سے دو لڑکے فوت ہو گئے۔ اور دو لڑکے تین لڑکیاں بفضلہ تعالیٰ موجود ہیں۔

۱۔ مولانا جنید رضا خاں عرف سلمان رضوی

۲۔ مولینا عبیدالرضا عرف نعمان رضوی

مذکورہ صاحبزادگان اس وقت جامعہ نوریہ رضویہ میں درس نظامیہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ صاحبزادگان کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین۔

بیعت وخلافت

والد ماجد مولانا حسنین رضا علیہ الرحمہ نے آپ کو نو عمری ہی میں حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کرا دیا تھا۔ مولینا سبطین رضا کو مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے اجازت وخلافت اور نقوش وتعویذات کی اجازت عطا فرمائی۔ نیز والد ماجد علیہ الرحمہ نے بھی اجازت عطا فرمائی۔

مفتی اعظم کے متعلق

حضرت مولینا سبطین رضا بریلوی نے راقم کے نام ایک مکتوب میں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے متعلق یہ چند الفاظ تحریر فرمائے۔

"سینکڑوں خوبیاں آپ کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی تھیں۔ اور ان کی فطرت و عادت میں داخل تھیں۔ جو خوبیاں سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہیں بلکہ آئے دن جن کا مشاہدہ ہوتا رہتا تھا۔ وہ تھی ان کی تواضع اور انکساری، مخلوق خدا کی خدمت گزاری اور دنیا سے بے تعلقی و بے نیازی کہ جس کا آج کے علماء و مشائخ میں فقدان نظر آتا ہے۔ (الا ماشاء اللہ) اور یہی وہ پسندیدہ عادتیں تھیں کہ جن کی وجہ سے انھوں نے سیکڑوں نہیں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دلوں کو موہ لیا تھا۔ ذرا غور تو فرمایئے کہ علم کا وہ کوہ گراں جس کے سامنے وقت کا بڑے سے بڑا عالم بھی لب کشائی سے گھبراتا اور ان کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہو لیکن کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت کے کسی بھی قول و فعل، تعلّی، تفوّق برتری کا کبھی بھی اظہار ہوا ہو۔ کبر و نخوت تو دور کی بات ہے۔ جبکہ آج حال یہ ہے کہ جس کو تھوڑا سا بھی علم حاصل ہو جاتا ہے وہ غرور علم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور ہم چوں من دیگرے نیست۔

حضرت کی ساری زندگی خدمتِ خلق میں گزری۔ انھوں نے اپنی صحت و آرام کا خیال کیے بغیر آخر عمر تک مخلوق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ [1]

---

[1] مکتوب گرامی حضرت مولانا سبطین رضا قادری بریلوی بنام راقم محررہ ۹ رشوال المکرم ۱۴۱۰ھ / ۱۲، رضوی عفرلہ، ۱۹۹۰ء۔

محدث اعظم پاکستان

مولینا محمد سردار احمد قادری رضوی قدس سرہٗ

بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد (پاکستان)

ولادت

جامع شریعت و طریقت، محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد رضوی چشتی بن چودھری میراں بخش ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

محدث اعظم پاکستان نے ابتدائی تعلیم موضع دیال گڑھ میں حاصل کی ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ ہائی اسکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کی تیاری کے لیے لاہور تشریف لائے۔ انہی دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام مسجد وزیر خاں میں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا۔ جس میں پاک و ہند کے کثیر التعداد علماء و مشائخ کے علاوہ شہزادہ اعلیحضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ بھی شریک ہوئے محدث اعظم پاکستان حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوگئے کہ انگریزی تعلیم کو خیرآباد کہہ کر مرکز علوم و معارف بریلی شریف چلے گئے۔ حضور مفتی اعظم اور مولانا محمد حامد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے استفادہ کیا، اور آٹھ سال تک صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی قدس سرہٗ کی خدمت میں رہ کر جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف سے سند فراغت حاصل کی، زمانہ قیام اجمیر شریف میں حضرت مولینا سید امیر اجمیری سے بھی مستفید ہوئے۔

بیعت وخلافت

حضرت محدث اعظم پاکستان سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ اور سلسلہ قادریہ رضویہ میں شہزادہ اعلیحضرت حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا خاں بریلوی سے فیض یاب ہوئے[۱] اور حضور مفتی اعظم الشاہ مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی[۲]

بریلی سے اجمیر

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ منظر اسلام سے کافیہ تک کتابیں پڑھ کر جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ مسلسل آٹھ برس تک علم وعرفان کی پیاس بجھاتے رہے اجمیر شریف کے قیام میں حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام یزدانی سابق شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی، امام النحو مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ محدث اعظم پاکستان کے شریک درس تھے۔ وہ سب کے سب اپنے علم وفضل میں مشاہیر روزگار ہیں۔ محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے ان ماہ وسال میں کتب درسیہ کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی تصنیفات کا گہرا مطالعہ فرمایا، جامعہ معینیہ اجمیر میں ایک فاضل مدرس جامع معقول ومنقول تھے ایک دن درس میں امام احمد رضا بریلوی کی تفقہ فی الدین کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

اعلیحضرت فقہ میں ماہر تھے۔ اس جملہ میں فقہ کی قید احترازی تھی۔ اشارہ امام احمد رضا بریلوی کے علوم معقول پر مہارت کا انکار تھا۔ محدث اعظم پاکستان یہ سن کر تڑپ اٹھے، اور

---

[۱] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۴۹، ۱۵۰

[۲] قلمی یادداشت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی استاذ منظر اسلام بریلی

(ب) مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی ملتان بنام راقم محررہ ۱۲ رضوی غفرلہ

دوسرے ہی دن امام احمد رضا بریلوی کی معرکۃ الآرا اور امکان کذب پر منفرد کتاب سبحٰن السبوح کا ایک ورق کھول کر فاضل مدرس کے سامنے درس میں بیٹھ گئے۔ اور اس پر اظہار خیال چاہا۔ مدرس مذکور فاضل تھے۔ دو چار بار دیکھتے ہی کہا۔ میں پہلے مطالعہ کرلوں پھر کتاب کے باب میں کچھ کہہ سکوں گا۔ چنانچہ دوسرا اور تیسرا دن بھی آگیا۔ اور یہ کہہ کر فاضل مدرس نے کتاب اور مصنف قدس سرہ' کی انفرادی حیثیت کا برملا اقرار کرتے ہوئے فرمایا

> "سبحٰن السبوح اپنے موضوع میں لاجواب ہے، "قاضی اور "افق المبین جیسی کتب معقول کے علمی مباحث کا خلاصہ اس میں موجود ہے اور اس کا مصنف یقیناً علوم معقول (منطق و فلسفہ) پر استحضار رکھتا ہے۔" [1]

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے درس نظامیہ کی تکمیل میں بڑی محنت شاقہ فرمائی۔ اپنی کہنیوں کے بل پوری پوری رات کتب درسیہ کا مطالعہ فرماتے۔ اُستاد گرامی صدر الشریعہ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے۔ عصر و مغرب کے درمیان بھی حصول علم کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ محدث اعظم پاکستان کے مشائخ حدیث میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حضرت سیدنا الشاہ آل رسول مارہروی، امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اسماء نمایاں ہیں۔ اسی طرح علوم منطق و فلسفہ میں محدث اعظم پاکستان کا سلسلۂ زریں حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ تک پہونچتا ہے۔

اجمیر سے بریلی

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ جامعہ معینیہ اجمیر سے فراغت کے بعد بریلی تشریف لائے اور منظر اسلام میں ہدایہ اخیرین سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام جہاں مطالعہ

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۵۵ بابت اکتوبر ۱۹۸۹ء / صفر، ربیع الاول ۱۴۱۰ھ شمارہ ۱۰ جلد ۲۹، مضمون مولانا ابراہیم خوشتر رضوی صدیقی مانچسٹر

کے لیے لالٹین فراہم کی گئی تھی۔ وہاں محدث اعظم پاکستان کو علم و دانش کی روشنی پھیلانے کے لیے منتخب کیا جا چکا تھا۔ محدث اعظم پاکستان کے آنے سے منظر اسلام میں غیر معمولی چہل پہل تھی۔ ہدایہ اخیرین کو پڑھنے والے طلبہ متن و شرح پھر مہینہ کی عبارتوں کو یاد کیے سوال و جواب کے ہتھیار سے آراستہ اُستاد گرامی کے سامنے حاضر تھے۔ طلبہ اس سے پہلے کہ مسائل فقہ میں کچھ کہتے، شرح و متن میں اُلجھتے اعتراضات کرتے، محدث اعظم پاکستان نے فقہ اور اصول فقہ سے متعلق کے چند سوالات ارشاد فرمائے، ہدایہ اخیرین کے طلبہ دم بخود ولاجواب تھے۔ فقہ دانی کا سارا نشہ ہرن تھا اور انھیں یہ شعور ہو چلا تھا کہ آج قطرے نے بحر علم کے ساحل کو پا لیا ہے،

ادھر یہ پُر لطف چھیڑ چھاڑ تھی اور ادھر محدث اعظم پاکستان کا مرکز آرزو حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ، اس علمی منظر سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔ فرط مسرت سے چہرۂ انور تبسم زار بنا ہوا تھا۔ اپنے صاحبزادے حضرت مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا جیلانی سے بار بار ارشاد فرما رہے تھے۔

> " دیکھو کل کی بات ہے مولانا (محمد سردار احمد) نے اسی مدرسہ میں میزان شروع کی تھی [۱]

بریلی سے فیصل آباد

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں محدث اعظم پاکستان لائل پور تشریف لے گئے جھنگ بازار کے گول میں نماز جمعہ کا آغاز فرمایا۔ قائم کردہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں خود درس دینا شروع کیا، محدث اعظم پاکستان کے درس کی وہ شہرت ہوئی کہ ہندوستان سے باذوق طلبہ درس میں شرکت کرنے لگے۔ آخری دور میں سو سو کی تعداد میں صحاح ستہ کا دورہ طلبہ پڑھتے [۲]

چودہ سال کے مختصر عرصہ میں لائلپور کی کایا پلٹ دی۔ اسی وقت سے جگہ جگہ سے صلوٰۃ وسلام کی روح پرور صدائیں سُنائی دیتی ہیں۔ ہزاروں افراد حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، سینکڑوں طلبا درس حدیث لے کر پاکستان کے گوشے گوشے بلکہ دیگر ممالک

---

[۱] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۵۶، اکتوبر ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ
[۲] محمد دین کلیم، مورخ لاہور، تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۲۶۵

میں بھی دین متین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور عظیم دینی درسگاہ اور لائلپور کی سب سے بڑی مسجد سنی رضوی جامع مسجد محدث اعظم پاکستان کی یادگار اور گواہ ہیں۔ جمعیتہ الخدام الرضا منظر اسلام بریلی میں قائم فرمایا اور ایک ضروری ہسپتال بھی جاری فرمایا۔

حج وزیارت

حرمین طیبین میں پہلی بار حاضری کا شرف حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے ساتھ ۱۹۴۵ء میں حاصل ہوا۔ دس سال ۱۹۵۵ء تک حج وزیارت کی دوبارہ حاضری کے لیے بے چین رہے کہ مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بلاوا ۱۹۵۶ء میں آگیا۔ اس سفر وسیلۂ ظفر کے لیے کئی درخواستیں لائلپور سے دی گئیں جو نامنظور ہوئیں۔ اس سفر میں حضرت مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی رفیق سفر رہے۔ اندازِ سفر یہ رہا کہ اس کی پہلی منزل (قبل حج) مدینہ منورہ اور آخری منزل (بعد حج) بھی مدینہ شریف رہا۔ محدث اعظم پاکستان کا کل قیام مدینہ منورہ میں ۵۴ یوم رہا۔ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سنی صحیح العقیدہ افراد کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے۔

بریلی کا تاریخی مناظرہ

قیام بریلی شریف کے دوران محدث اعظم پاکستان نے مشہور دیوبندی مناظر مولوی منظور احمد نعمانی سے حفظ الایمان (از مولوی اشرف علی تھانوی) کی مشہور گستاخانہ عبارت پر ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء/۴ ۱۳۵ھ کو کامیاب مناظرہ کیا۔ یہ مناظرہ چار دن جاری رہا اور فریق مخالف کو زبردست شکست ہوئی۔ چوتھے دن مولوی منظور احمد نعمانی نے بے باکی کی انتہا کر دی اور کہا۔

> "میں فاتحہ کو بدعت کہتا ہوں اور محرم کی سبیل لگانے اور محرم میں دودھ یا شربت پلانے کو بدعت کہتا ہوں اور اسی وجہ سے میں کم بخت ہوں تو میں ایسا کمبخت ہی اچھا ہوں۔ میں بھی بھوکا مرتا ہوں اور میرے آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے۔ جو حشر میرا وہ ان کا۔"؎ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

(حاشیہ اگلے پر)

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ مناظرہ میں نہایت درجہ مہارت رکھتے تھے۔ روداد مناظرہ بریلی کے مطالعہ سے علمی قابلیت، تبحر علمی، حاضر جوابی کا حال منکشف ہوتا ہے، محدث اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ

"تم (دیوبندی) جن امور میں مناظرہ کرنا چاہو فقیر بھی بحمد اللہ تعالیٰ ان امور میں مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہے۔"

بریلی میں مناظرہ کا پہلا دن ہوا تھا کہ کوکوالی مسجد نماز مغرب میں چند سپاہی آئے، انھوں نے مسجد میں اعلانیہ بیان کیا کہ

فلاں صاحب وہابیہ کے طرفدار ہیں اور پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا تھا کہ مولوی منظور نعمانی کے سامنے بریلی میں کوئی بولنے والا نہیں۔ آج مجھے معلوم ہوگیا کہ مولوی منظور نعمانی مولوی سردار احمد صاحب کے سامنے بھی نہیں بول سکتے۔ مولوی سردار احمد صاحب نے تو مولوی منظور نعمانی کی آج بولتی بند کردی ہے[2]

یہاں تک کہ خود منظور احمد نعمانی نے محدث اعظم پاکستان سے کہا کہ

آپ تو مولانا حشمت علی خاں سے بھی آگے بڑھ گئے[3]

یہ تاریخ ساز مناظرہ اکبری مسجد معروف بہ مرزائی مسجد محلہ شہر کہنہ بریلی میں ۲۰ محرم الحرام سے ۲۳ محرم ۱۹۵۴ء تک جاری رہا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے حق کو عظیم الشان فتح عطا فرمائی اور وہابیہ کو شرمناک شکست فاش نصیب ہوئی۔ شہر بریلی میں اس فتح کی مبارکبادی کے متعدد اجلاس صدر الشریعہ مولینا امجد علی رضوی اعظمی قدس سرہ کی زیر صدارت میں منعقد ہوئے۔ اس نمایاں کامیابی

(حاشیہ ماقبل صفحہ)

---

[1] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۵۰، بحوالہ مناظرہ بریلی کی مفصل روداد مصنفہ محمد حامد فقیہہ شافعی

[2] محمد حامد فقیہہ شافعی، مولانا: روداد مناظرہ بریلی ص ۸،۵

[3] ایضاً ص ۴۵

کی نہایت مسرت حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی قدس سرہٗ کو حاصل ہوئی —
اور کیوں نہ ہو کہ شاگردوں نے دیوبندیوں کے مایۂ ناز مناظر کے حواس باختہ کر دیئے۔ اس مناظرہ کی کامیابی
پر حسب ذیل مقامات پر جلسہ منعقد کیے گئے۔

۱۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کی جانب سے منظر اسلام میں
۲۔ منظر اسلام کی جانب سے آستانہ قادریہ رضویہ پر۔
۳۔ جمعیت خدام الرضا کی جانب سے منظر اسلام میں (جس کے صدر محدث اعظم پاکستان تھے)
۴۔ جمعیت خدام المصطفٰے کی جانب سے محلہ اعظم نگر میں
۵۔ مسلمانان شہر بریلی کی جانب سے جامع مسجد قلعہ میں
۶۔ مرزا رفیق بیگ کی جانب سے محلہ گڑھی میں
۷۔ حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کی جانب سے فاتح مناظر کو دستار پہنائی گئی اور دار العلوم
منظر اسلام کی جانب سے عبا جبہ محدث اعظم پاکستان کو نذر کیا گیا۔[1]

حجۃ الاسلام کا مکتوب گرامی

مناظرہ کے ایام حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ضلع بدایوں شریف میں رونق افروز تھے۔ فتح کی
خبر سنکر فوراً فرمایا:

تَذْ نَدَّ مَنْظُوْر (منظور بھاگا) "

۱۳۵۴

دَقْ دَتَّ مَنْظُوْر (منظور کا بھانڈا پھوٹ گیا)

۱۳۵۴

عدد نکالنے سے مولوی منظور احمد نعمانی کے فرار کی تاریخ نکلتی ہے۔ اور حجۃ السلام قدس سرہٗ
نے ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا جو بطور تبریک نقل کیا جاتا ہے۔

---

[1] محمد حامد فقیہہ شافعی، مولانا، روئیداد مناظرہ بریلی ص ۱۶۴۔

مولانا المکرم عزیز محترم مولوی سردار احمد صاحب سلمہ صدر
جمعیت خدام الرضا بعد سلام مسنون واد عدویہ خلوص و مشحون،
فقیر اس فتح نمایاں کی مبارک باد دیتا ہے، مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ
آپ کو اعداء دین پر مظفر و منصور رکھے اور آپ کا بول بالا، اہل
باطل کا منہ کالا کرے، بریلی میں اس فتح کا سہرا آپ کے سر
رہا۔ آپ کی قائم کردہ جماعت بحمدہٖ تعالیٰ بہت مفید اور
کار آمد ثابت ہوئی اور خدا اسے اور ترقی عطا فرمائے تو
اہلسنت کے لیے اس کا وجود موجب برکات وحسانات وقوت
اہل سنت ونکابت بدعت کا باعث ہوگا۔ باذنہٖ تعالیٰ، فقیر حاضر
آستانہ ہونے پر خدا نے چاہا تو جمعیت کے متعلق خاص توجہ کریگا۔ والسلام
فقیر حامد رضا خاں غفرلہ،
۲۷ر محرم الحرام ۱۳۵۴ھ [۱]

علم وفضل

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ پیکر اخلاق، سراپا شفقت، باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت تھے، علوم فنون کے بحر بے پایاں، زبردست مناظر اور باکمال محدث تھے، انہیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ اسی بے پناہ محبت وعقیدت کا اثر تھا کہ ان کا ہر قول وفعل شریعت وسنت کے مطابق ہوتا تھا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، کی محبت عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ چونکہ فوٹو کے بغیر بیرون ملک جانے پر پابندی تھی اس لیے پاکستان آکر بے انتہا آرزو کے باوجود نہ بغداد شریف حاضری دے سکے نہ ہی بریلی شریف،

---

[۱] محمد حامد فقیہہ شافعی، مولانا: روداد مناظرہ بریلی ص ۱۶۴

محدث اعظم پاکستان کا وعظ اس قدر پر اثر ہوتا تھا کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ محدث اعظم پاکستان کے مخالف لوگوں نے آپ کے خلاف مخالفتوں کے طوفان اٹھائے۔ مگر پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ تمام عمر علوم دینیہ اور خاص طور پر حدیث شریف کی خدمت اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ عوام کے دلوں کو حب نبوی سے منور کرنے میں صرف کی اس لیے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملا "تاہم چند تصانیف یادگار ہیں۔

۱۔ اسلامی قانونِ وراثت

۲۔ تبصرہ مذہبی (علامہ مشرقی کے تذکرے پر تبصرہ)

۳۔ مرزا مرد ہے یا عورت ؟ (رد مرزائیت)

۴۔ موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام [۱]

۵۔ اصلاح المومنین "یادگار رضا بریلی" (ماہنامہ) کے مختلف شماروں میں یہ مضمون چھپا۔

مشہور تلامذہ

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی شخصیت اس قدر پر کشش تھی کہ ایک دفعہ حاضری دینے والا ہمیشہ کے لیے دامن محبت و عقیدت میں گرفتار ہو جاتا، کئی دیوبندی علماء محدث اعظم پاکستان کے درس حدیث میں شامل ہوئے اور آپ کی زبانِ مبارک سے مسلک اہلسنت کے زور دار دلائل سنکر اس قدر متاثر ہوئے کہ بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہلسنت کے مبلغ بن گئے۔ محدث اعظم کے سینکڑوں تلامذہ کا شمار کرنا مشکل ہے۔ آخری سالوں میں سند فراغت حاصل کرنے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہو جایا کرتی تھی۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا غلام رسول رضوی لائلپوری شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائلپور

۲۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رضوی ایم۔ اے۔ این شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

---

[۱] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۵۱، ۱۵۲

۳۔ مولانا وقارالدین رضوی نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

۴۔ مولینا مفتی عبدالقیوم رضوی ہزاروی ناظم اعلیٰ دارالعلوم نظامیہ رضویہ لاہور

۵۔ مولینا ابوداؤد محمد صادق رضوی مدیر ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ

۶۔ مولینا مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی دارالافتاء اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

۷۔ مولینا محمد صابر القادری نسیم بستوی چیف ایڈیٹر ماہنامہ فیض الرسول براؤں ضلع بستی

۸۔ مولینا مفتی محمد مجیب الاسلام نسیم اعظمی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام بریلی

۹۔ علامہ مولینا عبدالرشید جھنگوی

۱۰۔ علامہ مولینا ابوالحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی شیخ الحدیث سیال شریف

۱۱۔ علامہ مولینا اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ (واں بھچراں)

۱۲۔ مولانا سید جلال الدین شاہ (بھکھی شریف)

۱۳۔ مولینا ابوالمعال محمد معین الدین شافعی ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ لائلپور

۱۴۔ مولینا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی مبلغ اسلام ماریشس افریقہ

۱۵۔ مولینا ابوالشاہ محمد عبدالقادر شہید لائلپوری علیہ الرحمہ

۱۶۔ مولینا محمد شریف ملتانی شیخ الحدیث منظہر العلوم ملتان

۱۷۔ مولینا عنایت اللہ، مناظر اہلسنت (سانگلہ ہل)

۱۸۔ مولینا ابوالانوار محمد مختار احمد لائلپوری

۱۹۔ مولینا سید زاہد علی قادری شاہ ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ لائلپور

۲۰۔ مولینا سید منصور شاہ مدرس جامعہ رضویہ لائلپور

۲۱۔ مولینا فیض احمد اویسی رضوی۔ شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاولپور

۲۲۔ مولینا مفتی محمد حسین قادری اسکھروی۔ ایم۔ پی۔ اے

۲۳۔ مولینا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ لائلپور

۲۴۔ مولانا حافظ احسان الحق، صدر مدرس جامعہ امینیہ لائلپور

۲۵۔ مولانا سید حسین الدین شاہ ناظم اعلیٰ ضیاء العلوم جامعہ رضویہ راولپنڈی[1]

۲۶۔ مولانا محمد حسن علی رضوی مہتمم انوار رضا میلسی ضلع ملتان[2]

۲۷۔ مولانا صوفی خالد علی خاں رضوی بریلوی مہتمم دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ بریلی[3]

۲۸۔ فیض العارفین مولینا غلام آسی پیا حسنی رضوی، سجادہ نشین بھینسوڑی شریف ضلع رام پور[4]

۲۹۔ حضرت علامہ تحسین رضا خاں رضوی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف[5]

وصال پُرملال

حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ یکم شعبان المعظم ۲۹ دسمبر جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء کو کراچی میں وصال فرمایا۔ جسد مبارک شاہین ایکسپریس کے ذریعہ لائلپور لایا گیا۔ اسٹیشن سے جامعہ رضویہ تک راستہ میں ہزاروں افراد نے دیکھا کہ جنازہ پر نور کی پھوار پڑ رہی ہے، حالانکہ بادل کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ محدث اعظم پاکستان کی نماز جنازہ تقریباً تین لاکھ افراد نے شرکت کی۔ مزار سنی رضوی جامع مسجد لائلپور میں مرجع خلائق ہے۔

منظوم تاریخ وصال

محدث اعظم پاکستان کے انتقال پر حضور مفتی اعظم الشاہ مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے پُردرد احساسات کو منظوم فرمایا۔

کیا کہوں میں ہائے کیا جاتا رہا — آہ دل کا حوصلہ جاتا رہا
سنیوں کا دل نہ بیٹھے کس طرح — زور ان کے قلب کا جاتا رہا

---

[1] محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۵۲، ۱۵۳۔ [2] مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی بنام راقم۔ [3] مکتوب گرامی حضرت صوفی خالد علی رضوی بریلوی بنام راقم محررہ ۱۹۸۹ء [4] مولینا غلام آسی پیا حسنی رضوی رام پوری سے راقم کی گفتگو مورخہ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء بمعیت مکرمی جناب محمد سعید نوری سکریٹری رضا اکیڈمی بمبئی [5] مکتوب گرامی حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی مدظلہٗ بنام راقم — ۱۲ رضوی غفرلہٗ

موت عالم کی جہاں موت ہے ۔۔۔ زندگی کا مزا جاتا رہا
اس زمانہ کا محدث بے مثال ۔۔۔ جس کا ثانی ہی نہ تھا جاتا رہا
مولوی سردار احمد اٹھ گئے ۔۔۔ لطف سارا درس کا جاتا رہا
غوث اعظم قطب عالم کا غلام ۔۔۔ نائب شاہ رضا جاتا رہا
حضرت صدر الشریعہ کا وہ چاند ۔۔۔ میرا مہر پر ضیا جاتا رہا
مرگیا فیضان جس کی موت سے ۔۔۔ ہائے وہ فیض انتہا جاتا رہا
یا مجیب اغفر لہ، تاریخ ہے ۔۔۔ کس برس وہ رہنما جاتا رہا
دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو ۔۔۔ چاند روشن علم کا جاتا رہا[1]

۱۳ ۸۲ ھ

تاریخی قطعہ

خطیب پاکستان حضرت مولینا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲ر رجب ۲۴ر اپریل ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء) نے تاریخ وصال کہی ؎

سید و سردار ما ۔۔۔ وارث علوم مصطفےٰ
نائب احمد رضا ۔۔۔ اللہ سے واصل ہوا[2]

۱۳ ۸۲ ھ

محدث اعظم پاکستان کے تین صاحبزادے اس وقت تشریف فرما ہیں۔

۱۔ صاحبزادہ مولانا قاضی محمد فضل رسول رضوی سجادہ نشین
۲۔ صاحبزادہ مولینا قاضی فضل احمد رضوی
۳۔ صاحبزادہ مولانا قاضی محمد فضل کریم رضوی

---

[1] مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی ضلع ملتان بنام راقم، ۱۲ رضوی غفرلہ،
[2] محمد عبد الحکیم شرف قادری، مولانا: تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان ص ۱۵۴، ۱۵۵

صوفی زماں مولٰینا محمد سراج الباری رضوی

شہباز پور ضلع ویشالی ۔ بہار

ولادت

حضرت مولٰینا شاہ محمد سراج الباری رضوی بن مولٰینا عبدالباری بن اصغر علی کی ولادت بمقام شہباز پور پوسٹ پرنیہ ضلع ویشالی بہار میں ۱۳۴۶ھ میں ہوئی ۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم جب مولٰینا محمد سراج الباری سخن آموزی کی منزل عبور کر چکے تو آپکے والد بزرگوار نے آپ کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کرائی ۔ اور پھر محلہ ہی کے مکتب میں ختم قرآن شریف کی سعادت حاصل کی ، بعدہٗ مدرسہ علیمیہ انوار العلوم دامودر پور ضلع مظفر پور میں تعلیم پائی ۔ بعدہٗ مدرسہ بحر العلوم کٹیہار پہنچے ، پھر مدرسہ دار العلوم لطیفی نقیر ٹولہ میں درس لینے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی حصول یابی کے لیے دار العلوم منظہر اسلام بریلی میں آکر کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کر کے فراغت حاصل کی ۔

مولٰینا محمد سراج الباری بریلی شریف کی ایک مسجد میں رہ کر درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے کہ اتنے میں والد ماجد کا بلاوا آگیا اور آپ اپنے آبائی وطن چلے گئے ۔ آپ کے والد حجۃ الاسلام مولٰینا حامد رضا خاں بریلوی سے بیعت تھے اور عالم دین تھے ۔

عقد مسنون

مولٰینا محمد سراج الباری کی گھر پہنچنے پر رسم شادی خانہ آبادی ہوئی ۔ آپ کی شادی ضلع سمستی پور کے

محیی الدین نگر میں جناب شیر علی کی دختر نیک اختر سے عقد ہوا۔ جن سے دو صاجزادے اور تین صاجزادیاں بقید حیات ہیں۔

۱۔ محمد زبیر اعظم

۲۔ محمد توقیر عالم

تدریسی زندگی

مولانا سراج الباری نے شادی کے کچھ ہی دن بعد شاہ پور میں رسرا گھاٹ سرائے، شاہ پور پٹموری بیگوسرائے مدرسہ فیضان رسول تاج پور ضلع ویشالی کا سنگ بنیاد ڈالا، اور یہیں پر درس و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے کہ اچانک والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

مولانا سراج الباری کے مریدین کم و بیش ہزار ہیں جو ضلع مدھوبنی، سہرسہ، دربھنگہ، پورنیہ، بیگوسرائے، سمستی پور، مظفر پور، ویشالی اور جنک پور دھام نیپال کے اطراف میں پھیلے ہیں، اور ابھی سلسلہ کا کام جاری و ساری ہے۔ اس وقت مولانا سراج الباری کی عمر تقریباً چونسٹھ برس کی ہے۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا سراج الباری کو حضور مفتی اعظم نے بیعت کے پانچ سال بعد تمام سلاسل کی خلافت سے ۲۴ رشعبان المعظم ۱۳۹۱ھ کو نوازا، آپ کے والد کو بھی مولانا حامد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ سے خلافت حاصل تھی۔

چند تلامذہ

مولانا سراج الباری سے اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد بہت ہے تاہم چند اہم اسمار گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولینا حبیب الرحمن رضوی بریلوی

۲۔ مولینا ابوالحسن پورنوی

۳۔ مولینا مجیب الحق گاچھی

۴۔ مولینا محمد عین الحق لبٹولی اسٹشن ضلع مدھوبنی ؎

؎ مکتوب مولینا انوارالحق رضوی پچھی مدرس مدرسہ نوریہ اسلامیہ مدھوبنی بہار بنام راقم محررہ
۱۲ رضوی غفرلہ

ش

نقیبِ رضویت مولینا مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور

ولادت

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ علامہ مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی بن جناب سید سیف اللہ قادری چشتی بن سید ارشاد شاہ بن سید احمد شاہ بن سید حسن شاہ موضع ملک نگلی ضلع رام پور میں ۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ ۲۵ نومبر ۱۹۵۲ء بروز بدھ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ اس کے بعد عم محترم پیر طریقت سید صابر میاں چشتی نے سید شاہد علی نام رکھا۔[۱]

تسمیہ خوانی

جب مولینا مفتی سید شاہد علی رضوی کی عمر شریف چار سال، پانچ ماہ کی ہوئی تو جناب سیف اللہ قادری چشتی نے بسم اللہ خوانی کی تقریب کاشی پور آنگہ ضلع رام پور میں منعقد کی اور ایک عظیم بزرگ صوفی عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ نے ۴ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ کو بسم اللہ خوانی کرائی۔

تعلیم وتربیت

مفتی سید شاہد علی رضوی جب سخن آوری کی منزل عبور کر چکے تو صوفی عبدالصمد علیہ الرحمۃ نے

---

[۱] منتخبات حضرات: ابر بخشش ص ۳، مطبوعہ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء رام پور

قاعدہ بغدادی شروع کرایا۔ ناظرہ قرآنِ کریم کی تکمیل کے بعد دینیات کی ابتدائی تعلیم حضرت سیّد شریف میاں چشتی نظامی رام پوری سے حاصل کی۔ آپ کو قدرت نے شروع سے وہ دل و دماغ بخشا کہ جس سے ہم درس طلبہ کو رشک آتا۔ جو چیز ایک دفعہ پڑھ لی یاد ہوگئی اور جو شئے ایک مرتبہ نظر سے گزری دل پر نقش ہوگئی۔ اہلِ خاندان خیال کرتے کہ مستقبل قریب میں یہ بچہ فخر خاندان ہوگا۔ چونکہ مفتی سید شاہد علی کا خاندان علمی خاندان ہے اس لیے تعلیم کی طرف زیادہ رغبت ہوئی۔

۱۳۸۹ھ میں حفظ قرآنِ کریم سے فراغت پائی۔ پہلی محراب اپنے وطن کی مسجد میں سنائی اور عربی فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے والد بزرگوار سید سیف اللہ چشتی نے شوال ۱۳۹۰ھ میں رام پور کی عربی درسگاہ جامع الفرقانیہ میں عربی کے ابتدائی درجہ میں داخلہ کرایا۔ مفتی سید شاہد علی رضوی کا بچپن ہی سے بڑے ذہین طباع تھے اور تحقیق شروع ہی سے ذہن و دماغ میں گردش کرتی تھی۔ جامع العلوم فرقانیہ کے اساتذہ نے جب دیکھا کہ یہ ہونہار بچہ لگن و محنت سے پڑھتا ہے تو اپنے خارجی اوقات میں انہیں درس دینے لگے اور ناز و نعم سے پرورش کی۔

مفتی سید شاہد علی رضوی نے شعبان ۱۳۹۹ھ میں جامع العلوم فرقانیہ سے درس نظامیہ عالیہ کی فراغت حاصل کی اور زمانہ تعلیم میں قاری عبدالرحمٰن جونپوری سے تجوید کی کتابیں پڑھیں۔ شعبان ۱۳۹۴ھ میں مدرسہ انوار العلوم بازار کلاں رام پور سے سند تجوید و قرأت حاصل کی۔

فراغت کے تین سال بعد آپکے مطالبے پر مدیر جامع العلوم فرقانیہ مولوی محمد یوسف شمسی نے سند لیاقت اور صداقت نامہ تحریر کیا جسکی اصل ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اشہد ان الاخ البار السید شاھد علی بن سیف اللہ شاہ المتخرج فی مدرستنا للعام الدراسی ۱۹۷۹ء کان حسن السیرۃ والسلوک طیلۃ وجودہ فی المدرسۃ ولطلبہ اعطیت لہ ھذہ الشھادۃ وفقہ اللہ

محمد یوسف شمسی فرقانی، مدیر جامع العلوم الفرقانیہ رامپور[۱]

---

[۱] سند لیاقت کی قلمی تحریر راقم کے پاس موجود ہے اہل حاجت دیکھ سکتے ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

زمانۂ تعلیم میں مرجع طلبہ

تعلیم کے زمانہ میں ہمعصر طلبہ مفتی سید شاہد علی سے درس لیا کرتے تھے اور یہی نہیں بلکہ آپ کی قیامگاہ محلہ سرائے کلاں رام پور میں تفسیر، حدیث، فقہ، اور صرف و نحو کی کتابیں درجۂ عالم و مولوی وغیرہ کے طلبہ پڑھتے تھے۔ اس دور کے مشہور تلامذہ میں یہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ علامہ مولانا محمد فاروق رضا رضوی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۲۔ مولینا سید محمد رفیع میاں رضوی مدرس مدرسہ نور الاسلام جمرّا رام پور

۳۔ مولینا اصغر علی رضوی صدر المدرسین دار العلوم شاہ جماعت ہاسن کرناٹک

۴۔ مولینا حافظ شکیل احمد رضوی مدرس الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۵۔ مولینا محمد حنیف خاں رضوی رانی کی نانکار رام پور

۶۔ مولینا خورشید ساکن تحصیل سوار رام پور

جب مولینا مفتی سید شاہد علی رضوی نے مولوی آخر کا امتحان دیا تو اس میں فرسٹ اوّل کی کامیابی حاصل کی تو منتظمین ادارہ نے پچیس روپیہ انعامی وظیفہ جاری کیا، نیز آپ کو مسجد سے بلاکر مدرسہ میں رکھا اور قیام و طعام کا انتظام کیا۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ اس سے پہلے مدرسہ فرقانیہ رام پور میں کھانے کا انتظام نہیں تھا۔ دار الاقامہ میں طلبہ نہیں تھے۔ مفتی صاحب ہی وہ شخص ہیں جنکو یہ اولیت حاصل ہے کہ جامع العلوم فرقانیہ کے دار الاقامہ کا افتتاح ہوا، دار الاقامہ کے قیام کے بعد ایک عرصہ تک نائب ناظم کی حیثیت سے نگراں بھی رہے۔

حضرت مفتی سید شاہد علی نے زمانۂ طالب علمی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو آج بھی جامع العلوم فرقانیہ میں آپ کی یادگار اور مرہونِ منت ہیں۔ میگزین کا آغاز، انجمن کلامیہ کا قیام اور انجمن کی طرف سے دار المطالعہ کا قیام، دار المطالعہ میں تصانیف علماء اہلسنت کی فراہمی۔ انجمن کے خرچ پر ٹیپ رکارڈ کی خریداری، اور اس سے درس بخاری، درس ترمذی ٹیپ

لے ملاحظہ ہو روداد جامع العلوم فرقانیہ ۱۹۷۶ء مضمون بعنوان مدرسہ کے طلبہ اور امتحانات، از مولوی ریاض الدین احمد خاں رام پوری ص ۱۰، ۱۱، مطبوعہ ناظم پریس رام پور

کرکے پڑھانے کا اہتمام آپ ہی نے کیا۔

انجمن کلامیہ کے نشاۃ کی تفصیل ارودادفرقانیہ میں شائع ہوئی۔ اس میں مفتی سید شاہد علی کو سکریٹری منتخب کیا گیا۔[۱] سب سے پہلے میگزین ۱۳۹۷ھ کو آپ کی جدوجہد سے منظر عام پر آئی مفتی سید شاہد علی کے اُستاد مولوی سردار شاہ خاں رام پوری "تقلید اور مسلمان" کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

> انہیں سید شاہد علی کی کوششوں نے جذبۂ تحریر کو برانگیختہ کیا چنانچہ مدرسہ کی ۷۲ ستائیس سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ وابستگان مدرسہ کی جانب سے یہ گلدستۂ مضامین میگزین کے نام سے شائع کیا جو آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔[۲]

اساتذہ کرام

۱۔ استاذالاساتذہ مولینا مفتی محمد احمد عرف جہانگیر خاں رضوی فتحپوری، مدظلہ العالی
۲۔ جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی مدظلہ العالی
۳۔ شیخ المحدثین مولینا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی
۴۔ حضرت صوفی عبد الصمد رام پوری
۵۔ پیر طریقت سید شریف میاں چشتی نظامی رام پوری
۶۔ حافظ عبد الولی رام پوری
۷۔ حافظ محمد نور رام پوری
۸۔ قاری عبد الرحمٰن جونپوری

---

[۱] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو روداد جامع الفرقانیہ ۱۹۷۴ء ص ۳۷، مضمون مولوی خوشنود علی رام پوری۔ مطبوعہ نیشنل پریس رام پور

[۲] شاہد علی رضوی، سید، مولانا: ضیاء وجیہہ، ہمارا میگزین ص ۴، مطبوعہ ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء رام پور

۹۔ حافظ عبد الغنی

۱۰۔ مولوی عبد العزیز خاں

۱۱۔ ماسٹر عبد الرحیم خاں

۱۲۔ جملہ عربی اساتذہ جامع العلوم فرقانیہ رام پور

تدریسی زندگی

حضرت مفتی سید شاہد علی کے علم کا شہرہ تعلیم کے دوران ہی ہو چکا تھا۔ خداداد صلاحیت ولیاقت سارے اساتذہ پر عیاں تھی۔ فارغ ہونے کے بعد ناظم مدرسہ نے اپنے مدرسہ جامع العلوم فرقانیہ میں معین المدرس کی حیثیت سے تقرر کر لیا۔ چند ماہ تعلیم دی اور ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ/۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز شنبہ الحاج منشی عبد المجید قریشی[1] نے اپنے ادارہ گلشنِ بغداد رام پور میں شعبۂ عربی، فارسی قائم کرنے کے لیے بحیثیت صدر مدرس تقرر کیا۔ آپ کے استاد ماسٹر سید اصغر میاں نے جو تاریخ تقرر کہی وہ حسبِ ذیل ہے۔

سیزدہ اکتوبر بروز شنبہ — سال ہفتادہ ونہد وصد نوازدہ
از جناب مولوی شاہد علی — گلشنِ بغداد بارونق سے شدہ[2]

قیام الجامعۃ الاسلامیہ

حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کی دیرینہ خواہش تھی کہ سرزمین رام پور پر مذہب اہل سنت و جماعت کا ایک عظیم الشان دار العلوم قائم ہو جہاں سے علماء فضلاء اور مفکرین پیدا ہو کر تبلیغ دین متین اور ترویج مسلک اہل سنت کر سکیں۔ جس طرح رام پور کے آسمان علم وفن پر علماء

---

[1] منشی عبد المجید قریشی سنی صحیح العقیدہ تھے۔ علماء اور اسلاف سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ شبانہ بغدادی علیہ الرحمہ کا مزار شریف کی تعمیر میں آپ کا نمایاں حصہ ہے۔ ۱۲ رضوی عفرلہ،

[2] شاہد علی رضوی، سید، مولانا، : مسائل تثویب وتکبیر ص (تعارف از مولانا محمد فاروقی رضا رضوی

اہل سنت رام پور رحمہم اللہ تعالیٰ مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت اور اس چمن زار علم وفن کی اپنے خونِ جگر سے آبیاری کے سبب آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے ہیں۔ اسی طرح رام پور میں اس ادارہ کے ذریعہ اہلِ رام پور کے ہر قلب میں ضیا ربار کرنوں کی جلوہ گری ہو جس سے معرفت خداوندی کا حصول سہل ہو سکے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی زندگی میں تو یہ آرزو پوری نہ ہو سکی لیکن بعد وصال محلہ گنج قدیم میں جلسۂ تعزیت کے موقع پر جب مفتی سید شاہد علی نے مفتی اعظم قدس سرہ کی یہ دیرینہ آرزو شہر کے چند غیور و باحوصلہ افراد حافظ مختار احمد سیفی جمالی، جناب منظور احمد سیفی رضوی، جناب نور الغنی چشتی جناب سیٹھ محمد یامین کرسی والے، جناب حبیب احمد نوری جماعتی جمالی، جناب ظہور احمد رضوی، جناب صغیر احمد رضوی ازہری، جناب نصرت علی خاں رضوی، الحاج حافظ نبیہ حسن صاحب قادری، سیٹھ علاء الدین سیفی رضوی، الحاج سیٹھ رفیع الدین کے سامنے رکھی تو ان حضرات نے بلا کسی تامل مفتی سید شاہد علی کی آواز پر لبیک کہا۔ اور اپنی اپنی قربانیاں اور قیمتی اوقات دینے کا وعدہ کیا۔ مفتی صاحب نے مذکورہ بالا ہمدردان و بہی خوان اہلسنت کے مخلصانہ جذبات اور بھرپور احساسات کا احترام کرتے ہوئے ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۰۲ھ / ۱۲؍دسمبر ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر صلوٰۃ وسلام کے غلغلہ میں ایک ادارہ الجامعۃ الاسلامیہ کے نام سے قائم کیا۔[1]

عقد مسنون

مولینٰا مفتی سید شاہد علی محدث رام پوری کا عقد مسنون ۳۱؍دسمبر ۱۹۸۵ء/ ۱۴۰۵ھ کو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے چشم و چراغ الحاج الشاہ سید صادق علی میاں قادری جمالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت بسم اللہ شاہ علیہ الرحمہ موضع ٹانڈہ چھنگا ضلع بریلی کی دختر کے ساتھ ہوا۔ اور نکاح جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ نے پڑھایا۔ آپ کی شادی کے موقع پر ملک التدریس مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی ایم۔اے شیخ الادب دار العلوم منظر اسلام بریلی نے مندرجہ ذیل تاریخی مادے استخراج کیے۔

---

[1] روداد الجامعۃ الاسلامیہ ص ۷ تا ۹ ملخصاً از صفر ۱۴۰۲ھ تا شعبان ۱۴۰۲ھ مطبوعہ رام پور

باآثار مسرت	لافتا الاعلی لاسیف الاذوالفقار
۱۴۰۵ھ	۸۵ ۶ ۱۹

محبتم فیضان رضا	معدن جودوکرم مفتی اعظم	پیغام شکیبائی
۱۹۸۵ء	۱۹۸۵ء	۱۴۰۵ھ

مفتی سید شاہد علی کی فی الحال چار اولادیں یادگار ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) زینت فاطمہ (۲) نصرت فاطمہ (۳) بہجہ فاطمہ (۴) سید محمد واجد علی عرف فیضان رضا جیلانی

بیعت وخلافت

حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی نے ۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ کو حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا، اور شوال ۱۴۰۱ھ کو حضور مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ نے خلیفہ مجاز پیر طریقت مولینا محمد ضیاالدین احمد نقشبندی جماعتی رام پوری نے ۱۵ جنوری ۱۹۹۰ء/۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۰ھ کو مفتی سید شاہد علی کو سلسلۂ نقشبندیہ جماعتیہ جمالیہ میں خلافت سے نوازا[1] جولائی ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ کو حضرت تحسین رضا بریلوی مدظلہ نے الاجازۃ المتینہ میں ذکر کی ہوئی ساری اسناد کی اجازت عطا فرمائی

اجازت افتاء وعملیات

حضرت مفتی سید شاہد علی کو ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ میں تاج الشریعہ فقیہ اسلام مفتی محمد اختر رضا ازہری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ اور استاذ الاساتذہ مفتی جہانگیر خاں رضوی اعظمی نے تمام اوراد واعمال، اوفاق، افتاء، روایت فقہ وحدیث اور قرآن کریم کی اجازت عامہ عطا فرمائی۔ جوان دونوں بزرگوں کو قطب مدینہ مولینا مفتی ضیاءالدین احمد المدنی رضوی قادری

---

[1] روزنامہ قومی جنگ رام پور، ص ۶، بابت ۱۷ جنوری ۱۹۹۰ء، جلد ۲۴، شمارہ ۱۷، مضمون عالی جناب محترم حبیب احمد نوری جماعتی جمالی رام پوری

علیہ الرحمہ اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ' کے واسطے سے امام احمد رضا قادری بریلوی سے حاصل ہے
۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ کو مرکز اہلسنت منظر اسلام بریلی سے فاضل درس نظامی کی سند حاصل کی اور اسی سال شیخ المحدثین مولینا سید محمد عارف رضوی نانپاروی نے سند اجازت حدیث شریف بطریق مولینا مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری اور تاجدار اہلسنت مفتی اعظم قدس سرہٗ عطا فرمائی۔[۱]

نمونۂ کلام

مفتی سید شاہد علی کو شعر گوئی سے بھی دلچسپی ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں۔

ہزار بار کہہ کے بے وفا کو باوفا میں نے
زمانے کو دکھایا ہے وفا کا راستہ میں نے
بڑی عزت سے اہل حکم میرا نام لیتے ہیں
گنہگاروں کو ایک دن کہدیا تھا باوفا میں نے

تصنیفات و مرتبات

مولینا مفتی سید شاہد علی درس و تدریس، تبلیغ، رشد و ہدایت، پند و نصائح کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود درجنوں علمی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ آپ کے رشحات قلم سے نکلی ہوئی کتابیں اہل علم سے اپنی جلالت علم کا سکہ منوا چکی ہیں۔ مندرجہ ذیل کتب میں سے بعض منظر عام پر آچکی ہیں اور بعض تشنۂ طباعت ہیں۔

۱۔ مسئلۂ تکبیر (حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کے بیان میں)
۲۔ مسئلۂ صلوٰۃ (اذان کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف

---

[۱] شاہد علی رضوی، سید، مولانا: مسائل تثویب تکبیر ص د مضمون از مولانا محمد فاروق رضوی،

پڑھنے کے بیان میں)

۳۔ ثبوت جلوس محمدی (کتابچہ)

۴۔ ثبوت جلوس محمدی (اس میں بارہ ربیع الاول شریف کو جلوس نکالنے پر دلائل اور علمائے ہند و پاک کے فتاوے بھی شامل ہیں)

۵۔ عالم اسلام کا ممتاز مفکر (امام احمد رضا فاضل بریلوی کی حیات پر تحقیقی مقالہ اور دلکش تعارف)

۶۔ بابری مسجد تاریخ کے آئینہ میں (بابری مسجد کے تاریخی حقائق، مسئلہ بابری مسجد پر یہ پہلی تصنیف ہے)

۷۔ انکشاف جرم (جانشین مفتی اعظم مدظلہ ۱۴۰۷ھ میں سعودیہ عربیہ میں گیارہ دن قیدر ہے اس پر ڈاکٹر خالد قاسمی کا مضمون بعنوان "مولینا اختر رضا خاں بریلوی کی گرفتاری ٹھیک تھی" اس کا شافی وکافی اور مسکت جواب)

۸۔ علمائے اہلسنت کی کہانی تصویروں کی زبانی (اس میں علمائے رام پور کا تذکرہ اور مختصر تعارف)

۹۔ گلہائے عقیدت (خلیفہ اعلحضرت مولانا ابوالوقت محمد ہدایت رسول نوری رام پوری کی نظموں کا انتخاب)

۱۰۔ گلہائے محبت (شادی کے صحیح رسومات اور مسائل وغیرہ)

۱۱۔ گیارہویں شریف (حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ مجددی رام پوری علیہ الرحمہ کی تصنیف پر تعلیق اور جدید ترتیب۔)

۱۲۔ مظہر جمال (حصہ اول) حضرت شاہ حافظ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ طریقت کے احوال)

۱۳۔ مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری (سوانح حیات)

۱۴۔ تعلیمات حافظ ملت

۱۵۔ مولانا سلامت اللہ مجددی رام پوری (مسودہ)

۱۶۔ مولانا ہدایت رسول نوری رام پوری، (مسودہ)

۱۷۔ مولانا نور الحسین رام پوری (مسودہ)

۱۸۔ مولانا ظہور الحسین رام پوری (مسودہ)

۱۹۔ مسئلہ اذان ثانی، (مسودہ)

۲۰۔ اصول حدیث (اس میں اصول حدیث، قواعد، مسائل استنباط وغیرہ، مسودہ ہے)

۲۱۔ تعریفات نحویہ (مسائل علم نحو کی تعریفات، مسودہ ہے)

۲۲۔ حیات جہانگیر (سوانح مفتی محمد احمد جہانگیر خاں رضوی مدظلہ، قلمی)

محتاط قلم

ان کتب کے تحقیقی اور علمی ہونے کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب مولانا مفتی سید شاہد علی نے مسئلہ صلوٰۃ تصنیف فرمائی اس کے آخر میں رقم طراز ہیں:

> زیادہ تر کتابوں کے حوالہ جات رضا لائبریری رام پور سے نقل کیے گئے ہیں، جو صاحب حوالہ جات دیکھنے کا شوق رکھتے ہوں وہ رضا لائبریری رام پور سے رجوع کریں یا پھر فقیر نوری (مولانا سید شاہد علی مدظلہ) سے رجوع کریں [۱]

•

"مولانا ارشاد حسین رام پوری" کی تدوین کے زمانے راقم نے دیکھے ۱۴۰۹ھ کی بات ہے کہ ٹھنڈک شدت کی پڑ رہی تھی۔ مفتی سید شاہد علی بار بار وضو کر رہے تھے۔ آخر کار راقم نے دریافت کیا کہ حضرت بار بار کیوں وضو فرما رہے ہیں۔ کیا اس کتاب کو باوضو ہو کر لکھ رہے ہیں فرمایا۔

---

[۱] شاہد علی رضوی، سید، مولانا: مسئلہ صلوٰۃ: ص ۹۶

ہاں احتیاط تو یہی کر رہا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے۔ وہاں تک
باوضو ہو کر لکھوں۔ اب تک جتنا لکھا ہوں بحمدہ تعالیٰ باوضو ہو کر
لکھا ہوں۔ اور آئندہ بھی یہی ارادہ ہے [۱]

اس کتاب کی تحقیق و تدقیق اس قدر کی ہے کہ ہر ہر سطر کو حوالہ جات سے پُر کر دیا ہے
جس کو غیر جانب دار بھی پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا نورالدین نظامی "حرف عقیدت"
میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے۔

مولانا رضوی نے ان (حضرت مفتی ارشاد حسین مجددی)
کے معاصرین اور متاخرین کے مستند اقوال پیش کرتے ہوئے
حوالہ جات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ جو بہرحال انتہائی دیدہ
ریزی کا کام ہے۔ اور قلمی دیانت داری کا بین ثبوت [۲]

چند تلامذہ

۱۔ مولانا محمد اسحاق رضوی شیخ الادب الجامعۃ الاسلامیہ رام پور
۲۔ مولانا ولی محمد رضوی نینی تال
۳۔ مولانا عزیز الرحمٰن منانی الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی
۴۔ مولانا عبدالجبار خاں رضوی کھیری لکھیم پوری
۵۔ مولانا عتیق الرحمٰن رضوی صدر مدرس مدرسہ اہلسنت سراج العلوم ساگر پور قدیم ضلع رام پور

---

[۱] استاذ گرامی حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی مدظلہ، سے راقم السطور کی گفتگو ۱۲/۱۱/۱۴۰۹ رضوی غفرلہ
[۲] شاہد علی رضوی، سید، مولانا: مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری ص ۱۰، مضمون بعنوان
حرف عقیدت، از مولانا نورالدین نظامی

۶۔ مولانا انوار حسین رضوی مصطفےٰ نگر مراد آباد

۷۔ مولانا محمود احمد رضوی بریلوی ایم۔ اے، ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۸۔ مولانا محمد سعید رضوی بریلوی ایم۔ اے

۹۔ مولانا محمد عالم ثقلینی شاہجہانپوری

۱۰۔ مولانا حافظ محمد بشارت علی رضوی بہرائچی خطیب مسجد انگوڈ ماپوسا گوا

۱۱۔ مولانا زبیر احمد رضوی تلہری

۱۲۔ مولانا ابن علی رضوی مہتمم نور الاسلام چمروا رام پور

۱۳۔ مولانا محمد فرید رضا رضوی لکھیم پوری

۱۴۔ مولانا محمد زین الدین رضوی بہاری

۱۵۔ مولانا محترم محمد امین القادری رضوی شہباز پور بریلی

۱۶۔ احقر محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی غفرلہ (راقم السطور)

۱۷۔ مولانا ریاست علی رضوی مدرس برکات العلوم اجیت پور ضلع رام پور

نئے فرزندان اسلام

اس وقت تک مفتی صاحب کے ہاتھ پر پچیس سے زائد غیر مسلم مشرف باسلام ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگ تائب ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے۔ اسلام و شریعت کی تبلیغی دعوت کا سلسلہ آپ کی یومیہ مصروفیات میں داخل ہے۔ راقم کو جن نومسلمین کی فہرست حاصل ہو سکی وہ حسب ذیل ہے۔

پہلا نام، اسلامی نام	ولدیت، قومیت	مقام	تاریخ
۱۔ شنکر ورما، عطار المصطفےٰ	پنڈت	موضع سمستی پور صوبہ بہار	شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ
۲۔ للّو پرشاد، عبد اللہ	کلّو پرشاد، مالی	بلی ماران دہلی	۱۳ اکتوبر ۱۹۷۹ء
۳۔ سجاد حسین	،	آدرش کالونی ردرپور	۱۲ محرم ۱۴۰۶ھ
۴۔ پالو رام، محمد اطہر	ہٹی رام	پھر ڈیری ضلع غازی آباد	۲۵ صفر ۱۴۰۹ھ

پہلا نام، اسلامی نام	ولدیت، قومیت	مقام	تاریخ
۵۔ الیسری پرشاد، محمد عمر	چندا مالی، مالی	رستم نگر عرف چمروا رام پور	۷ر جمادالاول ۹ ۱۴۰ھ
۶۔ ریتا، عارفہ	پولن، مالی	سلندر علاقہ کلکتہ	" " "
۷۔ شیلہ، ذاکرہ بی	الیسری پرشاد، مالی	چمروا ضلع رام پور	" " "
۸۔ مہندر، محمد عارف	الیسری پرشاد، مالی	" "	" " "
۹۔ جیتین، مصطفےٰ رضا نوری	ویم پرکاش، مالی	مٹ ولا قبرستان ضلع رامپور	۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
۱۰۔ سبھاش چندر، محمد خالد عرف مصطفےٰ رضا	کیسری پرشاد، شری واستو	محلہ کھلوارا بلرام پور گونڈہ	۱۳ر ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
۱۱۔ مولچند، محمد عثمان	جیون لال، بھرجی	بنڈاری تھانہ شیشگڑھ ضلع بریلی	۱۶ر جون ۱۹۹۰ء
۱۲۔ راجندر سنگھ، محمد علی عرف مصطفےٰ رضا	سروک سنگھ، ٹھاکر	سراکھ بجاگیسر المورا	۲۴ر ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
۱۳۔ مہیشور، عبدالرحمٰن	پہاڑی	نیپال گنج	
۱۴۔ جوگیندر سنگھ، عبداللہ		غدر پور ضلع نینی تال ؎	

؎ مذکورہ جملہ کوائف حوالہ جات کے علاوہ راقم نے حضرت مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری سے بالمشافہ حاصل کیے اور کچھ دوسری معلومات رفیق محترم مولانا امین القادری بریلوی نے مہیّا فرمائے۔ راقم ان کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ،

معمار ملت مولانا شبیہ القادری رضوی

پرنسپل غوث الوریٰ کالج سیوان بہار

ولادت

حضرت علامہ مولانا شبیہ القادری رضوی بن محمد منظور عالم بن شتاب علی کی ولادت ان کی ننہال موضع کٹیائی ضلع مظفر پور (بہار) میں ۱۵ر جولائی ۱۹۳۸ء بروز دوشنبہ بوقت پانچ بجے صبح ہوئی۔

آپ کے دادا موضع پوکھریرا ضلع سیتامڑھی کے اچھے زمیندار اور کم وبیش تین سو ایکڑ اراضی کے کاشتکار تھے۔ مزاج بہت مخیر تھا۔ اس لیے مساجد، عیدگاہیں وغیرہ علاقہ وجوار میں بنوائیں۔ مولانا شبیہ القادری کے والد ماجد بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلے اور ہمیشہ غیر جانبداری کو پیش نظر رکھا۔ آپ کٹائی سے آکر موضع پوکھریرا سیتامڑھی میں مقیم ہو گئے۔ اس موضع میں مدرسہ نور الہدیٰ (جو دار العلوم منظر اسلام بریلی کا معاصر ہے) میں مولانا شبیہ القادری کے جد امجد نے چند ایکڑ زمین بھی وقف کی تھی۔

تسمیہ خوانی

غالباً پانچ سال کی عمر میں مولانا شبیہ القادری کی بسم اللہ خوانی ان کے نانا منشی عبد الحمید کے مکان پر ہوئی اور بسم اللہ کے دن فاتحہ کی شیرینی کے علاوہ پوری بستی کو کھانا کھلایا۔ جس میں غرباء کی کثرت تھی۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولینا شبیہہ القادری نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا عبدالحمید سے حاصل کی۔ قرآن کریم ناظرہ وحفظ مولوی حمیدالرحمٰن سے مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا میں پڑھا اور اردو کی چوتھی وغیرہ، فارسی کی پہلی مولینا محمد عثمان سے پڑھیں۔ فارسی کی دوسری گلستاں بوستاں، یوسف زلیخا، بہار دانش اخلاق محسنی اور اخلاق جلالی، مولینا غفران احمد سے پڑھیں۔ درس نظامیہ کی مکمل کتابیں مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ کے اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۹۵۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ کرام

۱۔ ملک العلماء مولینا ظفرالدین احمد رضوی فاضل بہاری
۲۔ حضرت مولانا مطیع الرحمٰن مدرس نورالہدیٰ پوکھریرا
۳۔ محدث منظر اسلام علامہ محمد احسان علی رضوی منظفر پوری
۴۔ حضرت مولانا مقبول احمد صدیقی
۵۔ حضرت مولانا مقبول احمد خاں
۶۔ حضرت مولانا فیض الرحمٰن
۷۔ حضرت مولانا عبدالحفیظ قادری

تدریسی خدمات

حضرت مولانا شبیہہ القادری یکم جنوری ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک مدرسہ نعیمیہ چھپرہ میں مدرس دوئم کی حیثیت سے رہے۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۴ء تک جامع العلوم جلال پور سیوان میں صدر مدرس کے اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے۔ اور جنوری ۱۹۶۵ء سے تادم تحریر غوث الوریٰ عربی کالج علی گنج سیوان میں پرنسپل اور شیخ الحدیث کے مسند پر فائز ہیں۔ مولینا شبیہہ القادری کی طبیعت کتب درس نظامیہ کی طرف زیادہ مائل ہے۔

حج وزیارت

مولینا شبیہہ القادری نے ۱۹۸۳ء میں حج وزیارت کے فرائض انجام دیئے۔ اپنے اس مبارک سفر میں آپ نے حرمین شریفین کے مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوکر روحانی بالیدگی کے ساتھ ساتھ فیوض وبرکات سے بھی فیضیاب ہوئے۔

عقد مسنون

مولانا شبیہہ القادری کا عقد مسنون ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ آپ کی دو اولاد ایک لڑکی راشدہ خاتون، ایک لڑکا محمد نقیب الغوث ہے۔

امتحانات

مولانا شبیہہ لقادری نے مولوی، عالم، فاضل بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے امتحانات پاس کیے۔ درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد میٹرک سے ایم۔ اے (فارسی) تک بہار یونیورسٹی منظفرپور سے امتحان دیا۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے حیات اورکارنامے پر حاصل کیا۔

بیعت وخلافت

۱۹۵۱ء میں شبیہہ القادری بریلی شریف پڑھنے کے لیے تشریف لائے اور وہیں حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی قیام گاہ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ میں مفتی اعظم مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ نے خلافت واجازت عطا فرمائی۔

تصانیف

مولینا شبیہہ القادری نے تصنیفی ذخیرہ میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔ مندرجہ ذیل

تصانیف اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔ آپ کی اکثر کتابیں درسیات میں شامل ہیں۔

۱۔ الدراستہ العربیہ (عربی ادب میں)

۲۔ اصول حدیث

۳۔ لمعات حدیث

۴۔ تراجم کلام اللہ کا تقابلی جائزہ

۵۔ اس کو یاد کرلو (عربی اردو انگریزی لغات کا مجموعہ)

۶۔ عربی بولو (عربی اردو اسباق اور تمرین)

۷۔ فسادی کون (رد وہابیہ دیوبندیہ)

۸۔ دفاعی مورچہ (رد وہابیہ)

۹۔ سید نور (نعتیہ کلام کا مجموعہ)

۱۰۔ معمار ملت کی ایک تقریر

۱۱۔ میزان عدل (رد وہابیہ)

۱۲۔ ترجمہ الدر الثمین (مصنفہ حضرت شاہ ولی محدث دہلوی)

۱۳۔ خلاصۃ النحو (علم نحو میں عربی)

نمونۂ کلام

مولینا شبیہہ القادری کو پڑھنے کے زمانے سے ہی نعت گوئی اور غزل گوئی کا شوق پیدا ہوچکا تھا۔ پہلے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ مگر اب سند درس پر آنے کے بعد غزل کے مشاعروں میں شرکت ترک کردی۔ مولینا کبھی کبھی نعت ومنقبت کے مشاعروں میں تشریف لیجاتے ہیں۔ آپ کا اصلی نام محمد مطلوب عالم قادری ہے۔ اور تخلص شبیہہ القادری ہے۔ مگر تخلص نے اسم کی جگہ اختیار کرلی اور پوری دنیائے سنیت میں شبیہہ القادری کے نام سے جانے جاتے ہیں

نمونہ کے طور پر دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

ہمیں حسن عمل بس مفتئ اعظم پسند آیا
انہی میں اشمّا یخشا کا بھی عالم پسند آیا

٭٭٭

یہ قسمت تھی اسی کی مفتئ اعظم کی نظروں میں
شبیہہ القادری ناچیز تھا تاہم پسند آیا

خلفاء اور تلامذہ

۱۔ مولانا علاء الدین رضوی مدرس وارث العلوم چھپرہ بہار
۲۔ مولینا ابوالحسن صدر مدرس مدرسہ حامدیہ گجرات
۳۔ مولینا سہیل احمد قادری نائب صدر مدرس غوث الوریٰ عربی کالج سیوان
۴۔ مولانا ملک الظفر صدر مدرس خیریہ نظامیہ سہسرام
۵۔ مولانا وصی الحق رضوی مدرس غوث الوریٰ عربی کالج سیوان
۶۔ مولینا عزیز الرحمٰن مدرس غوث الوریٰ کالج سیوان
۷۔ پروفیسر محمد اسلم
۸۔ مولانا محمد شمشاد علی غوثی
۹۔ مولانا عبد الباری صدر المدرس شمس العلوم نوشہ پور
۱۰۔ مولانا رضاء المصطفےٰ [1]

---

[1] مکتوب مولانا شمشاد علی غوثی متعلم غوث الوریٰ کالج سیوان (بہار) بنام راقم موصولہ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ، ۱۲، رضوی غفرلہٗ

اشرف العلماء مولانا مفتی شریف الحق رضوی امجدی

صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

یہ شرف قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ کو حاصل ہے کہ یہ سرزمین صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ کا مولد و مدفن ہے، اور اس دُرِ شہوار کا تعلق جس معدن سے ہے، ان میں مولانا خیر الدین علیہ الرحمۃ کا نام نامی بھی آتا ہے جو اپنے عہد میں ظاہر و باطن کے عالم اور عارف باللہ تھے، خدا والوں کی نسل میں بھی ان کی برکات کا ظہور ہوتا ہے۔

ولادت

اس سرزمین پر شارحِ بخاری، فقیہ عصر حضرت مفتی شریف الحق رضوی امجدی بن عبد الصمد بن ثناء اللہ بن لعل محمد بن حضرت مولانا خیر الدین اعظمی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو محلہ کریم الدین پور قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ حال ضلع مئو میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات

حضرت مولانا خیر الدین علیہ الرحمۃ کو خدا نے چار بیٹے عطا کیے تھے، جن میں سے تین کی اولاد آگے چل کر قصبہ گھوسی کو مرکزِ علماء و فضلاء بنانے والی ہوئی، اور جن کی علمی و روحانی عطر بیزیوں سے برصغیر ہند و پاک معطر ہو رہا ہے۔ میاں جی بچین بن مولانا خیر الدین کی نسل میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ پیدا ہوئے، اسی طرح میاں جی یار محمد بن مولانا خیر الدین کے صاحبزادے مولانا صدیق ہوئے، جن کے فرزندوں میں مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی، مولانا غلام یزدانی ہوئے۔ اور میاں جی لعل محمد بن مولانا خیر الدین کے صاحبزادوں میں جناب ثناء اللہ کے فرزند جناب عبد الصمد کے گھر ساعتِ سعید میں مفتی شریف الحق امجدی کی ولادت ہوئی۔

تعلیم و تربیت

محلہ کریم الدین پور کے ایک معمولی گھر میں آنکھیں کھولنے والا بچہ کسے معلوم تھا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا شارح اور علومِ اسلامیہ کا شناور ہوگا اور اس کی ذات ایک دن اسلامیانِ عالم کے لیے مرجع الفتاویٰ قرار پائے گی، اور قلوب و ارواح کے بہتیرے مریض اس کی صحبتِ کیمیا اثر سے شفایاب ہوں گے۔

مفتی شریف الحق کی ابتدائی تعلیم محلہ باغیچہ کے مکتب میں ہوئی۔ ۱۴ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء کو مبارک پور دارالعلوم اشرفیہ میں داخل ہوئے۔ واضح رہے کہ اسی سال ۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۴ء کو مبارک پور کی مبارک سرزمین کو حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی ثم مبارک پوری کی قدم بوسی کا شرف بھی حاصل ہوا تھا، جن کی کیمیا اثر نگاہ نے اس قصبہ کی تقدیر ہی بدل کر رکھ دی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کی صوابدید پر حافظِ ملت مولانا عبدالعزیز رضوی کے مبارک پور آنے کی بات مشہور ہوتے ہی اطراف و اکناف سے تشنگانِ علم مبارک پور جمع ہونے لگے تھے، اور مفتی شریف الحق امجدی السابقون الاولون میں ہیں، جو حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کی پیشوائی کے لیے ان سے پہلے ہی مبارک پور پہنچ گئے تھے۔

حضرت مفتی شریف الحق حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کے زیرِ سایہ آٹھ سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے، اس دوران کچھ ایسے ناگزیر حالات رونما ہوئے کہ مبارک پور سے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ کو میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ عربی اندر کوٹ میں چلے گئے، جہاں امام النحو مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی علیہ الرحمۃ کا آفتابِ علم روشن تھا، مگر وہاں زیادہ دن نہ رہ سکے اور ابتداءِ شوال ۱۳۶۱ھ میں بریلی شریف دارالعلوم مظہرِ اسلام مسجد بی بی جی صاحبہ بہاری پور میں داخل ہو گئے، جہاں محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی رضوی مسندِ درس پر فائز تھے۔ ان کے پاس دورۂ حدیث مکمل کیا۔

۞

فراغت

مفتی شریف الحق امجدی کی فراغت ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ کو دار العلوم منظر اسلام بریلی میں ہوئی اور سندِ فراغت سے نوازے گئے، حضور مفتیٔ اعظم اور دوسرے علمائِ کبار کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی۔ محدثِ اعظم پاکستان کی سفارش پر حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے عمومی سندِ فراغت کے علاوہ اپنی خصوصی سند سے بھی نوازا۔

اساتذۂ کرام

۱۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ
۲۔ حضور مفتیٔ اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی
۳۔ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی فیصل آباد
۴۔ حافظِ ملت مولانا عبد العزیز رضوی مراد آبادی
۵۔ امام النحو مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی
۶۔ حضرت مولانا غلام یزدانی گھوسی اعظم گڑھی
۷۔ حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگل پوری
۸۔ حضرت مولانا غلام محی الدین بلیاوی
۹۔ مولانا شمس اللہ کجھڑوہ مبارک پور
۱۰۔ حکیم احمد علی برادر صدر الشریعہ
۱۱۔ ماسٹر علیم اللہ خاں
۱۲۔ مولوی محمد شریف
۱۳۔ مولوی غلام یٰسین

تدریسی خدمات

مفتی شریف الحق امجدی تدریس کا سلسلہ فراغت سے پہلے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

کے دورِ طالب علمی ہی میں شروع کر چکے تھے۔ فراغت کے بعد چوبیس سال تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا، اور مفتی شریف الحق نے ابتدائی کتابوں سے لے کر ہر فن کی منتہی کتب کا درس دیا۔ ہر فن کی اعلیٰ کتابیں انتہائی وثوق و رسوخ سے پڑھائیں۔ دورۂ حدیث شریف کرایا نیز مسلم الثبوت، شمس بازغہ، قاضی مبارک اور موجودہ درسِ نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں۔

فتویٰ نویسی

مفتی شریف الحق درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے۔ آپ کا یہ میدان خاص میدان ہے۔ شوال ۱۳۷۶ھ کو حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے اپنے الطاف کریمانہ سے آپ کو اپنے کاشانۂ مبارکہ ہی میں رہنے کا حکم فرمایا، اور تدریس کے ساتھ افتاء کی بھی ذمہ داری سونپ دی۔ ان ایام دار العلوم منظرِ اسلام بریلی شریف میں بارہ بجے تعلیم ختم ہوتی تھی۔ مفتی شریف الحق بعدِ نمازِ ظہر فتاویٰ لکھتے اور روزانہ شب میں جب حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ عشاء اور اوراد و وظائف سے فارغ ہوتے تو آپ خدمت میں حاضر ہوتے، اور بغرضِ اصلاح اپنے لکھے ہوئے فتاویٰ پیش کرتے، اور حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ اس کی اصلاح فرماتے۔ مفتی شریف الحق اپنے ایک مکتوب میں یوں لکھتے ہیں:

> اصلاح کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ میرے لکھے ہوئے کو کاٹ دیا اور اپنا جملہ لکھ دیا، بلکہ فرماتے کہ آپ نے جو لکھا ہے اس میں یہ خرابی ہے اس لیے اس کو یوں ہونا چاہیے۔ یہ سلسلہ رات کے دو بجے تک چلتا۔ کبھی کبھی دیر تک سوال و جواب کا سلسلہ بھی رہتا۔ کبھی یہ سلسلہ دراز ہوتا تو حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ بڑی محبت سے فرماتے میں پڑھ چکا ہوں مجھے پڑھائیے نہیں۔ اس قسم کے دل چسپ لذیذ جملے اکثر فرماتے۔ آج برسہا برس ان سے کان محروم ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ فتویٰ نویسی میں میرے استاد حضور مفتیٔ اعظم ... اور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں فتویٰ نویسی سیکھنے کے لیے چودہ مہینے زانوئے ادب طے

کیا ہے اور حضور مفتیٔ اعظم ہند کی بارگاہ میں گیارہ سال، دو ماہ، تین دن فیضیاب ہوتا رہا۔

الجامعۃ الاشرفیہ میں تقرر

۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ / ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۶ء بروز سہ شنبہ کو مفتی شریف الحق کا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں تقرر ہوا، اور دار الافتاء میں بحیثیت صدر مفتی کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ مفتی شریف الحق نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ تدریس و فتویٰ نویسی میں گزارا۔ آپ کے لکھے ہوئے فتاویٰ بہت کثیر ہیں۔ تادم تحریر اسی منصب رفیع پر فائز ہیں۔

بیعت و خلافت

حضرت مفتی شریف الحق ۱۳۸۹ھ کے دور طالب علمی مبارک پور میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی سے بیعت ہو چکے تھے، صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے روانگیٔ حج کے موقع پر شاہ گنج اسٹیشن پر سلسلۂ رضویہ کی خلافت دی، اور ۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو حضور مفتیٔ اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہٗ نے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت اور النور والبہا فی اسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء کی سند عطا فرمائی۔ اس کے بعد ربیع الاول یا شوال المکرم ۱۳۸۲ھ کو الاجازۃ المتینہ میں مرقوم تمام سلاسل کی اجازت بھی دربار رضویت سے مرحمت کی گئی۔ اس اجازت کی وجہ خود مفتی شریف الحق لکھتے ہیں:

> اس کا باعث میرا لکھا ہوا ایک فتویٰ تھا جو بہت مغلق اور پیچیدہ تھا جس کو میں نے بہت عرق ریزی سے مفصل و مدلل لکھا پھر حضور مفتیٔ اعظم کی خدمت میں پیش کیا۔ جب مفتیٔ اعظم نے اس فتوے کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اور بغیر طلب کے الاجازۃ المتینہ کی اجازت عطا فرمائی، اور یہی ایک میرا لکھا ہوا ایسا فتویٰ ہے جس میں مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں فرمائی

⁂

تصانیف و شروح

افتاء اور خدمتِ تدریس کے علاوہ تقریر اور مناظرہ بھی مفتی شریف الحق کا خاص فن ہے، چنانچہ آپ کے میدانِ عمل میں قدم رکھنے کے بعد سے آج تک سرزمینِ ہند پر بدمذہبوں نے مذہب حقہ کو چیلنج کیا ہے یا عظمتِ رسالت پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک جسارت کی، اور مفتی شریف الحق کو آواز دی گئی، آپ نے آستانۂ محمدی کے ایک جری، دلاور پاسبان کی طرح اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نمک خواری کا حق ادا کر دیا اور بدمذہبوں کا ناطقہ بند کر دیا، بڑے بڑے جلسوں اور کانفرنسوں کو خطاب کرنے کے سلسلے میں بہ استثناد دکن مفتی شریف الحق نے ملک کے تمام خطوں کے دورے فرمائے۔

حضرت مفتی شریف الحق تقریر و تدریس کے ساتھ ساتھ قلم کے بھی بادشاہ ہیں:

۱۔ اشکِ رواں

۲۔ السراج الکامل

۳۔ تحقیقات

۴۔ اسلام اور چاند کا سفر

۵۔ اشرف السیر

۶۔ اثبات ایصال ثواب

۷۔ مقالاتِ امجدی

۸۔ سنی، دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ

اور اس وقت کی زیرِ قلم "نزہتہ القاری شرح صحیح بخاری" ہے، جس کی تین جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں اور ما بقی پر تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ مفتی شریف الحق امجدی کی یہ شرح علم حدیث میں آپ کی دسترس اور محدثانہ نظر کی دلیل ہے۔

بزرگوں سے عقیدت

مفتی شریف الحق امجدی ہند و بیرونِ ہند کے تمام سنی علمی

حلقوں میں متعارف ہیں، اپنے اکابرین و مشائخ کے بے حد محبوب رہے۔ اسی کا اثر ہے کہ اب اپنے اہلِ عقیدت اور تلامذہ و مسترشدین کے لیے نورِ نگاہ ہیں فرماتے ہیں:

بحمدہٖ تعالیٰ ہر سنّی عالم اور شیخ سے عقیدت و محبت ہے، خواہ وہ کسی طبقے کسی سلسلے کا ہو، البتہ مجھے ان پانچ بزرگوں سے والہانہ عقیدت ہے، صدرُالشریعہ، مفتیٔ اعظم، حافظِ ملت، محدثِ اعظم پاکستان، مجاہدِ ملت مولانا حبیب الرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ۔

بدر القادری کا منظوم خراجِ عقیدت

علم و فضل و طاقتِ تقویٰ کا اک مینار ہے
اے فقیہِ عصر! تو اک مرکزِ انوار ہے

تجھ میں خو اور بو شب و شیں کے منحوارں کی ہے
صالحین اسلاف کا تو جامعِ اطوار ہے

ہے تفقہ نسلِ خیر الدین کی میراث میں
دیکھ آ! مفتی شریف الحق کو گر انکار ہے

تیرے ہوتے اہلِ سنت پر کھلے کس کی زباں
فتنۂ اشرار کو روکے تو وہ دیوار ہے

رزم گاہِ حق و باطل کی فضائیں ہیں گواہ
یوں مروڑا آج تک شل پنجۂ اسرار ہے

سیّد و سرور کو یارب میرے! دے عمرِ خضر
اب بھی لاینحل مسائل کا بڑا انبار ہے

یا خدا! نورِ بصیرت ان کا آنکھوں سے ملا
بہرِ تحقیقات نورِ چشم انھیں درکار ہے

نزہۃ القاری تعالی اللہ ہے کیا بستانِ علم
امجدی کی عبقریت کا حسیں شہکار ہے

ناز ہے گھوسی کو تو اس خاک کا فرزند ہے
تیرے دم سے روئے تاباں شرع کا خرد مند ہے

خلفاء و تلامذہ

مفتی شریف الحق سے اکتسابِ فیض کرنے والوں میں چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

۱۔ مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی

۲۔ مفتی قاضی عبد الرحیم رضوی بستوی مرکزی دار الافتاء بریلی

۳۔ ملک التدریس مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی شیخ الادب دار العلوم منظرِ اسلام بریلی

۴۔ مولانا مجیب اشرف رضوی بانی دار العلوم امجدیہ ناگپور

۵۔ مولانا رحمت حسین کلیمی بائسی پورنیہ

۶۔ مولانا نظام الدین رضوی دیوریہ نائب مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۷۔ مولانا حافظ عبد الحق رضوی گونڈوی

۸۔ مولانا قمر الدین صدر المدرسین شمس العلوم گھوسی

۹۔ مولانا محمد شفیق مدرس شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ

۱۰۔ مولانا شفیق احمد شریفی رضوی صدر المدرسین دار العلوم غریب نواز الہ آباد

۱۱۔ مولانا محمد عمر بہرائچی ناظم اعلیٰ سید العلوم بہرائچ شریف

۱۲۔ مولانا افضال احمد صدر المدرسین صدر العلوم گونڈہ

۱۳۔ مولانا عظیم الدین ٹھاکر گنج پورنیہ

۱۴۔ مولانا قاری نور الحسن قاضی ادارۂ شرعیہ رائے بریلی

۱۵۔ مولانا قاری عبد الودود بانی ادارۂ شرعیہ رائے بریلی

۱۶۔ مولانا حفیظ اللہ گھوسوی

۱۷۔ مولانا مبارک حسین اشرفی مصباحی رام پوری

۱۸۔ مولانا محمد حنیف مصباحی مدرس جامعہ اکرم نعیمی انسٹی ٹیوٹ چودھرپور مراد آباد

۱۹۔ مولانا سید شاکر علی ارشادی رام پوری

۲۰۔ مولانا ذوالفقار علی نوری رام پوری ؎ مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی

؎ (الف) مکتوب گرامی حضرت مفتی شریف الحق رضوی امجدی بنام راقم محررہ ۱۲ رضوی غفرلہ

(ب) ماہنامہ حجاز جدید دہلی ص ۵۱ تا ۵۳، بابت فروری ۱۹۹۰ء / رجب ۱۴۱۰ھ، شمارہ ۲، جلد نمبر ۳

مضمون از مولانا بدر القادری رضوی

شمس العلماء مفتی قاضی شمس الدین احمد رضوی علیہ الرحمۃ

جونپور ہر زمانے میں تاریخ کی دنیا میں غیر معمولی خوبیوں کا مالک رہا ہے، تہذیب و تمدن کے آئینے میں چمکتا رہا، کشتِ فن و ادب کی یہاں سے ہمیشہ آبیاری کی گئی ہے۔ اس کے چہرے پر حسن و بہار کا غازہ مسلا گیا۔ اس لیے تاریخ اسے شیرازِ ہند سے یاد کرتی ہے۔ بڑے بڑے بزرگوں کی یادگاریں آج بھی اس سرزمین پر ہیں جو داستانِ ماضی کی یاد دلاتی ہیں۔

ولادت و خاندان

اس جونپور کے ماہرین میں اجل المتکلمین حضرت مفتی قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری تھے۔ آپ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جو علمی اعتبار سے ایک اعلیٰ اور معیاری خاندان تھا، نانا محترم اور جدِ امجد دونوں وقت کے جیّد صاحبِ لیاقت تھے، اور اس وقت جونپور میں علم و حکمت کے چشمے بہا رہے تھے، ماحول بھی علمی اعتبار سے بہت زیادہ سند رتھا۔ مفتی قاضی شمس الدین احمد علیہ الرحمۃ کی ولادت جونپور کے ایک محلہ میر مست میں ہوئی، جعفری زینبی نسب آباو اجداد شاہانِ مشرقی کے زمانے میں منصبِ قضاء پر فائز تھے۔ تاریخِ ولادت ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ/۵ مارچ ۱۹۰۵ء ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مفتی قاضی شمس الدین احمد کو ان دونوں بزرگوں کی شفقتوں اور پدری محبتوں نے آپ کی بہترین نشو و نما کی اور اس علمی ماحول اور اعلیٰ سماج نے تو آپ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ قاضی شمس الدین احمد کی ابتدائی تعلیم جون پور میں ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رضوی مراد آبادی سے درس لیا۔ صدر الشریعہ مولانا

امجد علی رضوی اعظمی کی شہرت سن کر اجمیر شریف دار العلوم معینیہ عثمانیہ پہنچے، کامل انہماک و یکسوئی سے اساتذۂ دار العلوم سے پڑھا، حدیث پاک اور امہات کتب کی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ سے تکمیل کی۔

۱۳۵۲ھ میں جب صدر الشریعہ نے اجمیر شریف چھوڑ کر بریلی شریف مراجعت فرمائی اور چالیس طلبہ کی جماعت (جو علوم و فنون میں کامل اور چنداں آفتاب و ماہتاب تھے) جو حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ بریلی پہنچے ان میں قاضی شمس الدین احمد بھی تھے، دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت حاصل کی۔

آغازِ درس

مفتی قاضی شمس الدین احمد نے فراغت کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں درس دینا شروع کیا۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد، مدرسہ منظرِ حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد، مدرسہ حنفیہ جون پور میں درس دیا۔ آخر الذکر دو مدارس میں صدر المدرسین رہے، بعدہٗ جامعہ رضویہ حمیدیہ بنارس میں مسندِ صدارت پر فائز ہوئے اور علوم و حکمت، تفسیر و حدیث اور فقہ کا خصوصی درس دیا۔ اکابر علماء میں بہ اعتبارِ علم و فضل قاضی شمس الدین احمد کا بلند مقام ہے۔[1]

بیعت و خلافت

حضرت مفتی قاضی شمس الدین احمد دس برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے مرید ہوئے۔[2] شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا نوری نے جمیع سلاسل کی خلافت و اجازت عطا فرمائی[3] مزید

---

[1] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرۂ علماءِ اہلِ سنت ص ۱۰۴

[2] " "

[3] قلمی یادداشت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی استاذ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

برآں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے اجازت سے نوازا۔

عالمِ نکتہ داں

حضرت قاضی شمس الدین احمد کا بچپن اور بچوں سے الگ تھلگ تھا۔ شروع سے محنت و عرق ریزی کے عادی تھے۔ پڑھنے میں دلچسپی لیتے تھے اور نہایت ہی ذوق و شوق سے حصولِ علم کیا کرتے۔ دل میں بلند حوصلہ، پختہ ارادہ اور عزم و ہمت رکھتے تھے۔ کئی بار قاضی شمس الدین احمد نے بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ میرے عالمِ نکتہ داں ہونے کی خبر جدِ محترم نے دی تھی، اور وہ فرمایا کرتے کہ "یہ ہیں مولانا عالمِ نکتہ داں"۔

سادگی و مزاج

آج کی دنیا، جس میں تصنع اور تکلف کی افراط ہے، اور زندگی کے ہر شعبے میں ہے، کوئی ایک شعبہ بھی اس سے خالی نہیں ہے، مگر شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد نے اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اپنے دامن کو تصنع اور تکلف کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔ آپ سادگی پسند تھے، مزاج سادہ تھا تو لباس بھی سادہ زیب تن فرماتے۔ مگر قاضی شمس الدین احمد کی اس سادگی میں بھی ایک عجب طرح کی کشش اور جاذبیت ہوتی، کس کی؟ علم و فن، ادب و حکمت کی۔ پیشانی چوڑی چکلی جس پر معرفت و حکمت کی گہری چھاپ تھی۔ آنکھیں چھوٹی مگر تفکرات کی دنیا میں وسیع، جو فکر و تدبر کے آنچل کے سائے میں اٹھتیں اور نکاتِ عجیبہ و دقائق لطیفہ کے جہانِ تازہ تلاش کر لیتی تھیں۔ جسم نہایت ہی لاغر و دبلا تھا مگر علمی کشش اور فنی رعب و دبدبہ کا پیکر تھا۔

اندازِ مطالعۂ کتب

مفتی قاضی شمس الدین احمد کا مطالعۂ کتب بھی جداگانہ ہے۔ جب مطالعہ فرماتے تو پنسل یا قلم پاس ہوتا تھا۔ اخبارات کا مطالعہ کر رہے ہیں جب بھی، جرائد کا جب بھی، درسی کتابوں

کا، اردو ڈائجسٹ کا، کسی جگہ کوئی اہم عبارت مل جاتی تو آپ اسے اپنی بیاض میں نقل فرمالیتے۔ قاضی شمس الدین احمد کا یہ انداز تاعمر باقی رہا۔ قطرہ قطرہ دریا می شود کے مصداق وہ بیاض اچھی خاصی ضخیم ہو گئی، جو کشکولِ جعفری کے نام سے ان کے شاگردوں کے درمیان مشہور ہے۔ یقیناً وہ کشکول حقیقت و معلومات اور حقائق و معارف کا خزانہ ہے۔

علم و فضل

حضرت مفتی قاضی شمس الدین احمد کو علم کے ہر میدان میں دسترس حاصل تھی۔ فقہ ہو یا حدیث، منطق ہو یا فلسفہ، علم کلام ہو یا اصولِ فقہ، تاریخ ہو یا تنقید، تفسیر ہو یا علم تکسیر، ہر فن میں آپ سیر حاصل گفتگو فرماتے، اور معلومات کا دریا بہاتے۔ جس طرف آپ کی نگاہ اٹھتی، مضامین کا تانتا بندھ جاتا اور وہ الفاظ و عبارت کا روپ دھار لیتے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ فصاحت و بلاغت کے سانچے میں ڈھل جاتے۔ اور قاضی شمس الدین احمد کی زبان سے جو الفاظ نکلتے وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ پھول ہوتے، اور اپنی بوئے عنبریں سے ہر طالب علم کی مشامِ جاں کو معطر کرتے۔

حدیث پڑھاتے اس انداز سے کہ بخاری و مسلم کی یاد تازہ ہو جاتی۔ اسماء الرجال پر گفتگو فرماتے تو راویوں کے حالاتِ زندگی، ان کے علمی کمالات، طرزِ معاشرت اس طرح واضح فرماتے کہ تہذیب التہذیب کا جلوہ نگاہوں میں پھر جاتا۔ فقہ پر لب کشا ہوتے تو تحقیقات و تدقیقات کا جلوۂ رنگیں بکھیرتے۔ ائمہ کے اختلافات پر ہر ایک کی سندیں اور مسائل کی ترجیحات بڑے ہی اچھوتے انداز میں بیان فرماتے۔ فقہی جزئیات مفتی قاضی شمس الدین احمد کی نگاہوں میں روشن تھیں۔

تنقیدی نظریہ

مفتی قاضی شمس الدین احمد کی کیسی ذہانت و فطانت تھی؟ اللہ اللہ — جرأت و بے باکی آپ کے مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی، ہر کسی کے سامنے اس کی غلطیوں

کی نشان دہی فرمادیا کرتے تھے۔ تنقید آپ کی اچھی تھی اور برملا تنقید کیا کرتے تھے۔ کلام کے تجزیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ ہر کسی کی اور ہر قسم کی بات تسلیم کرنے کے عادی نہ تھے جب تک کہ اس کی دلیل نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ سعدی شیرازی کا یہ قول

ہر چہ گفتی دلیلش بیار

بار بار دہرایا کرتے اور جب دلیل سامنے آتی تو اس کے مقدمات کو پرکھتے۔ اس کے بعد کسی کو تسلیم کرنے کی باری آتی۔ اس اعتبار سے قاضی شمس الدین احمد کا تنقیدی شعور بلند و بالا معیاری تھا۔ آپ کی تنقید میں تعمیر زیادہ ہوتی۔ اس میں کہیں کہیں طنز و مزاح سے کام لیتے جس سے تنقید کا رنگ و روغن دوبالا ہو جاتا اور سامعین کے لیے لطف و مزہ۔

امام احمد رضا کے متعلق تنقید

مفتی قاضی شمس الدین احمد علیہ الرحمۃ کی اس تنقیدی صلاحیت کے باوجود آپ کی نگاہ میں ایک ایسی شخصیت تھی جنھیں آپ تنقید سے الگ تھلگ تصور کرتے تھے، اور وہ ذات تھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی۔ آپ امام احمد رضا بریلوی کے متعلق بار بار فرمایا کرتے کہ:

> میں اعلیٰ حضرت کو آنکھ بند کرکے جانتا ہوں اس لیے کہ انھوں نے جو مسائل کی تحقیق و تنقیح کی، بالکل صحیح اور رفٹ کی۔ اس میں چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آپ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کا بے حد احترام کرتے، اس مرکزِ علم و فن کی بارگاہ میں علمی گفتگو فرماتے، لب کشا ہوتے تو ادب و احترام کے دائرہ میں، اور ادب و احترام کا یہ عالم ہوتا کہ کہیں ادب سے بات کرنے میں جھجکتے اور کہیں رکتے۔ یہ تھا کمالِ ادب مرشدِ اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں۔

تصانیف

حضرت مفتی قاضی شمس الدین احمد تاحیات رشد و ہدایت کا پیغام دیتے رہے، اور

اپنی یادوں کے نقوش چھوڑے جن میں مندرجہ ذیل تصانیف یادگار کا درجہ رکھتی ہیں۔

۱۔ قانونِ شریعت حصہ اول، دوم ۲۔ قواعد النظر
۳۔ قواعد الاعراب ۴۔ کشکولِ جعفری

چند مشہور تلامذہ

قاضی شمس الدین احمد کے شاگردوں میں کثیر تعداد، جو اب علمی درس گاہوں میں بیٹھ کر اُن سے حاصل کیے ہوئے جواہر ریزوں کو بکھیر رہے ہیں، اور صحیح علم وفن کو آباد کر رہے ہیں۔ چند تلامذہ کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث دارالعلوم مظہرِ اسلام بریلی شریف
۲۔ مولانا شمس الدین صدیقی رضوی صدر المدرسین مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ
۳۔ مولانا حسام الدین احمد ہشام صاحبزادہ وجانشین (جونپور)
۴۔ مولانا شمشاد حسین رضوی بھاگلپوری

انتقالِ پُرملال

یکم محرم الحرام ۱۴۰۱ھ کی وہ صبح کس قدر دل خراش اور روح فرسا ہوگی جس میں قاضی شمس الدین احمد کی جان جاں آفریں کے جوارِ رحمت میں گہری اور ابدی نیند سوگئی، اور جامِ وصالِ محبوبِ حقیقی نوش فرمایا ـــــــ وقتِ وصال سینۂ مبارک پر حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی معرکۃ الآراء تصنیف کیمیائے سعادت کھلی رکھی تھی اور وہ بھی موت کا باب تھا۔ [۱]

---

[۱] (الف) سہ ماہی دامنِ مصطفیٰ بریلی (مضمون مولانا شمشاد حسین رضوی) ص ۳۵ تا ۴۲ بابت محرم، صفر، ربیع الاول / اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۶ء ۱۴۰۷ھ

(ب) شمس الدین احمد رضوی، قاضی، مفتی: قانونِ شریعت

نوٹ: تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے قانونِ شریعت جدید ایڈیشن۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

راغب المصلّین مولانا شمس الدین احمد رضوی

صدر المدرسین و مفتی مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ

کو ور (جی ٹی روڈ) ہزاری باغ بہار شیر شاہ سوری روڈ سے تقریباً چھ کلومیٹر شمال کی جانب دامن کوہ میں آباد ہے اور وقوع کے اعتبار سے بہت پُر بہار ہے۔ مولانا مفتی شمس الدین رضوی صدیقی کے جد کریم عبد اللطیف مرحوم کے بزرگوار شیخ بھکاری بریلی شریف سے ترک وطن کر کے مقام راگڑیہہ ضلع ہزاری باغ (بہار) میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر عبد اللطیف نے راگڑیہہ سے منتقل ہو کر کوور میں سکونت اختیار کی، راگڑیہہ اور کوور کی مسافت تقریباً ۱۰ میل ہے اس گاؤں میں تقریباً ۵۰ گھر مسلمان آباد ہیں۔

ولادت

اسی موضع کوور ڈاکخانہ دھرگلی ضلع گریڈیہہ (بہار) میں ۱۵؍ جون ۱۹۵۵ء کو عالم با عمل حضرت مولانا شمس الدین احمد رضوی پیدا ہوئے، ولادت سے چالیس یوم قبل آپ کے والد کا انتقال ہو گیا والدہ ماجدہ کی آغوش رحمت میں پرورش ہوئی، اور شیخ عبد اللطیف نے کفالت فرمائی۔ پھر ان کے انتقال کے بعد چچا قمر الرحمٰن نے سرپرستی کی۔

نام احمد لقب شمس الدین، کنیت ابو الخیر ٹری، ابو الخیر شمس الدین احمد بن جناب زین الدین احمد بن شیخ عبد اللطیف بن شیخ بھکاری، اس طرح سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امیر المومنین

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تسمیہ خوانی

اپنی خاندانی روایات کے مطابق جب مولانا شمس الدین کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو دادا عبداللطیف نے خوب دھوم دھام سے تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کرائی۔ اس میں امیر و فقیر، عزیز و اقارب سب کی دعوت کی۔ عالمانہ کرّ و فر کے ساتھ بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔ یہ تقریب ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ آپ کے ماموں مولوی براُت علی نے بسم اللہ کی رسم ادا کی۔

مولانا شمس الدین احمد کا خاندان دیندار خاندان ہے۔ اس لیے شروع ہی سے روزہ نماز کی تاکید کرنے لگے، اور مسجد میں جاکر باجماعت نماز ادا کرنے لگے۔ جب مولوی براُت علی نے اپنے بھانجے کی یہ حالت دیکھی تو بہت محنت و شفقت سے دن رات تعلیم میں رغبت دلانے لگے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا شمس الدین احمد نے ۱۹۶۰ء میں تعلیم کا آغاز گاؤں کے مکتب اور اسکول میں کیا۔ اسکول کے اساتذہ میں ماسٹر محمد ظہور قابل ذکر ہیں۔ درجہ ہفتم تک اسکول کی تعلیم حاصل کی۔ ۲؍فروری ۱۹۶۹ء کو مدرسہ فیض العلوم دھکی ڈیہہ جمشید پور میں فارسی کی پہلی شروع کی۔ فیض العلوم جمشید پور ٹاٹا نگر میں تقریباً ایک سال تک حصول علم میں مشغول رہے۔ ۴؍فروری ۱۹۷۰ء کو مدرسہ عزیزیہ سمبلپور اڑلیسہ پہنچے بعدہٗ ۴؍اپریل ۱۹۷۰ء کو مدرسہ عین العلوم بیت الانوار گیوال بیگھہ تشریف لے گئے۔ پھر ۱۹۷۵ء یا ۱۹۷۶ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا تعلیمی سفر کیا اور معزز اساتذۂ فن سے اکتساب علم کیا۔

۱۴؍شوال المکرم کو جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس تشریف لے گئے۔ وہیں مستقل مستقر بنایا، ۱۵؍اگست ۱۹۷۶ء کو سند فراغت حاصل کی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین احمد رضوی جعفری جونپوری

علیہ الرحمۃ مصنف قانون شریعت

۲۔ حضرت شاہ محمد سلیمان اشرفی بھاگلپوری

۳۔ حضرت علامہ مولانا خادم رسول رضوی شیخ الحدیث مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف

۴۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمنان اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی

۵۔ محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفےٰ رضوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۶۔ حضرت مولانا مفتی عبیدالرحمٰن رضوی پورنوی

۷۔ حضرت مولانا نجم الدین احمد اورنگ آبادی

۸۔ حضرت مولانا عبدالشکور پلاموی

۹۔ حضرت مولانا نصیر الدین رضوی اورنگ آبادی

۱۰۔ حضرت مولانا شاہ مبین الہدیٰ گیاوی

۱۱۔ حضرت مولانا مفتی عبدالجلیل رضوی دربھنگوی مہتمم جامعہ اسلامیہ نوریہ مدھوبنی

۱۲۔ حضرت مولانا نظیر الدین احمد پرلوی بنگالی

۱۳۔ حضرت مولانا محمد عمر بستوی

امتحانات

مولینا شمس الدین احمد نے منشی، مولوی، عالم، فاضل دینیات اور کامل طب کے امتحانات الٰہ آباد بورڈ سے دیئے۔ ۱۹۷۷ء میں فاضل دینیات، ۱۹۸۴ء میں فاضل طب کے امتحانات پاس کیے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہر امتحان میں اعلیٰ ڈویژن سے کامیابی حاصل کی۔

تدریسی زندگی

مولانا شمس الدین احمد کی تدریسی زندگی کا آغاز ۱۹۷۷ء سے ہوتا ہے۔ سب سے پہلے مدرسہ عین العلوم بیت الانوار گیا میں تعلیمی فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد ۱۵ر مارچ ۱۹۷۸ء میں جامعہ حمیدیہ رضویہ تشریف لائے، اور جامعہ حمیدیہ بنارس میں ایک سال تک تشنگان علوم کی پیاس

بجھاتے رہے۔ ۱۰ر شوال المکرم ۱۳۹۸ھ کو مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام کی تدریسی خدمات قبول فرمائیں۔ اور ۱۴ر مارچ ۱۹۸۰ء تک خیریہ نظامیہ سہسرام میں درس و تدریس کی مسند پر فائز رہے۔

بہرائچ شریف کی ایک بہت ہی مشہور و معروف درسگاہ جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم معروف بہ چھوٹی تکیہ ہے۔ اس مدرسہ کو آج سے پچاس سال قبل محدث اعظم ہند مولانا سید محمد رضوی اشرفی کچھوچھوی نے قائم فرمایا تھا مسعود العلوم کے ارکان کی دلی خواہش تھی کہ مولانا شمس الدین احمد ہمارے ادارے میں درس دیں۔ آپ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ۱۵ر مارچ ۱۹۸۰ء کو مدرسہ تشریف لائے۔ مولانا کی خدمات اور کارہائے نمایاں نے آپ کو ۱۹۸۷ء میں صدر المدرسین کے منصب پر فائز کر دیا۔ مولینا شمس الدین احمد بحسن و خوبی درس و تدریس کے ساتھ تبلیغی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔

فتویٰ نویسی

مدرسہ کے وقت تک کتابوں کا پڑھانا، عہدہ صدارت کا سنبھالنا، ان ذمہ داریوں کے علاوہ ایک اہم ذمہ داری فتویٰ نویسی بھی ہے۔ بہرائچ شریف کے قرب و جوار و دور دراز سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات آپ نہایت تشفی بخش دیتے ہیں۔ مولینا شمس الدین نے سب سے پہلا فتویٰ ۲۹ر مارچ ۱۹۸۰ء میں طلاق کے متعلق دیا کہ

"حالت حمل میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔"

تقریر گوئی

مولینا شمس الدین احمد نے طبیعت نکتہ رس پائی ہے۔ فن تقریر بھی ایک عمدہ فن ہے۔ تبلیغ و ارشاد اور پند و نصائح ایک اچھا اور موثر فن ہے اس کے ذریعہ عوام کو بیدار کیا جا سکتا ہے۔ قوم کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ مولینا شمس الدین احمد فن تقریر میں کہنہ مشق مقرر ہیں۔ فی البدیہہ تقریر فرماتے ہیں۔ آپ کا اکثر موضوع سخن اصلاح معاشرہ اور روزہ نماز ہوتا ہے۔ جو آج ہماری قوم کے لیے بیحد ضروری ہے۔ مولانا اپنے مخصوص فکر و احساس کی بدولت ناصح قوم کے منصب پر فائز نظر

آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علمار کی صف میں راغب المصلین کے لقب سے ملقب ہیں۔

عقد مسنون

مولانا شمس الدین احمد کا عقد مسنون جناب محمد یوسف کی دختر سے ۱۳ ر مئی ۱۹۷۲ء میں ہوا۔ آپ کے پانچ بچے ہیں جن میں ایک لڑکا چار لڑکیاں۔ (۱) ابوالمعانی ظفرالدین احمد رضوی، (۲) روح الفاطمہ عرف روحی احمدی، (۳) بلقیس اختر نوری احمدی، (۴) رضیہ شمیم چشتی احمدی، (۵) مسعودی احمد۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا شمس الدین احمد نے ۲۴ ر صفر المظفر ۱۳۹۲ھ کو مفتی اعظم قدس سرہ، کے دست حق پرست پر خانقاہ رضویہ بریلی میں بیعت کا شرف حاصل کیا، اور ۱۰ ر اگست ۱۹۷۶ء/ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ میں مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ مولینا شمس الدین احمد نے ایک ملاقات میں راقم سے فرمایا۔

"مجھے اور مصنف قانون شریعت کے صاحبزادے مولینا محی الدین احمد ہشام کو بڑے سکون و اطمینان کے عالم میں سند خلافت عطا فرمائی تھی۔ اور حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کافی دیر تک دعا فرماتے رہے ۔۔۔ اور ہم اُن کے آغوش نوری میں اشکبار ہوتے رہے۔" [1]

مولانا شمس الدین احمد مفتی اعظم قدس سرہ، کے متعلق راقم کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"پیر و مرشد سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ عادت کریمہ تھی کہ ہر نماز کے لیے کامل وضو فرماتے اور باجماعت نماز ادا فرماتے۔"

---

[1] راقم سے حضرت مولانا شمس الدین احمد رضوی کی گفتگو بمقام دارالافتا مدرسہ مسعود العلوم بہرائچ شریف مورخہ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ، ۱۲، رضوی غفرلہٗ

چند تلامذہ

۱۔ مولانا شمیم عالم رضوی پلاموی، بہار، مدرس مسعود العلوم بہرائچ شریف

۲۔ مولانا حافظ محمد بشارت علی رضوی رشید پور پوسٹ قیصر گنج بہرائچ

۳۔ مولانا سید بدر الحسن کٹیہاری

۴۔ مولانا محمد فاروق گجراتی

۵۔ مولانا علیم الدین پلاموں بہار

۶۔ مولانا محمد میکائیل ضیائی رضوی کانپوری

۷۔ مولانا محمد اشفاق احمد ضیائی

۸۔ مولانا عسکری گجراتی

۹۔ مولانا فضل رسول رضوی اورنگ آبادی

۱۰۔ مولانا گل محمد رضوی بہرائچی [1]

---

[1] مکتوب مولانا مفتی شمس الدین احمد رضوی صدیقی بنام راقم محررہ ۲۳ جنوری ۱۹۸۹ء

۱۲، رضوی غفرلہ

واعظِ خوش بیان مولانا شمس اللہ رضوی حشمتی

مقیم حال محلہ بھورے خاں پیلی بھیت شریف

ولادت

حضرت مولانا شمس اللہ رضوی حشمتی ۱۵ جولائی ۱۹۳۰ء کو موضع پیپری بزرگ میں پیدا ہوئے۔ گندمی رنگ، چوڑا بدن، متوسط قد، پھیلی ہوئی گھنی داڑھی، مزاج میں متانت، عقیدے میں صلابت، مولانا شمس اللہ کا حلیہ ہے۔

خاندانی حالات

مولانا شمس اللہ کے آباء و اجداد جگنی دیوریا نزد سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ کے رہنے والے تھے، وہاں سے ترکِ سکونت کر کے صوفی غلام علی موضع پیپری بزرگ ضلع بستی تشریف لائے۔ یہاں کے قدیمی ذمہ دار حضرات، جن سے صوفی غلام علی کے گہرے مراسم تھے، یہاں آنے کا سبب بنے۔ جب صوفی غلام علی یہاں کے باشندے ہو گئے تو دینی خدمات شروع کیں، مسجد کی امامت اور تدریس کی ذمہ داری سنبھالی اور اس وقت سے لے کر تا ہنوز امامت و خطابت اور مدرس کے فرائض اسی خاندان سے وابستہ ہیں۔

تعلیم و تربیت

مولانا شمس اللہ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ مخزن العلوم بھاو پور بستی میں گلستاں، بوستاں پڑھیں۔ چونکہ اس علاقے میں شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی قدس سرہٗ اپنے تبلیغی دورے کے سلسلے میں اکثر و بیشتر تشریف لایا

کرتے تھے، اور اس علاقے کے افراد کو حضرت سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، اس لیے مولانا شمس اللہ کو گھر والوں نے شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہٗ کے سپرد کردیا۔

چنانچہ مولانا شمس اللہ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت قدس سرہٗ کے ہمراہ پیلی بھیت پہنچے، اور خدمت میں رہ کر فارسی، عربی کی کتابیں از سرِ نو پڑھیں، پھر مزید تحصیلِ علم کے لیے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور حاضر ہوئے جہاں قدوری سے لے کر مشکوٰۃ شریف کی ساری کتابیں پڑھیں۔

اساتذۂ کرام

۱۔ شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی علیہ الرحمۃ

۲۔ حافظِ ملت حضرت مولانا عبد العزیز رضوی مرادآبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۳۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرؤف سابق شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور

۴۔ حضرت مولانا غلام جیلانی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام بریلی

۵۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد المصطفیٰ مجددی اعظمی علیہ الرحمۃ

۶۔ مولانا محمد ایوب ٹانڈوی مدرس مخزن العلوم بھاؤپور بستی

۷۔ مولانا عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸۳ء

۸۔ جناب رحمت میاں صدیقی بستوی

فراغت

مولانا شمس اللہ اشرفیہ سے تمام اساتذہ کی مرضی سے بریلی شریف چلے آئے۔ یہاں دار العلوم منظرِ اسلام میں داخلہ لے کر یکم شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ میں تعلیمی سلسلے کا اختتام کرکے حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے مبارک ہاتھوں سے سند و دستارِ فضیلت حاصل کی۔ بظاہر تعلیمی سلسلے کا اختتام ہو چکا تھا مگر پھر بھی تحصیلِ علم کا جذبہ انگڑائیاں لیتا رہا۔ فراغت کے بعد مولانا شمس اللہ پیلی بھیت گئے اور حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمۃ سے صحاح ستہ، جلالین شریف اور تفسیرِ بیضاوی وغیرہ کی مزید تعلیم حاصل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد مولانا شمس اللہ رام پور کٹرہ ضلع بارہ بنکی میں مدرسہ حشمت العلوم میں تین سال تک بحیثیت صدر مدرس رہے، لیکن افتادِ طبع نے مدرسہ کی ملازمت سے باز رکھا اور تین سال کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہوگئے اور اس کے بعد تادمِ تحریر، تحریر و تقریر کے ذریعے مذہب و ملت کی خدمت کر رہے ہیں۔ [۱] تصانیف میں صمصامِ حیدری قابلِ قدر یادگار ہے۔

بیعت و خلافت

مولانا شمس اللہ کو حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی ۱۵ر فروری ۱۳۸۰ھ کو سندِ خلافت و اجازت سے نوازا، اور شیر بیشۂ اہلِ سنت مولانا حشمت علی خاں رضوی سے بھی خلافت حاصل ہے۔ [۲] مزید مفسرِ اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا بریلوی نے بھی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ [۳]

عقد شریف

۱۳۷۲ھ میں مولانا شمس اللہ کی شادی شیر بیشۂ اہلِ سنت کی منجھلی صاحبزادی سے ہوگئی جس کی وجہ سے بستی چھوڑ کر پیلی بھیت میں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پانچ لڑکے تین لڑکیاں یادگار ہیں۔

۱۔ محمد رؤف رضا حشمتی ۲۔ محمد نجم الرضا حشمتی ۳۔ محمد تحسین رضا ۴۔ مجاہد رضا

---

[۱] غلام یحییٰ انجم بستوی، مولانا: تذکرہ علماءِ بستی اول ص ۱۲۵ تا ۱۲۷

[۲] تذکرہ علماءِ بستی میں خلافت و اجازت کی تاریخ و سنہ مذکور نہیں ہے، راقم کو ایک ملاقات میں تاریخ خلافت تحریر کرائی۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ [۳] ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی، ص ۱۱، بابت ستمبر ۱۹۶۳ء/رجب المرجب ۱۳۸۳ھ

۵۔ گل شمس رضا ۶۔ اکرم جہاں ۷۔ رضیہ خاتون ۸۔ نور افشاں

تقریب نکاح نور الابصار

شیر بیشۂ اہلِ سنت علیہ الرحمۃ نے مولانا شمس اللہ کی شادی جب کی اُسی وقت منظوم دعوت نامہ اپنے احباب میں دیا مولانا شمس اللہ سے کتنی محبت و عقیدت تھی، اس کا اظہار اس کے پڑھنے سے ہوتا ہے۔ اشعار یہ ہیں :ے

حمد بے حد برائے ربِّ ودود　　بر حبیبِ خدا سلام و درود
بر جمیع صحابۂ اخیار　　عترتِ پاک پر بھی یا غفّار
ہم بہ رُوحِ جنابِ غوث الوریٰ　　بوحنیفہ کی رُوح پر بھی سدا
ہم بہ احمد رضا امامِ زمن　　ہم بہ ارواحِ جملہ اہلِ سنن
بعدِ حمد و ثنا گزارش ہے　　ساتھ تسلیم کے نگارش ہے
میرے غربت کدے پہ ہے شادی　　نورِ چشمی کی خانہ آبادی
میرا نورِ نگاہ شمس اللہ　　رحمتِ حق ہو اس پہ شام و پگاہ
میری بیٹی کا اس سے ہوگا نکاح　　ہے جو دونوں کو دو جہاں کی فلاح
چھٹی شوّال، جون کی انیّس　　جمعہ کے روز ہے یہ عقدِ نفیس
میری عزت بڑھائیے آکر　　آپ سب پر ہو رحمتِ داور

المکلّف : فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں رضوی برکاتی لکھنوی غفر لہٗ [1]

مباحثہ علاقۂ نیپال

بروزِ جمعرات ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء/ ۱۳۸۵ھ کو منڈی جھنڈا نگر علاقۂ نیپال میں مولانا شمس اللہ بیان کے لیے مدعو کیے گئے تھے۔ وہابیوں، دیوبندیوں، جماعتیوں کو جب معلوم ہوا کہ سُنّی عالم

---

[1] مولانا شمس اللہ رضوی نے یہ منظوم دعوت نامہ راقم کو صفر المظفر ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء میں عطا فرمایا۔ ۱۲ رضوی غفر لہٗ

آ رہے ہیں تو وہ اپنے نام نہاد مولویوں کو لے کر جلسہ گاہ میں پہنچے۔ صاحب مجلس سیٹھ شکر الدین کے حسن انتظام سے بارہ بجے تک مولانا شمس اللہ کا پرجوش بیان ہوا۔ اور صلوٰۃ و سلام ہونے کے بعد شیرینی پر فاتحہ ہوئی۔

بعد ختم بیان وہابی آخر ہمت کر کے سامنے آئے، مختلف موضوعات پر تقریباً ڈھائی بجے تک بحث و مباحثہ ہوا، پھر صبح پر بات چیت رکھی گئی۔ صبح کو آٹھ بجے سے لے کر دس بجے تک بحث ہوتی رہی۔ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب بہشتی زیور ساتھ لائے تھے۔ مولانا شمس اللہ اپنے ساتھ ان کی کوئی کتاب نہیں لے گئے تھے۔ دیوبندیوں کی کفریہ عبارات آپ نے بیان کیں، دیوبندی اقبال کرنے سے انکار کرتے رہے۔ مولانا شمس اللہ نے آخر بہشتی زیور کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ:

عبدالرسول، غلام رسول، علی بخش، حسین بخش وغیرہ نام رکھنے کو کفر و شرک لکھا ہے یوں کہنے کو کہ

خدا چاہے اور رسول چاہے کام ہو جائے گا کفر بتایا

دیوبندیوں نے انکار کیا، مولانا شمس اللہ نے کتاب بہشتی زیور کھول کر دکھا دی، صاحب مجلس سیٹھ شکر الدین نے دونوں عبارتیں پڑھیں، اور بھرے مجمع میں کہا کہ:

> "میں رات سے اب تک مولانا کے متعلق سوچتا تھا کہ یہ بریلوی مولوی صرف ضد میں ایسی باتیں ان کے متعلق کہتے ہیں، ایسا کوئی نہیں لکھ سکتا، مگر اب آنکھوں سے بہشتی زیور کی عبارت دیکھ لی، یہ کتاب مردود، اس کا لکھنے والا بھی مردود۔"

کہتے ہوئے بہشتی زیور کو بہت جوش میں زمین پر پھینک دیا۔ مولیٰ تعالیٰ نے مولانا شمس اللہ کو کامیابی عطا فرمائی اور وہابیہ دیوبندیہ ذلیل و خوار و خائب و خاسر ہوئے۔ [1]

---

[1] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص ۲۹ بابت ستمبر ۱۹۶۵ء / جمادی الاول ۱۳۸۵ھ

ع

فخر المحدثین مولینا سید محمد عارف رضوی نانپاروی

شیخ الحدیث مرکز اہلسنت منظر اسلام بریلی شریف

نانپارہ ضلع بہرائچ شریف کا ایک مشہور قصبہ ہے جو نیپال کی ترائی سے متصل ایک چھوٹی سی اسٹیٹ کی شکل میں جانا پہچانا جاتا ہے۔ اسٹیٹ کے زمانے میں یہ قصبہ ارباب علم و دانش کی آماجگاہ اور مسکن بنا رہا ہے۔ آج بھی بحمدہ تعالیٰ اس قصبہ اور اس کے مضافات علماء، وحفاظ، قراء اور شعراء سے آباد ہے۔ نانپارہ ایک زمانے میں نوابوں کا دار السلطنت رہ چکا ہے۔ نانپارہ کے نواب کی فرمائش پر امام احمد رضا قادری بریلوی نے ایک نعت پاک تحریر فرمائی۔ مقطع میں اعلیحضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں :۔

کروں مدح اہل دُوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

اس مقطع میں اعلیحضرت فاضل بریلوی نے لفظ "پارہ نان" سے اعلیٰ مراد لیتے ہوئے نانپارہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ولادت

اسی قصبہ نانپارہ کی سرزمین پر فخر المحدثین علامہ مولانا الحاج الشاہ سید محمد عارف رضوی ۷، مارچ ۱۹۳۸ء کو پیدا ہوئے اور وہیں اپنے والدین کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔

خاندانی حالات

شیخ الحدیث مولانا سید محمد عارف رضوی کے آبائی شجرے کے چند اسماء اس طرح ہیں
سید اعجاز علی عرف سید محمد عارف بن سید ارشاد علی بن سید علی بن سید مخدوم علی، بن سید حیات علی۔

سید حیات علی اور ان کے صاحبزادے سید بشارت علی، اور ان کے صاحبزادے شہر بہرائچ کے ساکن تھے۔ آپ کے دادا سید علی اپنے بھائیوں کے ساتھ نانپارہ چلے آئے۔ اور یہاں اس دور کے مشہور و معروف شخصیت بزرگ حضرت مولانا سید عبداللہ بہرائچی کی دختر سے عقد مسنون ہوا۔ ان سے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ سب سے بڑے ارشاد علی، پھر سید ممتاز علی پھر سید مشتاق علی، اور چھوٹے صاحبزادے سید رضی الدین ہو۔ سید ارشاد علی، سید رضی الدین حیات ہیں اور باقی انتقال کر گئے۔

مولینا سید محمد عارف کے ننہال کا شجرہ اس طرح ہے۔ والدہ مرحومہ بنت حافظ سید نثار حسین بن حافظ سید علی حسین بن حافظ سید محمد حسین بن حافظ سید احمد علی عرف حافظ لسباوئی۔ آپ کی خاندانی روایات یہ ہیں، کہ نانپارہ انہیں کے جدِ اعلیٰ نے بسایا، یہ ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔ جنکی ایک نسل میں حافظ ہی ہوتے رہے۔ سنتے ہیں کہ ان کے ہاتھوں پر بہت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ حافظ سید احمد علی کی ایک خادمہ جس کی عرفیت چھن تھی۔ مشرف باسلام ہو کر آپ ہی کی خدمت کرتی رہی اور انتقال کے بعد مکان کے متصل ہی دفن ہوئے۔ جب کبھی رات میں کوئی بچہ روتا تو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز قبر سے سنائی دیتی کہ:

"چھن یہ کون بچہ رو رہا ہے چپاؤ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

تعلیم و تربیت

مولانا سید محمد عارف کی تعلیم و تربیت ان کے والدین کریمین نے کرائی، ابتداءً گھر ہی پر پڑھائی

کا انتظام کیا گیا۔ ایک ماسٹر اور ایک مولانا صاحب بہت دنوں تک گھر پر ہی پڑھاتے رہے، بعد میں باقاعدہ انجمن اسلامیہ نانپارہ کے پرائمری شعبہ میں داخلہ کرایا گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد پرائمری اسکول نانپارہ میں داخلہ کرایا گیا۔ اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی امیر احمد مرحوم بچوں پر بڑے ہی مشفق، محنتی مشہور تھے۔ ان کے سایۂ تربیت میں پرائمری درجات کی تعلیم کے بعد انجمن حنفیہ نانپارہ کے صدر مدرس مولینا سبحان اللہ انصاری امجدی کے حوالے والدین نے مولینا سید محمد عارف کو کر دیا۔

مولانا سبحان اللہ امجدی کی عنایتوں کے سایہ میں آمدنامہ، گلزار دبستاں، وغیرہ فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ لیکن مولانا سبحان اللہ انجمن حنفیہ سے ترک ملازمت فرما کر اپنے وطن مالوف بستی تشریف لے گئے۔ چند ہی دنوں بعد مولانا قاری علی حسین رضوی نعیمی بستوی نانپارہ تشریف لائے۔ موصوف اس وقت جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مدرس تھے، مولینا سید محمد عارف کے والدین کی گذارش پر انھوں نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد بھیجنے کے لیے منظور کر لیا۔

حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی اس طرح ۱۹۵۶ء کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد پہنچ گئے۔ مولینا قاضی محمد حسین نعیمی سنبھلی سے فارسی اور حدیث پاک مولینا طریق اللہ رضوی نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ سے پڑھیں۔ ۱۹۵۷ء تک جامعہ نعیمیہ میں قاری علی حسین رضوی نعیمی سے مشق قرأت اور عربی، فارسی کی اعلیٰ کتابوں کا درس لیا۔ اسی اثنار میں قاری علی حسین جامعہ نعیمیہ کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر شہر بستی کے ایک مدرسہ معین الاسلام تشریف لے گئے۔ انہی کے ساتھ علامہ سید محمد عارف بھی بستی پہنچ گئے۔ چونکہ آپ کو اپنے شفیق استاد کی شفقتوں سے دور رہنا پسند نہ تھا اور وہاں جاکر شرح مایہ عامل وغیرہ کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔

شعبان المعظم میں جب مولینا سید محمد عارف چھٹیاں گزارنے اپنے وطن نانپارہ پہنچے تو خوبیٔ قسمت مفسر اعظم ہند محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی نیاز مندانہ طبیعت نے مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کو خود مائل بکرم پایا اور بعض بزرگوں کی سفارش پر مفسر اعظم ہند نے بریلی منظر اسلام میں داخلہ منظور فرمالیا۔ اور شوال المکرم میں مولینا سید محمد عارف منظر اسلام میں حاضر ہو گئے۔ چند ہی دنوں بعد جب مفسر اعظم نے آپ کی مشغولیت کو دیکھا تو

مفسرِ اعظم ہند کی توجہ خصوصی تعلیم کی جانب مائل ہوگئی، اور تعلیم کی انتھک محنت نے اعلیٰ نمبروں میں کامیابی عطا کی۔

فراغت

حضرت مولانا سید محمد عارف نانپاروی کی فراغت اور تکمیل علوم وفنون ۱۹۶۵ء یا ۱۹۶۴ء میں دار العلوم منظر اسلام بریلی سے ہوئی اور جیّد علماء ومشائخ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے آپکی دستار باندھی۔

اساتذۂ کرام

مولانا سید محمد عارف کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل شخصیات قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مفسرِ اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی

۲۔ بحر العلوم مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری

۳۔ محدث منظر اسلام مولانا احسان علی رضوی مظفرپوری

۴۔ استاذ الاساتذہ مفتی جہانگیر خاں رضوی فتحپوری

۵۔ ریحانِ ملّت مولانا الشاہ محمد ریحان رضا رحمانی بریلوی

۶۔ حضرت مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی کچھوچھوی

۷۔ حضرت مولانا بلال احمد رضوی بہاری

آغازِ درس وتدریس

حضرت مولانا سید محمد عارف کی قابلیت وصلاحیت زمانۂ طالب علمی سے ظاہر وباہر تھی۔ آپ دار العلوم منظر اسلام کے ان قابل فخر فرزندوں میں ہیں۔ جنھوں نے درس حدیث کے ذریعہ ایک جہاں کو فیضیاب کیا۔ مفسر اعظم ہند نے فراغت کے بعد مولانا کو دار العلوم منظر اسلام میں خدمت درس و تدریس کے لیے منتخب فرمایا۔ اس وقت سے تاہنوز (باستثنائے ۱۹۷۲ء لغایۃ ۱۹۷۴ء) منظر اسلام

میں خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں۔ مذکورہ تین برسوں مدرسہ فخر العلوم بلرام پور ضلع گونڈہ اور دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں بھی درس حدیث کا فیضان جاری رکھا۔

بیعت وخلافت

علامہ مولانا سید محمد عارف رضوی ۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ میں حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مالا مال ہوئے۔ اور ۱۵ر جمادالاولیٰ ۱۳۹۵ھ میں مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے چاروں سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی

مفتی اعظم کے متعلق

شیخ الحدیث مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی مرشد برحق مفتی اعظم قدس سرہٗ کے متعلق یوں حقیقت بیانی فرماتے ہیں:

"جن آنکھوں نے حضور مفتی اعظم کو دیکھا وہ گواہ ہیں کہ حضرت کی ہر ہر ادا سب سے زیادہ اچھی تھی۔ آپ کا علم، عمل، تقوی، فتوی، اور زہد وورع یہ ساری خوبیاں اپنی نظیر تھیں۔ چہرے پر جلال اور چال ڈھال سے جمالِ غوثیت نمایاں ہوتی تھی، اتباع سنت کا یہ حال کہ علماء آپ کے عمل سے کسی حدیث کو راجح ہونے کا یقین کر لیتے۔ لیکن سب سے بڑی چیز جس کی مثال اس دور میں دیکھنے میں نہ آئی وہ یہ تھی کہ نہایت ہی کم سخن زندگی، نہ جلسوں، وعظوں میں تقریر فرمائیں۔ نہ مجلسوں میں تربیت حاضرین کے لیے حاضرین پر الفاظ کی بارش فرمائیں۔ اور حال یہ کہ جو اس کا عقیدت کیش ہو جائے۔ اسے اپنی نگاہوں سے کچھ ایسا نوازیں کہ اس کے دل میں ایمان کی شمع جگمگا اٹھے۔ حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ، نے ۱۹۴۷ء کا خوف و ہراس بھرا ماحول دیکھا۔ لیکن خوف زدہ نہ ہوئے۔ افسوس ہندوستان نے آزادی کا پرچم لہرایا۔ ابن الوقتوں نے مسلم نمائندگی کے بہانے سیاست میں آکر دیگر مذہبی امور کے انتظام وانصرام کی باگ ڈور سنبھالی اور اس طرح بڑے عہدوں پر فائز

ہو کر مسلمانوں کی تو کوئی خدمت نہ کر سکے۔ لیکن اپنے باطل مذہب اور باطل نظریات کی اشاعت کا موقع انہیں ضرور ملا۔ حکومت کی بڑی بڑی مراعات اشاعت وہابیہ کے لیے وقف ہوئیں۔ ہر طرف وہابی علماء میں چرچا ہونے لگا اور رجاہ و عزت سے دلچسپی لینے والے دیندار ان علماء کی جانب مائل ہوئے۔ حضور مفتیٔ اعظم اس انقلاب سے کبھی متاثر نہ ہوئے نہ مایوس ہوئے۔ صرف اور صرف اپنی انہی خاموش اداؤں کے ذریعے آپ نے علماء اہل سنت کو خود سے قریب کیا اور دیکھتے دیکھتے ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا۔ الحمدللہ سنیت غالب آئی اور جب وہ دنیا سے تشریف لے گئے تو کروڑوں حساس دلوں کو اپنا مداح اور ہم نوا بنا کر روتا ہوا چھوڑ گئے۔

حج و زیارت

شیخ الحدیث مولانا سید محمد عارف نے ۱۹۸۸ء میں زیارت حرمین طیبین کا شرف حاصل کیا۔ علماء عرب و عجم سے ملاقاتیں کیں۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے آپ کو عزت و منزلت کی نظروں سے دیکھا چونکہ آپ ایک ایسے مرکز کے شیخ الحدیث ہیں جس نے عالم اسلام میں دین و ایمان کی شمع جلا رکھی ہے۔

عقد مسنون

۱۹۶۲ء میں مولینا قاضی احسان الحق نعیمی مفتی بہرائچ علیہ الرحمہ کی دختر نیک اختر کے ساتھ مولینا سید محمد عارف کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔ ان سے چار لڑکے:

۱۔ سید ظفر سبحانی نوری

۲۔ مولوی سید محمد میاں رضوی

۳۔ سید شاہ عالم رضوی

۴۔ سید معین الدین

اور تین لڑکیاں حیات ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں وہ داغ مفارقت دے گئیں۔ نوان کی بہن مولانا سید محمد عارف کی زوجیت میں آئیں جو ہنوز باحیات ہیں اور ان سے بھی دو بچے تولد ہوئے۔

۵۔ سید مسعود الزماں

۶۔ سید زہران علی

نمونۂ کلام

حضرت مولینا سید محمد عارف نے مستقل کوئی کتاب اب تک نہیں لکھی۔ آپ کی گوناگوں مصروفیات اتنی کثیر ہیں کہ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ نہ ہوسکے۔ البتہ کبھی کبھی کچھ مضامین ماہنامہ اعلیحضرت اور ماہنامہ نوری کرن بریلی میں ضرور اشاعت پذیر ہوئے۔ مثلاً اہمیت زکوٰۃ تحریک سود وبیت وغیرہ وغیرہ

شیخ الحدیث مولینا سید محمد عارف رضوی شعروشاعری سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ دل کو بہلانے کے لیے کچھ اشعار کی آمد ضرور رہتی ہے۔ جب آپ دارالعلوم شاہ عالم احمدآباد میں مسند تدریس پر فائز تھے تو وہاں عرس رضوی احمد آباد کے موقع پر ایک منقبت امام احمد رضا قادری بریلوی کی جناب میں لکھی۔ جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نظرِ کرم ادھر بھی اے ساقیٔ زمانہ
بھر کر مجھے پلادے ایک جام عارفانہ
اچھے میاں کے اچھے غوث الوریٰ کے پیارے
بغداد کی پلادے مشتاق ہے زمانہ
دیکھا ترے گدا کو تو کہہ اٹھا یہ نجدی
وہ شیر ہے رضا کا دیکھو ادھر نہ جانا
میرے رضا کا در کا جس کو ملا ہے صدقہ
اوج فلک ہے اسکی عظمت کا آستانہ
عارف سگ رضا ہے اور عبد مصطفیٰ ہے

جا نا نہ پاس اس کے اے گردش زمانہ

مولانا سید محمد عارف کا اصلی نام سید اعجاز علی ہے اور عرف سید محمد عارف تخلص عارف ہے۔ دنیائے سنیت میں آپ کی شخصیت سید محمد عارف کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔

چند تلامذہ و خلفاء

شیخ الحدیث علامہ سید محمد عارف رضوی کے درجۂ حدیث میں شامل ہونے والے طلبہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ منظر اسلام میں ہر سال تقریباً دو تین سو کی تعداد میں علماء وفضلاء فارغ التحصیل ہوتے ہیں، اور سبھی فضلاء آپ کے درس حدیث کی سماعت میں حصہ لیکر بہرہ ور ہوئے ہیں۔ تاہم چند تلامذہ کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ مولینا مفتی سید شاہد علی رضوی ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور

۲۔ علامہ مولینا محمد انور علی رضوی بہرائچی شیخ الادب منظر اسلام بریلی شریف

۳۔ مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی مدرس الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی

۴۔ مولانا شعیب احمد رضوی مظفر پوری

۵۔ مولانا قاری نجف علی القادری نائب شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۶۔ مولانا محمد فاروق رضا رضوی ناظم تعلیمات الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

۷۔ مولانا حافظ شکیل احمد رضوی مدرس " "

۸۔ مولانا منظر قدیری پورنوی

۹۔ مولانا محمد میاں رضوی نانپاروی صاحبزادہ

۱۰۔ مولانا اعجاز انجم رضوی لطیفی مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیحضرت

۱۱۔ مولانا محمد بشیر الدین رضوی دیناج پور بنگال

(نوٹ، مذکورہ حالات وکوائف راقم نے بالمشافہ حاصل کیے۔ مورخہ رجب ۱۴۱۰ھ۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

شیخ العلماء علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رضوی

شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ کراچی

ولادت

فاضل اجل حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ محمد الازہری رضوی بن صدر الشریعۃ علامہ مولانا امجد علی بن علامہ جمال الدین بن مولانا خدا بخش (رحمہم اللہ) ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں بریلی شریف میں تولد ہوئے۔ علامہ ازہری علیہ الرحمۃ کی ولادت پر اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ سے علامہ ازہری کے تاریخی نام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا "تاریخی نام کی ضرورت نہیں۔ اس بچہ کو اپنا محبوب نام عبدالمصطفیٰ عطا کرتا ہوں چنانچہ یہ نام بارگاہ نبوی میں بہت مقبول ہوا۔

حضرت والد ماجد

علامہ ازہری علیہ الرحمۃ کے والد مکرم حضرت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) بہت بڑے فقیہہ تھے۔ فقہ کی جامع اردو کتاب بہار شریعت آپ ہی کی تصنیف ہے

ابتدائی تعلیم

حضرت علامہ ازہری نے قرآن مجید اپنے مولد بریلی شریف کے دار العلوم منظر اسلام میں مولانا احسان علی منظفر پوری سے پڑھا۔ پھر والد ماجد علیہ الرحمۃ کے جامعہ عثمانیہ اجمیر شریف میں مدرس مقرر ہونے پر علامہ ازہری نے اپنے آبائی وطن قصبہ گھوسی اعظم گڑھ میں محلہ کریم الدین کے مکتب میں اردو سیکھی۔

علوم اسلامیہ کی تعلیم

حضرت علامہ ازہری علیہ الرحمۃ کو ۱۹۲۶ء میں آپ کے والد مکرم

نے جامعہ عثمانیہ (اجمیر شریف) بُلالیا۔ جہاں آپ نے کتب فارسی مولانا عارف بدایونی سے پڑھیں: ابتدائی تعلیم، علوم عربیہ اسی مدرسہ میں مولانا حکیم عبدالمجید، مفتی امتیاز احمد اور مولانا عبدالحئی سواتی سے حاصل کی اور اکثر علوم وفنون ابتدا سے انتہا تک اپنے والد محترم سے پڑھے۔

جامعہ ازہر میں

جب حضرت صدرالشریعۃ علیہ الرحمہ دوبارہ بریلی شریف جانے لگے تو علامہ ازہری علیہ الرحمہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) بھیج دیا۔ چنانچہ حج کی ادائیگی اور زیارت روضۂ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فراغت کے بعد جامعہ ازہر تشریف لے گئے، اور تین سال جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے جامعہ کی طرف سے دو سندیں "شہادۃ الاہلیۃ وشہادۃ العالیہ" حاصل کیں۔

کتب احادیث کی تکرار

جب جامعہ ازہر سے واپس ہوئے تو حضرت صدرالشریعۃ علیہ الرحمۃ علی گڑھ کے مضافات میں دادوں کے مقام پر نواب ابوبکر کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ چنانچہ علامہ ازہری نے دوبارہ والد ماجد علیہ الرحمہ سے حدیث کا دورہ کیا۔

درس وتدریس

حضرت علامہ ازہری نے فراغت کے بعد دادوں میں ہی اپنے والد ماجد کی نگرانی میں تدریس شروع کی ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پورہ اعظم گڈھ میں بحیثیت صدر مدرس وشیخ الحدیث کام کرنا شروع کیا اور تقسیم ملک تک اسی مدرسہ سے منسلک رہے۔

تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۸ء میں جب پاکستان تشریف لائے تو جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں جامعہ مسجد ہارون آباد (بہاول نگر) میں خطابت کے فرائض منصبی انجام دینے شروع کیے دریں اثنا علامہ ازہری نے ایک عظیم دار العلوم منظر اسلام کی بنیاد رکھی، اور اس کے لیے نہایت عالی شان عمارت تعمیر کرائی۔

جب بعض جاہل اور شرپسند لوگوں نے دار العلوم کی عمارت کو قبضہ میں لے کر اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی تو حالات کے ناساز گار ہونے کی بنا ر پر آپ کراچی تشریف لے گئے، جہاں جامعہ امجدیہ کراچی کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے حدیثِ رسول کا فیضان جاری کیا جو تا دم زیست جاری رہا۔

سیاسی کردار

حضرت علامہ ازہری علیہ الرحمۃ جمعیت علمار پاکستان کے صوبہ سندھ کے صدر کی حیثیت سے قائد اہلسنت شاہ احمد نورانی صدیقی کے دست راست و معاون رہے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی میں علامہ ازہری نے صحیح نمائندگی کا حق ادا کیا۔ آئین کی تدوین کے وقت جب آئین کی تعریف میں مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مرحلہ آیا تو علامہ شاہ احمد نورانی کی تحریک کے جواب میں حکومتی ممبر اسمبلی کوثر نیازی نے کہا کہ تمام مکاتب فکر کسی ایک تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ تو علامہ عبد المصطفےٰ الازہری نے ایک متفقہ تعریف مرتب کی جو تمام مکاتب فکر کے اراکین اسمبلی کے دستخطوں سے اسمبلی میں پیش کی گئی۔

۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کو گرفتار کر کے ملک کے گرم ترین علاقے گڑھی خیرو (سندھ) میں جیل کی کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا۔ تو علامہ ازہری نے حق نیابت ادا کیا اور جمعیت کے قائم مقام صدر کے فرائض انجام دیے۔

بیعت و خلافت حضرت علامہ ازہری نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت

بریلوی قدس سرہ، العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا؟ اور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، العزیز کی طرف سے سلسلۂ قادریہ میں خلافت و اجازت حاصل کی۔

تصانیف

علامہ ازہری علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کی تفسیر (تفسیر ازہری) پانچ جزو (مطبوعہ) اور تاریخ الانبیاء تحریر فرمائیں۔[1]

تلامذہ

علامہ ازہری سے جن تلامذہ نے اکتساب فیض کیا۔ ان میں سے چند مشہور فضلاء کے اسماء گرامی یہ ہیں

۱۔ مولانا خلیل اشرف، بانی مدرسہ فیض رضا، ضلع بہاول نگر

۲۔ مولانا غلام یٰسین، بانی دارالعلوم قادریہ ملیر

۳۔ مولانا مفضل سبحان، مہتمم دارالعلوم قادریہ، لغداہ مردان

۴۔ مولانا غلام نبی، دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی

۵۔ مولانا محمد طفیل، دارالعلوم شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی

۶۔ مولانا منیب الرحمان، ایم۔ اے

۷۔ مولانا محمد طارق ایم۔ اے۔

۸۔ مولانا محمد اسحاق ایم۔ اے

۹۔ مولانا محمد رفیق ضیاء، ایم۔ اے

۱۰۔ مولانا قاری حافظ عبدالباری، ٹھٹھہ کے شاہی قاضی[2]

---

[1] غلام مہر علی، مولانا: الیواقیت المہریہ ص ۸۱ تا ۸۳

[2] محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۶۱

وصالِ پُر ملال

بروز بدھ ۱۸ راکتوبر ۱۹۸۹ء / ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ کو اچانک شام میں یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ علامہ عبد المصطفےٰ الازہری علیہ الرحمۃ اپنی طویل علالت کے بعد اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ علامہ ازہری علیہ الرحمۃ بغرض علاج جاپان تشریف لے گئے تھے۔ وہیں اچانک یہ حادثہ فاجعہ پیش آیا۔ بذریعہ طیارہ نعش مبارکہ کراچی لائی گئی اور وہیں ہزاروں سوگوار و عقیدت کے بیچ تدفین عمل میں آئی۔ [1]

---

[1] ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ص ۲، نومبر ۱۹۸۹ء ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ شمارہ ۱۱ جلد ۱۴ مضمون مولانا عبد المبین نعمانی رضوی

صدر المفتین مفتی قاضی عبدالرحیم رضوی بستوی

مفتی مرکزی دارالافتاء ۸۲۔ سوداگران بریلی شریف

ولادت

فقیہہ اہلسنت مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم رضوی بن قاضی زکی الرحمٰن بن احمد اللہ عرف بیر علی بن محمد بخش موضع حجوا قاضی (حجگوا) تحصیل ڈمریا گنج برگنہ رسولپور ضلع بستی میں یکم جولائی ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ والدین کی شفقتوں کے ساتھ پرورش ہوئی۔ قاضی صاحب کے خاندانی شجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت خلیفۂ اول امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔

خاندانی حالات

مفتی عبدالرحیم رضوی بستوی کے مورث اعلیٰ آشوب زمانہ سے مجبور ہوکر مدینہ منورہ سے بغداد شریف اور پھر وہاں سے لاہور پھر دہلی ہوتے ہوئے بارہ بنکی ضلع میں آباد ہوئے۔ وہاں سے کچھ لوگ معظم آباد (گورکھپور) میں قیام پذیر ہوئے۔ خاندانی شرافت ووجاہت کی بنا پر خاندان کے کسی بزرگ کو قضاۃ کا عہدہ ملا۔ اور قاضی عبدالرحیم کی موجودہ سکونت جہاں ہے وہاں بارہ گاؤں کی معافی ملی تھی۔ پورا خاندان مختلف مواضعات میں پھیلا ہوا ہے۔ ۱۹۴۷ء تک زمینداری تھی۔ اب مختصر کاشتکاری باقی ہے اور اس سے ضروریات خورد ونوش پوری ہوجاتی ہیں۔

مفتی قاضی عبدالرحیم کا خاندان ہر دور میں علمی رہا۔ پردادا محمد بخش مرحوم عربی، فارسی سے

بخوبی آشنا تھے اور قرآن مجید لکھتے تھے۔ دادا احمد اللہ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کے ماہر تھے اور غالباً انٹر پاس تھے۔ اوورسیر انجینیر رہے۔ پھر یونانی دواخانہ قائم کیا اور اسے آخر وقت تک چلاتے رہے۔ دینی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ تقویۃ الایمان مطبوعہ ۱۲۷۸ھ کا نسخہ دیکھ کر اس پر نوٹ لگا دیا تھا کہ:

"اس کتاب کا کوئی شخص بھولے سے مطالعہ نہ کرے، ورنہ اس کے ایمان میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔"

مفتی قاضی عبدالرحیم کے چچیرے بھائی مولینا حکیم قاضی محمد علی نقی زیور علم سے آراستہ اور اپنے دور کے صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے اور ایک حاذق طبیب بھی۔ جن کے فیوض وبرکات سے بستی، گونڈہ، بہرائچ، گورکھپور، بلیا، سلطانپور، لکھنؤ، کانپور اور فیض آباد وغیرہ کے کثیر تعداد میں لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ ان کی شہرت سے ہندوستان کے بہت سے شہروں کے لوگ آتے تھے اور فیوض وبرکات حاصل کرتے تھے۔

مولانا حکیم محمد علی نقی علیہ الرحمہ کا انتقال ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ ہر سال ان کا عرس مقدس ہوتا ہے۔ جس کا انصرام واہتمام قاضی عبدالرحیم کے ذمہ ہے۔

مفتی قاضی عبدالرحیم کے والد قاضی زکی الرحمن اٹھارہ پارے حفظ کر چکے تھے۔ اس کے بعد علالت اور خرابی صحت کی بنا پر مکمل نہ کر سکے۔ اور ۲ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کو وصال ہوگیا۔

تعلیم وتربیت

حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم نے ۱۹۵۰ء میں اردو مڈل پاس کیا اس کے بعد ۷ ؍اگست ۱۹۵۰ء کو ضلع گونڈہ کی ایک درسگاہ دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا بازار میں داخلہ لیا۔ اور انتہائی لگن کے ساتھ حصول علم میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۵۵ء میں بریلی شریف آگئے کچھ دنوں وہاں کے خوشہ چیں رہنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں ضلع میرٹھ کی درسگاہ اسلامی عربی اندرکوٹ میں حاضر ہوکر امام النحو مولینا سید غلام جیلانی میرٹھی کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔ مولینا سید غلام جیلانی میرٹھی کی خدمت میں رہ کر ۱۹۶۲ء تک باقاعدہ باضابطہ پڑھا۔

امتحانات

مفتی قاضی عبدالرحیم نے ۱۹۵۳ء میں منشی، ۱۹۵۵ء میں مولوی، ۱۹۵۷ء میں کامل، ۱۹۵۹ء میں عالم ۱۹۶۱ء میں فاضل کے امتحانات دیئے اور اسی سال درس نظامیہ کی تکمیل کی۔

اساتذہ کرام

۱۔ حضور مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ،

۲۔ امام النحو مولینا سید غلام جیلانی میرٹھی شارح بخاری

۳۔ حضرت مولینا سید محمد جلیل ہاپڑی

۴۔ حضرت مولینا محمد اختر رضوی

۵۔ حضرت مولینا مفتی شریف الحق رضوی امجدی [1]

۶۔ حضرت مولینا قاری رضاء المصطفےٰ امجدی خطیب میمن مسجد آرام باغ کراچی

فتویٰ نویسی کا آغاز

حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم یکم اگست ۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ میں بریلی شریف آئے۔ ابتداً دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس و تدریس کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کی صلاحیت اور طبعی میلان کے پیش نظر ذمہ داروں نے رضوی دارالافتاء بریلی کی ذمہ داری سونپ دی جس کا ذکر کرتے ہوئے خود تحریر فرماتے ہیں۔

> ۱۳۸۱ء میں بریلی شریف رضوی دارالافتاء میں فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ میں خوشخط تھا۔ اس لیے حضور (مفتی اعظم) قبلہ نوراللہ مضجعہٗ کی خاص عنایت نصیب ہوئی

---

[1] مفتی شریف الحق رضوی امجدی سے کافیہ، اصول الشاشی، شرح وقایہ اور شرح جامی پڑھی۔ مولینا محمد اختر رضوی سے مسلم شریف پڑھی۔ ۱۲، رضوی عفرلہ،

اور ایک شب حضور نے اپنی خوشخطی کی زیارت کرائی۔ اور
خوش خطی سے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا [۱]

مفتی قاضی عبدالرحیم کی طبیعت میں سنجیدگی و متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ علوم متداولہ کے بہت سے اقسام میں آپ کو مہارت ہے۔ لیکن فتویٰ نویسی آپ کا واحد میدان ہے۔ اسی وجہ سے قاضی عبدالرحیم کو ملک کے مختلف گوشوں میں ایک ذمہ دار مفتی کی حیثیت سے خاص شہرت حاصل ہے۔ کچھ دنوں کے لیے جامعہ نوریہ رضویہ بریلی میں بھی درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ تا دمِ تحریر جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ کی زیر نگرانی مرکزی دارالافتاء بریلی میں مفتی کی حیثیت سے خدمتِ خلق میں مصروف ہیں۔

مفتی قاضی عبدالرحیم نے فتویٰ نویسی حضور مفتی اعظم قدس سرہ، سے سیکھی اور اصلاح بھی انہیں سے لی۔

بیعت و خلافت

حضرت مفتی قاضی عبدالرحیم نے ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ کو حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ کو مفتی اعظم الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے خلافت و اجازت اور جملہ مشاغل اوراد و وظائف، احادیث کتب، فقہ اور افتاء کی اجازت مرحمت فرمائی۔ قاضی عبدالرحیم رضوی کو حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کے علاوہ اپنے خاندانی سلسلہ نقشبندیہ فضل رحمانیہ میں بھی اجازت حاصل ہے۔

عقد مسنون

مفتی قاضی عبدالرحیم کا عقد مسنون ۳ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ میں ہوا بفضلہ تعالیٰ

---

[۱] ماہنامہ استقامت کانپور مفتی اعظم نمبر ص ۱۶۶، رجب المرجب ۱۴۰۳ھ / مئی ۱۹۸۳ء

اس وقت پانچ صاحبزادے، دو صاحبزادیاں باحیات ہیں۔

۱۔ محمد ریاض الرحمان

۲۔ محمد رضاء الرحمان

۳۔ محمد غلام مرتضیٰ

۴۔ محمد غلام مجتبیٰ

۵۔ محمد محبوب الرحمٰن امجد

۶۔ ہاجرہ بی

۷۔ ثمینہ پروین [۱]

---

[۱] حوالہ کے علاوہ راقم نے براہِ راست حضرت مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم رضوی لبنتوی سے جملہ کوائف حاصل کیے۔ بمورخہ رجب ۱۴۱۰ھ، ۱۲، رضوی غفرلہ،

مخدوم ملت مفتی محمد عبدالسلام رضوی سنبھلیؒ

بانی فیض العلوم سرائے ترین سنبھل مرادآباد

ولادت

مخدوم ملت حضرت الشاہ مولانا مفتی محمد عبدالسلام قادری رضوی بن الشیخ احمد اللہ بن الشیخ حافظ حکیم اللہ بن الشیخ عظیم اللہ بن الشیخ مکارم کی ولادت شمالی ہند کے مشہور و معروف مردم خیز علاقہ سنبھل ضلع مرادآباد کی ایک صنعتی بستی سرائے ترین کے محلہ نواب خیل میں ایک علمی و روحانی گھرانے کے اندر غالباً ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ ابھی دو ہی سال کے تھے کہ سر سے والد ماجد کا سایۂ عاطفت اٹھ گیا اور پرورش کا بار والدہ ماجدہ کے زیر سایہ بڑے بھائیوں نے برداشت کیا، اور نہ صرف پرورش ہی کا بار اٹھایا بلکہ عمدہ تربیت اور اس کے ساتھ ساتھ زیور علم سے آراستہ کرنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کی تعلیم کا آغاز عم مکرم الشیخ حافظ عصمت اللہ سے ہوا۔ اُنھوں نے اپنے ہونہار حوصلہ مند بھتیجے کو بچپن ہی میں ظاہری تعلیم کے ساتھ سلوک کے مقامات بھی طے کرا دیئے تھے۔ ناظرہ قرآن کریم کے دوران مفتی عبدالسلام کے وفور شوق کو دیکھ کر عم مکرم نے حافظہ شروع کرا دیا۔ چونکہ اس وقت خانگی حالات مالی طور پر بہت بہتر نہ تھے

اس لیے اوقات درس کے علاوہ بقیہ اوقات میں مفتی عبدالسلام اپنے بھائیوں کے ساتھ کام کرتے اور ان کا ہاتھ بٹاتے۔ اس وقت مفتی عبدالسلام کا آبائی پیشہ سینگ کی کنگھیاں بنانا اور ان کی تجارت کرنا تھا۔ تکمیل حفظ کے بعد بستی ہی کے ایک مکتب میں مولوی عبداللہ سے فارسی شروع کر دی۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد عربی کا آغاز بھی یہیں سے کر دیا۔

حصول تعلیم میں ذوق سلیم اور غیر معمولی وفور شوق کو دیکھ کر مفتی عبدالسلام کے بڑے بھائی شیخ عبدالرحمٰن (بھیا جی) شیخ عبدالصمد اور خسر شیخ کلن نیز محلہ کے چند دیگر معزز حضرات آپ کو مدرسہ اجمل العلوم سنبھل میں اجمل العلماء حضرت مفتی محمد اجمل شاہ قادری رضوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور ان کا داخلہ فرمالیں۔ اور ان کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ چنانچہ اسی روز مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی رضوی نے مفتی عبدالسلام کو داخل درس فرمالیا۔ اور مکمل نو سال تک علوم ظاہری و باطنی کی تشنگی شوق کی سیرابی عطا فرمائی اور پھر ان عنایات کو صرف درس گاہی حدود تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ خارج از درس اوقات میں بھی اپنی نظر کیمیا اثر سے علم وفن اور عشق و عرفان کے وہ جام پلائے جو مفتی عبدالسلام کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ بن گئے۔

فراغت

۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء کے عظیم الشان سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں قوم وملت کے بیشمار احبہ، علماء ومشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں تکمیل علوم نبویہ کا تاج زریں مفتی عبدالسلام کے زیب سر ہوا۔

جامعہ سلامیہ کا قیام

وہابیت کدہ سرائے ترین سنبھل کو سنیت کی ضیا پاشیوں سے منور کرنے اور اجتماعی زندگی کو اعتقادی رنگ دینے کے لیے ایک فعال ادارہ کی سخت ضرورت کے پیش نظر فراغت کے دوسرے ہی سال ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء میں مفتی عبدالسلام نے محلہ کی ایک وسیع

مسجد رستم خاں سے متصل ایک مکتب کی بنیاد ڈالی۔ جس میں مفتی عبدالسلام کے محسن و شفیق استاذ اجل العلماء مفتی محمد اجمل شاہ رضوی کی خواہش و دعوت پر تقریباً پندرہ سے زائد اجلۂ علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ اس مکتب کی سب سے پہلی اینٹ عارف باللہ الحاج الشاہ عبدالمجید آنولوی (والد ماجد حضرت علامہ عبدالحفیظ مفتی آگرہ) نے رکھی، پھر حسبِ ترتیب و مراتب دوسرے جلیل القدر علماء و مشائخ نے۔

آغاز درس و تدریس

چونکہ مفتی عبدالسلام کی بستی آپ کی خدمت کی زیادہ مستحق تھی۔ اس لیے قیام جامعہ سلامیہ کے بعد جامعہ سلامیہ ہی میں بحیثیت صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کام کرنے لگے، اور تقریباً چودہ سال مسلسل جم کر تدریسی، تبلیغی اور فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیں۔ اس طرح مفتی عبدالسلام کے درس و تدریس کا آغاز اسی دارالعلوم جامعہ سلامیہ سرائے ترین سنبھل ہی سے ہوتا ہے۔

دینی و ملی خدمات

بدعقیدہ علماء وہابیہ نے سرائے ترین کو اپنی فکری تحریک کی آماجگاہ اور وہاں کی اعتقادی فضا کو مسموم کر رکھا تھا۔ مفتی عبدالسلام نے اس ظلمت کدہ کو سنیت کی ضیاء پاشیوں سے منور کرنے کے لیے دن و رات ایک کر دیا۔ سب سے پہلے ایک ادارہ قائم فرمایا جس سے علماء و فضلاء پیدا ہوئے، جگہ جگہ جلسے منعقد ہوئے قدم قدم پر وعظ و تبلیغ کی بزمیں سجائیں، مواعظ حسنہ کے ذریعہ عوام کے تاریک سینوں کو نور سنیت سے روشن و منور فرمایا۔ جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاری فرمایا۔ ایصال ثواب کی مردہ سنت کو زندہ فرمایا۔ مکانوں مسجدوں میں گیارہویں شریف بارہویں شریف وغیرہ کو رواج دیا۔

(صلوٰۃ) کی تحریک چلائی اور بیشمار مسجدوں کو نبوت و رسالت کے

عشق پیور نوروں سے مالا مال فرمایا، اذان قبر کو جاری فرمایا، میلاد قیام اور صلاۃ وسلام کو زیادہ سے زیادہ فروغ بخشا، یہ مفتی عبدالسلام کی انتھک کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ اس وہابیت وجہالت کدہ میں نورِ علم وسنیت کی بیشمار قندیلیں روشن ہو گئیں۔

میرٹھ روانگی

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء کے اوائل میں امام النحو صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی دعوت اور اصرار پر میرٹھ مدرسہ اسلامیہ قومیہ میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے۔ اور ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء تک تقریباً آٹھ سال بیگانوں، بداعتقادوں کے جھرمٹ میں انتہائی ہمت وعزیمت اور عظمت وقار کے ساتھ تدریس تبلیغی اور فتویٰ نویسی کی خدمات میں مصروف رہے۔

پالن پور روانگی

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء میں نواب اہل پالن پور کی خواہش ودعوت پر پالن پور گجرات مدرسہ اسلامیہ میں بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے۔ اور تقریباً چھ ماہ تدریس خدمات کیساتھ فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دیں۔ پالن پور میں ابھی چند ماہ ہی گذرے تھے کہ مفتی عبدالسلام کو آشوبِ چشم کا عارضہ ایسا لاحق ہوا کہ ممکن علاج کے باوجود وہاں ثابت قدم رہنا ایک دشوار مسئلہ بن گیا۔

نواب صاحب کی طرف سے ایک بہترین ڈاکٹر صرف مفتی عبدالسلام کے لیے رکھا گیا۔ جو ہفتہ میں متعدد بار چیک کرتا حتیٰ کہ کھانا تک چیک کرتا، مگر چونکہ مشیت الٰہی نے مفتی عبدالسلام کو کہیں اور ہی کی خدمت کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ اس لیے ہر طرح علاج وآسائش کے باوجود افاقہ نہ ہوا، بالآخر ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء ہی میں اپنے وطن تشریف لے آئے، اور مکان پر رہ کر مستقل علاج کرایا۔

پاکبڑہ روانگی

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء کے اوائل میں پاکبڑہ مرادآباد تشریف لے گئے۔ اور ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء تک تقریباً ڈھائی سال رہے۔ اس دوران وہاں کے لوگوں میں دینی جذبہ اور مذہبی اسپرٹ پیدا کرنے کے لیے مفتی عبدالسلام نے جامع مسجد سے متصل مدرسہ اہلسنت غفورالعلوم کے نام سے ایک علمی باغ لگایا۔ اور لگاتار محنت وجانفشانی کر کے اسے بام عروج تک پہونچایا۔

جامعہ سلامیہ کی نشاط ثانیہ

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں اہل بستی کے بے پناہ خواہش اور بے حد اصرار پر پاکبڑہ مرادآباد سے پھر سرائے ترین سنبھل تشریف لے آئے، اور ۴ راگست ۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ سے اسی دارالعلوم جامعہ سلامیہ کا آغاز فرمایا، مفتی عبدالسلام کے آنے سے دوبارہ اس میں جان پڑگئی۔

جلوس محمدی کا آغاز

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ نے اسی سال ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں جلوس محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریک شروع کی۔ ہر چند کہ بداعتقاد وعلماء وہابیہ اور بڑے بڑے سرکردہ لوگوں نے اس تحریک میں مفتی عبدالسلام کی سخت مخالفت کی۔ مگر انجام کار مخالفین کی ساری مخالفتیں اور کوششیں سعی لاحاصل سے آگے نہ بڑھ سکیں، اور جلوس محمدی کا آغاز ہونا تھا ہوکر رہا۔

سیاسی بصیرت

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ اگر ایک طرف شریعت وطریقت آشنا مرد درویش

ایک عظیم فقیہہ راسخ العقیدہ عالم دین تھے تو دوسری طرف سیاسی تدبر میں بھی درجہ کمال رکھتے تھے، علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ سیاسی بصیرت پر بھی مفتی عبدالسلام کو کامل عبور حاصل تھا۔ تاہم ظاہری طور پر کبھی سیاسی میدان میں نہیں آئے۔ ظاہری اور گندی سیاست سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ البتہ تحریک آزادی کی لہر میں اپریل ۱۹۴۶ء/۱۳۶۵ھ کی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شریک و مشیر رہے۔ مفتی عبدالسلام کے اندر اپنی رائے کی حکمت و افادیت اور صحت و معقولیت سے مخاطب کو ہم آہنگ کرکے اپنا ہمنوا بنا لینے والی ہیں۔ وہ صلاحیت تھی جس کی بنیاد پر اگر ایک طرف دارالعلوم جامعہ اسلامیہ کی نظامت علیا کی زمام سنبھالے ہوئے تھے تو دوسری طرف مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل کے بھی نائب ناظم اعلیٰ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے۔

کردار واخلاق اور عادات وخصائل

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ نے انتہائی سادہ، نیک، باوضع اور باخلاق مزاج پایا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ظاہر و باطن کی ہم آہنگی لفظ و معنی کی ہم آہنگی، صورت و سیرت کی یکسانیت غرضیکہ مفتی عبدالسلام حسن و صورت اور جمال سیرت دونوں کے پُرکشش امتزاج کی نظیر تھے۔

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کی عادات وخصائل کا بیان کرنا اتباع اور اطاعت رسول کی جیتی جاگتی تصویر کا کھینچنا ہے۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے، خودداروں کے سامنے طبیعت میں بے حد خودداری اور بے نیازی تھی۔ جن امراء و رؤسا میں تمکنت کا شائبہ پاتے ان سے بوقت ملاقات خودداری کا اظہار فرماتے۔ لیکن جب عوام سے ملتے تو بڑی انکساری و بشاشت سے ملتے۔ بزرگوں سے بڑے نیازمندانہ، احباب سے نہایت مخلصانہ، طلبہ اور شاگردوں سے بڑے ہی ہمدردانہ طور پر ملتے علمائے کرام کی بے پایاں عزت و تکریم کرتے تھے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سچے مومن کا حقیقی سرمایہ درحقیقت عشق رسول ہی ہے۔ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین تمام اولیاء عظام کی مبارک زندگی کے مطالعہ کے بعد نظر اسی نکتہ پر رکتی ہے کہ ان سب حضرات کی زندگی ہمیشہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محور پر گھومتی رہی۔ مفتی عبدالسلام کی زندگی کی سب سے قیمتی متاع یہی عشق رسول تھا۔ تادم حیات ظاہری و باطنی زندگی میں عشق نبوی علیہ السلام کی روشنی برابر جگمگاتی رہی۔ یہ عشق صادق ہی کا نتیجہ تھا کہ درس حدیث کے وقت اکثر آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جاتیں۔

معمولات

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ قرآن کریم سے خاص شغف رکھتے اور اس کی بکثرت تلاوت فرماتے، جب کبھی کسی طرح کی کوئی پریشانی یا دشواری آتی۔ فوری تلاوت شروع فرما دیتے اور اس طرح سے تلاوت فرماتے کہ دوسرے تیسرے روز میں پورا قرآن پاک ختم فرما لیتے شب برائت، شب قدر کے شبینوں میں بہ شوق شرکت فرماتے اور خوب پڑھتے۔ کبھی کبھی دس دس پندرہ پندرہ پارے ایک ہی رکعت میں پڑھ دیتے۔ بارہا شبینوں میں ایسا ہوا کہ مفتی عبدالسلام نے صرف اپنے استاد زادے حافظ کرامت اللہ اور اپنے برادر زادے حافظ محمد ظہور کو لے کر ایک ہی شب میں پورا قرآن کریم ختم فرمایا۔ مفتی عبدالسلام نے مسلسل تیئس ۲۳ سال رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک ختم فرمایا۔ آپ عابد شب زندہ دار اور تہجد گذار تھے۔

مرغوبات

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کھانے میں حلوہ، رساول، دودھ کی کھیر اور امرود کی چاٹ بے حد پسند فرماتے۔ تقریباً ہر میٹھی جائز چیز پسند فرماتے، پھلوں میں آم، کیلا،

اور خربوزہ بہت مرغوب رکھتے تھے چائے سے حد درجہ شوق رکھتے تھے۔ لسّہ اور چیزوں سے سخت اجتناب کرتے اور کھانا کھانے کے بعد اکثر سفوف استعمال فرماتے۔

تصانیف

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کی دینی وملی خدمات صرف درس وتدریس اور ارشاد وتبلیغ ہی میں محصور نہیں، بلکہ ان سب کے ساتھ علمی جہاد بھی فرمایا، کثرت کار کی بنا پر مفتی عبدالسلام اس سلسلہ کو دراز نہ کرسکے، تاہم متعدد کتابیں ضرور تصنیف فرمائیں۔ لیکن افسوس کہ اب تک کوئی تصنیف منظر عام پر نہ آسکی۔

۱۔ **شرح نور الانوار**: یہ درس نظامی میں داخل نصاب کتاب نور الانوار کی شرح اور اصول فقہ سے متعلق کچھ ضروری نہایت مفید نوٹ ہیں۔ یہ مفتی عبدالسلام کی علمی وفنی صلاحیتوں کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

۲۔ **نور الایمان**: اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اور دیگر عبادات نیز جملہ معاملات میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل، ان کے علاوہ کچھ علمی مباحث آیات قرآنیہ احادیث نبویہ، اور اقوال علما مجتہدین کی روشنی میں نہایت آسان پیرائے میں پیش کیے گئے ہیں۔

۳۔ **رد شریعت یا جہالت**: یہ وہابی، دیوبندی جماعت کے مبلغ اعظم نام نہاد مولوی یالن حقانی گجراتی کی رسوائے زمانہ کتاب شریعت یا جہالت کا حقائق کی روشنی میں بڑا علمی اور معلوماتی رد وجواب ہے۔

ان کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی متعدد کتابوں پر مفتی عبدالسلام کے بڑے مفید اور معلوماتی حواشی بھی پائے جاتے ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ نے علمی تشنگی کے ساتھ ساتھ روحانی تشنگی کو بھی زمانہ

طالب علمی ہی میں محسوس فرمالیا تھا۔ چنانچہ اس کو سیرابی میں تبدیل کرنے کے لیے اُستاذ محترم اجمل العلماء مولانا محمد اجمل شاہ نعیمی رضوی کے ہمراہ مرکز علم وعقیدت بریلی شریف حاضر ہوکر اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پر سلسلۂ قادریہ رضویہ سے منسلک ہوئے، اس کے کچھ عرصہ کے بعد مفتی عبدالسلام کے محسن مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی علیہ الرحمہ نے خصوصی کرم فرمایا اور اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ جو ان کو اعلیحضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی" قدس سرہ، سے حاصل ہوئی تھی۔

اس کے بعد ۱۷ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء کو حضرت مولانا شاہ ساجد علی خاں رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے مفتی عبدالسلام کو یاد فرمایا۔ اور سند خلافت واجازت عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ کچھ دیگر مخصوص تعویذات کی اجازت سرائے ترین سنبھل کے ایک سفر میں خود حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے مفتی عبدالسلام کے مکان پر زبانی عطا فرمائی۔

حج وزیارت

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء کی چودہویں شب میں سامان عشق کے ہمراہ تکبیر ورسالت کے فلک پیمانعروں کی گونج میں مکان سے روانہ ہوئے اور تقریباً پانچ ماہ حرمین طیبین میں نور وبرکت اور رحمت ومغفرت کی بارش میں نہاکر دیار حبیب کے جلوے نگاہوں میں لبساکر اوائل محرم الحرام ۱۴۰۲ھ میں واپس تشریف لائے۔ اس مبارک سفر میں مکمل چالیس روز تک دربار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر رہے۔

فیض العلوم کا قیام

شروع اکتوبر ۱۹۷۹ء/ ۱۳۹۹ھ میں خلوص ومحبت کا وہ عظیم قلعہ دارالعلوم جامعہ سلامیہ

جسے مفتی عبدالسلام نے بڑے خلوص کی اینٹوں اور خون جگر کے گارے سے تعمیر کیا تھا، ایک منظم سازش کے تحت کچھ ایسے ناساعد اور بحرانی حالات سے دوچار ہوا۔ اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء / ۱۳۹۹ھ کو مفتی عبدالسلام جامعہ سلامیہ سے مستعفی ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء میں سرائے ترین سنبھل کے ایک بزرگ حضرت سید جلال الدین شاہ عرف بھورے شاہ میاں رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے سے متصل مدرسہ اہلسنت عربیہ فیض العلوم کا قیام عمل میں آیا۔ تاحین حیات مفتی عبدالسلام اس مدرسہ کے شیخ الحدیث مفتی اور ایک عظیم سربراہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

حلیہ مبارکہ اور ملبوسات

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کا رنگ سفید مائل بہ سُرخی، قد میانہ قدرے طویل، جسم بھاری مگر متناسب، چہرہ بڑا اور رعب دار، پیشانی خوب چوڑی سعادت آثار، ناک بڑی ذرا دبیز، داڑھی لمبی اور خوب گھنی، سینہ چوڑا اور قرآن اس کے انوار و برکات سے بھرا ہوا۔

لباس سادہ اکثر کپڑے کی چوڑی گوٹ والی دو پلی ٹوپی، کلی دار گھٹنوں سے نیچا کرتا، اس کے اوپر صدری، ٹخنوں سے اونچا پاجامہ، بہت زمانہ شلوار نما مغلیہ انداز کا استعمال فرمایا پھر سادہ علی گڑھی انداز کا استعمال کرنا شروع کر دیا اور آخر تک یہی استعمال فرمایا۔ جمعہ اور سفر میں شیروانی زیب تن اور عمامہ زیب سر فرمایا۔ اس کے علاوہ کاندھے پر رومال اور ہاتھ میں عصا مستقل رکھتے۔ پاؤں میں جے پوری انداز کے ناگرہ جوتے اور سیدھے ہاتھ میں بریلی شریف کی نقش والی انگوٹھی استعمال فرماتے۔

خلفاء

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں دو حضرات قابل ذکر ہیں۔ مولینا مفتی قاری محمد انوار الحق رضوی سلامی اور مولانا زاہد علی رضوی سلامی۔

مکرمی مولانا زاہد علی رضوی سلامی کو وصال سے صرف ۲۷، روز قبل مورخہ ۲۲ر شعبان المعظم ۱۲ر اپریل ۱۹۸۷/۱۴۰۷ھ میں ایک جلسہ عام میں کثیر علماء کی موجودگی میں باضابطہ رسم جانشینی اور اجازت وخلافت عطا ہوئی۔ مولانا زاہد علی صاحب علم وفضل اور حافظ قرآن ہیں۔ مفتی عبدالسلام کے صحیح جانشین ہیں۔ آج کل دار الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں نائب مفتی کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔)

چند تلامذہ

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کی پچاس سالہ تدریسی خدمات میں تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہم یہاں پر صرف ان چند خوشہ چینوں کے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ جنھوں نے مفتی عبدالسلام کے خرمن علم سے خصوصی فیضان حاصل کیا۔

۱۔ مولانا ضمیر حسین سلامی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ مفتی قاری محمد انوار الحق رضوی دمکوی ضلع بریلی
۳۔ مولانا محمد لیاقت حسین رضوی بریلوی
۴۔ مولانا غلام یٰسین سلامی بہاری
۵۔ مولانا غلام ابوالقاسم اشرفی بہاری
۶۔ مولانا محمد یوسف اشرفی راجستھانی
۷۔ مولانا زاہد علی رضوی سلامی سنبھلی
۸۔ مولانا الحاج محمد یوسف سلامی بلرام پوری
۹۔ مولانا عبدالخالق سلامی بنگالی
۱۰۔ مولانا عبدالمنان سلامی بنگالی
۱۱۔ مولانا عبدالرشید قادری کشمیری
۱۲۔ مولانا سید احباب الدین قادری کشمیری

ناسازیٔ طبع

حضرت مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ مسلسل چند سالوں کے دوران کئی دفعہ سخت علیل ہوئے۔ جس سے ذہنی دماغی اور اعصابی قوتوں پر خاصا اثر پڑ چکا تھا۔ مگر پھر بھی فریضۂ پنجگانہ کی ادائیگی کے لیے ہمیشہ پانچوں وقت مسجد میں تشریف لاتے، اور کھڑے ہوکر نماز ادا فرماتے، ماہ وصال رمضان المبارک میں مفتی عبدالسلام نے چار روزے اور پانچویں روز کی مکمل بیس رکعت تراویح باجماعت کھڑے ہوکر ادا کیں مشیٔت ایزدی کہ اسی پانچویں شب میں مرض الوصال کا آغاز ہوا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے طبیعت سخت ناساز ہوگئی۔ اس کے باوجود مفتی عبدالسلام نے پانچویں روزے کی سحری کھائی اور عزم روزہ فرمالیا۔ سخت علالت ونقاہت کے باوجود دوپہر تک یونہیں بہ نیت روزہ رہے مگر جب دوپہر کو اہل خانہ نے دیکھا کہ شام تک مفتی عبدالسلام کا یونہیں روزے میں رہنا زیادتی علالت، اور سخت نقاہت کا باعث ہوسکتا ہے جس پر بعد میں قابو پانا بہت دشوار ہوجائے گا۔ تو بے حد اصرار کر کے ضرورتاً مختصر سا کھانا کھلا دیا۔ اس کے بعد تا دمِ وصال مسلسل چودہ روز تک اسی نازک اور امتحانی حالت میں رہے۔ شہر کے بڑے بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں کے علاج معالجہ کے باوجود شدت مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔

وصال

مفتی عبدالسلام علیہ الرحمہ کا وصال ۱۹ رمضان المبارک ۱۸ مئی ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ بروز دوشنبہ دوپہر ٹھیک گیارہ بج کر ۵۵ منٹ پر ہوا اور اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما کر اپنے پروردگار حقیقی سے جا ملے۔ ؎

؎ مکتوب مولانا زاہد علی رضوی بنام راقم محررہ ۹ دسمبر ۱۹۸۹ء ۱۲، رضوی غفرلہ،

فقیہ العصر مولینا المفتی عبد الجلیل رضوی بہاری

بانی مدرسہ نوریہ اسلامیہ مدھوبنی بہار

ولادت

حضرت مولینا عبد الجلیل رضوی ابن مولوی سخاوت علی نے یکم فروری ۱۹۳۴ء کو ایک اعلیٰ گھرانے میں آنکھ کھولی۔ والد ماجد مولوی سخاوت علی بہترین فارسی داں اور اپنے زمانے کے میلاد خواں تھے۔

تعلیم وتربیت

مولینا مفتی عبد الجلیل جب سخن آموزی کی منزل عبور کر چکے تو اپنے والد گرامی سے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کر کے ابتدائی تعلیم تا قرآن شریف کی تعلیم مکمل کر کے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے متعدد مدارس اسلامیہ کا سفر کیا۔ پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد تشریف لے گئے۔ خصوصیت کے ساتھ مولانا الحاج محمد یونس اشرفی، مفتی حبیب اللہ نعیمی بہاری اور مولانا طریق اللہ قادری کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے فراغت حاصل کی۔

مفتی حبیب اللہ نعیمی بہاری کی دوربین نگاہوں نے مولینا عبد الجلیل کی ذہانت وفطانت کا جائزہ لیا اور دور طالب علمی میں دارالافتاء کی ذمہ داری آپ کے دوش ناتواں پر ڈال دی جسے مولینا عبد الجلیل بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ اور زمانہ طالب علمی کی تربیت آپ کی پوری زندگی پر اثر انداز رہی اور پوری زندگی مسائل کی جانکاری کے لیے مرجع خلائق بنے رہے۔

مستقل قیام

یوں تو مولانا عبدالجلیل کا آبائی وطن مدھوبنی ضلع کا نہایت پسماندہ علاقہ مہتییا ہے لیکن مستقل سکونت مدھوبنی کے ایک مردم خیز گاؤں موضع پچھی میں اختیار کی اور یہاں مولانا عبدالجلیل نے زمین بھی خریدی اور اس میں ایک شاندار عمارت بھی بنوائی۔ مذکورہ گاؤں ہی میں آپ نے فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ نوریہ کی بنیاد ۱۹۵۶ء میں ڈالی جو آج ایک تناور درخت کی شکل میں موجود ہے۔

شکل وصورت

مولانا عبدالجلیل میانہ قد، انتہائی حسین تھے اور چہرہ بارعب کہ بڑے سے بڑے لوگوں پر ان کا ایک دبدبہ طاری رہتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود چہرے پر ایک مسکراہٹ قائم رہتی، اور اتنی سنجیدگی طاری رہتی کہ لوگ ادب کے دائرے سے باہر جانے کی جرات نہیں کرتے۔

اخلاق وعادات

حضرت مولانا عبدالجلیل کے اخلاق بڑے وسیع تھے جو بھی ان سے ملاقات کے لیے آیا متاثر ہوئے بغیر نہیں گیا اور ہر کوئی یہی کہتا خواہ بڑا ہو چھوٹا اپنا ہو یا پرایا

> فقیہہ العصر مفتی عبدالجلیل علیہ الرحمہ ہم سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ہم سے زیادہ کسی دوسرے سے اتنی محبت نہیں کرتے

اس قدر ہر ایک کے دلوں میں ان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خیالات اتنے بلند کہ مولینا عبدالجلیل جو فرماتے سننے والے یہ سمجھتے کہ گویا یہ میرے دل کی بات ہے۔ چنانچہ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ کے چیرمین جناب ڈاکٹر محمد یونس حسین حکیم نے اپنے معائنہ میں مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۸۵ء کو اپنی رپورٹ میں لکھا:

> مدرسہ اسلامیہ نوریہ پچھی میں شانتی نیک تین بھرات ہے اور مولانا

عبدالجلیل کے لیڈرشیپ کا یہ اثر ہے کہ انہیں بہار کے بہت سارے مدارس میں دوسرے اساتذہ کو ٹریننگ دینے کے لیے بھیجا جائے۔"

انداز مطالعہ کتب

مولینا مفتی عبدالجلیل کو کتابوں کے مطالعہ کا بے حد شوق تھا اور نظر بڑی محققانہ تھی کتابوں کی کثیر تعداد ان کی ذاتی ملکیت میں تھی۔ مطالعہ کتب کا حال ایسا کہ کوئی مسئلہ درپیش ہوا خواہ عوام سے یا کسی خاص شاگرد کے ذریعہ تو تحقیق کا دروازہ کھلا ہوتا کتابوں کا انبار سامنے ہوتا اور مسائل حل ہوتے ہر مسئلہ پر ایسی باریک نظر کی تاخیر تام کی نہیں، دلائل سامنے لاتے اور تشنگانِ علم وفن کی خوب خوب سیریابی ہوتی، عربی فارسی کی بہترین صلاحیت مولینا عبدالجلیل میں تھی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے علم ریاضی میں کافی درک عطا فرمایا تھا۔ ریاضی کا وہ مسئلہ جس کا حل ہونا ہر ایک سے مشکل ہوتا آپ اسے منٹوں میں حل کر دیتے۔

زہدو تقویٰ

ہر جگہ شریعت مطہرہ کا خیال کہ کوئی بات جو شریعت کے خلاف ہو برداشت نہیں کرتے تھے اور ہم عصر علماء میں اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ حق یہ ہے کہ سلف وخلف میں اس دور کے کامل زہد و تقویٰ کی لاج تھے۔ مولینا عبدالجلیل جس جگہ بھی جلسہ میں تشریف لے گئے، زہد و تقویٰ کی بنیاد پر علماء نے متفقہ طور پر امامت آپ کے سپرد کر دی۔

مہمان نوازی

مولانا عبدالجلیل کی مہمان نوازی کا یہ عالم ہوتا کہ راتوں جاگ جاگ کر مہمان کی خاطر میں لگے رہتے۔ ویسے آپ کا معمول تھا کہ رات کا کھانا دیر سے کھاتے۔ یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ مدرسہ نوریہ

اسلامیہ کے تمامی طلبہ اور اساتذہ کھانا کھا چکے ہیں۔ صرف مولانا عبدالجلیل کا کھانا رکھا ہے۔ بیک وقت چار مہمان آگئے۔ آپ نے اظہار خیال کیا۔ کبھی کبھی یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ رات کے گیارہ بج گئے ہیں اور مہمان آگئے ہیں۔ اب چونکہ کھانا موجود نہیں فوری باورچی کو حکم فرماتے اور کھانا تیار کرواتے۔ اسی اثنار میں کئی بار خود مولینا عبدالجلیل چولہے تک گئے۔ مہمان کو کھلاکر ہی دم لیتے تھے۔ اگر یہ بھی میسّر نہ ہوتا تھا تو ناشتہ کے لیے جو بھی سامان مہیّا ہوتا آپ مہمانوں کی نذر کرتے اگر پاس نہ ہوتا تو طالب علم کو سونے سے جگاتے اور بطور قرض طالب علم سے ناشتہ نکلوا کر مہمان نوازی میں حصہ لیتے، مگر بغیر کھلائے کسی مہمان کو آرام نہیں کرنے دیتے۔

بیعت وخلافت

حضور مفتی اعظم قدس سرہ، ایک جلسہ میں چھپی تشریف لائے تو مولینا عبدالجلیل کو ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ میں تمام سلاسل کی خلافت اور عملیات کی اجازت سے نوازا۔ آپ حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کے سلسلے میں بیعت کرتے۔ مولانا عبدالجلیل کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے۔

اولاد وامجاد

حضرت مولانا عبدالجلیل رضوی کے دو صاجزادے ہیں۔ بڑے صاجزادے مولینا فخرالدین رضوی بہت اچھے عالم دین ہیں۔ اور آپ کی ہر ہر ادا ان کے رگ وپے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ کیونکہ مولانا عبدالجلیل نے اپنے فرزند کی تعلیم منظر اسلام بریلی میں کرائی۔ دوسرے صاجزادے مولوی شرف الدین نوری جو اس وقت منظر اسلام میں زیر تعلیم ہیں۔

مولانا کی یادگاریں

مولینا مفتی عبدالجلیل جہاں تبلیغ وارشاد کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دینی درسگاہ کا قیام عمل میں لائے۔ آپ کی تحریک سے متاثر ہوکر رئیس التحریر مولانا ارشد القادری

رضوی نے ادارۂ شرعیہ پٹنہ کا چیف آرگنائزنگ سکریٹری منتخب فرمایا۔ مولانا عبدالجلیل نے پورے بہار کے علماء سے رابطہ کرکے ان میں ایک ملی دینی روح پھونک دی۔

اس کے علاوہ ایک وفد جس میں قاری عبدالمجید رضوی جامعہ امانیہ موام دربھنگہ (بہار) علامہ رستم القادری خصوصیت کے ساتھ شریک تھے رصوبہ بہار کے شہروں اور قصبوں و دیہاتوں کا سخت سے سخت سفر کیا اور اپنی تحریک کو تیز سے تیز تر کیا۔ مولانا عبدالجلیل نے اپنے پچپن سالہ زندگی میں جن دینی اداروں کی سرپرستی کی ان کی مختصر فہرست یہ ہے:

۱۔ مدرسہ غوثیہ فریدیہ مدھوبنی بہار
۲۔ مدرسہ انصار العلوم گنگا ساگر
۳۔ مدرسہ غوثیہ نینا گھاٹ
۴۔ مدرسہ اسلامیہ غوثیہ گھاٹ دربھنگا
۵۔ دارالعلوم حبیبیہ کچھوا
۶۔ مدرسہ رضائے مصطفےٰ ابلوا
۷۔ مدرسہ غوثیہ بلونجہ مدھوبنی
۸۔ مدرسہ انوار العلوم بدراہی
۹۔ دارالعلوم سراج العلوم جھنجارپور
۱۰۔ جامعہ حبیبیہ قادریہ بلہد پنڈوں
۱۱۔ مدرسہ دارالقرآن بیرسائر مدھوبنی
۱۲۔ مدرسہ زہرۃ الاسلامیہ عمری
۱۳۔ مدرسہ سعیدیہ کٹہرہ دربھنگہ
۱۴۔ مدرستہ البنات عمری
۱۵۔ مدرسہ نور محمدی آدت ڈیہیہ
۱۶۔ مدرستہ البنات مدھےپور
۱۷۔ تعلیم القرآن پھلواری

۱۸۔ مدرسۃ البنات بھیم پور

۱۹۔ مدرسہ مظہر العلوم لکھنؤ

۲۰۔ انجمن اصلاح البیان جامعہ نعیمیہ مراد آباد

۲۱۔ تحفظ شریعت کمیٹی پچھی

۲۲۔ مدرسۃ العابدین دھوکر ٹولے جمیلہ بازار

۲۳۔ غوثیہ اصلاح البنات پچھی

۲۴۔ مدرسہ اسلامیہ عثمانیہ اسلام آباد بانکی

چند تلامذہ

مولینا عبد الجلیل رضوی علیہ الرحمہ سے کسب فیضان علم کرنے والوں کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

۱۔ مولینا قاری محمد شفیق احمد خلیفہ شاہ محمد یوسف چاند پور ویشالی

۲۔ مولینا محمد عیسیٰ رضوی مدرسہ اسلامیہ نوریہ پچھی مدھوبنی

۳۔ مولینا محمد صدیق پرنسپل اسلامیہ نوریہ پچھی

۴۔ مولینا انوار الحق رضوی مدرسہ اسلامیہ نوریہ پچھی

۵۔ مولینا فخر الدین رضوی صاحبزادہ مفتی عبد الجلیل رضوی

۶۔ مولینا پرویز عالم راحت مدرس اسلامیہ نوریہ پچھی

۷۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن ایف، آر، سی سعودیہ عربیہ

۸۔ ڈاکٹر محمد جہانگیر قادری ایم۔ بی بی۔ ایس سعودیہ عربیہ

۹۔ انجنیئر جناب انیس الرحمٰن سندری دھضاد

انتقال پُر ملال

اس تاریخ ساز شخصیت کا وصال ۲ر جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ / ۱۱ر جنوری ۱۹۸۹ء بروز جمعرات شب ۹ بج کر ۴۰ منٹ پر ہوا۔[1]

---

[1] یہ جملہ کوائف مولانا انوار الحق رضوی مدرس اسلامیہ نوریہ پچھی بہار نے مہیا فرمائے۔ ۱۲ رضوی

عمدۃ المقررین مولینا عبدالخالق رضوی

مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

تارا باڑی بالسی ضلع پورنیہ بہار جو دو ندیوں کے درمیان واقع ہے۔ اس ندی کا نام مہاندی کنکھی ہے۔ یہ جگہ ایسی زرخیز زمین ہے۔ جہاں بڑے بڑے علما روقت پیدا ہوئے یہ مقام لالہ زار، سبزہ زار، شاداب اور خوش گوار رہا ہے۔ ان دونوں ندیوں کے سنگمی منظر زمانے والوں کے لیے ایک فرحت گاہ اور رحمت وکرم کا حسین منظر ہے۔ یہ موضع حضرت علامہ مولانا عبدالخالق رضوی کی ننہال ہے۔

ولادت

اسی سرزمین تارا باڑی بالسی پر مولانا عبدالخالق بروز پیر ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالخالق کے والد ماجد کا آبائی مکان موضع گرھیال ضلع پورنیہ ہے یہ علاقہ بھی بالسی میں واقع ہے جو کنکھی ندی کے مغربی ساحل پر واقع ہے جو بڑا خوش بہار منظر ہے۔ اس حسین جگہ کو دور دور کے افراد دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔

مولینا عبدالخالق کا نسبی تعلق حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے ہے اسی وجہ سے آپ شیخ صدیقی کہلاتے ہیں۔

ذریعہ معاش

حضرت مولانا عبدالخالق کا ذریعہ معاش کاشت کاری اور مشغلہ درس

وتدریس ہے۔ آباء واجداد بڑے کاشت کار اور زمیندار، اہل جائداد سرداران قوم تھے۔ ان کا دبدبہ رعب اور شوکت پورے علاقے میں مشہور تھا اور یہی حال اب بھی ہے۔ مولینا عبدالخالق کے جدامجد بڑے پرہیزگار اور پنج وقتہ نماز کے پابند تھے۔ موصوف مسائل شرعیہ سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔

بسم اللہ خوانی

مولینا عبدالخالق جب سن شعور کو پہنچے تو والد ماجد نے بسم اللہ خوانی حافظ محمد ابراہیم (جو اپنے وقت کے بڑے نیک اور مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے فارغ تھے) سے کرائی۔ اس وقت عمر چار سال کی تھی، حافظ محمد ابراہیم سلسلہ قادریہ رضویہ سے بیعت سنی صحیح العقیدہ تھے۔ مولینا عبدالخالق چار بھائی دو بہن ہیں۔

تعلیم وتربیت

مولینا عبدالخالق نے کتب درس نظامیہ کی ابتدا حضرت مولینا قمرالدین اشرفی سے کی۔ مولینا قمرالدین اشرفی بڑے فیاض، عالم باعمل، عربی کے ماہر اور یکتائے روزگار ہیں۔ مولانا عبدالخالق نے تعلیم کے حصول کے لیے کئی مدرسوں کا سفر کیا۔ مدرسہ اشرفیہ چندر گاؤں بہار، مدرسہ منظہر اسلام اشرفیہ ہجلہ بانسی ضلع پورنیہ، پھر آخر میں ۱۹۶۲ء کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں پہنچ کر شرح جامی، شرح التہذیب حضرت مولانا مفتی جہانگیر رضوی اعظمی سے پڑھی، باقی کتب متداولہ بحرالعلوم حضرت مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری علیہ الرحمہ، حضرت مولینا علامہ احسان علی رضوی محدث منظر اسلام علیہ الرحمہ بریلی سے پڑھیں۔ بالخصوص بخاری شریف بحرالعلوم حضرت مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری علیہ الرحمہ سے اور باقی کتابیں احادیث کی حضرت علامہ احسان علی رضوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔

فراغت

مولانا عبدالخالق کی فراغت ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

سے ہوئی، فراغت کے بعد سے تادم تحریر تقریباً بائیس سال ہوچکے ہیں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولینا عبدالخالق کے پڑھانے کا انداز بہت عمدہ وسلیس ہے۔

عقد مسنون

مولینا عبدالخالق کا عقد مسنون ۱۸ر فروری بروز ہفتہ ۱۹۷۲ء کو موضع نورکانی ٹولہ تیہا اسعد پور بہار سے ہوا۔ فی الحال پانچ اولاد ہیں۔ دو لڑکیاں تین لڑکے۔

۱۔ محمد انوار رضا نوری

۲۔ محمد عسجد رضا نوری

۳۔ محمد اسعد رضا نوری

۴۔ تمسخر النساء

۵۔ عظمت فاطمہ

بیعت وخلافت

حضرت مولینا عبدالخالق نے راقم السطور سے اپنی بیعت کی وجہ بیان فرماتے ہوتے ارشاد فرمایا:

> بنائے بیعت میرے استاذ حضرت مولینا احسان علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ حضرت استاذی مولینا احسان علی رضوی مجھے لیکر حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کے پاس ملاقات کے لیے گئے حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کی صورت دیکھ کر میرے دل کے گلدستے کھل گئے۔ قلب کا عالم بدل گیا۔ ۸ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

کو حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ، کے دست حق پرست
پر ہاتھ دے کر بیعت ہوگیا۔

مولانا عبدالخالق کو خلافت واجازت ۹ر نومبر ۱۹۷۶ء میں جانشین مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری دامت برکاتہم القدسیہ کے توسط سے حضور مفتیٔ اعظم علامہ مولانا مصطفٰے رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے چاروں سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔ [۱]

---

[۱] مکتوب گرامی حضرت مولینا عبدالخالق رضوی۔ بنام راقم محررہ ۲۱ راگست (۱۹۸۹ء/۱۴۰۹ھ) ۱۲ رضوی غفرلہ،

فاضل یگانہ مولینا عبد المصطفیٰ رونق رضوی گونڈوی

خطیب وامام جامع مسجد کنٹولی امرناتھ ضلع تھانہ

ولادت

فاضل گرامی حضرت مولینا عبد المصطفیٰ رونق رضوی ۴ جنوری ۱۹۴۴ء کو ننہال کے موضع جوڑ ریکو بیاں ضلع گونڈہ میں پیدا ہوئے جو قصبہ بچھڑوا سے قریب ہے۔ ابتدائی پرورش والدین کے زیر سایہ ہوئی لیکن جب مولینا عبد المصطفیٰ رونق کی عمر سات سال کی ہوئی تو والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے اور ان کی پرورش نانا نانی کے زیر سایہ ہونے لگی۔

خاندانی حالات

والدین کریمین بڑے زمیندار تھے۔ مولینا رونق کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیقی لکھتے ہیں آپ کے جد کریم لسڈیلہ ضلع بستی سے ترک وطن کر کے بچھڑوا کے رجبڑوا ضلع گونڈہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس وقت مولانا عبد المصطفیٰ رونق کے جد مکرم ریلوے میں ملازم تھے ان دنوں آپ آبائی وطن چھوڑ کر قصبہ اترولہ ضلع گونڈہ میں مع اہل وعیال سکونت پذیر ہوئے۔

تعلیم وتربیت

مولینا عبد المصطفیٰ رونق نے اپنے آبائی وطن رجبڑوا ضلع گونڈہ عبد المجید شاہ (جو گاؤں کے

بچوں کو پڑھایا کرتے تھے) سے ناظرہ قرآن پاک ختم کیا اور اردو کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں اس کے بعد مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑوا میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ فضل رحمانیہ پچپڑوا گونڈہ ہی میں متعدد اساتذہ کرام کی نگرانی میں درس عالیہ کی ابتدا کی، بعدہ مدرسہ عتیقیہ (پچپڑوا گونڈہ) تلشی پور گونڈہ میں داخلہ لیا تقریباً تین سال تک وہاں حصول علم میں مشغول رہے، پھر ۱۹۵۷ء میں تکمیل علم کے لیے دار العلوم منظر اسلام بریلی تشریف لے گئے۔ اور ۱۹۶۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ کرام

۱۔ شہزادہ صدر الشریعہ قاری رضا المصطفےٰ امجدی دار العلوم امجدیہ کراچی

۲۔ حضرت مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی اشرفیہ مبارکپور

۳۔ حضرت مولانا قمر الدین اعظمی

۴۔ حضرت مولانا قمر الدین گونڈوی

۵۔ قاری محمد یوسف بستوی

تدریس اور امامت وخطابت

فراغت کے بعد مولینا عبد المصطفےٰ رونق حضرت مولانا عتیق الرحمٰن کے حکم سے عتیق المدارس بڑھنی میں نائب صدر المدرسین کی حیثیت سے تقریباً ایک سال تک مشغول تعلیم رہے۔ پھر وہاں چھوڑ کر مدرسہ لطیفیہ شہرت گڈھ میں دو سال تک صدر المدرسین کے فرائض انجام دیتے رہے اسے بھی خیرآباد کہنے کے بعد ڈیڑھ سال تک مصروبیہ ضلع بہرائچ شریف کے مدرسہ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز رہے۔ پھر مدرسہ بحر العلوم خلیل آباد ضلع بستی میں درجہ حفظ کے مدرس کی حیثیت سے مشغول خدمت رہے۔ لیکن فتنہ کے باعث چند مہینے کے بعد مستعفی ہوکر مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

جون ۱۹۷۰ء تک مسعود العلوم بہرائچ میں خدمت دین کرتے رہے۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں مولانا مفتی جلال الدین احمد امجدی کے حکم سے بمبئی پہنچے جہاں مولینا رونق امامت پر مامور ہوئے لیکن

بمبئی کے امراء کے مزاج تحکمانہ اور مولینا رونق کی خودداری نے وہاں نہ رہنے پر مجبور کیا۔

بالآخر مولانا رونق بمبئی کو خیرباد کہہ کر مفتی عزیز الرحمن بہاری کے ہمراہ مانڈلی احمدآباد گجرات پہنچے اور وہاں کے مدرسہ تعلیم القرآن کے صدر، جامع مسجد کے خطیب اور گنج مسجد کے پنج وقتہ امام مقرر ہوئے۔ بحسن وخوبی سات سال تک مولینا رونق خدمت دین میں مشغول رہے۔ لیکن کسی مجبوری کے تحت وہاں سے مستعفی ہوکر احمدآباد درویش کی مسجد میں بحیثیت امام وخطیب اور دارالعلوم شاہ عالم میں نائب مفتی کی خدمات انجام دیتے رہے۔ لیکن اراکین مدینہ مسجد کے بے حد اصرار پر مولینا رونق وہاں سے ۱۹۸۱ء میں مدینہ مسجد بہت نگر صابرہ کانٹا میں تشریف لے گئے۔ اور مسلسل تین سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء میں بہت نگر کو خیرباد کہہ کر مع اہل وعیال اترولہ ضلع گونڈہ میں مقیم ہوئے۔ اس وقت مولانا رونق امرناتھ ضلع تھانہ کی جامع مسجد میں خطیب وامام اور قاضی شہر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

عقد مسنون

مولینا عبدالمصطفیٰ رونق کا عقد مسنون جناب عبدالقیوم صدیقی مرحوم موضع لوکھوا ملحق تلسی پور ضلع گونڈہ کی دختر سے زمانہ طالب علمی ہی میں ہوچکا تھا، بعد فراغت ۱۳ر جولائی ۱۹۶۳ء میں رخصتی ہوئی۔ مولانا رونق کی بارہ اولادیں ہوئیں۔ لیکن تین لڑکیاں بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئیں۔ اور کل پانچ لڑکیاں اور چار لڑکے بقیہ حیات ہیں۔ فرزندوں کے نام بترتیب عمر یہ ہیں۔

۱۔ مولوی عطار محمد رضوی متعلم الجامعۃ الاشرفیہ جماعت سادسہ

۲۔ ضیار محمد رضوی متعلم الجامعۃ الاشرفیہ جماعت ثالثہ

۳۔ رضا محمد عرف خورشید رضا متعلم الجامعۃ الغوثیہ اترولہ درجۂ چہارم

۴۔ محمد اعجاز رضا متعلم الجامعۃ الغوثیہ اترولہ درجۂ دوئم۔

بیعت وخلافت

حضرت مولینا عبدالمصطفےٰ رونق زمانہ طالب علمی میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کر چکے تھے۔ کافی دنوں کے بعد ۱۹۷۰ء میں حضرت مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا بریلوی نے خلافت عطا فرمائی۔ جانشین مفتی اعظم علامہ محمد اختر رضا قادری ازہری بریلوی نے بھی اجازت دی مولینا رونق کو ۱۹۸۵ء میں خلافت واجازت سے نوازا۔

مفتی اعظم کی خصوصیات

حضور مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی کی خصوصیات کے متعلق فرماتے ہیں:۔

> سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی ہر بات اور ہر ادا تاثیر اور دلفگار ہوا کرتی تھی۔ اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حق گوئی وامر بالمعروف ـــــــ اور نہی عن المنکر تو آپ کی سرشت میں داخل تھی۔ جو خاصان خدا ہی کا حصہ ہے [۱]

نمونۂ کلام

مولینا عبدالمصطفےٰ رضوی شاعری سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ تخلص رونق اختیار کرتے ہیں۔ آپ کا کلام اکثر ماہنامہ استقامت کانپور، ریاض عقیدت

---

[۱] براوایت مولانا عطا محمد رضوی اترولوی

اور کبھی کبھی اخبارات میں بھی شائع ہوتا رہتا ہے۔ نمونہ کے لیے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

الٰہی عطا ہو مجھے چشم بینا
نظر جب اٹھے سامنے ہو مدینہ

میں کھو جاؤں عشقِ نبی میں کچھ ایسا
بنے میرا مدفن کبھی کوئے مدینہ [1]

---

[1] مکتوب مولوی قمر احمد صدیقی اشرفی، مولوی عطا محمد رضوی صدیقی متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، بنام راقم ۱۲؍ ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ، ۱۲ رضوی غفرلہٗ

عمدۃ المدرسین مولانا عبدالرشید رضوی بہاری

مدرس شمس العلوم گھوسی ضلع مئو

ولادت

حضرت مولینا عبدالرشید رضوی بن حکیم محمد نذیر اشرفی بن حکیم محمد بشیر بن کرامت میاں ۱۵ر جولائی ۱۹۲۶ء کو موضع بھٹگائیں تھانہ تریاں ضلع چھپرا صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات

مولینا عبدالرشید رضوی کے والد ماجد اپنے وقت کے نامور حکیم تھے۔ طب یونانی میں مہارت رکھتے تھے۔ اپنے گاؤں ہی میں مطب کرتے تھے۔ اسی وجہ سے مولینا عبدالرشید کا خاندان اپنے گاؤں اور قرب وجوار میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مولانا عبدالرشید کے بڑے والد بھی وید تھے اور اس فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے تجربہ کار اور ہر دلعزیز حکیم گزرے ہیں۔

مولانا عبدالرشید کے دادا محترم حضرت مولینا عظیم اللہ بلیاوی سکندر پوری سے سلسلہ رشیدیہ میں ۱۹۳۵ء کو منسلک ہوئے اور آخر عمر میں اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتے تھے۔ بالآخر ۱۹۴۳ء میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

مولینا عبدالرشید کے والد حکیم محمد نذیر اشرفی متصلب سنی صحیح العقیدہ تھے۔ بمقام انگس ضلع ہوگلی بنگال میں ۱۹۳۶ء کو حضرت مولینا شاہ سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی

علیہ الرحمہ سے مرید ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں بنگال کی سکونت ترک کر کے اپنے آبائی مکان ہی پر مطب کرنے لگے۔ ۲۷ر جنوری ۱۹۷۷ء کو انتقال ہوا۔

تعلیم و تربیت

مولینا عبدالرشید کے گاؤں میں ایک نیک خاتون تھیں رشتہ میں دادی لگتی تھیں؛ اُنھوں نے قاعدہ بغدادی شروع کرایا۔ پھر اپنے گاؤں کے قریب میں موضع رشید پور میں ایک مولوی صاحب سے پارہ عم، اردو کا پہلا اور دوسرا قاعدہ پڑھا۔ اور مکمل کلام پاک اُنہیں خاتون سے پڑھا جنھوں نے بسم اللہ کرائی تھی۔ اس کے بعد ہندی اسکول میں کچھ تعلیم پائی۔ اس زمانہ میں مولانا عبدالرشید کے والد ماجد کلکتہ رہا کرتے تھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور حضرت مولانا عظیم اللہ کی درسگاہ میں داخل کر دیا۔ وہاں فارسی کی گلستاں، بوستاں کا ایک ایک باب نیز میزان منشعب پڑھی۔ جب مولانا عظیم اللہ رشیدی وہاں سے چلے گئے تو پھر مولانا عبدالرشید اپنے آبائی وطن چلے آتے۔ اتفاق سے گاؤں والوں نے مسجد کی امامت کے لیے ضلع مظفر پور بہار کے ایک مولوی محمد اسمٰعیل کو رکھ لیا تھا۔ مولوی محمد اسمٰعیل دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فارغ تھے۔

مولانا عبدالرشید نے ان سے پنج گنج نحو میر اور صرف میر پڑھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ۱۹۳۹ء میں والد صاحب نے جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ کرادیا درمیان میں ایک دو سال کے لیے ۱۹۴۲ء میں مبارکپور سے پوکھریرا ضلع مظفر پور چلے گئے، لیکن وہاں کی تعلیم سے مطمئن نہیں ہوئے۔ دوبارہ ۱۹۴۷ء میں مبارکپور آکر دورہ کیا اور سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ کرام

۱۔ صدر الشریعہ حضرت مولینا امجد علی رضوی اعظمی

۲۔ حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی

۳۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ مجددی اعظمی

۴۔ مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری رضوی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

۵۔ حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی رضوی اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

۶۔ حضرت مولانا ثناء اللہ رضوی اعظمی

۷۔ حضرت قاری محمد عثمان گھوسی اعظم گڑھ

۸۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی ثم مبارکپوری

۹۔ حضرت مولانا شمس الحق رضوی

۱۰۔ حضرت مفتی ظفر علی نعمانی ناظم اعلیٰ دارالعلوم امجدیہ کراچی

۱۱۔ حضرت مولانا مظفر حسین ظفرادیبی مبارکپوری

تدریسی زندگی

مولینا عبدالرشید فراغت کے بعد سب سے پہلے مدرسہ فاروقیہ بنارس میں صدرالمدرسین کے عہدے پر متقرر ہوئے۔ مولانا عبدالرشید کی آمد کے بعد مدرسہ فاروقیہ بنارس الہ آباد بورڈ سے ملحق ہوا۔ آپ نے اپنی بھرپور کوشش اور محنت سے درجۂ منشی، کامل، مولوی اور عالم تک مدرسہ میں تعلیمی خدمات انجام دیں۔ ستمبر ۱۹۴۷ء سے مارچ ۱۹۵۱ء تک مدرسہ فاروقیہ بنارس میں خدمت انجام دیتے رہے۔

مولینا عبدالرشید مدرسہ فاروقیہ کی ملازمت چھوڑ کر صوبہ بہار کے مشہور گاؤں سریلا ضلع سہرسہ مدرسہ قادریہ انوارالعلوم میں ۲۳ر اپریل ۱۹۵۱ء سے ۳۱ر جولائی ۱۹۸۸ء تک صدر مدرس کے عہدے پر فائز رہے۔ اور اس وقت مدرسہ شمس العلوم گھوسی اعظم گڑھ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دیتے ہیں، مولینا عبدالرشید کا سب سے پہلا فتویٰ میراث سے متعلق ہے۔

حج وزیارت

مولانا عبدالرشید ۱۹۷۵ء میں زیارت حرمین شریفین سے

سرفراز ہوئے۔

بیعت وخلافت

مولینا عبدالرشید شعبان المعظم ۱۹۸۱ء میں حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ساتھ ساتھ حضور مفتی اعظم نے خلافت بھی عطا فرمائی۔

اولادِ امجاد

مولانا عبدالرشید کی پہلی شادی ۱۹۴۳ء کو ہوئی جس سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ دوسری شادی ۱۹۷۷ء میں پہلی بیوی کے انتقال کے ایک سال بعد ہوئی۔ جس سے چار لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئے، اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ محمد حفیظ اللہ انصاری
۲۔ محمد نعیم اللہ انصاری
۳۔ بی بی یاسمین خاتون
۴۔ عبدالشہید انصاری
۵۔ بی بی میمونہ خاتون
۶۔ عبدالوحید انصاری
۷۔ محمد توحید انصاری
۸۔ عبدالمعبود انصاری [1]

---

[1] یہ جملہ کوائف مکرمی مولینا عطا محمد رضوی اترولوی متعلم جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے راقم کی درخواست پر مہیا فرمائے۔ ۱۲، رضوی غفرلہٗ

فاضلِ گرامی مولٰینا عبد الغنی قادری رضوی

نیوٹن شریف ضلع جھنڈواڑہ ایم پی

ولادت

حضرت مولٰینا عبد الغنی قادری رضوی ۱۶ر جون ۱۹۲۷ء کو بروز جمعرات بعد نماز عشاء بمقام موکھیڑا جھنڈواڑہ صوبہ ایم۔ پی میں پیدا ہوئے۔ اس خاندان میں پہلی ولادت پر پورے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مولٰینا عبد الغنی کے والد ہندی اسکول میں ماسٹر تھے اس لیے تبدیلی آئے دن ہوتی رہتی تھی۔

تعلیم وتربیت

مولٰینا عبد الغنی رضوی کے والد ماجد نے نیوٹن چکلی سے بارہ میل دور جامی جنار دیو کے ایک مکتب میں آپ کا داخلہ کرادیا۔ آپ نے وہاں قرآن پاک ڈیڑھ سال میں ختم کیا۔ نیوٹن ضلع چھنڈواڑہ کے مدرسہ میں اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ کرادیا گیا۔ اردو کی ابتدائی کتاب جناب رمضان خاں کابلی سے پڑھی۔ اس کے بعد چھنڈواڑہ ہائی اسکول میں ہندی، انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ کالج کی تعلیم کے بعد مولوی محمد اسمٰعیل امام مسجد نیوٹن شریف کے مشورہ سے جامعہ عربیہ ناگپور میں داخلہ لیا۔ مولٰینا عبد الغنی نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد جاکر درس نظامیہ کی تکمیل کی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید فتحپوری بانی جامعہ عربیہ ناگپور

۲۔ صدرالعلماء محمد عمر نعیمی پاکستانی، مدیر ماہنامہ سوادِ اعظم مرادآباد

۳۔ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی سابق مفتی جامعہ مرادآباد

۴۔ حضرت مولینا محمد یونس نعیمی مرادآبادی

۵۔ حضرت مولانا محمد اطہر نعیمی بن مولانا محمد عمر نعیمی پاکستانی

۶۔ حضرت مولینا قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی

۷۔ حضرت مولینا آلِ حسن امروہوی

دینی خدمات

مولانا عبدالغنی رضوی نے فراغت کے بعد زیادہ تر وقت مختلف مساجد کی امامت و خطابت میں گزارا اور باقاعدہ طور پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے، مولینا عبدالغنی ہندی میں بہت ماہر ہیں، یہی وجہ ہے کہ عامۃ المسلمین کی اصلاح کے لیے چھوٹی چھوٹی ہندی میں کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی تصانیف میں ذکرِ شہید کربلا (تین حصص) القلیوبی (از علامہ شہاب الدین احمد القلیوبی) کا ترجمہ بھی کیا۔

آپ ۱۹۸۱ء میں حج و زیارت سے سرفراز ہوئے۔

بیعت و خلافت

مولینا عبدالغنی کو مفتی عبدالرشید فتح پوری علیہ الرحمہ کی صحبت میں رہنے کا بہت موقع میسّر ہوا۔

آپ کو اجازت و خلافت حضور مفتی اعظم الشاہ مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہٗ العزیز سے حاصل ہے۔ مولینا مفتی عبدالرشید فتحپوری نے بھی خلافت عطا فرمائی۔ بیعت و ارادت

صاحبزادہ علی حسن شاہ سے رکھتے ہیں۔

تلامذہ

۱۔ حاجی لعل محمد رضوی
۲۔ مولینا محمد خورشید
۳۔ مولینا شیخ مشتاق احمد رضوی
۴۔ مولینا شیخ محمد علی رضوی
۵۔ مولینا شیخ گلاب احمد رضوی اجمیری
۶۔ مولینا منظور احمد رضوی [1]

---

[1] مکتوب مولینا عبدالغنی رضوی بنام راقم محررہ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ۱۲ رضوی غفرلہ

مولینا الحاج صوفی محمد عبد العزیز آفریدی رضوی

چترادرگاہ کرناٹک

ولادت

ہونالی ریاست کرناٹک ایک قدیم تاریخی گاؤں ہے جو شیموگا شہر سے شمالی جانب چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر دریائے تنگا بھدرا کے کنارے پر واقع ہے۔ اس گاؤں میں متعدد مشائخ عظام سادات کرام کی خانقاہیں، درگاہیں جو ہمہ وقت فیض رساں ہیں۔

اسی گاؤں میں مولانا صوفی عبد العزیز آفریدی رضوی ۲۲ مئی ۱۹۲۲ء کو پیدا ہوئے اور یہیں پر رہ کر والدین کے زیر سرپرستی پرورش ہوئی۔ صوفی عبد العزیز کے جد کریم نے پورا نام عبد العزیز خاں آفریدی رکھا اس علاقہ کے لوگ صوفی میاں جان کے نام سے جانتے ہیں۔

خاندانی حالات

مولینا صوفی عبد العزیز کے والد بزرگوار عبد القادر آفریدی سرحدی پٹھان آفریدی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبد القادر آفریدی کے آبا و اجداد شمال مغربی سرحد سے تقریباً ۲۲۵ سال پیشتر کرناٹک آکر بود و باش اختیار کی، والدہ ماجدہ شہزادی بی اصغری سرحدی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ جبکے آبا و اجداد سیدنا سرکار غوث اعظم محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتقدین میں سے تھے۔

ذریعہ معاش

مولینا صوفی عبد العزیز کے جد کریم صوفی معصوم خاں آفریدی بڑے

زیب دار تھے۔ والد ماجد کا ذریعہ معاش زمینداری اور پارچہ فروشی تھا۔

تعلیم و تربیت

صوفی عبدالعزیز کی عمر چار سال کی ہوئی تو شہر قاضی مولینا سید محمد غوث محیی الدین نے ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء کو بسم اللہ خوانی کرائی۔ مولینا آفریدی بچپن سے ہی اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم والدہ اور والد سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کے حصول میں قاضی سید محمد غوث محیی الدین کے آگے زانوے ادب طے کیا اور ابتدا سے انتہا تک قاضی محمد غوث ہی سے حاصل کی۔

بیعت و خلافت

شہر ہبلی میں منعقد کردہ اہلسنت والجماعت کانفرنس کے پر بہار موقع پر مورخہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ کو متعدد علمائے کرام کی موجودگی میں بعد نماز فجر تاجدار اہلسنت مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر ۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ میں خلافت عطا فرمائی۔ صوفی عبدالعزیز مفتی اعظم قدس سرہ کے متعلق رقمطراز ہیں۔

حضور مفتی اعظم سفر میں ہوں یا حضر میں، گھر میں ہوں یا باہر اپنے ہوں یا بیگانے سبھوں سے انتہائی طمانت و سنجیدگی، وقار آہستگی سے گفتگو فرماتے تھے گویا ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی لہم مغفرۃ واجر عظیم[1] کے مظہر اتم تھے۔ شریعت کے معاملے میں حضور مفتی اعظم نے اپنے اور بے گانے میں کبھی تمیز نہیں فرمائی۔ نہ اپنوں کی ناراضگی کا خوف، نہ بیگانوں کی ملامت کا

---

[1] القرآن الکریم : حٰم، پ ۲۶، سورہ الحجرات، آیت ۳

ڈرا اور نہ ہی دنیا میں رسوائی کی پرواہ فرمائی۔ بلکہ بلا خوف لومۃ لائم فوراً اسے شریعت کی گرفت سے مطلع فرماتے۔

بزرگوں کی خدمت

صوفی عبدالعزیز بہت سے بزرگانِ دین اور اللہ والوں کی خدمت اور دعاؤں سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید دعاگو درویش بابا رحمۃ اللہ علیہ کی عرصہ بیس سال تک خدمت فرمائی۔ اور بے حد دعاؤں سے نوازے گئے۔ صوفی سید شاہ شیلانی قادری، حضرت سید بندھی شاہ، حضرت سید منور علی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے مجرب دعاؤں سے آپ کو نوازا۔ متعدد مجذوبین کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

حج و زیارت

صوفی عبدالعزیز رضوی نے ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں ارکان حج کی ادائیگی کی، اور اہم مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

خدمات

مولانا صوفی عبدالعزیز کو مسائل شرعیہ میں اتنا عبور حاصل ہے کہ بوقت مباحثہ اچھے اچھوں کا پتہ پانی ہوجاتا ہے۔ عرصہ تقریباً بیس سال سے صوفی آفریدی کرکھی ضلع چترا درگہ میں بلا معاوضہ خدمتِ خلق کرتے ہیں۔

صوفی عبدالعزیز کی جدوجہد سے اب تک درجنوں بد مذہب، بدعقیدگی سے تائب ہوکر راہِ راست پر آگئے۔ آپ کی دینی خدمات تعمیری ترقی میں میرے محبوب کا دربار، مسجد اولیاء وغیرہ ہیں۔

عقد مسنون

مولانا صوفی عبدالعزیز آفریدی کا عقد مسنون ۲۲ رمئی

۱۹۴۸ء کو بمقام رانی بنور ضلع دھارواڑ کرناٹک سے ہوا۔ اس وقت ماشاءاللہ
چھ اولاد باحیات ہیں۔ جن کے اسمار حسب ذیل ہیں۔[1]

۱۔ محمد الطاف علی آفریدی

۲۔ محمد محسن علی آفریدی

۳۔ محمد اشرف علی آفریدی

۴۔ محمد اکبر علی آفریدی

۵۔ سعیدہ خانم آفریدی

۶۔ نادر علی آفریدی بنہ

---

[1] مکتوب سید احمد رضوی باہر پیٹ آزاد نگر چتر ادرگہ کرناٹک بنام راقم محررہ ۱۱ راکتوبر ۱۹۸۹ء۔ ۱۲، رضوی غفرلہ،

قاضی القضاۃ علامہ سید محمد علوی مالکی رضوی

استاذ الحدیث مسجد حرام شریف مکہ معظمہ

ولادت

مکہ مکرمہ کی پُرنور اور مقدس سرزمین کے ایک روشن چراغ اور گوہر شب تاب فضیلت الشیخ علامہ سید محمد بن علوی مالکی رضوی دامت برکاتہم العالیہ ہیں اور اسی مبارک سرزمین پر ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ مسلکاً مالکی اور مشرباً قادری رضوی ہیں۔

حسب ونسب

حضرت علامہ سید محمد علوی سلسلہ سادات سے تعلق رکھتے ہیں، سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تک اس طرح پہنچتا ہے۔

۱۔ محمد الحسن بن	۲۔ علوی بن	۳۔ عباس بن
۴۔ عبدالعزیز بن	۵۔ عباس بن	۶۔ عبدالعزیز بن
۷۔ محمد بن	۸۔ قاسم بن	۹۔ علی بن
۱۰۔ عربی بن	۱۱۔ ابراہیم بن	۱۲۔ عمر بن
۱۳۔ عبدالرحیم بن	۱۴۔ عبدالعزیز بن	۱۵۔ ہارون بن
۱۶۔ علوشی بن	۱۷۔ مندیل بن	۱۸۔ علی بن
۱۹۔ عبدالرحمن بن	۲۰۔ عیسیٰ بن	۲۱۔ احمد بن

۲۲۔ محمد بن　　۲۳۔ عیسیٰ بن　　۲۴۔ ادریس بن

۲۵۔ عبداللہ الکامل بن　　۲۶۔ الحسن المثنیٰ بن　　۲۷۔ الحسن سبط بن

۲۸۔ علی کرم اللہ وجہ الکریم　　۲۹۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واجمعین[1]

تعلیم وتربیت

حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی نے اس مقدس سرزمین مکہ مکرمہ میں تعلیم وتربیت پائی مسجد حرام کے تعلیمی حلقوں سے استفادہ کیا۔ مدرسۃ الفلاح، مدرسہ تحفیظ القرآن (مکہ مکرمہ) میں بھی تعلیم حاصل کی۔[2] علامہ سید محمد علوی نے تعلیمی سلسلہ میں مغرب، مصر اور ہند و پاک کا سفر کیا تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کے حکم سے تدریس کا آغاز کیا علامہ سید محمد علوی مالکی کے والد گرامی حضرت الشیخ علامہ مولانا سید علوی بن عباس مالکی علیہ الرحمۃ کی ولادت ۱۳۲۸ھ کو مکۃ مکرمہ میں ہوئی اور وفات ۱۳۹۱ھ میں ہوئی۔ حضرت علامہ سید علوی بن عباس مالکی مسجد حرام کے استاذ اور متعدد اہم کتابوں کے مصنف تھے۔

مندرجہ ذیل کتب ان کی علمی صلاحیت پر دال ہیں:

۱۔ ابانۃ الاحکام شرح بلوغ المرام

۲۔ نیل المرام شرح عمدۃ الاحکام

۳۔ فیض الخبیر فی اصول التفسیر

۴۔ المواعظ الدینیہ

وغیرہ کتب قابل ذکر ہیں۔[3]

اساتذہ کرام

حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی کے مشہور اساتذہ اور شیوخ عظام یہ ہیں:

---

[1] محمد علوی مالکی، سید، علامہ: الطالع السعید ص ۳ (مطبوعہ سحر جدہ)

[2] یٰسین اختر اعظمی، مولانا: جشن میلاد النبی ص ۵

[3] افتخار احمد قادری، مولانا: مستشرقین کا انصاف وتعصب ص ۷، ۸

۱۔ حضرت مولانا السید علوی بن عباس المالکی علیہ الرحمۃ، المتوفی ۱۳۹۱ھ

۲۔ حضرت المولینا محمد یحیٰی بن الشیخ امان، المتوفی ۱۳۸۷ھ

۳۔ حضرت مولینا محمد العربی بن التبانی، المتوفی ۱۳۹۰ھ

۴۔ حضرت المولینا حسن بن سعید الیمانی، المتوفی ۱۳۹۱ھ

۵۔ حضرت المولینا محمد الحافظ التیجانی المصری، شیخ الحدیث بمصر، المتوفی ۱۳۹۸ھ

۶۔ حضرت الشیخ حسن بن محمد المشاط، المتوفی فی شہر شوال من سنۃ ۱۳۹۹ھ

۷۔ حضرت المولینا محمد ابراہیم بن ابوالعینین شیخ الطریقۃ الخلوتیہ

۸۔ حضرت الشیخ مولانا عبداللہ بن سعید اللحجی

۹۔ حضرت الشیخ مولانا محمد نور سیف بن ھلال [1]

۱۰۔ حضرت الشیخ مولانا عمر حمدان

۱۱۔ حضرت الشیخ مولانا محمد حبیب اللہ شنقیطی

۱۲۔ حضرت الشیخ مولانا محمد علی المالکی

۱۳۔ حضرت الشیخ مولانا عبدالقادر شبلی المدنی

۱۴۔ حضرت الشیخ مولانا محمد ابوالباقی لکھنوی ثم المدنی [2]

تدریسی زندگی کا آغاز

علامہ سید محمد علوی مالکی کے والد ماجد نے جب ۱۳۹۱ھ میں رحلت فرمائی تو علماء مکہ معظمہ جمع ہوئے اور والد ماجد کی ساری ذمہ داریاں آپ کو سونپ دیں۔ اپنی تصنیف الطالع

---

[1] محمد علوی مالکی، سید علامہ: الطالع السعید المنتخب ص ۶

[2] یٰسین اختر اعظمی، مولانا: جشن میلاد النبی ص ۱۰

(نوٹ) حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی کے جملہ اساتذہ کی فہرست الطالع السعید میں دیکھی جا سکتی ہے جنکی خود علامہ مالکی نے فہرست تیار فرمائی ہے۔ ۱۲ رضوی عفرلہٗ

السعید المنتخب کے مقدمہ میں اپنے آغاز تدریس اور اعزاز منصب مسجد حرام شریف سے باریابی کا حال لکھتے ہیں:

> میں نے اللہ کے فضل سے قبل بلوغ میں اپنے والد ماجد سید علوی بن عباس مالکی کے حکم سے پڑھانا شروع کر دیا تھا جس وقت میں کوئی کتاب ختم کرتا اسی وقت میرے والد کتاب کو پڑھانے کا حکم دیتے۔ اس طرح میں نے تدریس کی ابتداء کی۔ میرے والد علیہ الرحمۃ کی وفات کے تین دن بعد علماء مکہ مکرمہ میرے گھر پر اکٹھا ہوئے اور مجھے میرے والد ماجد کی جگہ مسجد حرام کا مدرس مقرر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق وتائید سے آج بھی میں اسی سعادت سے بہرہ ور ہوں [۱]

غیر ملکی سفر اور علمی اجلاس میں شرکت

حضرت سید محمد علوی مالکی نے دنیا کے بہت سے اہم شہروں اور ملکوں کا علمی سفر کیا۔ اور وہاں کے کتب خانوں اور شخصیتوں سے استفادہ بھی کیا۔ آپ اپنی کتاب فضل الموطا وعنایۃ الامۃ الاسلامیۃ کی تصنیف کے دوران مصر، شام، تیونس، مغرب، مدینہ طیبہ اور طائف پہنچے اور حسب ضرورت قیام فرما کر تحقیقی کام کیے۔ بہت سے عالمی اجلاس اور کانفرنسوں کی علامہ سید محمد علوی مالکی کو دعوت دی اور بہتوں میں شرکت بھی فرمائی۔ مندرجہ ذیل کانفرنسوں میں خاص طور سے تشریف لے گئے

۱۔ الملتقی الاسلامیہ	الجزائر
۲۔ المرکز الاسلامی	جاکرتا

---

[۱] محمد علوی مالکی، سید، علامہ: الطالع السعید المنتخب: ص ۳، ۴

۳۔ مرکز الجمعیۃ الاسلامیۃ — کینیڈا

۴۔ ندوۃ الامام مالک — فاس مغرب

۵۔ مؤتمر علماء الا مالکیۃ — لندن ۔ برطانیہ

۶۔ مؤتمر علماء المسلمین — مالیبارہ ۔ سعودیہ عربیہ[1]

سعودیہ عربیہ میں منعقدہ ہونے والے مقابلے قرآن کے تین سال تک صدر رہے، پھر خود ہی معذرت کر دی۔ ان کے علاوہ اور بھی تاریخی اجلاس میں خطاب فرمایا، رامپور میں عارف باللہ حضرت سیدنا حافظ شاہ جمال اللہ نور اللہ مرقدہ، کے دوسو صد سالہ جشن منعقدہ (۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء) میں بھی دعوت پیش کی گئی مگر کسی مجبوری کے تحت تشریف نہ لا سکے، اور تحریک صلوٰۃ کانفرنس کانپور (۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸ء) میں بھی شرکت نہ ہو سکی اور ہم لوگ دیدار سے محروم رہ گئے۔

علم وفضل

محنت، جد وجہد، ذکاوت وفطانت اور علمی استعداد وصلاحیت کے لحاظ سے زمانۂ تحصیل علم کے دوران ہی تمام درسی طلبہ پر علامہ سید محمد علوی مالکی کو فوقیت اور برتری حاصل تھی، اسی لیے اپنے والد ماجد کے حکم پر ختم ہونے والی ہر درسی کتاب کا دوسرے طلبہ کو درس بھی دیا کرتے تھے۔ مشق مُمارسَت علم سے فطری مناسبت اور خدا داد لیاقت وصلاحیت ہی کا فیضان تھا کہ علامہ سید محمد علوی مالکی آگے چل کر حضرت مولٰینا السید علوی بن عباس مالکی علیہ الرحمہ کے سچے جانشین ثابت ہوئے۔ خود رقمطراز ہیں

وقد تعینت مدرساً رسمیاً فی کلیۃ الشریعۃ سنۃ ۱۳۹۰ھ وبعد وفات الوالد بثلاثۃ ایام اجتمع علماء مکۃ فی دارنا وکلفونی بالتدریس فی مقام الوالد فی المسجد الحرام ولازمت

---

[1] افتخار احمد قادری، مولانا: مستشرقین کا انصاف وتعصب ص ۹۰۸

مستھدًا بفضل اللہ وعونہ ؎

حرمین طیبین اور عالم اسلام میں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بے پناہ قدر و منزلت حاصل ہے۔ علماء و مشائخ مؤثر حیثیت اور صلاحیت، جلالت شان کے قائل و معترف ہیں، جامعہ ازہر قاہرہ، مصر کے ایک مشہور استاذ حدیث مولانا الشیخ محمد ابو زھو علامہ سید محمد علوی مالکی کی دینی و علمی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فان مؤلف هذا السفر الجليل هو العلامة
الفاضل الشيخ محمد علوي مالكي، احد العلماء
النابهين والشيوخ الاجلة، الذين لهم
شغف بخدمة السنة النبوية وعناية
كبيرة باحاديث رسول الله صلى الله عليه
وسلم ؎

عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علم و فضل کے ساتھ ساتھ علامہ سید محمد علوی مالکی عشق و محبت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وارث و امین، عظمت انبیاء و مرسلین کے علمبردار، اولیاء و صلحاء امت کی جلالت شان کے قدر شناس اور ان کی تعظیم و تکریم کے داعی و مبلغ بھی ہیں۔

اجازت و خلافت

اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے سخت نفرت

؎ محمد علوی مالکی، سید، علامہ، المطالع السعید المنتخب ص ۴

؎ محمد علوی مالکی، سید، علامہ " " ص ۱۱۲

رکھتے ہیں۔ اور انہیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے علم و فضل کے بڑے مداح ہیں۔ بیعت غالباً اپنے والد بزرگوار سے ہیں اور حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ تیسری بار جب حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے وہاں بہت سے اجلۂ علماء و مشائخ کو خلافت واجازت سے نوازا۔ وہیں علامہ سید محمد علوی مالکی کو بھی جمیع سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔ [۱]

امام احمد رضا فاضل بریلوی سے عقیدت

مولانا غلام مصطفےٰ مدرس شرف العلوم (مشرقی پاکستان) حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مکی سے ملاقات کی، مفتی سعد اللہ مکی کی ایماء پر ان کا وفد علامہ سید محمد علوی مالکی سے ملاقات کے لیے گیا۔ دوران ملاقات مولانا غلام مصطفےٰ نے کہا کہ نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اتنا کہتے ہی علامہ سید محمد علوی مالکی سروقدم اٹھ کھڑے ہوئے اور فرداً فرداً سبھی لوگوں سے مصافحہ ومعانقہ فرمایا اور بے حد تعظیم کی۔ شربت وقہوہ پیش ہوا اور انھوں نے اپنی پوری توجہ مولانا غلام مصطفےٰ اور ان کے ہمراہیوں کی جانب فرمادی اور ایک آہ سرد بھر کر فرمایا:

سیدی علامہ مولینا احمد رضا خان صاحب
فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نحن نعرفہ
بتصنیفاتہ وتالیفاتہ حبہ علامۃ السنۃ

---

[۱] (الف) محمد امانت رسول نوری، قاری: پندرہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم، ص ۱۶
(ب) قلمی یادداشت مولانا انور علی رضوی بہرائچی استاذ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف
(ج) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر؛ مولانا احمد رضا بریلوی ص ۲۱۳
(د) محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر؛ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸۲

اس مجلس میں بڑے بڑے رؤسا مکہ معظمہ جلوہ افروز تھے اور علامہ سید محمد علوی مالکی کی اس خصوصی شفقت والتفات کو دیکھ کر دم بخود تھے۔ تمام لوگوں سے آپ نے وفد کا تعارف کرایا اور بار بار اعلٰحضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی کا ذکر فرمایا ؎۱

جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ (۱۴۰۷ھ/۱۹۸۸ء) میں جب حج وزیارت کے لیے تشریف لے گئے تو علامہ سید محمد علوی مالکی نے اپنی تصنیف کردہ کتابیں عنایت فرمائیں اور بہت ہی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا۔ امام احمد رضا قادری بریلوی کے پوتے ہونے کی حیثیت سے اور حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جانشین کی وجہ سے بہت عزت افزائی فرمائی اور دعائیہ کلمات سے نوازا۔ ؎۲

معمولات

۱۳۹۰ھ میں علامہ سید محمد علوی مالکی کلیۃ الشریعۃ (مکہ معظمہ) کے مدرس مقرر ہوئے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہوگیا اور آپ مسجد حرام کے استاذ مقرر ہوئے۔ اس وقت علامہ سید محمد علوی مالکی کی زندگی نہایت مصروف اور اسلامی خدمات سے مملو ہے۔ مدرسہ عنیبہ (مکہ معظمہ) کے صرف استاذ ہی نہیں بلکہ اس ادارہ کی تمام تر ذمہ داریاں علامہ سید محمد علوی مالکی ہی پر ہیں۔ بیرون ممالک کے تقریباً ۸۵ طلبہ کی کفالت بھی فرماتے ہیں۔ بعد مغرب تا عشا مسجد حرام کے اندر درس حدیث و قرآن میں مشغول

؎۱ (الف) بدرالدین احمد رضوی، مولانا: سوانح اعلحضرت (ص ۳۲۸) بحوالہ سفرنامہ حرمین طیبین (ص ۶۶) از مولانا غلام مصطفیٰ کراچی

(ب) عبدالقیوم ہزاروی، مفتی: تاریخ نجد و حجاز ص

؎۲ جانشین مفتی اعظم مدظلہٗ کی راقم السطور سے گفتگو (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) ۱۲ رضوی غفرلہٗ

رہتے ہیں، اور بعد نماز عشاء اپنے مکان پر محفل منعقد کرتے ہیں جس میں تلاوتِ قرآن کریم، ذکر و نعت، اور سلام پڑھے جاتے ہیں۔ بعد محفل عام حالات میں تصنیفی کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں۔ علامہ سید محمد علوی مالکی اپنی جواں سالی ہی میں اس قدر دینی خدمات انجام دے چکے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔

محتاط قلم

حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو بڑے محتاط انداز میں پوری محنت و جستجو کے ساتھ اس کا پورا حق ادا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں، اور رب تعالیٰ انہیں کامیابیوں سے نوازتا بھی ہے۔ اپنی ایک تصنیف فضل المؤطا کی تکمیل کے لیے جس ریاضت اور لگن سے مواد کی فراہمی کا کام کیا اس کے بارے میں خود رقم طراز ہیں:

> ثم تمالتم العزم شمرت عن ساق الجد وشرعت فی ذالك بدون توقف لا يقطعنى عن الكتابة والمراجعة والبحث حضر ولا سفر لكثرة اسفارى، فكتبت فصولا بمصر ومكة المكرمة، والمدينة المنورة والطائف والمغرب، وتونس والشام[1]

تعارفِ تصانیف

مصروفیات کے باوجود علامہ سید محمد علوی مالکی تصنیف و تالیف کے کام سے بے حد دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اب تک پچیسوں کتابیں قلم سے نکل کر منظرِ عام پر آچکی ہیں جنھیں دانشور اور تعلیم یافتہ طبقوں میں خاص مقبولیت حاصل ہے، اور اپنے اپنے موضوع پر انہیں

---

[1] محمد علوی مالکی، سید علامہ: فضل المؤطا ص ۱۳

بیش قیمت اضافہ تصور کیا جاتا ہے۔ مولینا افتخار احمد قادری نے علامہ سید محمد علوی مالکی کی ایک کتاب کا ترجمہ کیا اور اس کے مقدمے میں چند تصانیف پر تبصرہ قلم بند فرمایا۔ اس کا اجمالی خاکہ پیش ہے۔

۱۔ **الانسان الکامل**

یہ کتاب اصلاحی، دعوتی بھی ہے اور بعض خالص علمی وتاریخی بھی، شمائل نبوی کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ اس کے اندر علامہ سید محمد علوی مالکی ایک ہمدرد مصلح ایک عظیم مفکر ایک جلیل القدر محقق کی شکل میں صاف طور سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

۲۔ **ادب الاسلام فی نظام الاسرۃ** (مطبوعہ ۱۴۰۱ھ) نظامِ خاندان میں تعلیمات اسلام کے نام سے ہی مضامین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک صحیح خاندان کس طرح تشکیل پاتا ہے، کیسے اس کا آغاز ہوتا ہے، کیسے وہ بڑھتا اور پھلتا ہے۔ اور یہ خاندان کس طرح ایک اچھے معاشرہ کا حصہ بن سکتا ہے، اس قسم کے موضوعات پر اس کتاب میں گفتگو کی گئی ہے اور قرآن وحدیث کی عبارتوں سے بحثوں کو مدلل و مزین کیا گیا ہے۔

۳۔ **الطالع السعید المنتخب من المسلسلات والاسانید**

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ) اس کتاب میں علامہ سید محمد علوی مالکی نے اپنی علمی اسناد کا ذکر کیا ہے۔ حدیث مسلسل بالاولیت، حدیث مسلسل بالمحبۃ اور حدیث مسلسل بیوم عاشورہ وغیرہ کی سندوں کے ساتھ جلالین، موطا امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، حزب البحر، قصیدہ بردہ وغیرہ کی اسانید کا ذکر کیا ہے۔ علامہ سید محمد علوی مالکی جس کو حدیث وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں، اسے یہ کتاب دے کر اپنا دستخط ثبت کرتے ہیں۔

۴۔ **حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف** (مطبوعہ ۱۴۰۲ھ) جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواز پر اس کتاب میں بحث کی گئی ہے۔ اس

کا ترجمہ مولانا الیسین اختر اعظمی نے بڑے سلیس انداز میں کیا ہے۔

۵۔ **زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن** (مطبوعہ دار الانسان قاہرہ مصر ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۱ء) اصول تفسیر پر یہ کتاب عمدہ اور جامع کتاب ہے۔ حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ، کی الاتقان فی علوم القرآن کی یہ کامیاب تلخیص ہے کچھ ضروری اضافے بھی کیے گئے ہیں جیسا کہ مقدمۂ کتاب میں علامہ سید محمد علوی مالکی نے تحریر فرمایا ہے۔ تفسیری مطالعہ کے لیے یہ کتاب بڑی مفید ہے۔

۶۔ **قُل هٰذه سبیلی** (مطبوعہ دار المدینۃ المنورہ النشر والتوزیع المدینۃ المنورہ ۱۴۰۲ھ) اس کتاب میں اسلامیات اور ایمانیات کا اجمالی تذکرہ ہے۔ اس کے بعض عنوانات یہ ہیں۔ کلمہ طیبہ، ایمان باللہ، ایمان بالملٰئکہ، ایمان بالکتب، حوض کوثر، جنت و دوزخ، شفاعت ایمان وغیرہ ایک مؤمن کی اصلاح و تربیت کے لیے یہ کتاب بڑی ہی نفع بخش ہے۔

۷۔ **الدعوۃ الاصلاحیہ** (مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق و موسسۃ مناہل العرفان بیروت ۱۴۰۱ھ) اصلاحی موضوعات پر ریڈیو سعودیہ عربیہ سے نشر ہونے والے مضامین کا یہ مجموعہ ہے۔ مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین ہیں۔ مگر افادیت و مقصدیت کے لحاظ سے یہ چھوٹے نہیں بلکہ بڑے ہیں۔ ان کے بارے میں علامہ سید محمد علوی مالکی خود تحریر فرماتے ہیں:

> عقیدہ، اخلاق اور معاملات سے متعلق مختلف موضوعات پر میری دس سالہ جانفشانیوں کا نچوڑ ہے۔"

علامہ سید محمد علوی مالکی کے والد ماجد ہر جمعہ کی صبح کو اصلاحی موضوعات پر ریڈیو سعودیہ عربیہ سے خطاب فرماتے تھے۔ ان کے بعد یہ شرف علامہ سید محمد علوی مالکی کو حاصل ہوا۔ انہیں خطابات کو مقالات کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ تقریباً ساٹھ مقالات اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

۸ ۔ **فی سبیل الہدی والرشاد** (مطبوعہ مطابع سحر جدہ ۱۴۰۱ھ) یہ کتاب بھی ریڈیو سعودیہ سے نشر ہونے والے خطبات کا مجموعہ ہے۔ علامہ سید محمد علوی مالکی کے بعض احباب نے ان خطبات کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی تجویز رکھ دی۔ آپ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں شائع کیا۔ اس کتاب میں تقریباً پچاس مقالات ہیں۔

۹ ۔ **المنھل اللطیف فی اصول الحدیث الشریف** (مطبوعہ ۱۴۰۲ھ)

مقدمہ کتاب میں علامہ سید محمد علوی مالکی رقمطراز ہیں:

> یہ اصول حدیث کے وہ مباحث ہیں جنکی ضرورت طلبہ کو بھی ہے اور علماء کو بھی۔ اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس میں اصول حدیث، تاریخ حدیث، اور رادیان حدیث کے ساتھ اہل اسلام کی حدیث سے دلچسپی اور لگن کا ذکر بھی ہے۔ اس میں چھ فصلیں ہیں۔
>
> (۱) اس میں سنت کی تعریف اس کے حجت ہونے کا بیان بعد قرآن اس کا ماخذ اصلی، تاریخ تدوین وغیرہ کا ذکر ہے
>
> (۲) اس فصل میں علم حدیث، علم اصول حدیث، علم حدیث کی فضیلت وعظمت، حدیث، سنت، حدیث نبوی حدیث قدسی اور قرآن کے درمیان کیا فرق ہے۔

۱۰ ۔ **القواعد الاساسیہ فی علم مصطلح الحدیث** (مطبوعہ سحر جدہ ۱۴۰۲ھ)

یہ کتاب بھی اصول حدیث کی مختصر اور جامع کتاب ہے۔ خاص طور سے طلبہ علم حدیث کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

۱۱ ۔ **فضل الموطا وعنایۃ الامۃ الاسلامیۃ** (مطبوعہ السعادۃ میدان،

سا ھ ۱۳۹۸ھ)

موطا امام مالک کے بارے میں اکثر مورخین کی رائے ہے کہ یہ حدیث کی سب سے پہلی اور اپنی صحت و جامعیت کے لحاظ سے ممتاز کتاب ہے۔ اس کتاب کی عظمت و اہمیت اور خصوصیت پر علامہ سید محمد علوی مالکی نے اس کتاب میں تحقیقی نظر ڈالی ہے۔ یہ کتاب مختلف شہروں میں رہ کر مکمل کی گئی ہے۔ اس کتاب میں موطا امام مالک نام ہونے کی وجہ تسمیہ سبب تالیف، احادیث و راویان کی تعداد، طرز نگارش، اہل مدینہ کے عمل سے اس کا تعلق اس اہمیت اور موطا سے متعلق علماء کے تاثرات وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔

۱۲ حاشیہ المختصر فی السیرۃ النبویۃ (مطبوعہ مطابع سحر جدہ)

یہ کتاب مختصر فی السیرۃ النبویہ (مصنفہ حضرت امام عبدالرحمن بن ربیع الشیبانی قدس سرہٗ) میں میلاد النبی کا تذکرہ ہے۔ لیکن اس کتاب میں احادیث کے حوالے مذکور نہ تھے، میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دلچسپی رکھنے والے بعض حضرات نے علامہ سید محمد علوی مالکی سے اس کتاب کی روایتوں کے مراجع دریافت کیے۔ علامہ سید محمد علوی مالکی نے مراجع کی نشاندہی کی پھر سوچا کہ کیوں نہ روایتوں کے مراجع لکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ اس کے لیے انشراح صدر حاصل ہوگیا۔ اور اس طرح پوری کتاب کی حاشیہ آرائی فرمادی اور ایک دقیع مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

۱۳۔ حول خصائص القرآن (مطبوعہ دارالفکر، بیروت و سحر جدہ ۱۴۰۱ھ)

اس کتاب میں خصوصیات قرآن سے بحث کی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں علمی نہج کی خصوصیات، اور دوسرے میں اسلوب قرآن کریم کی خصوصیات، اور تیسرے میں فضائل قرآن کی خصوصیات، اور چوتھے میں قرآن کریم کی عام خصوصیات کا تذکرہ ہے۔

۱۴۔ ذکریات ومناسبات: (مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق و موسسۃ مناہل العرفان بیروت)

اس میں سال کے مختلف یادگاری دنوں اور مہینوں، اور بعض تاریخی واقعات پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس میں نئی صدی ہجری کا استقبال بھی ہے اور ماہ محرم کے فضائل بھی،

واقعہ ہجرت کے اسباق ودرس بھی ہیں، میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی ہے۔ فضائل رمضان، شعبان، رجب بھی ہیں، فضائل حج، مناقب صحابہ کا بیان بھی ہے

۱۵۔ فی رحاب البیت الحرام (مطبوعہ سحر جدہ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

مکہ معظمہ اور اس مقدس سرزمین کے مقدس مقامات کی تاریخ وفضائل، مناسک حج ومسائل، زیارت مدینہ طیبہ کے موضوع پر یہ نہایت جامع، مفید اور تفصیلی کتاب ہے۔ اس کے مقدمہ میں علامہ سید محمد علوی مالکی اس کا اجمالی تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> یہ ایک دینی اور تاریخی کتاب دو حصوں میں ہے۔ پہلے حصے میں حج کے فضائل، سنن وحکم اور آداب وغیرہ کا بیان ہے اور دوسرے حصہ میں کعبۂ مقدسہ، مسجد حرام، مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح کے تاریخی مقامات اور ان کے ثابت شدہ فضائل ومناقب کا تذکرہ ہے۔ بہت سے تاریخی آثار کی میں نے اس وقت نشاندہی کی اور ان کے حالات بیان کیے۔

۱۶۔ المولد النبوی (مطبوعہ سحر جدہ) از حافظ ابن بدیع اور المولد النبوی از حضرت ملا علی قاری قدس اللہ اسرارہما پر علامہ سید محمد علوی مالکی نے حواشی لکھے ہیں۔ یہ کتابیں مکہ معظمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ کے موضوع پر ہیں۔

۱۷۔ المستشرقون بین الانصاف والعصبیہ (مطبوعہ سحر جدہ عرب ۱۴۰۲ھ)

اس کتاب میں علامہ سید محمد علوی مالکی نے بڑے اختصار کے ساتھ اسلام میں مستشرقین کے خیالات ونظریات پیش کیے ہیں، اس کا اردو ترجمہ مبارکپور سے شائع ہو چکا ہے [۱]

---

[۱] افتخار احمد قادری، مولانا: مستشرقین کا انصاف وتعصب ص ۱۰ تا ۱۷ ملخصاً۔

۱۸۔ کشف الغمہ فی اصطناع المعروف ورحمۃ الامۃ

(مطبوعہ مطابع سحر جدہ ۱۴۰۱ھ) [1]

علامہ سید محمد علوی مالکی کی تصنیفی وتحریری خدمات اور بھی ہیں جو ہمیں اس وقت دستیاب نہ ہو سکیں۔ علامہ سید محمد علوی مالکی بہت کامل تحقیق سے قلم اٹھاتے ہیں۔

خلفاء

علامہ سید محمد علوی مالکی کے خلفاء، تلامذہ کی تعداد واسماء راقم کو نہیں مل سکے۔ مگر ظاہراً خلفاء، تلامذہ کی فہرست بہت وسیع ہے۔ خلفاء وتلامذہ پوری دنیا کے گوشے گوشے میں پائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں علامہ سید محمد علوی مالکی کے خلیفہ حضرت مولانا لیسین اختر اعظمی، حضرت مولانا افتخار احمد قادری ہیں جنھوں نے علم وادب عربی میں بہترین مہارت حاصل کی ہے، دونوں حضرات ایک عظیم مفکر، مصنف، مترجم اور صحافی کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

راقم کی یہی دعا ہے کہ رب کریم رؤف ورحیم حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی رضوی مفتی سعودیہ عرب مدظلہ، کا سایہ عاطفت اہلسنت والجماعت کے سروں پر تادیر قائم ودائم رکھے آمین اے اللہ راقم کو بھی علامہ سید محمد علوی مالکی مدظلہ، کی زیارت سے سرفراز فرمادے۔ اور ان سے اہم سے اہم زیادہ سے زیادہ اسلامی دینی خدمات لے، اور زیر نظر کتاب کی افادیت کو زیادہ سے زیادہ عام وتام فرمائے۔ اللّٰھم آمین، ثم آمین۔

---

[1] لیسین اختر اعظمی، مولانا: میلاد النبی ص ۷

غ

شیخ المحدثین علامہ مولانا غلام رسول رضوی

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام
فیصل آباد پاکستان

ولادت

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی ابن چودھری نبی بخش ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں امرتسر کے مضافات میں واقع ایک گاؤں لسیہ میں پیدا ہوئے۔

مولانا غلام رسول کے والد ماجد کا پیشہ زمینداری تھا اور وہ اپنے بیٹے کو ایک جیدِ عالمِ دین کی حیثیت سے دیکھنے کے متمنی تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا غلام رسول نے مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ قرآن مجید صرف و نحو اور اصول فقہ کی ابتدائی کتب امرتسر کی مسجد خیر الدین میں واقع مدرسہ نعمانیہ میں پڑھیں۔ بعدازاں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں علامہ مہر محمد سے فنون کی بقیہ کتب پڑھیں، اور یہیں سے دورۂ حدیث کرنے کے بعد سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

پھر صحاح ستہ کی تکرار کی غرض سے لاہور سے بریلی شریف پہنچے اور حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ کتب احادیث مکمل طور پر پڑھیں۔

تدریسی زندگی

دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت کے بعد مولانا غلام رسول واپس لاہور تشریف لائے اور شرقپور شریف میں حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درس سے تدریس کا آغاز فرمایا۔ یہاں مولانا غلام رسول نے چھ سال تک علوم اسلامیہ کا فیضان جاری رکھا۔ علاوہ ازیں آپ نے ہارون آباد، بصیر پور اور بورے والا میں بھی تدریسی فرائض سر انجام دیئے۔ چار سال لاہور کی قدیمی درس گاہ حزب الاحناف میں منصب تدریس پر فائز رہے۔

اسی دوران مولانا غلام رسول جامع مسجد خراسیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ مسجد سے ملحقہ ایک باغ (باغیچی نہال چند) میں ایک اسلامی درس گاہ بنانے کا ارادہ فرمایا۔ اس باغیچی میں ہر وقت کھیل ہوتا تھا۔ یہ باغیچی چرس و بھنگ پینے والوں کا اڈہ تھی۔ غرضیکہ کوئی ایسی برائی نہ تھی جو اس جگہ نہ ہوتی ہو۔ لیکن مولانا غلام رسول نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرتے ہوئے یہاں جامعہ نظامیہ رضویہ کے نام سے ایک دار العلوم کی بنیاد رکھی جو آج بحمد اللہ پاکستان کی مرکزی درس گاہوں میں سے ایک ہے۔

جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں

جامعہ نظامیہ رضویہ نے ابھی اپنی زندگی کے چھ سال ہی طے کیے تھے کہ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ اس حادثہ فاجعہ سے جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد میں ایک ایسی علمی شخصیت کی ضرورت محسوس ہوئی جو سابقہ بنیادوں پر کام چلا سکے۔ حضرت مولانا غلام رسول حضرت محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ داماد بھی ہیں، اور علم و فضل میں ایک اجل فاضل ہیں۔ اس لیے آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ کی نظامت اپنے قابل مخلص اور محنتی تلمیذ رشید علامہ مولانا مفتی

محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے سپرد کی اور خود جامعہ رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے فرائض انجام دینے لگے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے

تصانیف و تراجم

حضرت مولانا غلام رسول کا سارا وقت درس و تدریس میں گزرتا ہے، تاہم آپ نے وقت نکال کر بعض کتب کا ترجمہ اور بعض درسی کتب پر گرانقدر حواشی تحریر فرمائے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ترجمہ جواہر البحار شریف (مطبوعہ) ۲۔ جامع کرامات اولیاء
۳۔ حاشیہ مسلم الثبوت " ۴۔ حاشیہ کنز الدقائق (غیر مطبوعہ)
۵۔ حاشیہ سلم العلوم (غیر مطبوعہ) ۶۔ تفہیم البخاری (مطبوعہ)

علاوہ ازیں اور بھی کئی کتب پر حواشی تحریر فرمائے جو غیر مطبوعہ ہیں۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا غلام رسول نے بریلی شریف قیام کے دوران حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ کے دستِ حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔[۱] اور حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔[۲] مزید براں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ سے بھی اجازت بیعت حاصل ہے۔

چند تلامذہ

مولانا غلام رسول سے کثیر تعداد میں تشنگانِ علوم اسلامیہ نے فیض حاصل کیا جن میں سے چند مشہور علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا حافظ احسان الحق، فیصل آباد ۲۔ مولانا مفتی محمد امین فیصل آباد

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علمائے اہلسنت ص ۲۲۳ تا ۲۲۴

[۲] محمد جلال الدین قادری، مولانا: محدث اعظم پاکستان ص ۵۵

۳۔ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی لاہور

۴۔ مولانا انوار الاسلام (مکتبہ حامدیہ) لاہور

۵۔ مولانا معین الدین شافعی، فیصل آباد

۶۔ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ، فیصل آباد

۷۔ مولانا سید مزمل حسین شاہ، لاہور

۸۔ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور

۹۔ مولانا گل احمد عتیقی، فیصل آباد

۱۰۔ مولانا الحاج محمد علی، لاہور

اولادامجاد

مولانا غلام رسول کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ صاحبزادہ محمد فضل حق، صاحبزادہ فضل الرحمان، صاحبزادہ فضل امام۔

۱۹۷۸ء میں جماعت اہل سنت کی تنظیم کے موقع پر جماعت کی صوبائی شاخ صوبہ پنجاب کے صدر مقرر ہوئے۔ [1]

---

[1] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علمائے اہلسنت ص ۲۳۵

زینت القراء قاری غلام محیی الدین رضوی شیری

بانی مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی ضلع نینی تال

ولادت اور تعلیم

فخر سلسلۂ شیریہ بشیریہ زینت القراء حضرت مولانا قاری غلام محی الدین رضوی شیری خطیب علیہ الرحمہ پیلی بھیت شریف کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت حضرت شاہ جی محمد شیر میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لعاب دہن سے نوازا اور دعا دی کہ:

"یہ بچہ قرآن حکیم کا ماہر اور متبحر عالم دین ہوگا۔"

چنانچہ قاری غلام محی الدین نے دس سال کی عمر میں حفظ قرآن کر لیا اور لکھنؤ کے مدرسہ فرقانیہ میں داخلہ لے کر قاری محمد نذر سے تلمذ حاصل کیا اور نہایت کم عمری میں آپ کا شمار مشاہیر قراء میں ہونے لگا۔ قرأت کی تکمیل کے بعد قاری غلام محی الدین نے مولانا وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ کے مدرسۃ الحدیث میں داخلہ لیا، حضرت محدث سورتی نے آپ کو میزان شروع کرا کے اپنے داماد امین الفتوی مولینا محمد شفیع رضوی بیسلپوری کے سپرد کر دیا۔ اور خصوصی توجہ فرماتے تھے کیونکہ آپ نہایت ذہین اور حصول علم دین کی لگن سے سرشار تھے۔

قاری غلام محی الدین کا بیان ہے۔

> "میری بسم اللہ بھی حضرت محدث سورتی نے پڑھائی تھی اس لیے مجھے روز اوّل سے ہی حضرت محدث سورتی سے تلمذ کا شرف حاصل ہے۔"

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے وصال سے کچھ قبل قاری غلام محی الدین خیرآباد چلے گئے جہاں آپ نے مدرسہ نیازیہ میں معقول و منقولات کی کتابیں پڑھیں اور مدرسہ عالیہ رام پور سے درسِ نظامیہ کی سند کی تکمیل حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف کے لیے بریلی شریف حاضر ہوئے اور حجۃ الاسلام مولینا محمد حامد رضا بریلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا قاری غلام محی الدین کا بیان ہے فرماتے ہیں :

میں واحد طالب علم تھا جس نے حضرت محدث سورتی سے
کتابیں شروع کر کے ان کے ہی شاگرد عزیز مولینا امجد علی سے
تکملہ کیا اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

اساتذہ کرام

۱۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا بریلوی قدس سرہ،
۲۔ امام المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی، قدس سرہ، بانی مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت
۳۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ
۴۔ والد ماجد حضرت حافظ قاری غلام جیلانی رضوی پیلی بھیتی
۵۔ ابین الفنوی حضرت مولانا محمد شفیع رضوی بیسلپوری
۶۔ حضرت مولانا حکیم محمد بشیر خاں مدفون گولڑہ شریف راولپنڈی

والد ماجد

مولانا قاری غلام محی الدین کے والد ماجد حافظ قاری غلام جیلانی علیہ الرحمۃ خطیب جامع مسجد پیلی بھیت ایک متبحر عالم دین اور حضرت شاہ جی محمد شیر میاں کے خلیفہ تھے۔ پیلی بھیت اور گردو نواح میں آپ کی شخصیت کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، سے ایک خاص

نسبت تھی۔ اور دونوں بزرگوں کے درمیان برادرانہ مراسم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا آج بھی بریلی شریف اور خاندانِ اعلیٰحضرت سے روحانی رشتہ استوار ہے۔

چند تلامذہ

قاری غلام محی الدین سے اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد بیشمار ہے تاہم چند اسمار مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی، (مصنف باغیٔ ہندوستان)

۲۔ مولانا الحاج قاری امانت رسول نوری پیلی بھیتی

۳۔ نواب اکرم خاں شیروانی

۴۔ ادیب شہیر اقبال احمد صدیقی ایڈیٹر روزنامہ جنگ کراچی

۵۔ مولینا مفتی مسعود علی قادری

۶۔ مولینا اعجاز حسین [۱]

۷۔ مولینا حافظ شکیل احمد رضوی خطیبی تحصیل سوار ضلع رام پور

۸۔ قاری عبدالحسن رضوی شیخ التجوید مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی

۹۔ قاری محمد سلیمان خطیب بھیمتال ضلع نینی تال

۱۰۔ قاری عبدالحکیم رضوی مدرس مدرسہ اشاعت الحق ہلدوانی

۱۱۔ مولینا محمد احمد خطیبی امام بڑی مسجد اندرا نگر ہلدوانی

۱۲۔ قاری محمد عالم خطیبی صدر مدرس مدرسہ برکات اسلام آگرہ

۱۳۔ حافظ قاری محمد حنیف قادری خطیب سیرولی ضلع بریلی

۱۴۔ قاری عبدالرحمن رضوی خطیبی دوہد گجراتی

۱۵۔ قاری رئیس عالم رضوی خطیبی [۲]

---

[۱] رضی حیدر، خواجہ: تذکرہ محدث سورتی ص ۲۸۳ تا ۲۸۵

[۲] بروایت مولانا حافظ شکیل احمد رضوی خطیبی متعلم درجہ خامسہ الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

بیعت وخلافت

قاری غلام محیٔ الدین نے حضرت شاہ جی محمد شیر میاں کے ہاتھ پر بیعت حاصل کی، اور حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، والد ماجد حضرت حافظ غلام جیلانی پیلی بھیتی نے اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ پاک وہند میں قاری غلام محیٔ الدین کے بیشمار مریدین موجود ہیں۔

درس وتدریس

مولانا قاری غلام محیٔ الدین بیک وقت شیخ المحدیث، شاعر شیریں مقال، واعظ بے مثال، اور پیر طریقت تھے۔ آپ نے درس وتدریس کا آغاز اپنے بھائی حکیم حبیب الرحمٰن پیلی بھیتی کے قائم کردہ مدرسہ آستانہ شیریہ سے کیا۔ اور پھر دادوں ضلع علی گڑھ میں نواب احمد جان کے مدرسہ میں مدرس ہوئے۔ اور برسوں تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتے رہے۔

قاری غلام محیٔ الدین نے کچھ دنوں کے بعد اپنا مستقل مسکن ہلدوانی ضلع نینی تال کو بنا لیا تھا۔ اور وہیں پر ایک مدرسہ بنام اشاعت الحق قائم کیا۔ اس کے علاوہ آپ پیلی بھیت میں بھی آستانہ شیریہ کی دیکھ بھال کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

قاری غلام محیٔ الدین علیہ الرحمہ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ کو کراچی پاکستان تشریف لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس تشریف لائے۔

نمونہ کلام

حضرت قاری غلام محیٔ الدین رضوی شیری عربی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ آپ کا بیشتر کلام نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حمد ومنقبت پر مشتمل ہے۔ نعتیہ اشعار پر مشتمل آپ کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ قاری غلام محیٔ الدین نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، کی مثنوی رد امثالیہ کی مختصر اردو شرح تحریر فرمائی ہے۔ جو ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے

اور اشاعت الحق ہلدوانی ضلع نینی تال سے شائع ہوئی۔

قاری غلام محی الدین علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شان میں اشعار کہے تھے ان میں سے چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کا تخلص عطیب ہے ؎

اے امام احمد رضا اے سنیوں کے تاجدار
اے رضائے احمد مختار کے آئینہ دار

⁂

حافظ آئینہ تعظیم شان مصطفےٰ
پاسبانِ احترام سنت خیر الوریٰ

⁂

مظہر خلق شہ رحمت سراپا اسلام
پیکر عشق نبی الفت سراپا اسلام

⁂

تیری حق گوئی نے حق کا بول بالا کر دیا
دور کر کے ظلمت باطل اجالا کر دیا

⁂

ذرہ ذرہ ہے تیری تدقیق کا ماہ و نجوم
قطرہ قطرہ ہے تیری تحقیق کا بحر العلوم

⁂

غیر بھی قائل تھے تیری فکر کی پرواز کے
پر کتر ڈالے تھے تو نے اہل حرص و آز کے

⁂

تجھ پہ تھا فیض کمال الفت خیر الانام
بالیقیں جس نے بنایا تجھ کو ہر فن کا امام

تو نے ہر طوفان میں پیدا کنارہ کر دیا
کشتیِ باطل کو غرقِ موجِ دریا کر دیا

تجھ میں تھی اس دور میں شانِ بلالی جلوہ گر
عدل فاروقی پہ ہر دم رہتی ہے تیری نظر

دہر میں شہرہ ہے تیرے فتوئے بے لوث کا
غوث کا سایہ ہے تجھ پر تو ہے سایہ غوث کا

آج ہے ممنون تیری رونق ہر خانقاہ
آج ہر درگہ کی پہرہ دار ہے تیری سپاہ

آج بھی ہے یہ خطیبؔ اس فخر سے سر بر فلک
مفتی اعظم میں ہے تیرے تری سچی جھلک[1]

انتقالِ پُرملال

مولانا قاری غلام محی الدین رضوی علیہ الرحمہ کا انتقال ۷؍رجب المرجب ۱۴۰۵ھ/۲۸؍فروری ۱۹۸۵ء بروز جمعرات کو ہوا۔ مزار ہلدوانی ضلع نینی تال میں مرجع خلائق ہے[2]

---

[1] محمد امانت رسول نوری، الحاج، قاری: تجلیات امام احمد رضا ص ۱۶۲
[2] قلمی یادداشت مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

ب

فقیہ ذیشان مولینا محمد فاروق رضا القادری

مفتی دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف

حضرت مولینا مفتی محمد فاروق رضا القادری ۱۹۵۵ء کو ہرہر پور بریلی میں پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد گھر پر ہی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ گاؤں ہی کے جونیئر ہائی اسکول میں داخلہ لیا اور پانچویں درجہ تک ہندی ہی میں تعلیم حاصل کی اور گھر پر قرآن مجید پڑھتے رہے۔ کچھ ہی دنوں میں مدرسہ قادریہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں آپ کے چچا منشی ولی محمد رضوی مدرس مقرر ہوئے مفتی محمد فاروق صبح کے اوقات میں مدرسہ محمدیہ قادریہ جانے لگے اور دوسرے اوقات میں ہندی کی تعلیم حاصل کرتے۔ آپ نے سات ماہ کے مختصر عرصہ میں قرآن پاک ناظرہ ختم کیا اور ساتھ ہی ساتھ اردو کی کتابیں بھی پڑھیں۔

ایک مرتبہ بستی کے مسلمانوں نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور خصوصیت سے مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی کو دعوت دی گئی۔ مولینا جیلانی بریلوی جلسہ میں تشریف لے گئے اور رات میں تقریر فرمائی، صبح کو اہل علم حضرات سے مولانا جیلانی بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اپنے یہاں کے ہونہار بچے بریلی منظر اسلام میں پڑھنے کے لیے بھیجیے۔ مفتی محمد فاروق کے والد ماجد نے آپ کو مفسر اعظم ہند قدس سرہ، کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور آپ کے ہم عمر رفیق مولوی برکت اللہ کو بھی حاضر خدمت کیا۔ والد ماجد، چچا حاجی عبدالشکور اور عبدالباری دونوں کو لے کر بریلی پہنچے، مولینا ابراہیم رضا جیلانی بریلوی نے مسرور ہوتے ہوئے منظر اسلام میں داخلہ لے لیا۔

اور مفتی محمد فاروق مفسر اعظم ہند کے دولت کدے پر رہ کر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

مولینا مفتی محمد فاروق رضا القادری تین سال تک منظر اسلام بریلی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد چلے گئے۔ یہاں تقریباً چار سال مقیم رہے۔ بعدہٗ، امام النحو مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ میں اکتساب فیض کرتے رہے۔ مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ میں مفتی محمد فاروق سات سال تک قیام پذیر رہے۔ امام النحو کی اجازت پر ۱۹۷۵ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد سے تادم تحریر منظر اسلام میں ہی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شروع شروع میں مسند درس و تدریس کو زینت بخشی۔ بعدہٗ قائد اعظم مولینا ریحان رضا رحمانی بریلوی کے حکم سے دارالافتاء میں فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دینے لگے۔ آپ کے فتاویٰ ہندوپاک ہی میں نہیں بلکہ دوسرے ممالک میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہنوز منظر اسلام کے دارالافتاء میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت مفتی محمد فاروق کی سرپرستی میں کئی ادارے عروج کی طرف رواں دواں ہیں، مدرسہ فیضان القرآن نوری، مدرسہ محمدیہ قادریہ قابل ذکر ہیں۔ ۱۸؍جمادی الآخر ۱۳۹۶ھ میں حضرت مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا اور اجازت و خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

شعروشاعری

مفتی محمد فاروق رضا القادری کو شعروشاعری سے بھی لگاؤ ہے۔ زمانہ تعلیم ہی سے اشعار کہنے لگے تھے۔ ابتداً اشعار کی اصلاح مناظر اعظم مفتی محمد حسین رضوی سنبھلی علیہ الرحمہ سے لی۔ بعدہٗ خود مستند استاد قرار پائے۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار منقبت کے ملاحظہ ہوں۔

عجب شان والے ہی مفتی اعظم ؎ کہ اللہ والے ہیں مفتی اعظم ؎
خدا کی قسم مظہر غوث اعظم ؎ مرے دیکھے بھالے ہیں مفتی اعظم ؎

ہمارے ہو تم با خدا اور ہم بھی — تمہارے حوالے ہیں مفتیٔ اعظم
ہیں اقوال و افعال میں نوری نوری — کہ نوری کے پالے ہیں مفتیٔ اعظم
ہیں مطلوب و محبوب غوث و رضا کے — کچھ ایسے نرالے ہیں مفتیٔ اعظم
ہیں مفتیٔ اعظم سبھی مفتیوں میں — بہت علم والے ہیں مفتیٔ اعظم
غرور و تکبر بناوٹ نہ شیخی — بڑے بھولے بھالے ہیں مفتیٔ اعظم
ہمیشہ رہے گامزن قول حق پر — بڑی بات والے ہیں مفتیٔ اعظم
کبھی راہ حق سے نہ بہکو گے فارق — تمہیں تو سنبھالے ہیں مفتیٔ اعظم ؎

(نوٹ) مندرجہ معلومات مولانا مفتی محمد فاروق رضا القادری رضوی بریلوی کے مکتوب سے ماخوذ ہیں بنام راقم موصولہ ۱۷ر جولائی ۱۹۹۰ء / ۱۴۱۰ھ ۱۲ رضوی غفرلہ

؎ محمد انور علی رضوی بہرائچی، مولانا: مناقب مفتی اعظم ص مطبوعہ مکتبۃ المصطفےٰ بریلی

شیخ التفسیر والحدیث ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی

سرپرست جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پاکستان

ولادت

صاحب تصانیفِ کثیرہ حضرت مولانا ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی بن مولانا نور احمد قدس سرہٗ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں حامد آباد ضلع رحیم یار خان (بہاولپور ڈویژن) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ مولانا اویسی کا تعلق لاڑ خاندان سے ہے جسے بعض کے نزدیک حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سمجھا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا اویسی نے ابتدائی تربیت اپنے والدِ مکرم سے پائی اور پھر حفظِ قرآن پاک کے سلسلے میں حضرت حافظ سراج احمد، حافظ جان محمد اور حافظ غلام یٰسین قدست اسرارہم سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ فارسی حکیم مولانا اللہ بخش سے پڑھی اور علومِ عربیہ کی کتب متداولہ حضرت مولانا الحاج خورشید احمد، مولانا عبدالکریم اور سراج الفقہا مولانا سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے بعد جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ حدیث لیا۔ ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

حصولِ علم سے فراغت کے بعد مولانا اویسی نے اپنے آبائی گاؤں حامد آباد میں ایک دینی ادارہ قائم فرمایا، جہاں تقریباً پندرہ سال تک علم کی شمع روشن کرنے کے بعد بہاولپور منتقل ہو گئے۔

جامعہ اویسیہ کا قیام

بہاولپور میں جامعہ اویسیہ رضویہ کے نام سے مولانا اویسی نے ایک ادارہ قائم فرمایا جہاں تاحال اشاعت دین کا مقدس پروگرام جاری ہے۔ علاوہ ازیں مولانا اویسی ہر سال رمضان المبارک میں اطراف و اکناف سے آنے والے طلبہ کو قرآن پاک کی تفسیر بھی پڑھاتے ہیں۔

تصانیف و شروح

حضرت مولانا اویسی جہاں ایک فاضل مدرس ہیں، وہاں تحریر میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں، چنانچہ سات سو کتب و رسائل کی تصنیف ترتیب کا سہرا مولانا فیض احمد اویسی کے سر ہے جن میں سے چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر فیوض الرحمٰن
۲۔ نعم الحامی شرح لشرح جامی
۳۔ صدائے نَۓ شرح مثنوی معنوی
۴۔ شرح لشرح مائۃ عامل
۵۔ شرح ایساغوجی [۱]
۶۔ خلاصۃ المنطق
۷۔ فیاضی شرح زرادی
۸۔ انگوٹھے چومنے کا ثبوت
۹۔ قواعد منطق اردو
۱۰۔ تنقیح المقال
۱۱۔ القول الجلی ان الکعبۃ تذہب الی زیارت الولی

---

[۱] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماء اہلِ سنت پاکستان ۲۶۶، ۲۶۷

۱۲۔ تطہیر الجنان عن مطاعن العمرین وعثمان ابن عفان

۱۳۔ نیل المرام

۱۴۔ التحقیق العجیب

۱۵۔ علم الغیب کا ثبوت

۱۶۔ تنشیط النفوس الزکیہ جلوس کا ثبوت

۱۷۔ صیانۃ اللسان

۱۸۔ تحفۃ الاحباب

۱۹۔ شرح حیوٰۃ الانبیاء عربی (اس پر علامہ سید احمد سعید کاظمی رضوی علیہ الرحمۃ کی تقریظِ جلیل ہے)

۲۰۔ حلیۃ الحیاء

۲۱۔ احسن البیان فی مقدمۃ القرآن

۲۲۔ تحقیقِ حاضر وناظر

۲۳۔ اویس نامہ

بیعت وخلافت

مولانا فیض احمد اویسی کی بیعت حضرت الحاج خواجہ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ) سے ہے۔ اور سلسلۂ قادریہ میں حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ کی طرف سے سندِ مجاز بھی حاصل ہے۔

سیاست میں حصہ

تصنیف وتالیف اور تدریس کے علاوہ مولانا فیض احمد اویسی ملکی سیاست سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں، چنانچہ آپ مملکتِ خداداد پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نفاذ ومقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کی خاطر قائدِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی قیادت میں مصروفِ

عمل جمعیت سے منسلک ہیں۔

چند تلامذہ

حضرت مولانا فیض احمد اویسی کے کثیر التعداد تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ مولانا حافظ عبد المجید لیاقت پور

۲۔ مولانا غلام محمد، کوئٹہ

۳۔ مولانا حافظ محمد عبد الستار

۴۔ مولانا مختار احمد، خان پور

۵۔ مولانا عزیز اللہ، لاڑکانہ

اولاد

مولانا فیض احمد اویسی کے چار صاحبزادے بنام حافظ محمد صالح، حافظ محمد عطاء الرسول، حافظ محمد فیاض اور حافظ محمد ریاض ہیں، جبکہ ایک صاحبزادی کنیز فاطمہ نامی ہیں۔

لہ محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماءِ اہلِ سنت ص ۲۹۰

نوٹ:۔ راقم نے حضرت مولانا اویسی کے نام کئی خطوط ارسال کیے مگر مزید حالات حاصل نہ ہوسکے۔

ق

عالم ربانی مولٰینا محمد قاسم شہید القادری رضوی

آستانۂ رضویہ مصطفویہ برہانیہ جبلپور

ولادت

حضرت مولانا محمد قاسم عبدالواحد شہید القادری بن تاج محمد قادری بن حاجی عبدالکریم چشتی ۱۴؍محرم الحرام ۱۳۶۲ھ / ۱۹؍جنوری ۱۹۴۳ء شب دوشنبہ بوقت ۱۲ بجے قصبہ ممبرکھا ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات

مولانا محمد قاسم رضوی کے جد امجد حاجی عبدالکریم چشتی ۱۸۵۷ء میں بعمر ۱۹ یا ۲۰ سال جبل پور تشریف لاتے اور ایک سو اٹھارہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ جامع مسجد منڈی جبل پور کے بڑے قبرستان میں دفن ہوئے۔

مولانا محمد قاسم کے والد تاج محمد قادری نے ۲۳؍ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ شب یکشنبہ بوقت فجر بعمر ۸۵ سال انتقال فرمایا۔ یہ خاندان آج بھی مشہور اور وقار و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو حضرت شیر علی کرم اللہ وجہ الکریم کی اولاد سے ہے۔

تعلیم و تربیت

مولانا محمد قاسم رضوی کی تعلیم کا آغاز جمادی الاخری ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۰ء کو جامعہ عربیہ ناگپور

سے ہوا۔ ۱۹۶۵ء میں مولانا مشتاق احمد رضوی نظامی الٰہ آبادی کے رقعہ کے توسط سے شوال المکرم ۱۳۸۵ھ کو جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لیا۔ بعدہٗ ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں داخلہ لے کر علوم اسلامیہ کے تحصیل کی تکمیل کی۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حضور مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی

۲۔ حافظ ملت مولینا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی ثم مبارکپوری

۳۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۴۔ بقیۃ السلف مولینا الحاج محمد مبین الدین رضوی امروہوی شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ مرادآباد

۵۔ سید الاتقیا علامہ تحسین رضا رضوی بریلوی محدث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

۶۔ حضرت مولانا سید حامد اشرف رضوی اشرفی کچھوچھوی

۷۔ حضرت مولینا عبدالمنان اعظمی شیخ الحدیث شمس العلوم گھوسی اعظم گڈھ

۸۔ حضرت مولینا مظفر حسین ظفر ادیبی مبارکپوری

۹۔ حضرت مولینا مفتی عبدالرشید فتحپوری بانی جامعہ عربیہ ناگپور

۱۰۔ حضرت مفتی غلام محمد خاں رضوی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ناگپور

۱۱۔ حضرت مولینا مجیب اشرف رضوی جامعہ عربیہ ناگپور

خدمات دینیہ اور تصانیف

مولانا محمد قاسم تاریخی مادّے نکالنے میں بہت ماہر ہیں۔ ——— اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی تاریخ ولادت ووصال کو ایک طویل عربی عبارت میں بند کیا۔ جس کے ہر ایک جملے سے امام احمد رضا بریلوی کا سنہ ولادت اور سنہ وفات اخذ ہوتا ہے۔ مولینا محمد قاسم نے اپنا مستقل مستقر جبل پور کو بنایا اور یہاں رہ کر وعظ و تبلیغ پند و نصاح کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ فتویٰ نویسی کا کام بھی انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تصانیف

میں سے دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں :

۱۔ الہامات قادریہ رضویہ قاسمیہ

۲۔ جامع حقیقت

بیعت و خلافت

مولینا محمد قاسم رضوی جبلپوری کو بیعت حضور مفتی اعظم سے حاصل ہے ۔ اور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفٰے رضا نوری بریلوی نے ۱۹۶۸ء کو زبانی اور ۱۹۶۹ء کو تحریری اجازت و خلافت عطا فرمائی ۔ نیز برہان ملت مفتی عبدالباقی برہان الحق رضوی جبلپوری نے ۱۹۷۴ء میں اجازت مرحمت فرمائی ۔

نمونہ کلام

مولینا محمد قاسم فن شعر گوئی سے بھی آشنا ہیں ۔ تخلص شہید فرماتے ہیں ۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔ ذیل کے اشعار مفتی اعظم قدس سرہ، کی شان میں کہے گئے ہیں ؎

سیدی مفتی اعظم مقتدائے اولیاء
تاجدار اہلسنت رہنمائے اولیاء
ناقصوں کے پیر کامل، کاملوں کے رہنما
ہے شہید بے نوا بھی خاکپائے اولیاء

ایک اور منقبت کے اشعار ملاحظہ ہوں ؎

عقدہ کشا ہمارے یہ مصطفٰے رضا ہیں
محبوب حق کے پیارے یہ مصطفٰے رضا ہیں
احمد رضا کے بیٹے و نقش رضائے احمد
نوری میاں کے پیارے یہ مصطفٰے رضا ہیں

نائب ہیں یہ نبی کے وارث ہیں غوثیت کے
ہر رُخ سے ہیں یہ پیارے مصطفےٰ رضا ہیں
تسلیم ہے ولایت ان کی ہر اک ولی کو
ہاں پیشوا ہمارے یہ مصطفےٰ رضا ہیں
تقدیر کے سکندر ہم ہیں شہید نوری
شکر خدا ہمارے یہ مصطفےٰ رضا ہیں [1]

---

[1] محمد قاسم رضوی، مولانا: الہامات قادریہ رضویہ ص ۱۳۹، ۱۴۰

(نوٹ) حوالہ "الہامات قادریہ رضویہ" کے علاوہ جمیع حالات وکوائف حضرت مولانا محمد قاسم رضوی جبلپوری کے مکتوب سے ماخوذ ہیں، بنام راقم محررہ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء
۱۲، رضوی غفرلہ،

فاضل جلیل مولانا محمد قربان علی رضوی چشتی

دلشاد پور بھیلا گنج ضلع کٹیہار بہار

ولادت

حضرت مولانا محمد قربان علی رضوی چشتی بن محمد اختر مبین ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۴۸ء کو موضع دلشاد پور ضلع کٹیہار بہار میں پیدا ہوئے۔ آپ کا حسب ونسب خواجۂ ہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسلک ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ چشتی کہلاتے ہیں۔

تعلیم وتربیت

مولانا قربان علی رضوی نے قرآن پاک گھر ہی پر اپنے چچا منشی قمر الدین سے پڑھا۔ پھر بائسی ضلع پورنیہ کے علاقہ میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا قربان علی نے حصول علم کے لیے اشرفیہ مبارکپور کا بھی سفر کیا۔ علم نحو وصرف کی اعلیٰ کتابیں پڑھ کر دار العلوم مظہر اسلام بریلی تشریف لائے یہاں پر حدیث وفقہ کی منتہی کتابیں پڑھ کر فراغت سے نوازے گئے۔

اساتذہ کرام

۱۔ حافظ ملت مولانا عبد العزیز رضوی مرادآبادی ثم مبارکپوری
۲۔ حضرت مولانا حاجی مبین الدین رضوی امروہوی شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ مرادآباد
۳۔ حضرت علامہ مولانا تحسین رضا بریلوی محدث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی

۵۔ حضرت مفتی عبد المنان اعظمی شیخ الحدیث گھوسی اعظم گڑھ

۶۔ حضرت خواجہ مولانا مقبول حسین بہاری

۷۔ حضرت مولانا بلال احمد رضوی پورنوی

۸۔ منشی عبد المتین

تدریسی زندگی

مولینا محمد قربان علی فراغت کے بعد سے تا ہنوز درسی خدمات انجام دینے میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔ مولینا اٹھارہ سال سے درس و تدریس کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اور تبلیغ دین کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

عقد مسنون

مولانا قربان علی رضوی کی شادی ۱۱ر فروری ۱۹۷۱ء کو موضع نور گنج سنکرہ (بہار) سے ہوئی۔ فی الحال چار لڑکے تین لڑکیاں ہیں ۱۹۷۴ء میں ایک لڑکا، ۱۹۷۶ء میں ایک لڑکی داغ مفارقت دے گئے۔

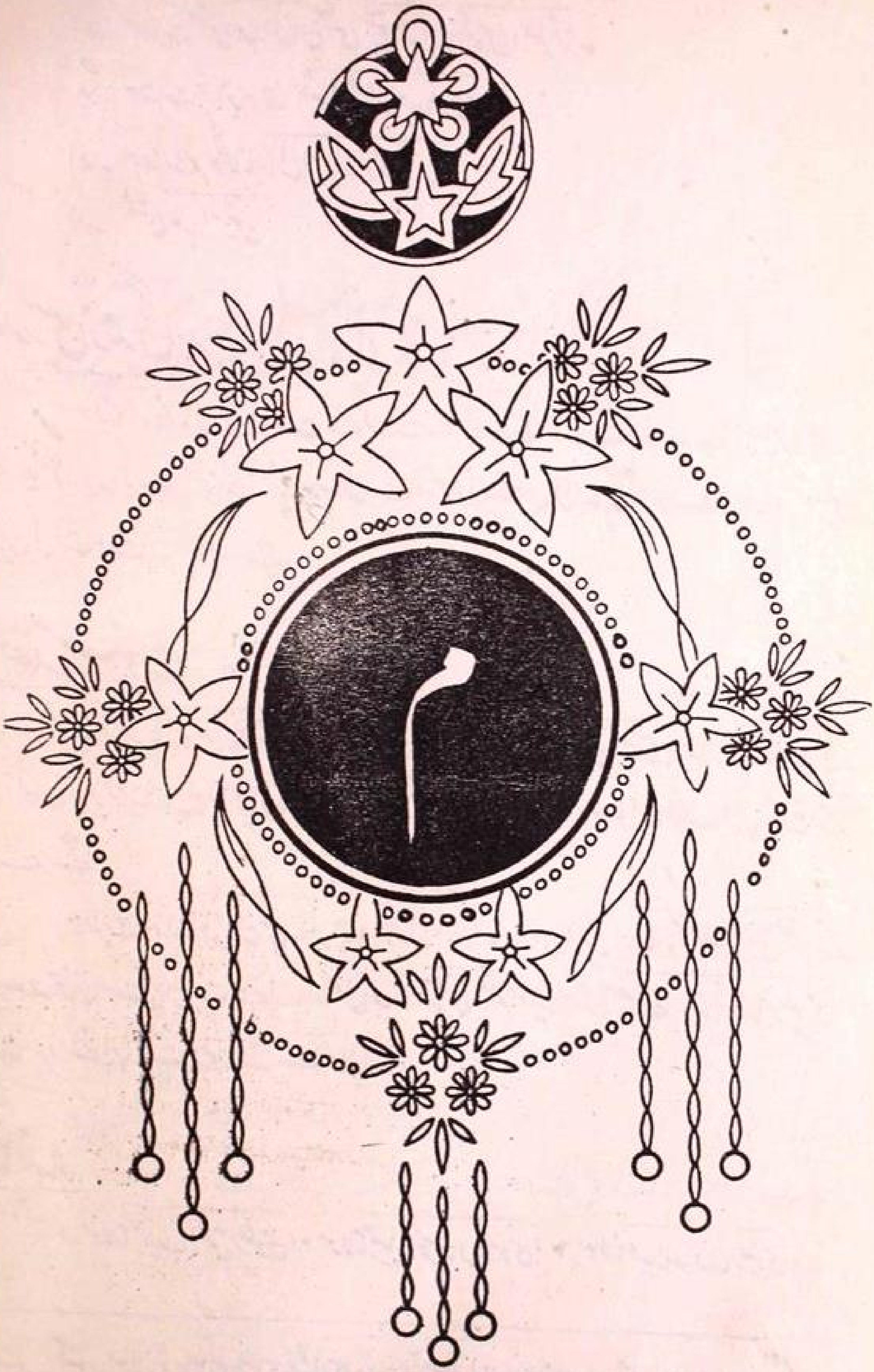
حضرت مولانا قربان علی ۱۷ر جماد الاولیٰ ۱۴۰۱ھ / ۲۲ر مارچ ۱۹۸۱ء کو حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ نے اجازت و خلافت سے نوازا۔

تلامذہ

۱۔ مولانا مجیب الحق رضوی، ۲۔ مولانا جمیل اختر خاں رضوی، ۳۔ مولانا عبد القدوس رضوی [1]

---

[1] مکتوب مولانا قربان علی رضوی کیٹہاری بنام راقم موصولہ ۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ، ۱۲، رضوی غفرلہٗ


م

بقیۃ السلف مولانا الحاج محمد مبین الدین رضوی

شیخ التفسیر جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مراد آباد

ولادت

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد مبین الدین رضوی بن شیخ احمد الدین بن شیخ معین الدین عرف سلطان احمد کی ولادت جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ / مارچ ۱۹۱۹ء امروہہ ضلع مراد آباد میں ہوئی، ہاجرہ خاتون کے بطن سے مبین الدین کی اس پہلی اولاد نرینہ کو چونکہ دین کا معین بننا تھا۔ اس لیے مبین الدین نام تجویز ہوا۔

تعلیم و تربیت

بسم اللہ خوانی کے بعد قرآن شریف کی تعلیم شروع ہوئی۔ ذہن رسا اور قوت حافظہ نے سن بلوغت کو پہنچنے سے قبل ہی حافظ بنا دیا۔ حالانکہ اس دوران مولانا حاجی مبین الدین علیہ الرحمہ کو والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے محروم ہونا پڑا اور اس کی وجہ سے چند سال تک تعلیمی مشاغل کا تسلسل باقی نہ رہ سکا۔ شفقت مادری سے محرومی اور مالی حالت کی ابتری کی وجہ سے مولانا حاجی مبین الدین کو بچپن میں بہت سے مسائل و مصائب برداشت کرنے پڑے۔ لیکن تعلیم کے شغف نے اپنی راہیں مسدود نہ ہونے دیں۔ امروہہ کے ایک عالم نے توجہ خاص سے تعلیم دینی شروع کی۔ مگر موصوف کا طریقۂ تعلیم کچھ ایسا تھا کہ تکمیل علم کے لیے عمر خضر درکار تھی۔ پانچ

چھ سال کی مشقت کے بعد بھی ابتدائی کتب کی تکمیل ہوئی۔ کہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ امجدی اعظمی علیہ الرحمہ، قاضی محبوب احمد عباسی مجددی کے مشورہ وایما سے مولانا حاجی مبین الدین کو صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ کے پاس بھیج دیا گیا۔[۱] لائق استاد نے جوہر قابل کو پہچاننے اور اسے جلا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا توجہ خاص سے نوازا اور امروہہ میں ہوئی بے ربط تعلیم کے باوجود بڑے درجات میں جگہ عطا فرمائی اور مشورہ دیا کہ بقیہ کتابوں کی تکمیل دوسرے اوقات میں مکمل کرلیں۔

ابھی تعلیمی مراحل طے کر رہے تھے کہ چھوٹے بھائی کا انتقال ہوگیا، گھریلو حالات نے بھی مجبور کیا کہ گھر پر رہ کر والد ماجد کا ہاتھ بٹائیں۔ اس لیے وہاں کے سلسلۂ تعلیم کو ختم کرنا پڑا لیکن طلب علم کب چین سے بیٹھنے دیتی ہے۔ اس دوران امروہہ کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں ہدایہ، جلالین، مشکوٰۃ، مدارک وغیرہ کے اسباق پڑھتے رہے۔

فراغت از علوم عربیہ

حضرت مولانا حاجی مبین الدین علیہ الرحمہ شوال ۱۳۶۱ھ میں ایک بار پھر شفیق اور بلند پایہ استاد سے تعلیم حاصل کرنے دادوں پہنچے اور ۲۴ شعبان ۱۳۶۴ھ / ۱۴ اگست ۱۹۴۴ء کو سند فراغت حاصل کر کے واپس امروہہ تشریف لائے۔[۲]

انعامات

حضرت مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ شروع سے ہی انتہائی عقیل وفہیم تھے۔ قوت حافظہ وقوت آخذہ بدرجہ اتم تھی۔ دادوں کے دوران تعلیم ہر سال اپنے درجہ میں اوّل آتے اور انعام پاتے رہے۔ پہلے سال مولانا حاجی مبین الدین کو نقد دس روپے انعام سے نوازا گیا۔ دوسرے سال آنے پر کتاب کبریٰ اور تیسرے سال مختصر المعانی انعام میں دی گئی، نواب

---

[۱] جو اس وقت ریاست دادوں ضلع علی گڑھ کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں صدر مدرس تھے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

[۲] شجاع الدین فاروقی، عالم باعمل ص ۱۸، ۱۹

صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی نے اپنی کتابوں کا ایک پورا سیٹ بھی بطور انعام دیا۔ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ وقف دادوں علی گڑھ کی رپورٹ سالانہ نمبر ۱۴ ص ۱۵ ابابت شعبان ۱۳۵۷ھ پر ممتحن مولانا سلامت اللہ نے کیفیت کے خانے میں مولینا مبین الدین اور ایک ہم جماعت مولانا محمد خلیل خاں کے بارے میں تحریر فرمایا۔

"کامیاب اول ان دونوں نے بہترین جواب دیئے"۔

اسی رپورٹ کے ص ۱۱ پر ممتحن مذکور نے ۵، ۶ شعبان ۱۳۵۸ھ/۱۹، ۲۰ ستمبر ۱۹۳۹ء کو منعقد مختصر المعانی کے امتحان میں مولینا مبین الدین علیہ الرحمۃ کے جواب سے انتہائی خوش ہو کر متاثر بالائے صد لکھا۔ اُنھوں نے کیفیت کے خانے میں تحریر فرمایا۔

اس کتاب کے سات سوالات دیئے گئے تھے۔ جن میں سے صرف پانچ کا جواب طلب کیا تھا۔ مگر مولوی مبین نے جواب میں لکھا کہ سات جوابوں میں سے کوئی پانچ دیکھ لیجئے۔ ماشاء اللہ[۱]

اساتذہ کرام

۱۔ حضرت مولینا سید محمد خلیل کاظمی علیہ الرحمہ محدث امروہوی متوفی ۱۳۹۰ھ

۲۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ

۳۔ حضرت مفتی اعظم علامہ مولینا مصطفٰے رضا نوری بریلوی قدس سرہ،

۴۔ مولوی حکمت اللہ صدیقی متوفی ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

---

[۱] شجاع الدین فاروقی، عالم باعمل ص ۹، ۱۰

۲۔ حافظ تمیز الدین امروہوی

درس و تدریس

تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے دہلی کے ایک مدرسہ تجوید القرآن میں یکم محرم ۱۳۶۴ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۴۳ء سے تدریس کا آغاز کیا۔ جلد ہی امام النحو مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے مولانا مبین الدین کو اپنے مدرسہ اندرکوٹ میرٹھ کے لیے منتخب کرلیا، وہاں ۴ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ / ۲۱ نومبر ۱۹۴۴ء سے رجب ۱۳۷۳ھ / ۳۱ مارچ ۱۹۵۴ء تک مدرس دوم کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت مولینا شیخ المحدث عبد المصطفےٰ اعظمی علیہ الرحمہ کی تحریک سے ۵ جولائی ۱۹۵۴ء / ۳۰ ذی القعدہ ۱۳۷۳ھ سے دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں تدریس کی خدمت انجام دینے لگے۔ وہاں مولینا مبین الدین پانچ سال تک رہے۔ ۱۴ جون ۱۹۵۹ء / ۶ ذی الحجہ ۱۳۷۸ھ کو وہاں سے مستعفی ہوگئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی اور حاجی سلیمان ابراہیم مہتمم دارالعلوم میں سخت اختلافات رونما ہوگئے تھے۔ عبد المصطفےٰ اعظمی کو اسی لیے دارالعلوم سے الگ ہونا پڑا۔ مہتمم اگرچہ مولینا عبد المصطفےٰ اعظمی کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے آمادہ نہ تھے مگر مولینا مبین الدین، مولینا عبد المصطفےٰ اعظمی کی دیرینہ رفاقت کی وجہ سے یہ مروت سے بعید جانا کہ مولانا عبد المصطفےٰ اعظمی کی عدم موجودگی میں بھی وہاں رہیں۔ اگرچہ اس موقع پر خاص مالی فوائد سے ہاتھ دھونا پڑا اور اس کے بجائے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کی قلیل تنخواہ قبول کرنی پڑی مگر مولانا مبین الدین کے یہاں دوستی و محبت مقدم تھی۔ حرص و ہوس کا ذرا بھی دخل نہ تھا۔

۱۵ اگست ۱۹۵۹ء / ۹ صفر المظفر ۱۳۷۹ھ سے دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں مدرس دوم کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ دو تین سال بعد مولانا ثناء اللہ کے چلے جانے کے بعد مولینا مبین الدین کو شیخ الحدیث صدر مدرس بنا دیا گیا۔ اس منصب پر تقریباً ۱۴ سال تک فائز رہے ۱۹۷۴ء میں مدرسہ محمدیہ حنفیہ شاہی چبوترہ امروہہ ضلع مرادآباد میں صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف

لے آئے۔ یہاں بھی تقریباً پانچ سال تک رہے۔ اراکین مدرسہ میں اختلاف ہو جانے پر جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۹ر ستمبر ۱۹۷۹ء سے ۴ر فروری ۱۹۸۸ء تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اراکین جامعہ اور اساتذہ و طلبہ نے جس محبت و عقیدت کا ہمیشہ اظہار کیا۔ مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ اس سے بڑے متاثر تھے اور ہمیشہ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے تھے۔ [1]

بیعت و خلافت

مولانا حاجی مبین الدین علیہ الرحمہ ۲۴ر صفر المظفر ۱۳۷۰ھ/ ۵ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ کے دست حق پرست پر داخل سلسلہ ہوئے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے مولانا مبین الدین کو ۸ر شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ/ ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء میں اپنے سلسلہ کی اجازت مرحمت فرما کر اپنا خلیفہ نامزد فرمایا

اور جب مولینا مبین الدین زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو قطب مدینہ حضرت مولینا الشاہ ضیاء الدین احمد مدنی رضوی قدس سرہ نے بھی خلافت و اجازت سے نوازا [2]

خلفاء

حضرت مولانا مبین الدین نے کسی کو داخل سلسلہ نہیں کیا اور لوگوں کے بے پناہ اصرار و خواہش کے باوجود حد درجہ محتاط اور تقوی پسند طبیعت نے کسی کو مرید کرنا پسند نہیں کیا۔ جب تک حضور مفتی اعظم قدس سرہ دنیائے ظاہری میں موجود تھے تو لوگوں کو ان کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد بھی چند اور نام تجویز کر دیتے

---

[1] شجاع الدین فاروقی: عالم با عمل ص ۱۸، ۱۹

[2] ایضاً ″ ″ ص ۱۴، ۱۵

تھے اور خود کو ہمیشہ بلطائف الحیل بچا لیتے تھے۔ بعض لوگ اس روش پر کبھی کبھی معترض بھی ہوتے اور یہ خیال کرتے کہ

"مولینا مبین الدین علیہ الرحمہ کسی کو فیض پہنچانا نہیں چاہتے"

یوں تو مولانا مبین الدین کا فیض دینی و علمی ان کے ہزارہا شاگردوں اور ان کے اخلاف کے ذریعہ تا قیامت جاری رہے گا۔ مگر انتہائی احتیاط کے باوجود اپنا روحانی سلسلہ منقطع کرنا بھی پسند نہیں کیا۔ گذشتہ سال ۵ محرم الحرام، ۱۴۰۸ھ کو مولانا مبین الدین نے اپنے لائق متقی شاگرد حضرت مولانا صوفی نظام الدین رضوی صدر المدرسین تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی، قاری احمد جمال قادری جامعہ نعیمیہ مرادآباد کو سلسلۂ قادریہ رضویہ کی سند اجازت سے نوازا۔

حضور مفتی اعظم کی نوازشات

مولانا مبین الدین علیہ الرحمۃ سے حضور مفتی اعظم قدس سرہ بے پناہ خوش تھے اور ہمیشہ انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ کردار و گفتار میں انتہائی محتاط تھے۔ اس لیے کسی کے بارے میں رائے دیتے وقت بھی بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ کسی بہت ہی متقی اور صالح آدمی کا ذکر ہوتا تو فرماتے کہ ولی صفت ہیں۔ مگر مولانا مبین الدین کے بارے میں فرمایا تھا کہ:

اگر کسی کو زندہ ولی دیکھنا ہو تو وہ حاجی مبین الدین کو دیکھ لے[۱]

اس جملے سے مولانا مبین الدین کی قدر و منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ بھی اکثر مواقع پر مولینا مبین الدین کے لیے مدحیہ کلمات اور بہترین رائے کا اظہار

---

[۱] بروایت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی استاد منظر اسلام بریلی شریف

فرماتے تھے۔

حضور مفتیِ اعظم سے محبت

حضرت مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ کو حضور مفتیِ اعظم قدس سرہ، سے ایسی والہانہ عقیدت تھی کہ جس کو بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں چند سطور میں اس وارفتگی کو خود انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔

> آہ سب سے پہلے ہم اپنے اس شہر کو سمجھیں جس شہر میں ہمارا محبوب، ہمارے دلوں کی دھڑکن، ہماری آنکھوں کا نور، ہماری تمناؤں کا مرکز، ہماری جانوں کا چین ہماری آرزوؤں کا قبلہ، ارمانوں کا کعبہ جلوہ فرما ہے، وہ کون سا شہر ہے، ہاں ہاں وہ شہر بریلی ہے [۱]

یہ پورا مضمون حضور مفتیِ اعظم قدس سرہ، سے غایت محبت کا نمونہ ہے جس کو پڑھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ اپنے مرشد برحق کے قریب رہ کر بھی کیسی والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔

حج و زیارت

احمد آباد کے دورانِ قیام مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ کو کسی قدر آسائش حاصل ہوئی تو سفرِ حج کے لیے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ اگرچہ اس وقت آپ کم عمر ہی سے تھے اور بوسیدہ اور شکستہ مکان کی تعمیر بھی ناگزیر تھی، جس کی وجہ سے مولانا مبین الدین کو دوسرے اعزا کے یہاں رہنا پڑتا تھا۔ احمد آباد میں ہی شروع ہوئی اختلاج قلب کی بیماری نے بھی ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ مگر ان مسائل کے باوجود ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء میں

---

[۱] زاہد علی رضوی سلامی، مولانا: مقالات نعیمی ص ۱۰

زیارت حرمین کا مصمم ارادہ کرلیا اور بالآخر اس سے مشرف ہوگئے

کوائف زیارت حرمین

اس سال حج جون میں تھا۔ حجاز مقدس میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ ایک کمزور اور بیمار آدمی کے لیے تو یہ موسم سخت جاں گسل بن جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود مولانا مبین الدین نے ۲۷۳ طواف ۹ نو عمرے، بیس قرآن پاک ختم کیے، سخت گرمی کے باوجود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں روزے بھی رکھے ۱۶۳ نمازیں مسجد حرام میں اور ۷۹ نمازیں مسجد نبوی میں ادا کیں، مکہ معظمہ ۵ دن اور مدینہ منورہ میں ۱۶ دن قیام کیا۔ موسم کی سختی کے باوجود جبل احد، جبل نور، جبل رحمت، جعرانہ، تنعیم، مسجد قبا، مساجد خمسہ، مسجد غمامہ، مسجد قبلتین وغیرہ کی بھی زیارت کی [۱]

تصنیفات

آخری دور میں مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ نے خدمات دین کے لیے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کو منتخب فرمالیا تھا۔ آخری لمحات تک یہاں رہ کر ہی انھوں نے اسلام کی آبیاری کے لیے بہت کچھ کیا۔ تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ یہاں تصنیفی کام بھی انجام دیا۔ اور اپنے پیچھے قوم وملت کے لیے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو آج بھی ملت اسلامیہ کے لیے مشعل راہ ہیں، سب سے پہلے مولینا مبین الدین علیہ الرحمہ نے ایک عیسائی پادری کے رد میں افضل المرسلین تصنیف فرمائی جو مولانا مبین الدین کی تحقیق و تدقیق علم وفضل کا بہترین شاہکار ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انبیاء ومرسلین پر فضیلت کے اثبات میں یہ کتاب اعلیٰ درجہ کی تحقیق سے مزین ہے۔ مولانا مبین الدین نے پادری جی کی جہالت و گمراہی کو اس کتاب میں بے نقاب کرکے یہ واضح کردیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سرکار

---

[۱] شجاع الدین فاروقی، عالم باعمل ص ۲۴

دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل بتانا اور پھر قرآن پاک سے ثابت کرنا آیات قرآنی سے ثابت کرنا نادانی پر مبنی ہے۔ مولانا مبین الدین نے قرآن پاک کی بے شمار آیات سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کا افضل المرسلین ہونا ثابت فرمایا ہے۔

دوسری کتاب شہید معظم جس میں انتہائی محققانہ و عالمانہ انداز میں بہت ہی مختصر طور پر ایک دیوبندی یزیدی کی کتاب محرم کا جواب تحریر فرمایا ہے۔ اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حق پر تھے۔ یزید اور یزیدیوں کو حق پر ماننا غلط و بے بنیاد، جہالت و بکواس ہے۔ ایسا لکھنے والا دیوبندی ہی نہیں یزیدی ہے۔

آخری ایام میں تفسیر بیضاوی کی شرح تصنیف فرما رہے تھے۔ یہ سلسلہ سورہ فاتحہ کی تفسیر کے اختتام تک ہی پہنچا تھا کہ دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ یہ کتاب بھی تحقیق سے بھرپور ہے اور کثیر تفاسیر کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ پہلے ایک نشست میں تفسیر کا مطالعہ فرماتے اور پھر دوسری نشست میں بغیر کسی کتاب کے سامنے رکھے تحقیق کے دریا بہاتے تھے۔ ایک خصوصیت اس کتاب کی یہ بھی ہے جو خود مولینا مبین الدین نے بیان فرمائی ہے۔

> دیوبندیوں نے جو تفسیر بیضاوی کی شروح لکھیں ہیں ان میں جہلول زمانہ نے جو غلطیاں کی ہیں اور جہالت کا مظاہرہ کیا ہے ان کی نشاندہی بھی میں نے کر دی ہے [۱]

مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، کی سیرت پر ایک مقالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ جو مقالات نعیمی حصہ اول میں چھپ چکا ہے

---

[۱] ماہنامہ رضائے مصطفےٰ، بہیڑی ضلع بریلی ص ۵۹، ۶۰ بابت ماہ جون ۱۹۸۸ء شوال ذالقعدہ ۱۴۰۸ھ مضمون مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

اس مقالے نے مولینا مبین الدین کے علمی جواہر پارے کو اُجاگر کر دیا اور عوام و خواص میں بہت ہی مقبول ہوا۔ اعلیحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ، کا نعتیہ کلام قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھنے کا بھی ارادہ تھا۔ قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھنے کے لیے رمضان المبارک کا مہینہ منتخب فرمایا تھا۔ مگر وہ ارادہ پہلے ہی منقطع ہو گیا اور وہ یہ ارمان لے کر اس دارِ فانی سے رُخصت ہو گئے۔

مولانا مبین الدین علیہ الرحمہ نے ایک اور کارہائے نمایاں انجام دیا کہ امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ، کے ترجمہ قرآن پاک مسمیٰ کنز الایمان کی کتابت و طباعت کی سینکڑوں غلطیاں انتہائی عرق ریزی کے بعد واضح کیں، یہ اصلاح شدہ ترجمہ قرآن کمپنی بریلی سے شائع ہو چکا ہے جس کے پشت پر مولانا مبین الدین کا اسمِ گرامی تحریر ہے۔

علم وفضل

مولینا مبین الدین علیہ الرحمہ بہترین حافظ، بلند پایہ عالم، محدث اور فقیہہ تھے مدارس میں رائج علوم عقلیہ منطق و فلسفہ میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے اور برسہا برس تک اُن کی تدریس میں مشغول رہے۔ مولینا مبین الدین علم و حلم، زہد و تقویٰ، صدق و صفا، صبر و شکر، توکل و رضا اور تہذیب و شائستگی کا ایک بلند و روشن منارہ بن گئے تھے۔ جو تقریباً نصف صدی تک نور کی ضیا باشیاں کرتا رہا اور جس کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔

ایڈیٹر ماہنامہ رضائے مصطفےٰ رقمطراز ہیں:

> ایک ملاقات میں غیر مقلدین کی جانب سے کیے گئے اعتراض کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت (مولانا مبین الدین) نے چند منٹ میں اس پیچیدہ مسئلہ کو ایسا سلجھا دیا کہ میں حیران و ششدر رہ گیا۔ جبکہ اس سلسلہ میں میں کافی پریشان تھا۔ [۱]

خصائل و عادات

مولانا مبین الدین شب و روز کے بیشتر اوقات درود و

[۱] ماہنامہ رضائے مصطفےٰ پھیرٹی ص ۵۸، بابت جون ۱۹۸۸ء شوال ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

سلام کے نذرانے بھیجنے میں بسر ہوتے تھے۔

۲۔ دلائل الخیرات، حزب البحر اور سلسلۂ قادریہ رضویہ کے دیگر اوراد کے بڑے پابند تھے۔

۳۔ اس کے صلہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے بار بار مشرف ہوئے۔

۴۔ حضرات شیخین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے بھی دیدار سے نوازا۔

۵۔ مستقل بیماری کے باوجود رمضان المبارک میں تقریباً چالیس تراویح میں قرآنِ کریم سنایا۔

۶۔ تراویح کے علاوہ بھی رمضان المبارک میں مولانا مبین الدین پندرہ سولہ قرآنِ کریم ختم فرماتے۔

چند تلامذہ

مولینا مبین الدین علیہ الرحمہ نے پوری زندگی تدریس میں گزاری اس لیے تلامذہ کی فہرست کثیر ہے اور عرصۂ دراز تک دار العلوم منظر اسلام بریلی کے ممتحن رہے۔ تاحیات دار العلوم منظر اسلام کے دورۂ حدیث کے طلبہ کا امتحان لیتے رہے۔ چند مشہور تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا محمد صالح رضوی مدرس دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

۲۔ مولانا صوفی نظام الدین رضوی مہتمم تنویر الاسلام بستی

۳۔ قاری محمد ظہور احمد تنویر الاسلام بستی

۴۔ مولانا عبد الرحمٰن مجددی انور العلوم تلسی پور گونڈہ

۵۔ مولانا زاہد علی رضوی سلامی سرائے ترین سنبھل مراد آباد

۶۔ مولانا امین الدین خاں منظفر العلوم گونڈہ

۷۔ مولانا چراغ عالم رضوی اجمل العلوم سنبھل مراد آباد

۸۔ مفتی عبدالجلیل رضوی علیہ الرحمہ مہتمم جامعہ نوریہ اسلامیہ مدھوبنی بہار

۹۔ مفتی مطیع الرحمن رضوی پورنوی مدیر عام ادارۃ الحنفیہ گلشن گنج بہار

۱۰۔ مولانا تفسیر القادری رضوی مدرس دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی

۱۱۔ مولانا امام الدین مصطفوی اظہار العلوم فیض آباد

۱۲۔ مولانا قاری حبیب اشرف رضوی سنبھل مرادآباد

۱۳۔ مولانا نظام الدین

۱۴۔ مولانا صوفی خالد علی خاں رضوی مہتمم دارالعلوم مظہر العلوم بریلی

۱۵۔ مولانا محمد سیف الحق نعیمی مدرس حنفیہ قادریہ امروہہ مرادآباد

۱۶۔ مولانا بشیر احمد نعیمی دارالعلوم دیوان شاہ بھیونڈی مہاراشٹر

۱۷۔ مولانا نسیم احمد مدرس حنفیہ قادریہ امروہہ مرادآباد

۱۸۔ قاری سمیع اللہ امروہہ

۱۹۔ مولینا زین الحق

۲۰۔ مولانا شاہد حسین امروہہ

۲۱۔ مولانا محمد شمس الحق رضوی پورنوی

۲۲۔ مولانا آفتاب الدین ناظم اعلیٰ حنفیہ قادریہ امروہہ

انتقال پُر ملال

۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ/۱۴ر فروری ۱۹۸۸ء بروز اتوار سہ پہر تین بج کر ۲۵ منٹ پر مولینا مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کا وقت موعود آ پہنچا۔ جس سے کسی کو انکار نہیں رات کو ٹیلی فون کے ذریعہ جانشین حضور مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی برکاتہم القدسیہ کے دولت کدہ پر خبر ملی۔ اس وقت حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہ باہر تبلیغی دورہ پر تشریف لے گئے تھے۔ فوراً برادر زاد مفتی اعظم علامہ تحسین رضا قادری بریلوی مدظلہ کو خبر کی گئی۔ وصال کے ۲۶ گھنٹہ بعد بروز پیر بعد نماز عصر تدفین عمل میں آئی۔ اور نماز

جنازہ علامہ تحسین رضا خاں قادری مدظلہ العالی بریلوی نے پڑھائی۔ اور دنیائے سنیت ایسے زندہ ولی سے محروم ہوگئی۔

تاریخ وصال

حضرت مولانا الحاج مبین الدین محدث امروہوی علیہ الرحمہ کے وصال پر عالم باعمل حضرت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی[1] استاذ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف نے مندرجہ ذیل تاریخی مادے استخراج فرمائے۔

وارث علم و دانش حامی عالم، عرفان فضل و کمال، فیض جمال پاک رضا

——۱۴۰۸ھ——، ——۱۴۰۸ھ——، ——۱۹۸۸ء——

آہ مختار گوشہ نشین ، علامہ مبین الدین صاحب چشم اختر

——۱۹۸۸ء——، ——۱۹۸۸ء——

رضی اللہ الموسع عنہ

——۱۴۰۸ھ——

---

[1] قلمی یادداشت مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی، نزد راقم ۱۲، رضوی غفرلہ،

نازشِ تقویٰ مولٰنا سید مبشّر علی رضوی بہیڑوی

مُقیم قصبہ بہیڑی شیخوپور ضلع بریلی شریف

ولادت

حضرت مولٰنا سید مبشر علی محسن رضوی بن سید اختر علی قصبہ بہیڑی کے محلہ شیخوپورہ ضلع بریلی شریف میں ۴ر اگست ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے۔

حسب ونسب

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے سید مبشر علی رضوی بن سید اختر علی بن سید قمر علی بن سید منوّر علی بن سید انور علی بن سید عبدالرسول بن سید محمد صالح بن سید مراد بن سید علی بن سید عبداللہ بن سید عبدالمعالی بن سید احمد بن سید جعفر بن سید عبدالعزیز، بن سید احمد ثانی بن سید کریم اللہ بن سید بوعلی بن سید بولاقی بن سید ابوالفرج بن سید محمود بن سید احمد بن سید ابوالفرج خوارزمی بن سید عبداللہ بن سید جمال اللہ بن سید ہدایت اللہ بن سید محمد سبزواری بن سید موسیٰ مرتقع بن سید امام محمد تقی بن سید امام علی موسیٰ رضا بن سید امام موسیٰ کاظم بن سیدنا موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام محمد باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا بن سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

خاندانی حالات

مولانا سید مبشر علی کے نانا سید مظفر حسین تھے جو مونڈیا جاگیر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلۂ

نسب مادری سید محمد نفس زکیہ سے جا ملتا ہے۔ سید محمد کی کنیت عبداللہ اور لقب نفس زکیہ تھا اور وہ بیٹے تھے حضرت سید عبداللہ شیخ القرۃ کے اور وہ بیٹے حضرت سید حسن مثنیٰ کے اور وہ بیٹے حضرت سیدنا امام حسن کے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

تعلیم وتربیت

مولانا سید مبشر علی کے گھر کا ماحول مذہبی تھا۔ لہٰذا مذہبی دینی ماحول میں پرورش پائی فارسی اپنے عم مکرم سید محمد صفدر علی سے پڑھی ۱۹۲۸ء میں اردو مڈل پاس کیا۔ ۱۹۲۹ء میں ہندی مڈل پاس کیا۔ آپ ایک مدت تک گورنمنٹ اسکول میں معلّم رہے۔ پھر ۱۹۵۰ء میں اسکول کی ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔

خدمات دینیہ

مولینا سید مبشر علی رضوی کو کتابوں کا مطالعہ اور ان کو جمع کرنے کا بہت شوق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی مخصوص لائبریری میں تقریباً پندرہ سو کتب عربی فارسی اور اردو کی موجود ہیں۔ مولانا نے لائبریری کی کتابوں کا بار بار مطالعہ کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ بعض کتابوں پر حاشیہ بھی لکھا مولانا سید مبشر علی کو تصنیف و تالیف سے بھی خوب دلچسپی ہے۔ قلمی خدمات کی تعداد تقریباً چالیس کتب ہیں۔ جو غیر مطبوعہ ہیں ان میں سے صرف شجرہ نسبی و خلفائی مطبوعہ ہے۔

مولینا سید مبشر علی کے مضامین الفقیہ امرتسر، ماہنامہ کاشانہ صابری کلیر شریف ماہنامہ نوری کرن بریلی اور ماہنامہ رضائے مصطفےٰ اباہیڑی میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ ۱۹۵۵ء سے تا دم تحریر اپنے ہی محلہ کی جامع مسجد میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بیعت وخلافت

مولانا سید مبشر علی نے ۱۹۳۲ء میں الحاج الشاہ محمد شبیر میاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کی اور خلافت و اجازت سے بھی نوازے گئے۔ ۱۰ رجمادی الآخر ۹۳ ۱۳ھ / ۱۳ راگست ۱۹۷۳ء کو مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے اجازت عطا فرمائی۔

نمونۂ کلام

مولانا سید مبشر علی نے محسن تخلص اختیار کیا، چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

سر پہ نبی کے عشق کا سودا لیے ہوئے
میں پھر رہا ہوں حسرت بطحا لیے ہوئے
غارِ حرا سے وہ آئے اقراء لیے ہوئے
بخشش کی عاصیوں کا قبالہ لیے ہوئے
صدیق ان کے نور سے صدیق ہو گئے
فاروق نور کا ہیں صحیفہ لیے ہوئے
عثمان پر ضیائے جمال محمدی
حیدر انہیں کے نور کا آلہ لیے ہوئے
زہرہ کلی ہیں جس کی اور حسنین پھول
ہیں سارے اہلبیت نور کا تحفہ لیے ہوئے
کیوں تاریکی قبر کا محسن کو خوف ہو
آئیں گے وہ من رانی کا جلوہ لیے ہوتے

منقبت کے اشعار:-

مری بگڑی بنا دو شاہ جیلاں
قضا کا آگیا پیغام یا غوث
لگا دیں ایک ٹھوکر سلطنت کو
ترے در کے جو ہیں خدام یا غوث
سرہانے اپنے محسن کے تم آنا
جب آئے موت کا پیغام یا غوث [1]

---

[1] مکتوب مولانا سید مبشر علی محسن رضوی بنام راقم محررہ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ۱۲ رضوی غفرلہ،

ہمدرد قوم وملت مولانا حافظ مبین الہدیٰ نورانی[۱]

بانی دارالعلوم امام حسین جواہر نگر جمشید پور

ولادت اور نسب

ہمدرد سنیّت حضرت مولینا حافظ قاری محمد مبین الہدیٰ رضوی نورانی بن مولانا سراج الہدیٰ قادری مولانا شاہ نورالہدیٰ قادری ۲؍محرم الحرام ۱۳۶۵ھ/۷؍دسمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ کو اپنے آبائی وطن موضع محمد پور ضلع گیا (بہار) میں پیدا ہوئے جو گوراارو ریلوے اسٹیشن سے اُتر کی جانب واقع ہے۔

تعلیم وتربیت

مولانا حافظ مبین الہدیٰ نورانی کی ابتدائی تعلیم اردو اور ناظرہ کے استاذ مولانا باقر علی خاں، حافظ ہدایت حسین مرحوم، مولوی گل محمد اور مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی ہیں۔

مولانا نورانی[۱] کے والد ماجد نے ایک دن بڑی ہی حسرت کے ساتھ یہ فرمایا کہ "میرے خاندان میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہے اس لیے میری یہ آرزو ہے کہ میری اولاد حافظ قرآن بنے۔" لہٰذا والد ماجد نے حفظ قرآن کے لیے آپ کو استاد کے حوالے کر دیا۔ ۲؍جمادی الآخر ۱۳۷۰ھ کو حفظ قرآن کا آغاز کیا۔ تسمیہ خوانی مولینا عبدالشکور اعظمی نے کرائی۔ مولانا نورانی نے حافظ خلیل الرحمن سے ایک پارہ حافظ نصیرالدین سے چھبیس[۲۶] پارے تک حفظ کیا۔ کسی وجہ سے تعلیم میں خلل واقع ہوا۔ یہاں تک کہ حافظ ملت مولینا عبدالعزیز رضوی مرادآبادی نے اپنے ایک مکتوب بنام شاہ نورالہدیٰ قادری میں لکھا۔

برخوردار مبین الہدیٰ سلمہ، کی تعلیم کا آپ نے کیا انتظام کیا ہے میرے خیال سے آپ ان کو مبارکپور بھیج دیں، امسال عزیزی مولوی قاری رحمت اللہ اوری والے درجۂ حفظ و قرأت میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس لیے مجھے اطمینان ہے کہ بہتر سے بہتر تعلیم ہوگی۔ حفظ کے ساتھ قرأت کی بھی تکمیل ہوجائیگی۔

حافظ ملت کے حکم کے مطابق والد ماجد نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھیج دیا، وہاں پر قاری رحمت اللہ نے تکمیل حفظ کیا۔ اور وقتاً فوقتاً حافظ ملت کو بھی قرآن مجید سنانے کا موقع میسر آیا۔ ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ کو جامعہ اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی کے دست مبارک سے آپ کی دستار حفظ ہوئی۔

دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور میں تکمیل حفظ قرآن کے بعد فارسی کی کتابیں مولینا شمس اللہ قرأت و تجوید کی کتابیں قاری عبدالحکیم بلرام پوری سے پڑھیں اور درس نظامیہ کی کتابیں حافظ ملت قدس سرہ مولانا سید حامد اشرف رضوی کچھوچھوی، مولینا محمد شفیع اعظمی، مولانا مظفر حسین ظفرادیبی، مولینا مفتی عبدالمنان گھوسی، قاری محمد یحییٰ اور مولینا حافظ عبدالرؤف بلیاوی سے پڑھیں۔ ۱۰؍ شعبان ۱۳۸۹ھ ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۶۹ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء دارالعلوم اشرفیہ سے مولانا نورانی کی دستار قرأت اور دستار فضیلت حاصل ہوئی۔

بیعت و خلافت

مولینا مبین الہدیٰ نورانی سلسلہ قادریہ میں والد ماجد مولانا شاہ سراج الہدیٰ قادری سے بیعت ہیں۔ اور ۱۱؍ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ / ۲؍ اپریل ۱۹۷۲ء بروز چہارشنبہ بعد نماز مغرب اپنے والد ماجد کی خانقاہ بیت الانوار گیا، میں مفتی اعظم قدس سرہ، سے طالب فیض کے لیے سلسلۂ رضویہ میں داخل ہوئے۔

۰۸؍ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ / ۱۶؍ اپریل ۱۹۷۹ء کو مسجد بیت الانوار گیا میں والد ماجد

شاہ سراج الہدیٰ قادری نے مولینا نورانی کے سر پر اپنی خلافت و اجازت کی دستار باندھی۔
۷ رشعبان ۱۴۰۱ھ کو خانقاہ رضویہ بریلی شریف میں بموجودگی مولینا مفتی محمد اعظم نوری ٹانڈوی حضور مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفے رضا نوری بریلوی نے سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ کی اجازت عطا فرمائی۔ ۱۶ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ/ ۹ رنومبر ۱۹۸۷ء بروز دوشنبہ جبکہ مولینا مبین الہدیٰ خانقاہ قادریہ داد ونگر حاضر ہوئے۔ اس وقت مولینا سید حماد احمد قادری نے سلسلۂ طریقت کی خلافت عطا فرمائی۔ مولینا شاہ غلام آسی پیا حسنی رام پوری نے بزم جہانگیری آسوی، فجر بازار ہوڑہ میں، ۱۷ رشعبان ۱۴۰۹ھ/ ۲۶ راپریل ۱۹۸۹ء بروز یکشنبہ کو سلسلۂ ابوالعلائیہ کی اجازت سے نوازا۔

مولینا مبین الہدیٰ نورانی کی دعوت پر حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ گیا تشریف لائے۔ انہی ایام میں ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۹۳ھ کو تعویذات کی اجازت عطا فرمائی۔

عقد مسنون

حضرت مولینا مبین الہدیٰ نورانی کا رشتۂ نکاح ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۹۲ھ/ ۱۶ رنومبر ۱۹۷۲ء کو غلام منزل ملک ضلع رام پور میں فیض العارفین مولینا غلام آسی رضوی کی صاحبزادی شاہدہ خاتون سے ہوا۔ اور نکاح حضرت حافظ ملت قدس سرہٗ نے پڑھایا۔ بفضلہ تعالیٰ اس وقت مولانا نورانی کے چار لڑکے ہیں اور چاروں کا اصلی نام محمد ہے اور عرفی نام یہ ہیں:

۱۔ رضوان الہدیٰ (۲) فیضان الہدیٰ (۳) برہان الہدیٰ (۴) ریحان الہدیٰ

تدریس اور امامت

مولانا نورانی گیاوی فراغت کے بعد والد ماجد کا قائم کردہ مدرسہ عین العلوم گیا میں تقریباً پونے چار سال تدریسی خدمت انجام دیں، دار العلوم حنیفیہ سنیہ اسلام پورہ مالیگاؤں مہاراشٹر میں تقریباً سوا سال بحیثیت صدر مدرس رہے۔ وہاں سے آنے کے بعد پھر دوبارہ مدرسہ عین العلوم گیا میں ایک سال بحیثیت صدر مدرس رہے۔ بعدہٗ باری مسجد آزاد نگر جمشید پور میں خطیب و امام ہوئے۔ مولانا نورانی پونے چھ سال تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ دوران

امامت باری مسجد دارالعلوم غوثیہ نظامیہ جمشید پور میں درس بھی دیا۔ تیسری بار پھر اہم بزرگوں کی تحریک پر مولانا نورانی بحیثیت مہتمم مدرسہ عین العلوم گیا تشریف لائے۔ اراکین باری مسجد جمشید پور کی کوشش بسیار پر دوبارہ باری مسجد کی مسند خطابت کو رونق بخشی۔ کچھ شر پسندوں کی وجہ سے ۷؍مارچ ۱۹۸۷ء/ ۶؍رجب المرجب ۱۴۰۷ھ کو آپ نے استعفیٰ دیدیا۔

قیام دارالعلوم امام حسین جمشید پور

جواہر نگر جمشید پور میں جب مولینا مبین الہدیٰ نورانی نے مستقل قیام کیا تو لوگوں نے آپ کو آبادی کی ضرورت کا احساس دلایا۔ چونکہ خود بھی آپ ایک غیر معمولی دینی جذبے کے انسان ہیں۔ اس لیے ایک دینی درسگاہ کی اہم ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ عوام کے اصرار پر یکم محرم الحرام ۱۴۰۸ھ بروز جمعرات کو جواہر نگر کی سرزمین پر بنام دارالعلوم امام حسین ایک ادارہ قائم کیا۔

دارالعلوم امام حسین دو سال تک مولانا نورانی ہی کے مکان نورانی منزل کے ایک حصہ میں چلتا رہا۔ باقاعدہ اور باضابطہ ۲۵ جمادی الآخر ۱۴۰۸ھ کو سنگ بنیاد کی رسم ادا کی گئی۔

مولینا مبین الہدیٰ نورانی صاحب قلم اور متبحر عالم دین ہیں۔ آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں، اور ان کو مفت تقسیم کروایا۔

۱۔ امام احمد رضا کون؟

۲۔ تعلیمات امام احمد رضا پر ضمیمہ رد منکرات

۳ تجلیات کنزالایمان

چند تلامذہ

۱۔ مولینا مفتی ابوالخیر شمس الدین احمد رضوی صدر مدرس مسعود العلوم بہرائچ شریف

۲۔ مولینا فضل احمد مدرس تیغیہ نظامیہ سہسرام

۳۔ مولانا مجاہد حسین دارالعلوم غریب نواز الٰہ آباد

۴۔ مولانا خالد علی خاں شمس العلوم اروِل جہان آباد

۵۔ مولانا زبیر احمد مدرسہ غوثیہ مستان باغ غازی باغ

۶۔ مولانا اشرف حسین کدھون پلاموں

۷۔ مولانا شوکت حسین ہزاری باغ

۸۔ قاری نور محمد نیپالی، مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور

۹۔ حافظ مسعود انور دارالعلوم غریب نواز بمبئی

۱۰۔ حافظ سلیم الدین جمشید پور

۱۱۔ قاری حافظ کمال الدین مدرس تبلیغ الاسلام گڑھوا پلاموں

۱۲۔ حافظ نور العین، شیخ بیگھر ضلع اورنگ آباد

۱۳۔ حافظ علی امام مدرس مدرسہ رضائے غوث آسنسول

۱۴۔ حافظ عبد الجبار امام باری مسجد آزاد نگر جمشید پور

۱۵۔ حافظ محمد مبین خاں جامع مسجد اورنگ آباد

۱۶۔ حافظ نسیم اختر گریڈیہہ

۱۷۔ حافظ عبد الرشید چھپرہ

۱۸۔ حافظ محمد الیاس پلاموں

۱۹۔ حافظ تسلیم الدین دوبھلی ضلع گیا

۲۰۔ مولانا عبد الرؤف ہزاری باغ [۱]

---

[۱] یہ جملہ کوائف حضرت مولانا مبین الہدیٰ نورانی رضوی کے مکتوب سے ماخوذ ہیں۔ بنام راقم محررہ ۶ر اگست ۱۹۹۰ء/ ۱۴۱۰ھ ۱۲، رضوی غفرلہ

خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد رضوی

مہتمم دارالعلوم غریب نواز مدیر ماہنامہ پاسبان الہ آباد

ولادت

فاضل گرامی خطیب مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی رضوی بن عارف حسن صدر الدین عرف گھاسی بابا (رحمۃ اللہ علیہ) ۱۵ اگست ۱۹۲۲ء کو موضع سرائے غنی تحصیل پھولپور ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ یہ موضع مردم خیز علاقہ ہے۔ جہاں اب بھی مولانا مشتاق احمد نظامی کا پختہ مکان آم کا باغ اور آراضی ہے۔ لیکن اب سکونت شہر الہ آباد محلہ دائرہ شاہ اجمل میں ہے۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی نے اولاً تعلیم قرآن کریم اور ابتدائی مروجہ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد والد ماجد حضرت صدر الدین گھاسی بابا رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں مولانا مشتاق احمد نظامی کی حاضری دلائی اور علوم عربیہ کی تحصیل کے لیے آستانہ خواجہ غریب نواز پر منت مانی۔ یہ حاضری رجب المرجب ۱۳ھ کو ہوئی اور شوال المکرم ۱۳ھ میں مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن رضوی رئیس اعظم اڑیسہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

مولانا مشتاق احمد نے درس نظامی کی کتابیں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں پڑھیں، ابھی درس نظامی کی تحصیل کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ ۱۹۴۴ء میں الہ آباد بورڈ سے عالم کا امتحان دیا جس میں فرسٹ ڈویژن پاس ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں منشی کا امتحان دیا اور ۱۹۴۶ء میں فاضل ادب کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔

فراغت

حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی درس نظامی کے ساتھ ۱۹۴۷ء میں کامل کے امتحان میں کامیاب ہوئے اور اسی سال سند فراغت بھی حاصل فرمائی۔

اساتذہ کرام

۱۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن رضوی اڑیسوی علیہ الرحمہ

۲۔ حضرت مولانا قاری عبد الرب ازہری حبیبی دین نگر پور ضلع مراد آباد

۳۔ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی حبیبی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ سہسرام (بہار)

۴۔ حضرت مولانا سید عبد القدوس حبیبی بھدرکی اڑیسہ

۵۔ حضرت مولانا محمد عمر الہ آبادی

۶۔ مولانا حکیم محمد احسن بہاری

تدریسی زندگی

مولانا مشتاق احمد نظامی ۱۹۴۶ء میں فراغت سے ایک سال پہلے ہی الہ آباد کی قدیم درسگاہ مدرسہ مصباح العلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ مولوی، عالم وغیرہ کی اعلیٰ کتابیں مولانا مشتاق احمد نظامی کے زیر درس رہیں۔ الہ آباد کی مرکزی درسگاہ جامعہ حبیبیہ میں آپ نے ایک سال کے لگ بھگ تدریسی خدمات انجام دیں۔ کتابوں کے اسباق زیادہ ہونے کے سبب مدرسہ میں طلبہ رہ جاتے تھے تو مولینا مشتاق احمد نظامی رضوی اپنے دولت کدے پر طلبہ کو درس دیتے تھے

کچھ عرصہ کے لیے مدرسہ عالیہ فاروقیہ بنارس میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے۔ چند مہینوں کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے اصرار پر مولانا مشتاق احمد نظامی نے مدرسہ سبحانیہ کی مسند درس و تدریس کو زینت بخشی اور تین برس سے زیادہ تدریسی خدمات انجام دیں۔

بیعت و خلافت

مولینا مشتاق احمد نظامی سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں مجاہد ملت مولینا حبیب الرحمن رضوی علیہ الرحمہ سے بیعت و ارادت رکھتے ہیں اور حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی نوازا ہے، علاوہ ازیں حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مصطفٰے رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے جمیع سلاسل کی اجازت عطا فرمائی۔

تعویذات کی اجازت

حضور مفتی اعظم قدس سرہ، نے مولانا مشتاق احمد نظامی کو جملہ اوراد و وظائف اور تعویذات وغیرہ کی اجازت عطا فرمائی۔ خانقاہ بیت الانوار گیا بہار کے مورث اعلیٰ مولانا شاہ صوفی عین الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چلہ کیا تھا۔ چلہ ہونے پر ایک جن نے صوفی عین الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک نقش لفولفق کیا تھا۔ یہ نقش جملہ امور میں بہت ہی مجرب اور زود اثر ہے۔ اس خانقاہ بیت الانوار سے مولانا مشتاق احمد نظامی کو اس نقش کی اجازت حاصل ہے۔ جس کسی کو اس نقش کا تعویذ دیا۔ علی العموم وہ کارگر ہی ثابت ہوا۔

تبلیغی پروگرام

حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی جہاں کہنہ مشق مدرس، کامیاب مقرر، مصنف و محقق اور بے بدل مناظر ہیں وہیں سیاح بھی ہیں۔ وہ بستر جو ہمیشہ کھلا رہتا تھا اب وہی بستر ہمیشہ بندھا رہتا ہے، اب زندگی صبح کہیں، شام کہیں گزرتی ہے۔ ۱۹۴۶ء ہی سے

مولانا مشتاق احمد نظامی کی جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت ہونے لگی تھی۔ لیکن پروگراموں کی ہماہمی میں درس وتدریس کا سلسلہ بہت کم جاری رہتا ہے۔

مولینا مشتاق احمد نظامی کے اندر متعدد خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ فن خطابت کے شہسوار اور میدانِ صحافت کے تاجدار، رزمگاہِ مناظرہ میں بادلوں کی گھن گرج، اور بجلیوں کی تڑپ، متعدد مناظروں میں شرکت کی اور جس سے بھی پنجہ آزمائی کی اس کی کلائی توڑ دی، اور خود مظفر و منصور ہوئے۔

تحریکوں میں شرکت

جب آل انڈیا تبلیغ سیرت قائم ہوئی اور مولینا مشتاق احمد نظامی اس کے جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے تو اس کے لیے جو بے مثال قربانیاں پیش کیں وہ فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ مولانا مشتاق احمد نظامی کو آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ کے آرگنائزر سکریٹری اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کا جنرل سکریٹری بھی منتخب کیا گیا۔ مولانا مشتاق احمد نظامی نے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی اور مستعدی سے نہ صرف نبھایا بلکہ ناقابل فراموش قربانیاں بھی دیں۔

دار العلوم غریب نواز الہ آباد مولانا مشتاق احمد نظامی کی علمی یادگار ہے۔ بہت سے ادارے جو نصف صدی کی کوشش کے باوجود نہ کر سکتے۔ سات آٹھ برس کی قلیل مدت میں اس سے کہیں زیادہ کر کے دکھا دیا۔ اس وقت رضا لائبریری، ادارہ تحقیقات، اور دار المصنفین کا باضابطہ قیام مولینا مشتاق احمد نظامی کی کوششوں کے اصل نشانے پر ہے۔ مسلم پرسنل لا ر کانفرنس منعقدہ بمبئی و الہ آباد میں شرکت کے لیے جان توڑ کوشش کی گئی۔ ہر چند کہ جزوی طور پر مقصدیت کا اشتراک ہے۔ لیکن مولینا مشتاق احمد نظامی نے عملاً اشتراک و تعاون کو گوارہ نہ کیا۔ تاکہ عوام کہیں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اور اسلاف کی شیشہ پگھلائی دیوار میں شگاف نہ آجائے۔

تصانیف

۱۹۶۶ء میں مولانا مشتاق احمد نظامی نے ماہنامہ پاسبان الہ آباد کا

اجرا کیا۔ کچھ دنوں کے لیے اس کا آفس بمبئی منتقل کر دیا۔ عرصۂ دراز تک ماہنامہ پاسبان سنیت کی زمین پر بادل بن کر چھایا رہا۔ جب تک مولانا مشتاق احمد نظامی کا قلمی تعاون پاسبان کو حاصل رہا اس کا ہر شمارہ علم و ادب اور تاریخ کی دستاویز ہوتا۔ ماہنامہ پاسبان نے مجدد نمبر اور امام احمد رضا نمبر بھی شائع کیے۔ مجدد نمبر میں مولانا مشتاق احمد نظامی کا اداریہ اتنا مقبول ہوا کہ متعدد مصنفین نے اسے من وعن شائع کیا۔ مندرجہ ذیل تصانیف عوام وخواص سے خراج عقیدت حاصل کر چکی ہیں۔

۱۔ خون کے آنسو، (جلد اول) جب حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کو یہ کتاب بطور تحفہ پیش کی گئی تو حضرت نے بیس روپے بطور انعام عطا فرمائے۔

۲۔ خون کے آنسو (جلد دوم) (جس سے ایوان دیوبند میں زلزلہ آگیا)

۳۔ جماعت اسلامی کا شیش محل (مودودی جماعت کے رد میں ایک سلجھی ہوئی علمی معلوماتی کتاب ہے)

۴۔ ہند کے راجہ (حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و سوانح)

۵۔ مجرم کون؟ اس میں سوال کے پردے میں اصل مجرم کا چہرہ بے نقاب کر دیا ہے۔

۶۔ کربلا کا مسافر (خلافت معاویہ و یزید جیسی رسوائے زمانہ کتاب کا علمی تحقیقی اور سنجیدہ جواب)

۷۔ دیندار کے بے نقاب چہرے (صدیق دیندار چنید ربشویشور کے خانہ ساز دھرم کی یہ کتاب برہنہ تصویر ہے)

۸۔ نسیم رحمت (تین حصے) مکاتیب اسلامیہ کا نصاب تعلیم ہے۔

۹۔ فردوس ادب (چار حصے) (یہ بھی مکاتیب اسلامیہ کا نصاب تعلیم ہے۔)

۱۰۔ منارۂ ہدایت (شریعت یا جہالت" کی قابل مواخذہ عبارات کا علمی تجزیہ)

۱۱۔ تنویر الایمان فی فضائل شعبان (فضائل شعبان سے متعلق احادیث کا مجموعہ)

۱۲۔ قہر آسمانی بر فتنۂ حقانی (بالن حقانی کے رد میں بہترین کتاب)

۱۳۔ وہابیوں دیوبندیوں کی پہچان (علماء دیوبند کے گندے عقائد کو مستند کتابوں کے حوالوں سے عوام کے کورٹ میں پیش کیا گیا ہے۔)

۱۴۔ تبلیغی جماعت کے ڈھول کا پول

۱۵۔ دیوبندی بولتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

۱۶۔ تقلید شخصی

۱۷۔ دیوبند کی خانہ تلاشی

۱۸۔ خطبات نظامی (مولانا نظامی کے مقالات کا مجموعہ)

۱۹۔ دیوبند کا نیا دین

۲۰۔ عقائد اہلسنت

۲۱۔ انکشافات

چند تلامذہ

حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی سے اکتساب فیض کرنے والوں کے مشہور اسماء۔

۱۔ مولانا نور الدین نظامی پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور

۲۔ حافظ قاری نعمت اللہ غازی پوری ثم الہ آبادی

۳۔ مولانا عبد الحمید مراد آبادی

۴۔ مولانا انوار احمد نظامی ناظم دار العلوم غریب نواز الہ آباد

۵۔ عالی جناب محمد ابوذر مانی سابق انسپکٹر مدارس عربیہ و فارسیہ اتر پردیش [1]

---

[1] مشتاق احمد نظامی، مولانا: جماعت اسلامی، ابتدائیہ از مولانا انوار احمد نظامی الہ آبادی

(نوٹ) راقم السطور نے کافی خطوط اور رابطے قائم کیے مگر مزید حالات حاصل نہ ہوسکے اور نہ ہی تلامذہ و خلفاء کی کوئی فہرست حاصل ہو سکی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ'

فقیہہ الملت مفتی محمد مشرف احمد رضوی مظہری رح

سابق خطیب مسجد شیخان باڑہ ہندو راؤ دہلی

ولادت اور تعلیم

حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمۃ دہلی میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کی تکمیل کے بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں مدرسہ عالیہ مسجد جامع فتحپوری دہلی سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں سند تکمیل حاصل کی، اس کیساتھ ساتھ فن طب میں سند حاصل کی، اور مہارت تامہ پیدا کی ابتدا میں کچھ عرصہ دہلی میں رہے اور مسجد جامع فتحپوری میں نائب مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر قصبہ نوح میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں استاد دینیات مقرر ہو گئے، چند سال یہاں گزار کر پھر دہلی تشریف لے آئے، اور یہاں مسجد شیخان (باڑہ ہندو راؤ) میں خطیب مقرر ہوئے۔ سالہا سال فرائض خطابت اور امامت انجام دیتے رہے اس کے علاوہ مطب بھی فرماتے۔

علم وفضل

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ فن قرأت، حفظ قرآن کریم، علوم عربیہ، بالتخصیص فقہ اسلامی پر کمال رکھتے تھے اور اپنی مثال آپ تھے۔ تقریباً تیس سال فتوی تحریر فرماتے رہے، جو نہایت فاضلانہ اور تحقیقی وکاوش کا نتیجہ ہوتے تھے. اس کے علاوہ مختلف علمی رسائل میں مضامین بھی تحریر فرماتے رہتے تھے۔ مفتی محمد مشرف احمد کے علمی وفقہی اور مذہبی

نگارشات کو جمع کیا جائے تو کئی ضخیم مجلدات تیار ہو سکتی ہیں۔ مگر آپ خاموشی کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف تھے۔

فنِ تقریر گوئی

علامہ مفتی محمد مشرف احمد کو تقریر کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ طبیعت نکتہ رس پائی تھی، کئی کئی گھنٹے فاضلانہ اور عالمانہ تقریر فرماتے۔ تبلیغ وارشاد کے فرائض بھی دیتے تھے۔ مفتی محمد مشرف احمد کے دستِ حق پرست پر بہت سے غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بیعت وخلافت

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ خلافت واجازت حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (والد ماجد) نے نوازا تھا[1] اور سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں حضور مفتیٔ اعظم مولینا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے خلافت واجازت مرحمت فرمائی[2]۔ مفتی محمد مشرف احمد کے بکثرت مریدین ومعتقدین ہیں۔

فنِ طب میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے مطب سے بیشمار مریض فیضیاب ہوتے تھے۔ طبیعت بے نیازانہ اور فقیرانہ پائی تھی۔ علاج پُر تاثیر تھا تعویذات وعملیات میں بھی کمال حاصل تھا۔ بفضلہ تعالیٰ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف سے

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود ص ۴۷ ۳

[2] (الف) بروایت مولینا سید شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور (ب) مولینا صغیر احمد رضوی جوکھن پوری نے راقم کو ایک ملاقات میں بتایا کہ مفتی مشرف احمد کو حضرت سے اجازت حاصل تھی۔ ۱۲ رضوی غفرلہ،

بھی مشرف تھے۔ تقریباً بیس سال تک تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ مفتی محمد مشرف احمد کی نگارشات کے مطالعہ سے زبان دانی اور بے پناہ قوت اظہار کے ساتھ ساتھ تبحر علمی اور تحقیقی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

نمونہ تحریر

علامہ زمخشری جنات کے وجود کے قائل نہ تھے۔ زمانہ حجۃ الاسلام امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، جنات آپ کی خدمت میں آکر مستفیض ہوا کرتے تھے۔ ایک روز آپ نے جنات سے دریافت فرمایا۔ آج کل کیا کیا ہو رہا ہے؟ اس کے جواب میں علامہ زمخشری کا ذکر آیا۔ عرض کیا حضور زمخشری قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہے ہیں جو نصف تک پہنچ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ لکھا ہے وہ یہاں لے آؤ۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ آپ نے اس کی نقل کروا کے اپنے پاس رکھ لی، اور اصل کو وہیں رکھوا دیا۔ پھر زمخشری جب آئے تو آپ نے وہ نقل دکھائی دیکھتے ہی حیرت میں رہ گئے۔ کہنے لگے اگر یہ تفسیر اپنی بتاتا ہوں تو تعجب یہ ہے کہ میرا نسخہ دوسرے تک پہنچا کیسے۔ حالانکہ میں نے اس کو نہایت حفاظت کے ساتھ مقفل کر کے رکھا ہے۔ اور اگر کسی دوسرے کی کہوں تو معانی کثیرہ الفاظ کثیرہ اور ان کی وضع و ترتیب کس کس چیز میں اور کہاں تک توارد مانوں عقل کچھ کام نہیں کرتی، آپ نے فرمایا، یہ تفسیر تمہاری ہی ہے جنات نے لاکر دی ہے۔ تو پھر علامہ زمخشری کو جنات کے وجود کا قائل ہونا پڑا۔ (روح البیان ص ۱۲)

واضح ہو کہ خطیب کا سامعین کا مواجہ میں ہونا مسنون ہے اور یہ آلہ

(لاؤڈ اسپیکر) خطیب کی مواجہت میں بلاضرورت حائل ہو کر سنت مواجہت کا مزاحم ہوتا ہے۔ اس طرح سامعین کا خطیب کے مواجہ ہونا مسنون ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ خطیب سے دائیں بائیں جانب ہیں ان کا بھی خطیب کی جانب رُخ کرنا سنت ہے۔ اس آلہ کے استعمال کی صورت میں سنت بھی مفقود ہوتی ہے کہ اب خطیب کی جگہ خود یہ آلہ اس کا قائم مقام ہو گیا ہے۔ اگرچہ سامعین کی طرف سے روگرداں ہے۔ مگر خطیب کے فرائض تو وہی انجام دے رہا ہے۔ نیز خطیب کا کھڑا ہونا بھی سنّت کے درجہ میں ضروری ہے۔ اس آلہ کے ہوتے ہوئے یہ ضرورت بھی ایک حد تک باقی نہ رہتی۔ خطیب کا منبر پر ہونا بھی مسنون ہے جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ خطیب کے مشروع وغیر مشروع حالات کا دور تک معائنہ ومشاہدہ ہو سکے اور اس کے جذبات عالیہ قوم پر اثر انداز ہو سکیں یہ آلہ اس سنت کے بھی بعض مقاصد میں مزاحم ہے [۱]

اولاد امجاد

مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ کے چار صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں سب سے بڑے صاحبزادے مولوی محمد میاں نے علوم عقلیہ ونقلیہ میں تکمیل کی سند مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری دہلی سے حاصل کی ہے۔ مولوی محمد میاں بڑے ذہین وفطین اور فاضل وعالم جوان ہیں۔ حافظ قرآن ہیں اور علم تجوید وقرأت میں بھی پورا کمال حاصل ہے۔ علوم مغربیہ میں بھی درک ہے۔ فنِ طب میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ تشخیص وتجویز ماہرانہ ہے۔

دوسرے صاحبزادے مولوی احمد میاں ہیں، حافظ قرآن ہیں۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل

---

[۱] محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود ص ۳۷۴، ۳۷۵، بحوالہ رسالہ قصد السبیل ص ۱۵، ۱۴،

باقی ہے۔ باقی صاحبزادگان بھی حافظ قرآن ہیں اور علوم عربیہ وفارسیہ حاصل کر رہے ہیں، مفتی محمد مشرف احمد کے ایک داماد ہیں جناب قاری ڈاکٹر محمد رضوان اللہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر ہیں۔ اور بڑی خوبیوں کے مالک ہیں[1]

مسجد فتحپوری کی امامت

حضرت مفتی مظہر اللہ علیہ الرحمہ شاہی امام مسجد فتحپوری دہلی نے ۱۹۴۷ء سے مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ کو اپنا قائم اور نائب بنالیا تھا۔ پھر ایک بزرگ کی تحریک پر ۱۹۶۰ء میں مولینا محمد احمد کی جگہ حضرت مفتی محمد مشرف احمد کو نائب و قائم مقام بنایا گیا۔ مگر عملاً حضرت مفتی محمد مظہر اللہ کی حیات میں تقسیم ہند سے قبل اور بعد میں مولینا محمد احمد نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۶۶ء میں دہلی کے خود مختار ادارے سنی مجلس اوقاف نے مولانا محمد احمد کو مفتی محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ کی جگہ امام وخطیب مقرر کرکے اطلاع دیدی۔ مفتی محمد مظہر اللہ نے اس فیصلے کو قبول کرتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی۔ اسی سال مفتی مظہر اللہ نے وصال فرمایا۔ وصال کے بعد امامت کے فرائض مفتی محمد مشرف احمد انجام دینے لگے۔ مگر سنی مجلس اوقاف نے آپ کی امامت کو تسلیم نہ کیا اور آپ کو سبکدوش ہونا پڑا۔ آج کل مسجد فتح پوری کی امامت وخطابت کے فرائض مولانا محمد احمد کے فرزند اکبر مولینا محمد مکرم احمد انجام دے رہے ہیں، موصوف صاحب علم وفضل بزرگ ہیں۔ مفتی محمد مشرف احمد کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد میاں ثمر دہلوی مسجد شیخان باڑہ ہندوراؤ دہلی میں امامت وخطابت فرما رہے ہیں۔ جہاں مفتی محمد مشرف احمد برسوں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ موصوف صاحب علم، حافظ و قاری اور خطیب ہیں[2]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود ص ۳۷۵

[2] مکتوب پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ، بنام راقم، محررہ ۳۰ ستمبر ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ

(نوٹ) حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی حیات پر محترمہ فاضلہ آر۔ بی۔ مظہری (ریسرچ (باقی آگے)

مکتوب اول

ماہر رضویات محقق وقت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم القدسیہ نے راقم کی درخواست پر یہ چند مکتوب مہیا فرمائے۔ جو مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ نے ماہر رضویات مدظلہ' کے نام لکھے تھے۔

عزیز مہجور ابر یزتر در مقصود و قلب لقو راخی مسعود با حمد رب غفور سلمہ الودود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

دستی و عکسی تہنیت نامہ پہنچا آنکھیں کھل گئیں کہ عید ایسی جیتی جاگتی گوناگوں جلوے دکھاتی بر رنج والم کیف و سرور کے نغمے گاتی بجاتی آئی ہے۔ انتخاب عجیب وانشار غریب کا کیا کہنا، طبقۂ غربائے مساکین متفق اللسان ہیں کہ غریبوں کی کیا عید، عید تو دولت مندوں کی ہے کہ ہزاروں ہزار کیف و سرور سے معمور اور بھرپور ہوتی ہے اور کوئی کہتا ہے کہ سب سے زیادہ پُر لطف عید آفت رسیدہ اور غم زدہ کی ہے جو عید کے دن دولت صبر و شکر سے نوازا گیا، گو یہ قول ایک تہنیۃ مکنونہ ابلغ من التصریح ہے۔ مگر عزیز من وطن واصل مسکن ومبی کی رہائش کو غربت سے تعبیر کرنا ایک غیر معمولی مخزون و مکنون غم واندوہ کا نشان ہے۔ جب تک غم واندوہ کی بیخ کنی نہ ہو جائے صبر و شکر کی تکمیل نہیں ہوتی، حقیقی صبر و شکر کی نشانی رضا و خوشی ہے۔ دیکھو ایک شاعر کیا کہتا ہے ؎

(باقی حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) اسکالر سندھ یونیورسٹی پاکستان) کا تحقیقی مقالہ بنام "جہان مسعود" طبع ہو چکا ہے۔ فاضلہ نے جہان مسعود لکھ کر سوانح نگاروں کو نئے زاویے پر تذکرہ لکھنے کی دعوت دی ہے، اس میں الفاظ کم تحقیق زیادہ ہے۔ راقم کو محترمہ کا یہ اچھوتا طرز نگارش بہت پسند آیا جہان مسعود کے مطالعہ سے محترمہ کی علمی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۲ رضوی غفرلہ'

هنیئاً لارباب النعیم نعیمہا

وللعاشق المسکین ما یتجرع

اس شعر میں بھی رضا کا پہلو کما حقہ روشن نہیں دوسرے عاشق نے اس کو خوب واضح کر دیا ہے۔ کہتا ہے:

اس کو دیکھو جسکی نظروں میں یہ غم آکر بسے

زخم یہ وہ ہے کہ صحت پر یہ کہہ کہہ کر ہنسے

تازہ دارد زخم دل فیض نمکدان کسے

سبز شد نخل مرا داز آب پیکان کسے

اس عیب جوئی سے آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ مہ جبینوں کے رُخ روشن پر اگر کوئی کالا داغ ہوتا ہے تو وہ بدنما نہیں معلوم ہوتا بلکہ حسن دوبالا کر دینے والا ہوتا ہے۔ انقلاب حاضرہ کی ایک نیرنگی جو کسی وقت آپ کے پیش نظر کی گئی تھی۔ غالباً اس کو آپ نے فراموش فرما دیا۔ ورنہ آپ کو موازنۂ عید غریب و عید وطن کے تصور و تحریر کی زحمت نہ ہوتی۔ غم واندوہ کے اثرات سے خالی الذہن ہو کر اور مکین و مکان کی اصلیت و تبعیت کا فیصلہ کر کے دونوں ملکوں میں اپنے احباب واقربا کا جائزہ لیا جائے تو غریب وطنیت کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ مکان مکین کا تابع ہے نہ مکین مکان کا جو مقام معتمینی و مطمئنی اعزا رواقربا سے پُر ہو یقیناً وطن سکونت ہے اور جو مقام ان سے خالی ہو گذرگاہ غربا ہے۔ دونوں ملکوں کے اعزا واقربا سب کے جائزہ کا مختصر و اجمالی خاکہ یہ ہے کہ بہن بھائی وہاں بھی اور بہن بھائی یہاں بھی علیٰ ہذالقیاس خالہ ماموں یہاں، نانی وہاں دادی یہاں، والد ماجد وہاں ددو پھوپھیاں

لذکو مثل حظ الانثیین ؎ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان

وہاں بہنوئیوں کا وجدان یہاں فقدان، وہاں احباب کی کثرت، یہاں قلت، وہاں جاگیردار، یہاں کرایہ دار، وہاں عزت یہاں عسرت وہاں ذلت یہاں رجا، یہاں خوف وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

ایسی صورت میں احد الوطنین میں ترانۂ غربت کیسے موزوں ہو سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کو

ایسی دلربائی حاصل ہو کہ وطن آخر سے ہزارہا فرزندان وطن برابر کھنچے چلے جا رہے ہیں اور جو کھنچ نہیں سکتے ان کی آنکھیں اسی دلربا وطن کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور دل بھی عالم پنہاں میں اسی وطن کے احباب کے سایۂ شب و روز گل گشت کرتا رہتا ہے۔ ایسے دلربا اور پُر فضا وطن کی عید کی ہمسری بھلا اُجڑے ہوئے دیار کی عید کب کر سکتی ہے۔ مگر نہیں یہاں برابری اور ہمسری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ زندہ دل حضرات کی شان کے لائق ایسے ہی اُجڑے وطن کی عید ہے۔ کل حزب بما لدیہم فرحون

تہنیت نامہ کے آخر میں حد سے زیادہ تاخیر جواب کی شکایت نہایت دل لبھانے والے انداز میں کی گئی ہے، یہ شکایت ایک حد تک تو بجا و درست ہے۔ لیکن اہم ضروری مصروفیتوں کے آگے ایسی شکایتوں کے کواکب و نیرات مستور بہار ہو جاتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں بسا تیمن مکاتب کے دلچسپ سیر و تفریح کے سایۂ سایۂ ایسے امر ضروری کا متلاشی رہتا تھا جس کو ضروری مشاغل پر تقدم حاصل ہو اگر کسی گلزار مکتوب میں کوئی بھی گل مقصود ایسا ہو تو فوراً بلا تاخیر منتظر جواب اپنے مقصود سے مسعد ہوتا مگر سوائے دلچسپ ملاقات و علیک سلیک کوئی امر ضروری الجواب میں نے نہ پایا رہی معنوی ملاقات و علیک سلیک تو یہ بلا واسطہ نہیں تو بالواسطہ حاصل ہوتی رہی۔ اس لیے آتش شوق و اشتیاق فرد ہوتی رہی، ماہ صیام کی آمد پر تفسیر و حدیث کے مطالعہ و بیان کے سلسلہ و مشغلہ سے فرصت ملی تو احباب و اقرباء کے چند خطوط کے جواب لکھنے کے لیے نکالے خیال تھا کہ ۱۵ ر تاریخ تک تھوڑی تھوڑی فرصت میں سب کی شکایت کا تدارک ہو جائے گا۔ مگر اب کے سال خلاف معمول پہلے ہی سے خطوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور بعد انصرام ماہ صیام سب سے پہلے برادر معظم جناب بھائی محمود صاحب کے مکاتیب ثلثہ کا جواب پیش کرنا

تھا۔ مگر افسوس کہ ایک کا بھی جواب مکمل نہ دے سکا۔ لبعد ازاں آپ کی جانب رفع شکایات کے لیے متوجہ ہوا۔ فیصلہ شدہ حتمی اور یقینی امر تھا حسن اتفاق کہ اسی وقت تہنیت نامہ پہنچا جسے جواب کو بھی اپنے رنگ میں رنگ دیا۔

یہ سب طول طویل قصہ آپ کے انتظار جواب کی کلفت دور کرنے کے لیے لکھا گیا۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ جواب کا انتظار زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے یا کسی مقصود مسعود کی آمد کا انتظار۔ اگر اہل انصاف کے سامنے یہ مسئلہ رکھا جائے تو وہ یقیناً یہی فیصلہ صادر فرمائیں گے کہ ثانی الذکر انتظار کی تکلیف اول الذکر انتظار کی تکلیف سے دوچار نہیں، بلکہ ہزار درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے صحیح اور واقعی ارادہ آمد سے مطلع فرمائیں۔ تخلف ارادات کے تواتر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین پاکستان فولادی ارادوں کے لیے مقناطیس بن گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ کی آمد ایک خواب پریشاں نظر آتی ہے۔ آپ کے خط میں مکرمہ معظمہ جنابہ دادی صاحبہ کی خیریت سے ضرور مطلع فرمائیں۔ اور ان کی خدمت بابرکت میں ہم سب کا سلام و نیاز پیش فرمائیں۔ اور پھوپھا صاحب وعمتیق محترمین کی خدمت میں بھی جمیع اہل خانہ ہم سب کی جانب سے حسب مراتب سلام و دعا پیش فرمادیں۔ والسلام

احقر مشرف احمد عفی عنہ

بروز جمعہ ۵ رشوال المکرم ستمبر ۱۹۴۹ء

مکتوب دوم

اخی الاعز جبین اعزاد علما رحلما روکما من الجرانی الرضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مرقع رنج وملال موصول ہوا۔ دل بیقرار، سینہ فگار، آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ نامۂ غم اندوہ نے تمام مشاغل سے ہمہ وجوہ یکلخت اپنی طرف جذب کرلیا، اور اس امر پر مجبور کردیا کہ جلد از جلد تسلی نامہ ارسال کیا جائے۔ عزیز من یہاں سب کی ظاہراً و باطناً ہر طرح یہی کوشش ہے کہ آج آپ حضرات سے جلد ملاقات ہو۔ لیکن جب تک اس میں کامیابی نہ ہو اس وقت تک آپ حضرات کی دوری مقتضائے مشیئت ہے جس پر ہزار ہا نزدیکیاں اور کروڑہا ملاقاتیں قربان ہیں کہ مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ، عقلاً ونقلاً ہر طرح مسلّم ہے، قدرت بچہ سے ماں کا دودھ چھڑاتی ہے تو ساری دنیا بلکہ سارا عالم اسی فطام عقل میں بھی طفل کے لیے صدہا حکمتیں مضمر پاتا ہے، بلکہ آئندہ وہی طفل اس فطام ناگوار کو سراہتا ہے، اور اپنی طفلی پر مسکراتا ہے۔ عزیز من ذرا اس حدیث قدسی کو تو دیکھو یہ تمہارے لیے کیسی بشارتِ عظمیٰ ہے۔

انا عند المنکسرۃ قلوبھم

اگر احباب کا قرب نہیں تو اس کا نعم البدل تو دیکھو کیسا عظیم الشان نصیب ہوا۔ اور امام الناصحین علامۂ اجل حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا ظاہری مطلب سقیم ہے جو تمھارے قلب حزیں کی علیہ تسکایت کی شکایت کرتا ہے۔

اے وارث جد امجد مسعود احمد، حبیب احمد اس شعر (دوستاں را الخ) کو میزان قرآن میں تولو اور محک فرقان پر کھو تو اس کا جوہر اصل آشکارا ہو۔

قال اللہ تعالیٰ ولا یحسبن الذین کفروا انما

علی لھم خیر لانفسھم انما علی لھم لیزدادوا

اثما ولھم عذاب مھین

وقال تعالیٰ

ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت

کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین
کالفجار۔

بھلا نوازش خداوندی سے دشمنانِ دین کو کیا تعلق۔ اس کی نوازش تو دوستوں ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

قال علیہ السلام واذا احب اللہ عبد
ابتلاہ فان جبن اجتباہ وان راضی
اصطفاہ اوکما قال علیہ السلام

قلت فرصت کے سبب گو زیادہ کچھ نہ لکھا جا سکا۔ تاہم مولائے تعالیٰ کے لطف وکرم سے امیدواثق ہے کہ یہ عجالہ مختصر نشتر انقلاب کے زخمی دل وخستہ جگر کے لیے مرہم کافوری ثابت ہوگیا۔ اور آپ سے بھی زیادہ عزیز فاضل بے عدیل مولوی منظور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ وعافاہ والبقا اس شربت روح افزا سے خاص کیف وسرور حاصل کریں گے۔ گو انہیں تحریر میں مخاطب نہیں کیا گیا۔ مگر اندازِ تحریر سے وہ تاڑ لیں گے کہ مضمون مکتوب میں وہ خصوصاً مضمون وملحوظ ہیں، اب آخر میں آپ حضرات سے رخصت ہوتے ہوئے ان بیقرار خورد وکلاں کو سلام ودعا لکھ رہا ہوں۔ جن کو آپ کے مکتوب نے تڑپا دیا یہ سلام ودعا مع الآداب والکرام سب سے پہلے دادی صاحبہ دام مجدھا پھر پھوپھا صاحب کے پھر عمتین محترمین پھر درجہ بدرجہ سب کی خدمت میں تحریر ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ والسلام علیکم وتلوبنا لدیکم، گو جواب تمام مشاغل چھوڑ کر لکھ لیا تھا۔ مگر مشاغل نے ایک اژدھام کیا اس لیے اسکی روانگی میں ایک روز کی تاخیر ہوگئی۔ آپ کا خط جمعہ کی شام کو موصول ہوا اور یہ انوار کو روانہ ہو رہا ہے

احقر مشرف احمد عفی عنہ،

شنبہ ۲۰ ربیع الثانی مطابق ۱۹ فروری ۱۹۴۹ء

مکتوب سوم

اخی المحبوب عزیز الوجود مولوی مسعود احمد صاحب سلمہٗ الودود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

قلبی وقلمی نقش ونگار اور فرح وانبساط سے آراستہ وپیراستہ آپ کا عید کارڈ مردہ دلوں میں روح انبساط پھونکنے والا موصول ہوا، گو باسی سہ باسی کے بعد موصول ہوا۔ مگر اس میں آزاد فضا کا جوش وخروش کسقدر تھا۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ اس کو پڑھ کر اس قدر باسی عید کسقدر تازہ ہوگئی۔ گویا کہ میں نے اسی وقت عید منائی فجزاکم اللہ خیراً۔

اس میں شک نہیں کہ یوم عید وہ عظیم الشان تحفۂ ربانی ہے جس کے شکریہ میں اگر مومن عزیز واخوان جی جان دھن دولت سب ہی کچھ قربان کردے تو یہ قربانیاں اس بے بہا نعمت عظمیٰ کا شکریہ نہیں ہوسکتیں۔ فالحمد للہ حمداً ایوانی نعمۃ ویکافی

مزید یہ صرف آپ ہی کے دل ناصبور کا ظہور نہیں بلکہ انسان ضعیف البنیان کی طینت کا اقتضاء ہے۔ جیمیں اس انیس مطلق جل جلالہٗ کی حکمت یہ ہے کہ انسان خالی الیف وانیس کی جدائی سے شکستہ خاطر ہو، افسردہ دل ہو عند المنکسرۃ قلوبہم کا مژدۂ ربانی نفخ روح کا کام ہے۔ اور اسے فانی کے نعم البدل باقی کے قرب خاص وانس خاص سے وہ کیف وسرور حاصل ہو جس پر باسی عید نہیں بلکہ تازہ۔

عیدین ہزارہا قربان ؎
اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

اس دورِ انقلاب کی عجوبہ کاری تو دیکھو کس قدر باطن ہیں کہ بے وطن غریب الوطن رنجوز بلاؤں سے چور نظر آرہے ہیں؟ اور کس قدر بے وطن ہیں کہ باوطن بحال حسن نعم و آلاء سے مخمور و پرسرور نظر آرہے ہیں۔ آپ نے جانا کہ عید اپنے پرشکوہ و پرشوکت طریقہ پر گذر گئی۔ مگر اس کا پتہ اسی وقت چلا جب آزاد فضا کا ایک جھونکا آیا۔ گو یہاں کے حالات کچھ بھی سہی مگر طبیعت یہی چاہتی ہے کہ آپ جلد سے جلد دہلی پہنچیں۔

فقط والسلام مع الاشتیاق التام

احقر مشرف احمد عفی عنہ

شنبہ ۱۰ ر شوال المکرم ۱۹۵۰ء

انتقالِ پُرملال

مولانا مفتی محمد مشرف احمد رضوی مظہری کا انتقال ۱۴ ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو ہوا، اور ۱۳ ر محرم ۱۴۰۲ھ کو حضور مفتی اعظم کا قدس سرہٗ کا وصال پُرملال ہوا۔ واقعہ یہ ہوا کہ مفتی اعظم قدس سرہ کے وصالِ پُرملال کی خبر جب بی بی سی لندن سے نشر ہوئی تو آپ نماز فجر سے فراغت پاکر اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے لیسین شریف کی تلاوت فرمارہے تھے۔ مفتی مشرف احمد یہ روح فرسا خبر سنکر اچھل پڑے۔ زبانِ مبارک پر جملہ یک لخت نکلا۔

"ایک ہی ساتھ جانے کا وعدہ ہوا تھا۔ ارے میرے مفتی اعظم ہی جب نہ رہے تو میں یہاں رہ کر کیا کروں گا۔"[1]

کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مزار پُرانوار مسجد شیخان باڑہ ہندو راؤ دہلی میں مرجع خلائق ہے۔

---

[1] بروایت حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی محدث الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور ۸ ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰ء، ۱۲ رضوی غفرلہ،

پیر طریقت رہبر شریعت قاری مصلح الدین رضوی علیہ الرحمۃ

سابق خطیب میمن مسجد مصلح الدین گارڈن کراچی پاکستان

ولادت

حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین رضوی صدیقی علیہ الرحمہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء بروز پیر بوقت صبح صادق بمقام قندھار شریف ضلع ناندیڑ ریاست حیدر آباد میں پیدا ہوئے حضرت قاری مصلح الدین رضوی کے والد ماجد کا نام مولینا غلام جیلانی ہے۔

خاندانی حالات

غلام جیلانی نے اپنے چچا غلام حامد عرف مدنی میاں سے فارسی کی تعلیم حاصل کی فارسی میں گلستاں، بوستاں وغیرہ یہ ساری کتابیں انہی سے پڑھیں۔ شاہان سلف کی دی ہوئی زمینداری قاری مصلح الدین کے آبا و اجداد سے چلی آرہی ہے۔ قندھار شریف کے قلعہ کی مسجد میں مولینا غلام جیلانی خدمت خطابت و امامت انجام دیتے رہے اور یہ سلسلہ تقریباً پچپن سال تک چلتا رہا۔ مولینا غلام جیلانی ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے اور وہیں ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء میں اچانک انتقال ہوگیا۔

تعلیم و تربیت

حضرت قاری مصلح الدین نے نو سال کی عمر میں ناظرہ قرآن کریم ختم کیا۔ ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء

میں چودہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم اور ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا۔ قاری مصلح الدین نے اپنے والد ماجد سے قرآن حفظ کیا۔ اور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز رضوی مبارکپوری علیہ الرحمہ نے تکمیل حفظ قرآن کے موقع پر دستار بندی کی۔ ان دنوں حافظ ملت مولینا عبدالعزیز رضوی علیہ الرحمۃ دارالعلوم عثمانیہ معینیہ اجمیر مقدس میں زیر تعلیم تھے۔ قاری مصلح الدین نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا اور وہاں آٹھ سال تک زیر تعلیم رہے۔

۱۹۴۳ء میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ مبارکپور سے جامعہ عربیہ ناگپور تشریف لے گئے تو قاری مصلح الدین بھی جامعہ عربیہ ناگپور میں منتقل ہو گئے۔ اس جامعہ عربیہ میں فراغت حاصل کی اور وہیں محدث اعظم مولینا سید محمد رضوی اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی موجودگی میں دستار بندی ہوئی۔

اساتذہ کرام

۱۔ صدر الشریعۃ حضرت مولینا محمد امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمہ

۲۔ حجۃ الاسلام حضرت مولینا محمد حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

۳۔ محدث اعظم ہند حضرت مولانا سید محمد رضوی اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ

۴۔ حافظ ملت حضرت مولینا عبدالعزیز رضوی مراد آبادی

۵۔ حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مولانا ثنار اللہ رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان میں آمد اور امامت و خطابت

تقسیم ملک قیام پاکستان کے بعد قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ ہجرت کر کے ۱۹۴۹ء میں کراچی تشریف لائے۔ ابتداءً کچھ عرصہ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ گاڑی کھاتہ کراچی میں مقیم رہے ۱۹۵۰ء میں اخوند مسجد کھارادر کراچی میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ جہاں انیس سال خدمات

سرانجام دیں۔ اسی دوران تقریباً ڈیڑھ سال قاری مصلح الدین مرکزی مسجد واہ کینٹ ضلع راولپنڈی میں فرائض امامت وخطابت انجام دیئے۔ ۱۹۴۹ء میں قاری مصلح الدین میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں امام وخطیب مقرر ہوئے۔ جہاں ۴۱ سال مسلسل خدمت سرانجام دیتے رہے، اس مسجد میں انتقال تک بڑی کامیابی کے ساتھ تبلیغ دین اور مریدوں کی اصلاح وتربیت فرمانے میں مشغول رہے۔

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تقریباً پندرہ برس تک بطور معلم ومدرس پوری لگن کے ساتھ تعلیم وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔

عقد مسنون

قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ کی پہلی شادی ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں ۲۴ سال کی عمر میں ہوئی یہ شادی فاروقی خاندان کی لڑکی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادیاں ہیں۔ دوسری شادی "بیس" برس کی عمر میں ہوئی۔ ۲۰ ذی الحجہ/ ۱۵ نومبر ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء کو جبلپور (ایم۔پی) سید صوفی محمد حسین عباسی کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے تولد ہوئے۔

صاحبزادگان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ محمد صلاح الدین صدیقی، متولد ۲۷ ربیع الاول/ ۷ دسمبر (۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء)

۲۔ مصباح الدین صدیقی، متولد ۴ ذیقعدہ/ ۳۰ مارچ (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء)

۳۔ محمد معین الدین صدیقی، متولد ۲ صفر المظفر/ ۱۸ مارچ (۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء)

زیارت حرمین شریفین

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ نے ۳۸ سال کی عمر شریف میں ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء کو پہلا حج کیا اس سفر میں عبدالشکور مرحوم بھی ہمراہ تھے۔ اس حج کے دوران جب قاری مصلح الدین مدینہ طیبہ پہنچے تو قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رضوی علیہ الرحمہ سے پہلی ملاقات کی۔ مولانا ضیاء الدین

۱۳۔ مولانا مختار احمد خطیب غوثیہ مسجد لیاقت آباد

۱۴۔ مولینا افتخار احمد مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی

۱۵۔ مولینا محمد فاروق القادری مدرس دار العلوم امجدیہ کراچی

۱۶۔ مولینا محمد اسماعیل دار العلوم امجدیہ کراچی

۱۷۔ مولینا حافظ احمد میاں دہلوی مرحوم

۱۸۔ مولینا عبد الستار مدرس و منتظم دار العلوم امجدیہ کراچی

۱۹۔ مولینا محمد قاسم رضوی بریلوی مقیم حال بلوچستان

انتقال پُر ملال

حضرت قاری مصلح الدین نے ۷ رجمادی الثانی /۲۳ مارچ (۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) بروز بدھ بوقت ساڑھے چار بجے سہ پہر داعی اجل کو لبیک کہا۔ قاری مصلح الدین کا انتقال اچانک ہوا۔ منگل بدھ کی درمیانی شب میں بعد نماز عشاء عرس حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی محفل میں شرکت فرمائی۔ یہ محفل میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں منعقد ہوئی تھی۔ قاری مصلح الدین کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کم و بیش تیس ہزار فرزندان توحید مصلح الدین گارڈن میں جمع ہوئے۔ جمعرات کے روز تقریباً ساڑھے دس بجے صبح جانشین مفتی اعظم محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مسجد سے ملحق مصلح الدین گارڈن میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ ایصال ثواب کا بڑے پیمانے پر اہتمام ہوا۔ اس موقع پر حضرت جانشین مفتی اعظم دامت و برکاتہم القدسیہ نے فاتحہ و دعا سے فارغ ہو کر مولانا شاہ تراب الحق قادری رضوی کو حضرت قاری مصلح الدین کا جانشین مقرر فرمایا۔ اور اپنے دست مبارک سے ہزاروں کے اجتماع میں دستار بندی فرمائی۔

تاریخ وفات

از حضرت مفتی تقدس علی خاں رضوی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تو دین کا مصلح تھا اے جامع عرفانی　　تو زہد میں تقوی میں بے مثل تھا لاثانی
ہاتف نے کہا مجھ سے یہ سال وفات اسکا　　بے شک و شبہ کہدو تم ہے "مغفرت ربانی"

۱۹۸۳ء

مندرجہ بالا حالات عرفان منزل مصلح الدین نمبر مطبوعہ دار الکتب حنفیہ کراچی سے ماخوذ ہیں۔ مضامین از مولینا حکیم ابوالحسان۔ محمد رمضان علی قادری علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری رضوی، مولانا غلام محمد قادری۔ ۱۲، رضوی عفولہ،

علیہ الرحمۃ اٹھے اور فرمانے لگے کہ بہت عرصے سے میں چاہتا تھا کہ تم کو خلافت دوں آج میں تم کو خلافت دیتا ہوں۔ یہ واقعہ ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۵ء کا ہے۔

قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ کو ۶۱ سال کی عمر میں ۲۰ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء کو قطب مدینہ حضرت مولینا ضیاء الدین احمد مدنی رضوی علیہ الرحمۃ نے خلافت سے نوازا۔

۱۳۷۶ھ میں مولینا مصلح الدین بریلی شریف تشریف لائے، تو حضور مفتی اعظم قدس سرہ، سے خلافت کی تمنا لے کر حاضر ہوئے۔ مگر وہ وقت حضرت حجۃ الاسلام مولینا حامد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے عرس شریف کا تھا۔ حضرت مفتی اعظم قدس سرہ، کی مصروفیت کے سبب دیرینہ خواہش کی تکمیل نہ ہو سکی۔ پھر قاری مصلح الدین نے ایک خط بنام حضور مفتی اعظم قدس سرہ لکھا جس میں اپنی دیرینہ خواہش کا اظہار کیا۔

اس دوران حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کا قیام جبلپور میں تھا۔ جب قاری مصلح الدین کا خط پہنچا تو حضور مفتی اعظم نے برہان الملت حضرت مولانا برہان الحق رضوی جبلپوری رحمۃ اللہ علیہ سے خط لکھوا کر مبارکپور بنام قاری مصلح الدین روانہ کیا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ میں آپ سے ملنے مبارکپور ہی آرہا ہوں۔ آپ میرا وہیں انتظار کریں۔ قاری مصلح الدین نے مناسب نہ سمجھا کہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ، میری خاطر اتنا طویل سفر برداشت کریں۔ فوراً ٹیلی گرام دیا کہ جبل پور میں حاضر ہو رہا ہوں، چنانچہ قاری مصلح الدین جبل پور پہنچے اور حضور مفتی اعظم مولینا مصطفٰے رضا نوری بریلوی قدس سرہ، نے قاری مصلح الدین کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ یہ واقعہ ۱۳۷۶ھ کا ہے۔ اس وقت قاری صاحب کی عمر چالیس سال تھی۔

اوصاف

علامہ قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ بڑے نیک پارسا اور متقی تھے۔ پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ کوئی سبق بغیر وضو کے نہ پڑھاتے تھے اور نہ بے وضو رہتے تھے۔ خالی پیریڈ میں دار العلوم امجدیہ کراچی میں اشراق کی نماز کی ادائیگی قاری مصلح الدین کا معمول تھا۔ حلم و بردباری کے مالک تھے۔ گو کہ ظرافت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بہت کم گو تھے۔ ان کے تمام معاملات میں سنجیدگی تھی۔

ورزش بھی فرمانے تھے۔ ایک مرتبہ آپکے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا۔ جس میں آپ کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ قاری مصلح الدین نے اپنے اس حادثہ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا۔ ورزشی جسم ہونے کی بنا پر تھوڑی سی ٹوٹ کر رہ گئی ورنہ چور چور ہو جاتی۔ اس چوٹ کے بعد قاری مصلح الدین کو چلنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اس کے باوجود تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ امامت وخطابت اور بندگانِ خدا کی خدمت مسلسل انجام دیتے رہے۔

خلفاء وتلامذہ

مولانا قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ نے درس وتدریس کا سلسلہ ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء میں دار العلوم مظہریہ آرام باغ کراچی سے شروع کیا۔ اور ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء کو دار العلوم امجدیہ کراچی میں مسند تدریس کو زینت بخشی۔ اس دوران جن حضرات نے قاری مصلح الدین سے پڑھا ان کی فہرست طویل ہے مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت مولینا سید شاہ تراب الحق قادری داماد وجانشین

۲۔ مولینا عبد العظیم قادری

۳۔ مولینا سید یوسف بخاری

۴۔ مولینا عبد العزیز عرفی خلیفہ حضرت السید عبد القادر الگیلانی

۵۔ مولینا جلال الدین احمد نوری

۶۔ مولانا محمد حسن حقانی دار العلوم امجدیہ کراچی

۷۔ مولینا عبد الباری صدیقی لیکچرار اسلامیہ کالج کراچی

۸۔ مولینا احمد میاں برکاتی مہتمم دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

۹۔ مولینا عبد العزیز حنفی امام وخطیب مسجد فاروق اعظم

۱۰۔ مولینا حبیب احمد مدرس دار العلوم امجدیہ ٹیچر سکنڈری اسکول

۱۱۔ قاری مقصود اسلام خطیب وارثی جامع مسجد حسرت موہانی کالونی کراچی

۱۲۔ مولینا شاہد ین اشرفی۔ خطیب قوت الاسلام مسجد لیاقت آباد کراچی

احمد رضوی مدنی علیہ الرحمۃ قاری مصلح الدین سے مل کر بے حد مسرور ہوئے۔ اور قاری مصلح الدین کو ساتھ لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس واطہر پر حاضری دی۔ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سیدنا امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے حضور نذرانۂ عقیدت وسلام عرض کیا۔ قاری مصلح الدین اپنی حیات دنیوی میں بارہ مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور ہر مرتبہ حج وزیارت کو روانہ ہونے سے قبل حضرت امام الاولیا، سید علی ہجویری داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر ضرور حاضر ہوتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "میرے حج کے لیے ویزا یہیں سے بنتا ہے"۔

بغداد شریف

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ نے ۱۹۷۰ء/۱۳۹۰ھ میں ۵۴ سال کی عمر شریف میں سفر حج وزیارت کے دوران سرکار بغداد حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ اس سفر میں حاجی انور توکلی، مولینا عبدالعزیز عرفی بھی ہمراہ تھے۔

یادگاریں

حضرت قاری مصلح الدین علیہ الرحمۃ نے واہ کینٹ کی امامت وخطابت کے دوران کچھ فتاوے تحریر فرمائے۔ وہ فتاوے بعض رسالوں میں چھپے بھی۔ اور ترمذی شریف کا ترجمہ بھی شروع فرمایا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کا ترجمہ ہوگیا۔ مگر علالت کی وجہ سے یہ ترجمہ نامکمل رہ گیا۔

بزم رضا عرس کمیٹی کا قیام ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء میں قاری مصلح الدین کی کوشش سے عمل میں آیا اور ۸ رجب المرجب/۲۳ مئی ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں مدرسہ انوار القرآن کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء میں ضیاء ٹیپ لائبریری کا قیام عمل میں آیا اور دارالکتب حنفیہ مصلح الدین گارڈن کراچی بھی قاری مصلح الدین کی یادگاروں میں سے ہے۔

ہندوستان کا سفر

حضرت قاری مصلح الدین نے پاکستان جانے کے بعد ہندوستان کا تین مرتبہ سفر کیا۔ پہلا سفر چالیس سال کی عمر میں ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء کو کیا۔ دوسرا سفر ۶۴ سال کی عمر میں ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء کو کیا۔ تیسری مرتبہ صفر المظفر ۱۹۸۱ء/۱۴۰۲ھ میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے چہلم میں شرکت کے لیے ہندوستان تشریف لائے۔

بیعت و خلافت

مولانا قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ زمانۂ تعلیم دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں بعمر بائیس سال ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ/۱۹۴۰ء کو صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کیا۔ فراغت کے بعد ناگپور میں جب قاری مصلح الدین خطیب مقرر ہوئے تو جامعہ رضویہ کے سالانہ اجلاس میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔ اجلاس سے فارغ ہوکر جھلواڑہ ایک مقام ہے۔ وہاں تشریف لے گئے تو قاری مصلح الدین کو بھی ہمراہ لے گئے وہاں پہنچنے کے بعد حاجی عبد القادر کے مکان پر ایک نعت خوانی کی مجلس ہوئی۔ اس مجلس میں مولانا اشرف علی قادری اور مولوی نثار احمد مبارکپوری بھی تھے۔ اور وہاں کے مقامی حضرات بھی تھے۔ قاری مصلح الدین نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے درخواست کی کہ میں حضرت علامہ جامی قدس سرہٗ کے الفاظ میں حضور کی وساطت سے بارگاہ رسالت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ صدر الشریعہ نے فرمایا ضرور تو قاری مصلح الدین نے ایک نعت شریف پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے :۔

یا محمد بہمنِ بے سرو ساماں مدد

قبلۂ دیں مدد کعبۂ ایماں مدد

حضرت قاری مصلح الدین نے جب یہ نعت شریف پڑھی تو سب پر رقت طاری ہوگئی۔ حضرت صدر الشریعہ بھی زار و قطار رو رہے تھے۔ ابھی پوری نعت نہ ہو پائی تھی کہ حضرت صدر الشریعہ

ماہر علم فقہ مولانا محمد مطیع الرحمٰن رضوی پورنوی

مدرس عالیہ دارالحسنات الحنفیہ کشن گنج بہار

ولادت

فقیہہ ملت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی بن محمد ایوب بن محمد فدوی ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو چھپلا گاؤں کشن گنج ضلع پورنیہ بہار میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی نے قرآن کریم کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور ابتدائی تعلیم کے لیے گاؤں چھپلا کے ایک مقامی مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ جہاں فارسی کی پہلی، آمدنامہ پڑھ کر ۱۹۶۰ء میں اسکول چلے گئے اور جونیر ہائی اسکول میں انگریزی تعلیم پائی۔ اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ محی الاسلام بجبڑیہہ بائسی ضلع پورنیہ میں داخل ہو کر گلستاں بوستاں وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ پھر دارالعلوم کٹیہار میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے وہاں پر امتحان لیا گیا۔ جو عجیب و غریب ہے۔ مولینا مطیع الرحمٰن کو دارالعلوم کٹیہار میں وہ مراعات حاصل ہوئیں جو ایک مدرس کو ملتی تھیں۔

مولانا مفتی مطیع الرحمٰن کے والد گرامی کا اسی اثناء میں انتقال ہوگیا۔ مولینا عبدالحکیم پورنوی کی رغبت سے جامعہ نعیمیہ کا تعلیمی سفر کیا۔ دوران تعلیم جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے آپ دوسرے مدارس میں کبھی لبطور سماعت کے لیے جاتے۔ چونکہ قوت حافظہ، یادداشت

بہت عمدہ ہے۔ اس لیے اس میں اُٹھنے والے اعتراضات کو ان اساتذہ سے سوالات کرتے مشکوٰۃ شریف کی سماعت کر رہے تھے۔ علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرنا شروع کر دی، ابتداً ان لوگوں کو جواب بن نہ پڑنے پر مولینا مطیع الرحمٰن کے داخلہ پر پابندی لگا دی گئی۔

آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے دار العلوم منظر اسلام میں جاکر داخلہ لیا، اور شرح جامی، نور الانوار اور شرح تہذیب وغیرہ کتب منظر اسلام کے اساتذہ سے پڑھیں، اور تکمیل علم کیا۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حضور مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ،

۲۔ حضرت مولانا حاجی محمد مبین الدین رضوی محدث امروہوی

۳۔ حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی

۴۔ حضرت مولانا نعیم اللہ خاں رضوی بستوی

بیعت وخلافت

مولانا محمد مطیع الرحمٰن رضوی نے دوران تعلیم جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں حضور مفتی اعظم کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ کچھ دن حضور مفتی اعظم کے سفر وحضر میں بھی ساتھ رہے۔ یہ عالم تھا کہ رضوی دار الافتاء بریلی کے مفتیان کرام جن استفسار کا جواب نہ لکھ سکتے تھے، وہ سارے سوالات جمع کر دیئے جاتے، جب مفتی اعظم سفر کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ سارے سوالات ساتھ میں ہوتے اور ساتھ ہی ساتھ مولینا مطیع الرحمٰن بھی ہوتے درمیان سفر حضور مفتی اعظم فرماتے

"مولوی مضطر لاؤ وہ سوالات کہاں ہیں؟"

آپ سوالات حاضر کرتے حضرت مفتی اعظم بولتے جاتے اور آپ لکھتے جاتے۔ اس طرح فتاویٰ لکھنے کی مشق بھی ہو جاتی اور حضور مفتی اعظم سے علمی استفادہ کا موقع بھی کما حقہ ملجاتا

۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم رضوی فریدی سمستی پوری

۳۔ حضرت علامہ مولانا احسان علی رضوی محدث منظر اسلام

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد جہانگیر خاں رضوی فتحپوری

۵۔ حضرت مولانا عبد التواب مہاجر مصری

۶۔ حضرت مولانا محمد محبوب بدایونی

۷۔ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ بدایونی

۸۔ مولوی خلیل احمد خاں بجنوری ثم بدایونی

درس وتدریس اور خطابت

مولانا منظر حسن قادری فراغت کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۳۸۲ھ سے ۱۳۸۷ھ تک مسجد ایک مینارہ کراچی (پاکستان) میں امامت وخطابت اور تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ پھر پاکستان سے وطن مالوف تشریف لائے اور بعض اصحاب کے اصرار پر مدرسہ نور الاسلام شیر پور کلاں ضلع پیلی بھیت میں ۱۳۸۸ھ تک صدر مدرس کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ بعدہ' مدرسہ رحمانیہ کھٹیمہ ضلع نینی تال میں ۱۳۹۰ھ تک فرائض درس وتدریس سرانجام دیتے رہے۔ مولانا منظر حسن نے مذکورہ مدارس کی خدمت میں للٰہیت اور خلوص سے کام لیا ہے۔

بیعت وخلافت

۲۲ رصفر المظفر ۱۳۷۲ھ کو مولینا منظر حسن نے تاج العلماء مولینا سید اولاد رسول محمد میاں برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۸ ر ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ کو حضور مفتی اعظم الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہ' نے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

مزید برآں حضرت مولینا وجیہ الدین رضوی پیلی بھیتی علیہ الرحمۃ اور جانشین مفتی اعظم فقیہہ اسلام مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ نے جمیع سلاسل کی اجازت

وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

فتوی نویسی

حضرت مولانا مظہر حسن نے باضابطہ ۱۳۸۳ھ سے فتوی نویسی کا آغاز کیا۔ اور سب سے پہلا فتوی مسئلہ طلاق پر تحریر فرمایا۔ آپ کے فتاوی کثیر تعداد میں ہیں جو ابھی تشنۂ طباعت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ ذخیرہ بہت جلد قوم کے سامنے آئے تاکہ اُمت مسلمہ اس سے فائدہ اٹھاسکے۔

عقد مسنون

مولینا مظہر حسن کا عقد مسنون ۲۸ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ بروز چہارشنبہ محلہ سید باڑہ بدایوں میں ایک باوقار خاندان میں ہوا۔ —— ماشاء اللہ آپ کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے۔ جن کے اسماء درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا صفدر حسن نوری فاضل الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور (۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء)

۲۔ محمد منظر حسن نوری

۳۔ محمد اظہر حسن برکاتی

۴۔ صالحہ خاتون

سادگی

مولینا مظہر حسن سادگی، تقوی وطہارت کے جمیل پیکر ہیں۔ بڑے عمدہ اخلاق، پاکیزہ صفات، شریف النفس انسان ہیں۔ آپ نے مسلک امام احمد رضا بریلوی کی اشاعت کے لیے اپنے کو وقف کر دیا ہے۔ مولانا بلا لوم و لائم کے تبلیغ دین متین میں سرگرم عمل ہیں۔

تالیفات ومرتبات

مولینا مظہر حسن نے تحریری دنیا میں طبع آزمائی کی اور ایک گرانقدر

مظہر حق و صداقت مولانا مظہر حسن رضوی بدایونی

مہتمم مدرسہ قاسمیہ برکاتیہ محلہ ناگران بدایوں

ولادت

مجاہد سنیت صوفی باصفا حضرت مولانا مظہر حسن قادری رضوی ۷ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ کو کمالی حویلی محلہ ناگران بدایوں شریف میں پیدا ہوئے اور والدین کریمین نے پرورش فرمائی۔

مولانا مظہر حسن رضوی شیخ انصاری برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔تادم تحریر یہیں پر مولانا قیام پذیر ہیں۔

خاندانی حالات

حضرت مولانا مظہر حسن کے والد ماجد ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ایک ایسا خاندان جس میں ایک ہی وقت میں متعدد حافظ قرآن دیکھنے میں آئے۔آپ کے جد اعلیٰ خود قرآن پاک کے بہترین حافظ تھے۔اسی وجہ سے مولانا مظہر حسن کے والد ماجد عہد طفل سے ہی صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دینی کتب کے شائق تبلیغ فی سبیل اللہ میں مشغول و منہمک رہتے تھے تقویٰ و طہارت اس حد تک تھا کہ اخیر عمر تک اپنے گھر والوں کو نماز کی تلقین اور منکرات سے اجتناب کی تنبیہہ فرماتے رہے۔اور خود بھی تا وقت اجل اپنی نماز کو ترک نہیں فرمایا۔حتیٰ کہ شدت ضعف و نقاہت کی وجہ سے چارپائی پر لیٹے لیٹے ہی اشاروں سے نماز ادا فرمائی۔

تسمیہ خوانی

مولانا مظہر حسن رضوی کی عمر جب چار سال چار ماہ، چار دن کی ہوئی

تو والدگرامی نے بسم اللہ خوانی کے لیے اعزا رو اقربا رعلما ر و صوفیا کو بلایا۔ ان علمار و فضلا کے جھرمٹ میں بسم اللہ خوانی کی رسم حاجی امداد اللہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کی۔ ؎۱

تعلیم و تربیت

مولینا صوفی مظہر حسن کی تعلیم کا آغاز بسم اللہ خوانی کے بعد ہی سے ہوگیا۔ چونکہ آپ کو بچپن کے زمانے سے تعلیم کا شوق تھا۔ حاجی امداد اللہ بدایونی نے بہت محنت و شفقت اور رافت سے قرآن پاک کا ناظرہ کرایا۔ مولانا نے بھی بہت ہی محنت اور لگن سے پڑھا۔ ختم قرآن پاک کے بعد اسکول میں داخلہ لیا۔ اور آٹھویں کلاس کے بعد والد ماجد نے دینی تعلیم کی رغبت دلائی۔

مولانا مظہر حسن کے والد ماجد نے درس نظامیہ کے علوم کی تحصیل کے لیے مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں میں داخلہ کرا دیا۔ ابتدائی کتب فارسی، عربی شمس العلوم بدایوں میں پڑھیں اور پھر مدرسہ ظہیر الاسلام بدایوں شریف میں حصول علم کے لیے چلے گئے۔ اسی درمیان کچھ ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے دوسری جگہ کا تعلیمی سفر طے کیا۔ تبعدہ، جامعہ اہلسنت بدر العلوم جسپور ضلع نینی تال، مدرسہ بحر العلوم بہیڑی ضلع بریلی شریف میں اکتساب فیض کیا۔ حدیث، تفسیر وغیرہ کی اعلیٰ کتابوں کے درس کے لیے دار العلوم منظر اسلام بریلی تشریف لائے۔

کافی عرصہ تک دار العلوم منظر اسلام کے ماہرین اساتذہ سے اکتساب علوم و فنون کرتے رہے۔ ۱۳۸۲ھ میں جلسہ دستار فضیلت کے عظیم الشان مجمع عام میں دستار فراغت سے نوازے گئے۔

اساتذہ کرام

۱۔ مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بریلوی

؎۱ حاجی امداد اللہ بدایونی جو اپنے عصر کے مشہور بزرگ تھے جن کا مزار پُر انوار محلہ قبول پورہ بدایوں شریف میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ ۱۲، رضوی غفرلہ،

تھا۔ ایک زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

خود حضور مفتی اعظم قدس سرہ، نے فتاوی اپنی سرپرستی میں لکھوا کر صح الجواب تحریر فرمایا۔ نیز سند افتار، سند بخاری، سند فتاوی رضویہ اور سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

تصانیف

حضرت مولانا مطیع الرحمٰن درس نظامیہ پر عبور رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف بھی علمی اور تحقیقی ہوتی ہیں۔ خصوصاً فقہی جزئیات پر آپ کو اچھا خاصا عبور حاصل ہے۔ اکثر مضامین ماہنامہ نوری کرن بریلی میں شائع ہوتے تھے۔ اب ماہنامہ سنی دنیا بریلی میں شائع ہوتے ہیں۔ بندرجہ ذیل کتابیں مولینا مطیع الرحمٰن کی علمی قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔

۱۔ تشیخ کی تصویر
۲۔ چاند کا مرحلہ نئے مرحلے میں
۳۔ الدین المظفر (عربی مع ترجمہ)
۴۔ اسکاۃ المتندی (رد دیابنہ)
۵۔ مراسم اہلسنت
۶۔ فیصلہ کن مناظرہ کا جواب
۷۔ اظہر منطق (علم منطق میں آسان کتاب)
۸۔ اظہر قواعد (فارسی کے قواعد)
۹۔ حرف آخر (مسئلہ ٹیلی ویژن پر منصفانہ جائزہ)
۱۰۔ لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم کے رد میں آپ ایک ضخیم کتاب تصنیف فرما رہے ہیں۔ جس کا نام "قول فیصل" رکھا ہے۔

نمونۂ کلام

حضرت مولینا مطیع الرحمٰن کو شاعری سے بھی دلچسپی ہے۔ مضطر تخلص فرماتے ہیں، اپنے کلام

کی اصلاح مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی سے لی، نمونہ کے طور پر چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

خوشا خلد کا پر کیف منظر
زہے سبز گنبد کے دلکش نظارے
کبھی شیخ دیکھیں طیبہ کا منظر
تو بھولیں وہ جنت کے رنگیں نظارے

دو عالم کو مہکا دیا آج کس نے
عرب سے چلا کون زلفیں سنوارے
بہائے جو عشق محمد میں آنسو
سمٹ آئے دامن میں لاکھوں ستارے

دل میں تھا دیکھیں یہیں شکل رضا
خارسا کھٹکتا ہوں قسمت تو دیکھئے
غیب سے ہاتف نے دی صدا مضطر
مفتیٔ اعظم کی صورت دیکھئے

چند تلامذہ

۱۔ مولانا نوشاد عالم حنفی رضوی
۲۔ مولانا آل مصطفےٰ اشرفی کٹیہار
۳۔ مولانا منظر نواز نوری مدرس تنظیم المسلمین باکسی
۴۔ مولانا بدر العلیٰ ادارہ الحنفیہ کشن گنج
۵۔ مولانا شفیق عالم ناگپوری مدرس دار العلوم امجدیہ ناگپور ؎

؎ مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ رامپور تشریف لائے تھے اس موقع پر راقم نے بالمشافہ حالات حاصل کیے۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ذخیرہ مہیا فرمایا ہے۔ آپ کی تالیفی و ترتیبی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اظہار حق

۲۔ پیغام حق

۳۔ فتاویٰ منظہری علی مذہب حنفی

۴۔ فضائل رمضان شریف

۵۔ حضور مفتی اعظم ہند قرآن وحدیث کی روشنی میں

۶۔ تاثرات وجذبات

۷۔ شرعی فیصلہ

مفتی اعظم کے متعلق

حضرت مولانا منظہر حسن رضوی بدایونی حضور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ کی ادائے متعلق راقم کے نام ایک تحریر میں فرماتے ہیں :۔

"مجھے حضرت کی یہ ادا بہت پسند تھی کہ بحالت جلال کسی پر غضبناک ہوتے تو اس پر بہت جلد نسیم سحر کی طرح مشفق ومہربان ہو جایا کرتے تھے۔

نمونہ کلام

مولانا منظہر حسن کو شعر وسخن سے بھی شغف ہے۔ شاعری کے اُستاد جناب عابد حسین عابد بدایونی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

جھلک روئے انور کی اپنے دکھا دے
نگاہوں سے ایک جام اپنی پلا دے
گنہ گار عاصی کا تو ہے سہارا
شفاعت سے اپنی مجھے بخشوا دے

مری کشتیٔ غم لگا پار مولا
مدینے بُلا سبز گنبد دکھا دے
ہے دنیا و عقبیٰ حقیقت میں اسکی
جسے اپنا دیوانہ مولا بنالے
مظہرؔ کی تمنّا ہے روضے کو دیکھے
مدینے میں مٹی ٹھکانے لگادے

تلامذہ وخلفاء

۱۔ مولانا محمد عثمان رضوی مظہری مظفر پوری
۲۔ مولانا عظیم الدین مظہری بھوجی پورا بریلی
۳۔ مولانا انوار خاں رضوی پیلی بھیتی
۴۔ حافظ نذر اللہ پیلی بھیتی
۵۔ مولانا یعقوب حسین بدایونی
۶۔ حافظ حبیب الرحمٰن رضوی پیلی بھیتی
۷۔ مولانا حافظ محمد ارشاد حسین رضوی مظہری بدایونی
۸۔ حافظ شرف الدین رضوی مظہری خیرپور ضلع پیلی بھیت [۱]

---

[۱] مکتوب گرامی حضرت مولانا مظہر حسن رضوی بدایونی، بنام راقم محررہ ۲۲ر فروری ۱۹۸۹ء
۱۲، رضوی غفرلہ'

امام علم وفن مولٰینا خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ

شیخ المعقولات جامعہ قادریہ بدایوں شریف

ولادت

امام المنطق والفلسفہ حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی بن مولانا زین الدین ضلع پورنیہ (بہار) میں ۱۳۵۸ھ کو پیدا ہوئے۔

ضلع پورنیہ کے ایک معزز خاندان جو جملہ سلاسل چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، اور سہروردیہ کے سرچشمۂ فیض وبرکت حضرت خواجہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے نسبتی انتساب کے پیش نظر خواجہ خاندان کہلاتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک باوقار گھرانے میں خواجہ مظفر حسین رضوی پروان چڑھے مولانا خواجہ مظفر حسین کے والد ماجد مولانا زین الدین جو اپنے ضلع کے متقدر علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کا تاریخی نام مظفر حسینی رکھا۔ لیکن عرف میں آپ کا نام خواجہ مظفر حسین ہی زبان زد رہا۔ ڈھائی سال کی عمر میں آپ اپنی ماں کی ممتا سے محروم ہو گئے اور خواجہ صاحب کی پرورش خود آپ کے والد ماجد نے فرمائی۔ اس طرح والد ماجد نے بیک وقت والدین کا پیار عطا کیا

تعلیم وتربیت اور اساتذہ

علامہ مولانا خواجہ مظفر حسین کی عمر جب چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہو گئی تو والد ماجد نے رسم تسمیہ خوانی ادا کرائی اور پھر ابتداء سے شرح جامی تک خود ہی تعلیم فرمائی، آپ کا گھرانا چونکہ دیوبندیوں

کی خاطر داری کے دام میں پھنسا ہوا تھا اور خواجہ صاحب کے والد زبردست عالم تھے۔ لیکن ان کی نظر میں دیوبندی اور بریلوی کا باہمی اختلاف پورے طور پر کھل کر سامنے نہیں آیا تھا۔ بایں ہمہ عملاً دیوبندیوں کے ساتھ تھے، تاآنکہ اپنے بڑے لڑکے اور بھتیجے کو دیوبند اور سہارنپور میں تعلیم دلوائی۔ اور اپنے دیگر تلامذہ کو بھی دیوبند اور سہارنپور ہی بھیجتے رہے۔ اس لیے خواجہ مظفر حسین کو بھی برائے تعلیم دیوبند بھیجنا طے ہوا۔ لیکن موصوف کی کم سنی اور دیگر عوارض وعوائق کی وجہ سے یہ ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا گیا۔ اور قدرت خداوندی سے خواجہ صاحب کا داخلہ مدرسہ بحر العلوم لطیفی کٹیہار (بہار) میں ہو گیا۔ جس میں ملک العلماء مولینا ظفر الدین احمد رضوی فاضل بہاری علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری، اور مولینا محمد یوسف پٹنوی علم وفن کے گہر لٹا رہے تھے۔

اساتذہ کرام کی نظرت نگاہی نے کچھ ہی دنوں میں مولانا مظفر حسین میں بھرپور توانائی عطا کر دی، یہاں تک کہ ۱۵، ۱۶ سال کی عمر میں آپ نے ضلع پورنیہ ہی میں ہزاروں دیوبندی عوام کے جھرمٹ میں ضلع کے دیوبندی اکابر سے مناظرہ کر کے سکتے میں ڈال دیا۔ اور پھر کچھ دنوں بعد علاقہ کے پیر طریقت مولوی عبد المبین ملا ٹولہ جونپور کو ان کے مریدین کے ہجوم میں بحث کر کے نہ صرف خاموش بلکہ ہکا بکا کر دیا۔

ان حالات کے پیش نظر مولینا زین الدین رضوی علیہ الرحمہ نے اپنے ہونہار لڑکے کا سنجیدگی سے جائزہ لیا۔ اور پھر عادلانہ انداز میں بحث ومباحثہ کے ساتھ فریقین کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ وقت بھی آگیا کہ ان کے والد ماجد نے دیوبندی نظریات سے بیزاری وبرات کا اظہار کر دیا اور مسلک اہل سنت میں نہ صرف شامل ہو گئے بلکہ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔ اس واقعہ سے پورے علاقہ میں طوفان برپا ہو گیا۔ اور ہر جگہ یہی چرچہ شروع ہو گیا کہ بڑے مولانا صاحب نے اپنے فرزند کی محبت میں مذہب تبدیل کر دیا۔ لیکن دونوں باپ بیٹے کی حسن تدبیر اور مواعظ حسنہ سے نہ صرف یہ کہ طوفان ختم گیا بلکہ

ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

کی تفسیر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی۔ لوگ دیوبندیت سے بیزار ہو کر اہل سنت کے پرچم تلے آنے لگے۔ اس کامیابی اور فتح مبین کے وقت خواجہ مظفر حسین کی عمر صرف ۱۸ سال کی تھی، اور

معقولات کی منتہی کتابیں ہدایہ آخرین اور احادیث کی سنن کتابیں زیر درس تھیں کہ اچانک ملک العلماء مولینا ظفر الدین احمد رضوی بہاری کی طبیعت ناساز ہوگئی اور تعلیمی سلسلہ رُک گیا۔

علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی بحر العلوم لطیفی کٹیہار سے منتقل ہوکر سنیئت کی راجدھانی بریلی شریف پہنچ گئے۔ یہاں ایک سال جم کر معقولات کی تعلیم حاصل کی اور عمر کے ۱۹ ویں سال میں دستار فضیلت سے سرفراز ہوکر وہیں دار العلوم منظہر اسلام بریلی میں معقولات کے مدرس ہوگئے

چند اہم مناظرے

علامہ خواجہ مظفر حسین کو فراغت کے دور اوّل میں مناظرہ ومباحثہ محبوب مشغلہ تھا۔ تاآنکہ بطور تمرین محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی کے فرمان کے مطابق خود ان سے علم غیب کے مسئلہ پر اور بحکم علامہ خلیل احمد کاظمی محدث امروہوی خود ان سے مسئلہ امکان کذب پر بھی طبع آزمائی کا موقع ملا۔ بحکم تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم قدس سرہ، کئی جگہ مناظرہ کے لیے بھی جانا ہوا۔ جن میں سے چند مقامات یہ ہیں۔ دھام پور، بجنور، گکرالہ، بدایوں، ہلدوانی، نینی تال، اور خاص شہر بریلی شریف میں نواب ضمیر احمد صاحب کی کوٹھی پر شیعہ مجتہد سے زکاتی محلہ میں مودودی جماعت سے مناظرہ کیا۔ بفضلہ تعالیٰ خواجہ مظفر حسین نے چھوٹی سی نشست میں بھرپور کامیابی حاصل کی۔ اس اثنا میں حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمہ کی زیارت کے موقع پر سہارنپور اور دیوبند بھی پہنچے۔ سہارنپور کے علماء نے اپنے یہاں کے دس بیس ہونہار طلبہ کو اچھی طرح مشق دیکر سوڈیڑھ سو طلبہ کی معیت میں برائے مناظرہ خواجہ مظفر حسین کے پاس بھیجا۔ بحمد اللہ تعالیٰ صرف دو گھنٹے میں آپ نے سب کو خاموش کر دیا۔ اور سب اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔

علم وفضل اور تصانیف

علامہ مظفر حسین رضوی درس گاہ نظامیہ کے موجودہ تمام رائجہ فنون مثلاً صرف ونحو معانی وبیان، فقہ واصول، تفسیر، حدیث وغیرہ کے علاوہ ہیئت وہندسہ، توقیت ومساحت، جبر ومقابلہ، مناظرہ ومرایا، ارثماطیقی، لوگارثم، علم مثلث، علم جفر، اور عمل بالخطاین وغیرہ سے بھی کافی دلچسپی

۔مولینا خواجہ مظفر حسین کی مندرجہ ذیل کتابیں ان کی قلمی خدمات کا بین ثبوت ہیں۔

۱۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز اصلی یا نقلی

۲۔ لاؤڈ اسپیکر اور نماز

۳۔ ٹی وی اور ویڈیو کی تصویر اصلی یا فرضی

۴۔ اعلیٰحضرت اور علم جفر

۵۔ اعلیحضرت اور جبر و مقابلہ

۶۔ اعلیحضرت اور علم تکسیر

۷۔ لوگارثم کی حقیقت

۸۔ الہلال (مقالات)

۹۔ شب قدر کے فضائل

۱۰۔ دیوبندی تابوت میں آخری کیل

۱۱۔ ٹی وی کی تحقیق (ٹی۔وی کے عدم جواز پر محققانہ اور فاضلانہ تحقیق)

بیعت وخلافت

علامہ خواجہ مظفر حسین زمانہ قیام بریلی میں مفتی اعظم قدس سرہ' کے دست حق پرست ہو گئے تھے اور ۱۹۷۰ء میں مفتی اعظم مولینا مصطفےٰ رضا بریلوی نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ سے اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد کثیر ہے تاہم چند تلامذہ یہ ہیں:۔

۱۔ مولینا مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی

۲۔ مولینا سید ہاشمی میاں کچھوچھوی

۳۔ مولینا سید انور حسینی مدرس جامعہ قادریہ بدایوں

۴۔ مولینا محمد انوار احمد قادری بن مفتی جلال الدین احمد امجدی

۵۔ مولینا محمد یاد علی رضوی پورنوی

لہ ذوالفقار علی رضوی، مولانا: ماہنامہ سنی دنیا بریلی بابت جولائی ۱۹۹۰ء/۱۴۱۰ھ

فاضل اجل مولینا مظفر علی رضوی سہسوانی

مقیم قصبہ سہسوان ضلع بدایوں شریف

سہسوان سلطنت مغلیہ کے زمانے کا ایک تاریخی قصبہ ہے۔ سید ابراہیم، سید اکبر شہید وغیرہ اولیا کرام کا مسکن رہا۔ جنھوں نے اپنی عمر شریف تبلیغ اسلام میں گزاری اور جہاد بھی کیے اور شہید بھی ہو گئے۔ جن کے مزارات طیبہ آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ بادشاہ جہانگیر نے قلعہ جہانگیر تعمیر کروایا تھا، چاروں طرف کی دیوار اندر کے کھنڈرات آج بھی شہادت دے رہے ہیں۔ آج محلہ جہانگیر آباد کے نام سے آباد ہے۔ ایک بزرگ مجذوب جن کے آس پاس زیادہ تر ہرن بیٹھے رہا کرتے تھے لوگ انہیں ہرن شاہ ولی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس جگہ ان کا قیام غیر آباد جگہ میں رہا آج اس جگہ بہت زیادہ آبادی ہے۔ اس لیے آج آبادی والا محلہ انہیں بزرگ کے نام ہرنا تکیہ سے معروف ہے۔

ولادت

حضرت مولانا مظفر علی رضوی بن کفایت علی بن مولوی محمد علی ذیقعدہ ۱۹۲۹ء میں قصبہ سہسوان ضلع بدایوں میں پیدا ہوئے۔

خاندانی حالات

مولینا مظفر علی ہاشمی النسب ہیں اور ننہال سادات سے ہے۔ جدامجد کفایت علی پابند صوم و

صلواۃ صاحب جائداد اور ذی وقار تھے غرباء کا بہت خیال رکھتے تھے۔ والد مولوی محمد علی عالم و فاضل تھے۔ انگریزی میں بھی کافی ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ زیادہ تر حیدرآباد میں علم حاصل کیا۔ مولینا مظفر علی نے زندگی کے گیارہ سال ہی طے کیے تھے کہ والد محترم کا انتقال ہو گیا۔

تعلیم وتربیت

مولینا مظفر علی کی بسم اللہ خوانی تقریباً چھ یا سات سال کی عمر میں ہوئی۔ اردو ساتویں تک سہسوان ہی میں پڑھی اور قرآن پاک بھی یہیں پر ختم کیا۔ فارسی اور عربی کی تعلیم ابتداء سے انتہا تک دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی۔ ۱۹۸۰ء میں منظر اسلام سے فارغ ہوئے۔

اساتذۂ کرام

۱۔ حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مدیر ماہنامہ الرضا آستانہ رضویہ بریلی

۲۔ حضرت مولانا حاجی مبین الدین رضوی امروہوی

۳۔ حضرت مولانا مفتی رجب علی رضوی نانپاروی مہتمم عزیز العلوم نانپارہ ضلع بہرائچ

۴۔ حضرت مولینا سبطین رضا قادری بریلوی

۵۔ حضرت مولانا تحسین رضا بریلوی محدث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

۶۔ حضرت مولانا ثناء اللہ رضوی اعظمی

۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق رضوی امجدی اشرفیہ مبارکپور

۸۔ شیخ المعقولات مولینا معین الدین بہاری

تدریسی زندگی

مولینا مظفر علی رضوی نے فارغ التحصیل ہونیکے بعد نقل فتویٰ کا کام کیا اور فتویٰ نویسی کا بھی کام انجام دیا۔ ۱۳۸۴ھ سے تاہنوز درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ بریلی شریف، ضلع جھالوا، مدھیہ پردیش وغیرہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے

ہے اور ہر جگہ منصب صدارت پر فائز رہے۔ ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۸ء تک سید پور ضلع بدایوں میں منصب صدارت پر رہے۔

تصانیف

مولینا منظفر علی نے میدانِ تحریر میں کافی کام کیا ہے آپ کی تالیفات ذیل ہیں۔

۱۔ نیزۂ حدید
۲۔ عقائد اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۔ مختلف فتاوے

عقد مسنون

مولانا منظفر علی رضوی کا عقد ۱۹۶۷ء میں سہسوان سے عبدالحمید کی دختر سے ہوا جو بریلی کے رہنے والے ہیں، جن سے دو یادگار ہیں۔

۱۔ محمد ازہر علی تاریخی نام محمد منظر علی
۲۔ فریدۃ النساء

بیعت وخلافت

حضرت مولانا منظفر علی بیعت وارادت حضور مفتیٔ اعظم سے رکھتے ہیں اور حضرت مفتیٔ اعظم مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری نے ۱۳۸۳ھ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

خلفاء

۱۔ منظہر حق وصداقت مولانا منظہر حسن قادری رضوی محلہ ناگران بدایوں
۲۔ مولانا سید عبدالواجد رضوی قصبہ بڑودہ ضلع شاہجہانپور
۳۔ مولانا سید وسیم اشرف رضوی سید پوری [1]

---

[1] مکتوب گرامی مولینا منظفر علی رضوی سہسوانی بنام راقم محررہ ۲۳ ربیع النور ۲۵ اکتوبر ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء ۱۲ رضوی غفرلہ،

مقررِ شہیر مولانا حکیم مظفر احمد قادری رضوی

داتا گنج ضلع بدایوں شریف

ولادت

حضرت مولانا حکیم مظفر احمد رضوی بن صوفی منور حسین بن حفظ الرحمٰن بن الٰہی بخش صدیقی یکم مئی ۱۹۳۶ء کو اپنے وطن داتا گنج ضلع بدایوں شریف میں پیدا ہوئے۔ حکیم مظفر احمد کے والد ماجد بڑے پارسا بزرگ تھے پنجوقتہ نمازی، جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ صوفی منور حسین رحمۃ اللہ علیہ داتا گنج میں ۹۰ سال کی عمر شریف میں بروز جمعہ دن کے سوا نو بجے ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۹۴ھ کو وصال فرما گئے۔

تعلیم و تربیت

مولانا حکیم مظفر احمد نے قرآن، حدیث، تفسیر، منطق وغیرہ کی تعلیم مدرسہ محمدیہ، مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں، دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی سے حاصل کی، اور سندِ فراغت وفضیلت ۱۹۵۲ء میں منظرِ اسلام، مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں سے حاصل کی۔ حکیم مظفر احمد نے الٰہ آباد بورڈ سے مولوی، عالم وغیرہ کے امتحانات بھی پاس کیے اور علم طب بھی پڑھا، تجربہ کار حکیم ہیں۔

بیعت و خلافت

حضرت مولانا حکیم مظفر احمد سلسلۂ طریقت میں تاج العلماء مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں مارہروی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں، اور خلافت و اجازت سلسلۂ رضویہ میں حضور مفتیٔ اعظم الشاہ مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے حاصل ہے۔ سلسلۂ برکاتیہ میں

احسن العلماء مولانا سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں برکاتی مارہروی مدظلہٗ (سجادہ نشین آستانۂ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف) سے اجازت حاصل ہے، نیز جملہ اوراد و وظائف کی دیگر سلاسل سے بھی اجازت حاصل ہے۔[1]

قلمی خدمات

مولانا حکیم مظفر احمد نے قلمی خدمات خوب انجام دی ہیں، اور وقتاً فوقتاً ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) ماہ نامہ سنی دنیا بریلی میں مضامین بھی چھپتے رہتے ہیں۔

۱۔ تذکارِ نبوی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ پر)
۲۔ حلیۂ مصطفیٰ (سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا پر)
۳۔ نورانی حکایات (کہانی و سلف کی حکایات پر)
۴۔ نوری تقریریں (اصلاحی تقریریں)
۵۔ جمالین ترجمہ جلالین (تفسیر میں)
۶۔ مفتاحِ راہِ مستقیم (حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے جنّتی ہونے کے بیان میں)
۷۔ سیفِ مظفری (وہابیوں کے اعتراضات کے جوابات)
۸۔ ہدایۃ الوہابین (وہابیوں کے گمراہ کن اعتراضات کے جوابات)
۹۔ ظفر الحق
۱۰۔ سیفِ ربّانی
۱۱۔ اربعین حدیث (چالیس احادیث کی تشریح)
۱۲۔ مسئلۂ ضاد
۱۳۔ احوالِ کربلا (امامِ عالی مقام کا جامع تذکرہ)

---

[1] مظفر احمد قادری، حکیم: حیاتِ صاحب البرکات ص ۶۱

۱۴۔ گلزارِ شریعت اول، دوم (مسائل وغیرہ کا بیان)

۱۵۔ جماعتِ اسلامی اپنے آئینے میں

۱۶۔ تبلیغی جماعت اپنے آئینے میں

۱۷۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸۔ محفلِ نور کے پروانے

شعر و سخن

مولانا حکیم مظفر احمد کو شاعری سے لگاؤ ہے۔ ادبی ذوق بہت عمدہ ہے۔ جب موڈ میں آتے ہیں تو اچھے اشعار کہہ جاتے ہیں۔ علمی صلاحیت بھی قابلِ قدر ہے، مظفرؔ تخلص فرماتے ہیں نمونے کے طور پر چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں: ؎

ہے اللہ کو پیارا مدینہ نبی کا — ہے آنکھوں کا تارا مدینہ نبی کا
ہے دل کا اجالا مدینہ نبی کا — ہے مکہ سے پیارا مدینہ نبی کا
شفایاب ہوتے ہیں بیمار فوراً — شفا خانہ گویا مدینہ نبی کا
جہاں بے طلب بھیک ملتی ہے ہر دم — وہی شہرِ طیبہ مدینہ نبی کا
سکونِ دلِ مضطرب ہے مظفرؔ — مرے مصطفیٰ کا مدینہ نبی کا

حکیم مظفر احمد سید العلماء حضرت مولانا سید آلِ مصطفیٰ برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ کی شان میں کہتے ہیں: ؎

نسلِ آلِ پاک سے دشمنی اچھی نہیں — راہِ آلِ مصطفیٰ سے کج روی اچھی نہیں
آیۂ تطہیر سے جن کی طہارت ہے عیاں — ان کی نسلِ باصفا سے دشمنی اچھی نہیں
اے مظفرؔ قولِ آلِ مصطفیٰ کیا خوب ہے — ناک حبِ علی اور رافضی اچھی نہیں

فاضل جلیل مولانا معید احمد رضا رضوی فریدی

مہتمم مدرسہ غوثیہ رضویہ گولا کھیری لکھیم پور

ولادت

حضرت مولانا معید احمد رضا رضوی فریدی کی ولادت یکم جنوری ۱۹۵۰ء بمقام غوثی پور ضلع باندہ میں ہوئی۔ اور مولانا نے نشوونما بھی وہیں اپنے آباؤ اجداد کی گود میں پائی۔ کہتے ہیں کہ غوثی پور میں ایک بزرگ ہستی حضرت جناب غوث بابا تھے جن کے بارے میں مسموع ہوا ہے کہ وہ ملک عرب سے ہجرت کر کے ملک ہندوستان آبسے اور باندہ کے اطراف میں قیام کیا۔ کافی عرصہ یہاں قیام پذیر رہے۔ جب حضرت غوث بابا کا انتقال ہوا تو لوگوں نے نماز جنازہ میں کافی تعداد میں شرکت کی اور غالباً ان کو وہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت غوث بابا کے نام سے اس گاؤں کا نام غوثی پور مشہور ہو گیا۔

خاندانی حالات

مولانا معید احمد رضا کا سلسلہ نسب ایک معزز صحابی سے جا ملتا ہے جو ایک عرصہ تک امیر المومنین کے عہدہ پر فائز رہے یعنی حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولانا کے دادا وغیرہ زمیندار علاقہ کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ مولانا کے والد ماجد مولانا صوفی ریاض الحسن ہیں جو بڑے دیندار ہیں۔ مذہب سنیت میں بہت پختہ، بزرگوں کے قدردان، بڑوں کی توقیر و تعظیم، بچوں پر شفقت، دین و سنیت کی تبلیغ کے لیے ہر وقت کوشاں رہنا، مذہب اہلسنت

کی اشاعت کرنا، بدمذہبوں سے مقابلہ کرنا یہ ان کا محبوب مشغلہ ہے اور یہی درس قوم کو دیتے ہیں۔

بسم اللہ خوانی

مولانا معید احمد رضا رضوی کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو صوفی ریاض الحسن نے رسم بسم اللہ کرنے کے لیے ایک مجلس منعقد کرائی اور گاؤں کے اپنے عزیز و اقارب کو دعوت بھی دی۔ خوب شان و شوکت کے ساتھ صوفی ریاض الحسن نے رسم بسم اللہ کی ادائیگی فرمائی۔

تعلیم و تربیت

مولانا معید احمد رضا نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن عزیز غوثی پور میں پانچ سال کی عمر میں شروع کی۔ ابتدائی درجہ کے استاد مولوی عبدالصمد فاروقی تھے اور تعلیم درس نظامی تلشی پور ضلع گونڈہ سے شروع ہوئی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد تلشی پور کو خیر آباد کہا۔ اور بڑھنی ضلع بستی میں آکر اپنا داخلہ کرایا پھر یہاں کی تعلیم ختم کرنے کے بعد بریلی شریف کا شہر اسنا تھا۔ اس کی کشش نے دل کو بے قرار کر دیا اور منظر اسلام میں آکر مشفق اساتذہ سے درس لیا۔ جن کا ڈنکا ملک کے گوشے گوشے میں بج رہا ہے۔

مولانا نے بریلی شریف میں رہ کر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔ ۱۹۷۶ء میں دارالعلوم منظر اسلام سے فراغت حاصل کی اور معزز علمار کرام نے اپنے دست حق پرست سے علم فراغت کا جبہ و عمامہ سر پر رکھا اور سند پر اپنے دستخط ثبت کیے۔

اساتذہ کرام

۱۔ حضرت علامہ احسان علی محدث منظر اسلام بریلی

۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد جہانگیر خاں رضوی سابق مفتی منظر اسلام

۳۔ حضرت شیخ التفسیر الحاج مبین الدین رضوی امروہوی

۴۔ حضرت علامہ مولانا تحسین رضا خاں قادری بریلوی

۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم نوری رضوی ٹانڈوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف

۶۔ حضرت مولانا سید محمد عارف رضوی نانپاروی شیخ الحدیث منظر اسلام

۷۔ بابائے قوم مفتی عتیق الرحمٰن خلیفہ صدر الافاضل مراد آبادی

۸۔ حضرت مولانا بلال احمد رضوی پورنوی

۹۔ حضرت مولانا وکیل احمد نعیمی

۱۰۔ حضرت مولانا کمال احمد خاں رضوی

۱۱۔ حضرت مولانا عبدالرحمان نعیمی

۱۲۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن نعیمی

۱۳۔ حضرت مولانا شعبان علی نعیمی

بیعت وخلافت

مولانا معید احمد رضا رضوی نے ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۹۶۵ء میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور ۱۹۷۷ء میں مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفےٰ رضا نوری بریلوی نے اجازت وخلافت سے نوازا[1]۔ مولانا معید احمد رضا مفتی اعظم قدس سرہٗ کی خصوصیات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں

"حضور کی ایک مخصوص عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ ہر خورد وکلاں، امیر و غریب سے یکساں التفات فرماتے تھے۔ حضور کی اس دلربا عادت سے آپ کا ہر غلام یہ سمجھنے پر مجبور رہوتا کہ میرے آقا مجھ سے زیادہ محبت فرماتے ہیں۔ مگر یہن کے خیال میں حضور مفتی اعظم کی یہ سب سے پیاری اور دلفریب ادا ہے۔"

---

[1] بروایت حضرت مولانا صوفی خالد علی رضوی بریلوی مہتمم دارالعلوم منظر اسلام بریلی۔

دینی خدمات

مولانا معید احمد رضا نے درس و تدریس کے لیے اولاً شاہجہانپور منتخب کیا۔ جس میں ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۱ء تک خدمت دین میں مشغول رہے۔ شاہجہانپور میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر کچھ مجبوریوں کی بناء پر شاہجہانپور کو آخری سلام کہنا پڑا اب گولا لکھیم پور میں مدرسہ غوثیہ رضویہ محلہ رضا نگر میں مہتمم کے منصب پر فائز ہیں اور بہت ہی حسن و خوبی کے ساتھ یہ کام انجام دے رہے ہیں۔

عقد مسنون

مولانا کا عقد ۷ رجون ۱۹۷۰ء الموی ضلع فتح پور کے ایک معزز گھرانے میں ہوا۔ بحمداللہ اس وقت آپ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں خورشید رضا رضوی فاروقی ۲؎ عزیز رضا نوری ۳؎ انیس رضا رضوی ۴؎ انجم نوری ۵؎ تبسم نوری ۶؎ کنیز فاطمہ عرف ترنم نوری

تلامذہ و خلفاء

تلامذہ و خلفاء کے چند اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا محمد یونس رضوی
۲۔ مولانا سجاد رضا رضوی
۳۔ مولانا عبد المصطفےٰ رضوی
۴۔ مولانا اسلام رضوی
۵۔ مولانا جابر خاں رضوی
۶۔ مولانا یامین رضوی
۷۔ مولانا شفیع رضوی
۸۔ ماسٹر محمد اقبال لکچرار آرٹ کالج کھجوا فتحپور
۹۔ حاجی صابر خاں بمبئی ؎۱

؎۱ مکتوب حضرت مولانا معید احمد رضا رضوی فریدی گولا۔ بنام راقم موصولہ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ ۱۲، رضوی غفرلہ،

طرف مائل ہے۔ آپ تخریبی کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔ مثبت کام کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا ان کا ایک مشغلہ ہے۔ آپ کو تقریر سے بھی اچھا لگاؤ ہے۔ اسی تعمیری ذہن کی بناء پر ۱۹۸۲ء میں جامعہ نوریہ رضویہ کی بنیاد ڈالی۔ جامعہ نوریہ کے قیام کے بعد اکبری مسجد بریلی سے اس کا درسی افتتاح ہوا۔ تنگی کی وجہ سے ۱۹۸۴ء میں جامعہ نوریہ کو محلہ باقر گنج عیدگاہ بریلی میں منتقل کر لیا۔ اور عرس رضوی کے موقع پر جامعہ کا سنگ بنیاد ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ کے دست مبارک سے رکھا گیا۔

مولینا منان رضا کی اس تعلیمی تحریک پر جناب رئیس احمد خاں نوری باقر گنج بریلی نے اپنی زمین جامعہ نوریہ کے نام وقف کردی۔ آج جامعہ نوریہ کی بلند و بالا عمارت آپ کی محنت و لگن اور جدوجہد کی آئینہ دار ہے۔ خوشی کی بات یہ کہ جامعہ کو جانشین مفتی اعظم مدظلہ جیسی عظیم شخصیت کی سرپرستی حاصل ہے۔

پاکستان کا دورہ

مولانا منان رضا بریلوی نے ۱۹۷۸ء میں پاکستان کا سفر کیا۔ کراچی کی بڑی بڑی کانفرنسوں میں خطاب بھی فرمایا۔ مندرجہ ذیل علماء و مشائخ اور دانشوران ملت سے ملاقات کی اور انھوں نے آپ کی بے حد قدر منزلت کی۔ ان لوگوں سے خصوصیت سے ملاقات کی۔

۱۔ مفتی پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی حزب الاحناف لاہور

۲۔ مصلح ملت قاری مصلح الدین رضوی صدیقی خطیب میمن مسجد کھارادر کراچی

۳۔ حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

۴۔ ماہر رضویات علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر سندھ۔

۵۔ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۶۔ حضرت شاہ احمد نورانی صدیقی رضوی، صدر جمعیۃ العلماء پاکستان

۷۔ حضرت مولانا شاہ سید تراب الحق قادری رضوی سرپرست دارالکتب حنفیہ کراچی

۸۔ حضرت مفتی وقارالدین رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

۹۔ حضرت مفتی عبدالقیوم رضوی ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۰۔ حضرت مولانا غلام رسول رضوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

۱۱۔ صاحبزادہ مولانا قاضی فضل رسول رضوی سجادہ محدث اعظم پاکستان، فیصل آباد

۱۲۔ حضرت مفتی ظفر علی نعمانی بانی دارالعلوم امجدیہ کراچی

۱۳۔ حضرت مولانا شاہ معین الدین شافعی رضوی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد

۱۴۔ حضرت مولانا محبوب رضا خاں رضوی بریلوی، کراچی

۱۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین رضوی سکھر، سندھ

۱۶۔ عالی جناب شوکت حسن رضوی جیلانی بریلوی، کراچی۔

بیعت وخلافت

مولینا منان رضا قادری ۱۹۷۵ء کو اجمیر شریف میں حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ سے داخل سلسلہ ہوئے اور ۱۹۷۷ء میں دستار بندی کے موقع پر مفتی اعظم مصطفٰے رضا نوری بریلوی نے اجازت وخلافت مرحمت فرمائی۔ مولینا منان رضا نے مفتی اعظم قدس سرہٗ کے متعلق یہ چند جملے ارشاد فرمائے۔

> "مفتی اعظم میں خاص بات یہ تھی کہ بُرے سے بُرے آدمی کو اپنے پاس بٹھانے سے نفرت نہیں کرتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کند ذہن طلبہ ہیں مفتی اعظم فرماتے تھے کہ پتھروں کو پال کر نگینہ نکالا جاتا ہے۔ آپ اچھے بُرے کو نوازتے تھے اور کام کے آدمیوں کی قدر کرتے تھے۔"[لے]

لے یہ جملہ کوائف، رضوی ازہری مہمان خانہ سوداگران بریلی میں حضرت مولینا منان رضا بریلوی نے ایک مخصوص مجلس میں راقم کو قلم بند کروائے۔ اسوقت مولانا محمد شکیل رضوی ازہری بریلوی بھی تشریف فرما تھے۔

بمورخہ ۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ/ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

ن

فاضل جلیل مولانا محمد ناظم علی قادری رضوی بارہ بنکوی

نائب مفتی مرکزی دار الافتاء ۸۲۔ سوداگران بریلی

ولادت

مولوی صوفی لعل محمد قادری برکاتی حنیفی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ حنیفیہ بارہ بنکی کے برادر گرامی مولینا مفتی ناظم علی رضوی بن عبد السبحان ۱۹۵۰ء کو موضع کھتوری پورے بدھئی شاہ ضلع بارہ بنکی میں پیدا ہوئے۔

مولانا ناظم علی بارہ بنکوی کے برادر اکبر مولوی صوفی لعل محمد قادری، مولینا مفتی محمد حنیف علیہ الرحمہ سے شرف ارادت رکھتے ہیں۔ اور اجازت بیعت احسن العلما مولینا سید مصطفےٰ حیدر حسن میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے ہے۔ صوفی لعل محمد کا حلقۂ ارادت وسیع ہے۔ برکاتی سلسلہ میں بیعت کرتے ہیں۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولینا ناظم علی کی ابتدائی تعلیم ہندی ہے جو اپنے مقامی گاؤں میں حاصل کی ہندی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں عربی تعلیم کا آغاز کیا، اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ اہلسنت حشمت العلوم رام پور کٹرہ ضلع بارہ بنکی میں داخلہ لیا۔ دینیات اور عربی، فارسی کی اکثر کتابیں پڑھ کر بریلی شریف کی طرف رُخ کیا۔

مولانا ناظم علی ۱۹۶۷ء کو دار العلوم منظر اسلام بریلی میں داخل ہوئے اور ماہرین علم وفن

سے کتب متداولہ کا درس لیا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی بارگاہ میں شرف نیاز حاصل کیا۔ اسی دار العلوم منظر اسلام سے سند فراغت حاصل کی۔

خدمات دینیہ

مولانا مفتی ناظم علی فراغت کے بعد رضا مسجد سوداگران بریلی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے اور ساتھ ہی ساتھ مفتی اعظم کے ایما پر دار العلوم مظہر اسلام میں تدریسی خدمات بھی انجام دیتے اور فتوی نویسی کی مشق بھی جاری رہی۔ کچھ دنوں کے بعد دار العلوم منظر اسلام میں نقل افتاء کا کام کیا۔ بعدہ، ۱۴۰۵ھ میں جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ کی سرپرستی میں چلنے والا ادارہ مرکزی دار الافتاء میں نائب مفتی کی حیثیت سے فتوی نویسی کا کام انجام دیتے رہے تا دم تحریر مولانا ناظم علی اسی منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔

مولانا مفتی ناظم علی رضوی کی طبیعت میں سادگی، خوش خلقی اور خوش اسلوبی ہے۔ آپ تصنع وبناوٹ سے کوسوں دور ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت مولانا ناظم علی ۱۹۷۰ء میں مفتی اعظم مولینا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی سے بیعت ہوئے۔ اور مفتی اعظم نے جمیع سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔[۱]

---

[۱] یہ جملہ کوائف راقم نے براہ راست مولانا مفتی ناظم علی رضوی سے حاصل کیے۔ بمورخہ ۲۴ر مارچ ۲۶ر شعبان ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء - ۱۲ رضوی غفرلہ،

و

فاضلِ جلیل مولانا ولی النّبی رضوی

استاذ جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد پاکستان

ولادت

حضرت علامہ مولانا ولی النبی رضوی ابن ابوالظفر الشاہ غلام حیدر ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں بمقام تورڈھیر تحصیل صوابی ضلع مردان میں پیدا ہوئے ۔

خاندانی حالات

حضرت مولانا ولی النبی دانی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے والد ما جد اپنے دور کے روحانی رہنما تھے۔ زمینداری پیشہ تھا اور تمام مہانوں کے ہاں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت ضیاء معصوم مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے چاروں سلسلوں میں مجاز تھے، آج بھی ان کا عرس شریف منعقد ہوتا ہے ۔

تعلیم وتربیت

حضرت مولانا ولی النبی نے تمام علوم دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں حاصل کرکے وہیں ۱۹۳۶ء میں سندِ فراغت حاصل کی ۔

اساتذہ کرام

حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ درج ذیل علماءِ کرام سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا:

۱۔ مولانا مفتی امتیاز احمد

۲۔ مولانا عبدالمجید

۳۔ مولانا عبدالحی

۴۔ مولانا عبداللہ قندھاری

۵۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ

دار العلوم سے چھٹی کے بعد علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رضوی، حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ علیہ سے شرح جامی پڑھتے تھے، تو آپ بھی شریکِ درس رہتے۔

درس و تدریس

مولانا ولی النبی نے تدریس کا آغاز جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کیا۔ درمیان میں کچھ عرصہ اپنے وطنِ مالوف تشریف لے گئے اور وہاں بھی فیضان جاری رکھا۔ واپسی پر دوبارہ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں مسندِ تدریس پر فائز ہوئے اور پھر جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں تدریس کے فرائض کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے اور آج تک وہیں سلسلہ جاری ہے۔

تحریکِ پاکستان

تحریکِ پاکستان کے وقت مولانا ولی النبی نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے قیامِ پاکستان کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خود جا کر اپنا ووٹ بھی استعمال کیا۔

تصانیف

مولانا ولی النبی نے زمانۂ طالب علمی میں سید جمال الدین افغانی کی تصنیف القضاء والقدر کا ترجمہ کیا اور اب حضرت شیخ محمد شعیب رحمہ اللہ (مرشد حضرت اخوند صاحب سوات) کی تصنیف مرأۃ الاولیاء کا ترجمہ کیا جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

اجازت بیعت

مولانا ولی النبی کو حضرت مفتیٔ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ سے اجازتِ طریقت و اجازتِ حدیث حاصل ہے۔

تلامذہ

حضرت مولانا ولی النبی نے تمام عمر علومِ اسلامیہ کی تدریس میں صرف فرمائی اور سیکڑوں طالبانِ علم کی علمی پیاس کو بجھایا۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین، سکھر

۲۔ حضرت مولانا غلام رسول سعیدی

۳۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین، عباس پور، آزاد کشمیر

۴۔ حضرت مولانا سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ، فیصل آباد [1]

---

[1] محمد صدیق ہزاروی، مولانا: تعارف علماءِ اہلِ سنت ص ۳۶۵، ۳۶۰۔

کتابیات

١	احمد رضا قادری بریلوی	مفتی، امام :	تجلیۃ السلم عن لنفف العلم	بریلی
٢	افضل حسین رضوی مونگیری	سیّد، مفتی :	الجواہر الصافیہ	لاہور
٣	احمد سعید کاظمی	سیّد، علامہ :	مقالات کاظمی	ساہیوال
٤	اقبال احمد فاروقی	پیرزادہ :	تذکرۂ علماء اہل سنت و جماعت لاہور	لاہور
٥	ارشد القادری	علامہ :	جماعتِ اسلامی	دہلی
٦	ارشد القادری	علامہ :	سکریٹری رپورٹ	
٧	امانت رسول نوری	الحاج قاری :	تجلّیاتِ امام احمد رضا	بریلی
٨	امانت رسول نوری	الحاج قاری :	پندرھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم	بمبئی
٩	افتخار احمد قادری	مولینا :	مستشرقین کا انصاف و تعصب	مبارکپور
١٠	انوار الحق مصطفوی	قاری، مولینا :	انوار مخدوم ملّت	قلمی
١١	بدر الدین احمد رضوی	علامہ :	جواھر المنطق	بستی
١٢	بدر الدین احمد رضوی	علامہ :	سوانح اعلیٰ حضرت	دھنباد
١٣	تراب الحق قادری	سیّد، شاہ :	عرفان منزل مصلح الدین نمبر	کراچی
١٤	محمد جلال الدین قادری	علامہ :	محدث اعظم پاکستان	لاہور
١٥	محمد جہانگیر خاں رضوی	مفتی :	نسیم الوردہ ترجمۂ قصیدۂ بردہ	بریلی
١٦	حشمت علی لکھنوی	شیر بیشۂ اہلسنت :	مناظرۂ ملتان	پیلی بھیت
١٧	محمد حامد شافعی	فقیہہ شافعی :	روداد مناظرۂ بریلی	الٰہ آباد
١٨	زاھد علی سلامی	مولینا :	مقالاتِ نعیمی	سنبھل
١٩	شمس الدین احمد جونپوری	قاضی :	قانون شریعت	جونپور
٢٠	شاہد علی رضوی	سید، مفتی :	حیات جہانگیر	قلمی
٢١	شاہد علی رضوی	سید، مفتی :	مسائلِ تثویب و تکبیر	رامپور
٢٢	شجاع الدین فاروقی	صاحبزادہ :	عالم باعمل	
٢٣	محمد صدیق ہزاروی	مولینا :	تعارف علماء اہلسنت	لاہور

۲۴	محمد صادق قصوری	مولینا : اکابر تحریک پاکستان	لاہور
۲۵	محمد علوی مالکی مکی	سید علامہ : الطالع السعید المنتخب	جدہ
۲۶	محمد علوی مالکی مکی	سید علامہ : فضل الموطا	مکۃ المکرمہ
۲۷	محمد عبدالحکیم شرف قادری	علامہ : تذکرۂ اکابر اہلسنت	لاہور
۲۸	عاشق الرحمٰن حبیبی	مولانا : مجاہد ملت کا حرف حقانیت	الٰہ آباد
۲۹	عبدالمجتبیٰ رضوی	مولینا : تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ	بنارس
۳۰	عبدالقیوم ہزاروی	مفتی : تاریخ نجد وحجاز	بھیونڈی
۳۱	عبدالرحیم قادری	مولینا : سیرت غوث اعظم	کانپور
۳۲	عبدالواحد قادری	مولانا : حیات مفتی اعظم	
۳۳	عبدالنعیم عزیزی	ادیب : تعارف	کراچی
۳۴	غلام مہر علی	مولانا : الیواقیت المہریہ	
۳۵	غلام یحییٰ انجم	ڈاکٹر : تذکرۂ علماء بستی	مبارکپور
۳۶	غلام مصطفےٰ رضوی	مولانا : سفرنامۂ حرمین طیبین	کراچی
۳۷	فیض احمد اویسی	علامہ : التوضیح الکامل	الٰہ آباد
۳۸	محمد دین کلیم	مورخ لاہور : تذکرۂ مشائخ قادریہ	لاہور
۳۹	مصطفےٰ رضا نوری بریلوی	مفتی اعظم : سامان بخشش	رام پور
۴۰	محمد مسعود احمد	پروفیسر : گناہ بے گناہی	لاہور
۴۱	محمد مسعود احمد	پروفیسر : تذکرۂ مظہر مسعود	کراچی
۴۲	محمد مسعود احمد	پروفیسر : حیات مولانا احمد رضا بریلوی	سیالکوٹ
۴۳	محمد مسعود احمد	پروفیسر : اجالا	مبارکپور
۴۴	محمد مسعود احمد	پروفیسر : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں	کراچی
۴۵	محمد مشرف احمد دہلوی	مفتی : قصد السبیل	دہلی
۴۶	مظفر احمد قادری	مولانا : حیات صاحب البرکات	داتا گنج
۴۷	یٰسین اختر اعظمی	مولینا : جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مبارکپور

۴۸	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	جنوری ۱۹۶۲ء/ ۱۳۸۱ھ
۴۹	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	جون ۱۹۶۲ء/ ۱۳۸۱ھ
۵۰	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	دسمبر ۱۹۶۲ء / رجب ۱۳۸۲ھ
۵۱	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	ستمبر ۱۹۶۳ء/ ۱۳۸۳ھ
۵۲	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	مئی ۱۹۸۸ء/ ۱۴۰۸ھ
۵۳	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	ستمبر ۱۹۸۹ء / ۱۴۱۰ھ
۵۴	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	اکتوبر ۱۹۸۹ء / ۱۴۱۰ھ
۵۵	ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی	مئی ۱۹۶۳ء /
۵۶	ماہنامہ سنی دنیا بریلی	جون ۱۹۸۲ء / شوال
۵۷	ماہنامہ سنی دنیا بریلی	دسمبر ۱۹۸۴ء /
۵۸	ماہنامہ سنی دنیا بریلی	جولائی ۱۹۸۷ء / ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
۵۹	ماہنامہ دامن مصطفےٰ بریلی (اب سٹاہی)	جولائی ۱۹۸۹،۹۰ء / ذی الحجہ محرم ۱۴۱۰ھ
۶۰	ماہنامہ دامن مصطفےٰ بریلی	محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء
۶۱	ماہنامہ دامن مصطفےٰ بریلی	جمادی الآخر، رجب ۱۴۰۴ھ
۶۲	ماہنامہ دامن مصطفےٰ بریلی	مارچ ۱۹۸۴ء/ ۱۴۰۴ھ
۶۳	مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی	۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۸ء
۶۴	ماہنامہ المیزان بمبئی	مئی، جون ۱۹۸۴ء / ۱۴۰۴ھ
۶۵	ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر دہلی	رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء
۶۶	ماہنامہ ضیائے حرم لاہور	جون ۱۹۷۵ء /
۶۷	ماہنامہ تاجدار کائنات رام پور	فروری ۱۹۸۲ء /
۶۸	ماہنامہ استقامت کانپور	جنوری ۱۹۸۴ء / ۱۴۰۴ھ
۶۹	ماہنامہ استقامت مفتیٔ اعظم نمبر کانپور	مئی ۱۹۸۳ء / ۱۴۰۳ھ
۷۰	ماہنامہ استقامت کانپور	ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء
۷۱	ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور	نومبر ۱۹۸۹ء / ۱۴۱۰ھ

۷۲	ماہنامہ نور مصطفےٰ پٹنہ	نومبر ۱۹۸۹ء / ۱۴۱۰ھ
۷۳	ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بہیڑی	اکتوبر ۱۹۸۹ء / ۱۴۱۰ھ
۷۴	ماہنامہ فیض الرسول براؤن	جون ۱۹۸۸ء / ۱۴۰۸ھ
۷۵	ماہنامہ یادگار رضا بریلی	دسمبر ۱۹۸۹ء / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
۷۶	میگزین ضیاء وجیہہ رام پور	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

۷۷	ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور	۳ / دسمبر ۱۹۲۸ء /
۷۸	ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور	یکم / اپریل ۱۹۲۳ء / ۱۳۴۱ھ
۷۹	ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور	۱۸ / نومبر ۱۳۴۲ھ /
۸۰	ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور	۱۸ / اکتوبر ۱۹۲۳ء /

۸۱	روزنامہ وفاق لاہور	۱۴ / اپریل ۱۹۷۷ء /
۸۲	روزنامہ قومی آواز لکھنؤ	یکم / مئی ۱۹۷۴ء /
۸۳	روزنامہ ٹائمز بمبئی	۲۵ / اگست ۱۹۸۴ء / ۱۴۰۴ھ

مفتی اعظم اور انکے خلفاء جلد دوم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل واحسان کہ اس نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں جلد اوّل کی تمام تر مشکلات کو حل فرمایا، اور آپکے نظروں کی زینت بنی، اب جلد دوم کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہی آب و تاب کیساتھ منظر عام پر آجائیگی۔ راقم حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے خلفاء کی بارگاہ میں عرض پرداز ہے کہ ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم فرمائیں۔ جلد دوم میں ان مشاہیر خلفاء کے حالات متوقع ہیں۔

مفتی امین قطبی، مولانا سید نور محمد مکی، علامہ فضل الرحمٰن مدنی، مولانا سید عباس مالکی، حافظ احسان الحق فیصل آبادی، مولانا احسان علی فیض پوری، مفتی رفاقت حسین کانپوری، مفتی محمد اعظم ٹانڈوی، علامہ غافر بخش مدنی، علامہ ضیاء المصطفٰے امجدی، مولانا عبد الحفیظ مبارکپوری مفتی وقار الدین کراچی، مفتی غلام محمد ناگپوری، حکیم حسنین رضا بریلوی، مولانا معین الدین شافعی، مفتی عبد القیوم ہزاروی، مفتی ابراہیم سمستی پوری، مولانا محمود میاں جبلپوری، مولانا نعیم الدین گورکھپوری، مولانا غلام جیلانی اعظمی، مولانا غلام یزدانی اعظمی، مفتی مجیب اشرف، مفتی غلام سرور لاہوری، مولانا ساجد علی بریلوی، مولانا عبد الحمید افریقی، مفتی مشاہد رضا پیلی بھیتی، مولانا ابوالقاسم جبلپوری، مفتی رضوان الرحمٰن اندوری، حافظ عبد الغفار اندوری، حاجی محمد فاروق بنارسی، قاری سراج اظہر بمبئی، مولانا منصور علی بمبئی، مولانا احمد مقدم افریقی، ڈاکٹر محمد غفران امریکہ، علامہ نسیم بستوی، مفتی محمد حسین لاہوری، مولانا مظفر اقبال لاہوری، قاری علی حسن بستوی، مولانا مراتب علی گوجرانوالہ، مولانا مجیب الاسلام نسیم، مولانا منظور احمد بھاولپور، مولانا طاہر حسین پورنوی، مولانا محمد حسین افریقی، مولانا عبد الحلیم ناگپوری، صوفی سخی اللہ، حافظ محمد عمران پیلی بھیتی، مولانا جلال الدین ٹانڈوی۔

رابطہ کا پتہ

محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی ادارہ تحقیقات مفتی اعظم قادری مسجد گلی منیہاران بریلی